سیرت کی قدیم کتب سے منتخب حضور اکرم ﷺ کے مثالی واقعات کا منفرد مجموعہ

سیرت النبی ﷺ کے انمول واقعات

مؤلف

صلی اللہ علیہ وسلم
سیرت النبی
کے انمول
واقعات

سیرت کی قدیم کتب سے منتخب حضور اکرم ﷺ کے مثالی واقعات کا منفرد مجموعہ

سیرت النبی ﷺ کے انمول واقعات

تصنیف

مولانا ارسلان بن اختر میمن

شعبہ تحقیق و تصنیف:

مکتبہ ارسلان

اردو بازار، کراچی۔

فون: 0333-2103655

جن احباب کو اس کتاب سے فائدہ ہو تو وہ احقر کے مرحوم بھائی
حافظ محمد اکبر (عمر ۲۶ سال) کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں۔

مکتبہ ارسلان
اُردو بازار، کراچی۔
فون: 0333-2103655

نام کتاب .... سیرت النبی ﷺ کے انمول واقعات

ترتیب وتزئین .... مولانا محمد ارسلان بن اختر میمن

اشاعت اوّل .... اگست 2008ء

ملنے کا پتہ:

کراچی: کتب خانہ مظہری گلشن اقبال نمبر 2۔ فون: 4992176 نفیس اکیڈمی اردو بازار، کراچی
بیت القرآن اردو بازار، کراچی۔ اقبال بک ڈپو (اقبال نعمانی صدر)۔ علمی کتاب گھر اردو بازار، کراچی۔
بیت الکتب گلشن اقبال نمبر 2۔ فون: 4975024 مکتبۃ القرآن، بنوری ٹاؤن۔ فون: 4856701
مکتبہ عمر فاروق، شاہ فیصل کالونی۔ فون: 4594144 مکتبہ رحیمیہ اردو بازار، کراچی۔ فون: 2744994
ادارۃ الانور، بنوری ٹاؤن، کراچی۔ فون: 4914596 نور القرآن، اردو بازار، کراچی۔ فون: 2624609
دار الاشاعت، اردو بازار کراچی۔ فون: 2213768

لاہور: مکتبہ رحمانیہ غزنی اسٹریٹ اردو بازار، لاہور۔ ادارہ اسلامیات انار کلی بازار، لاہور۔
مکتبہ سید احمد شہید اردو بازار، لاہور۔

راولپنڈی: مکتبہ رشیدیہ مدینہ مارکیٹ، راجہ بازار، راولپنڈی۔

محمد ﷺ کی 63 سالہ زندگی قدم بہ قدم

- عبدالمطلب کا زمزم کے گمشدہ کنوئیں کو دریافت کرنا۔
- ہاتھی والوں کی تباہی ۵۷۰ء۔
- والد: عبداللہ بن عبدالمطلب (آپ ﷺ کی ولادت قبل وفات پائی)۔
- عبداللہ کی پاک دامنی کا انوکھا واقعہ۔
- عبدالمطلب کی آمنہ سے شادی: اور آپ ﷺ کی ولادت مبارکہ۔
- ولادت النبی ﷺ کی برکات:

  کسریٰ کے محل میں دراڑ کا پڑنا۔

  بتوں کا گر کر ٹوٹ جانا۔

  ماؤں کے یہاں صرف لڑکوں کی پیدائش۔

  ساتویں دن آپ ا کا عقیقہ آپ ا کے دادا عبدالمطلب نے کیا۔
- چھ دن سیدہ آمنہ نے خود دودھ پلایا۔
- آپ ﷺ بنی ساعدہ کی حلیمہ دائی کی آغوش میں۔
- شق صدر (آپ ﷺ کے سینے مبارک کو آب زمزم سے دھونے کا واقعہ)۔
- وفات سیدہ آمنہ (آپ کی عمر 6 سال) قبر مبارک ابواء۔
- عبدالمطلب (دادا) کی کفالت و وفات (آپ کی عمر ۸ سال)۔
- آپ ﷺ چچا ابوطالب کی کفالت میں۔
- آپ ﷺ کے نورانی چہرہ اور پرنور آنکھوں پر ابوطالب کی حیرانی اور فخر۔

- ابوطالب کا آپ ﷺ کی برکت سے بارش کی دعا کرنا اور بارش کا ہونا۔
- شام کا پہلا سفر: چچا کے ساتھ بعمر 12 سال۔
- سفر میں بادل کا آپ ﷺ پر سایہ کرنا۔
- سفر شام میں راہب کا آپ ﷺ کی نبوت کی گواہی دینا۔
- آپ ﷺ چچا کے ساتھ بت پرستی کے لئے جانے سے انکار اور کانپنا۔
- عربوں کی مشہور جنگ جنگ حرب الفجار۔
- شام کا دوسرا سفر بعمر 25 سال۔
- نسطورا راہب۔
- خدیجہؓ سے نکاح (آپ ﷺ کی عمر 25 سال: عمر خدیجہؓ 40 سال) نکاح خواں ابوطالب۔
- تعمیر کعبہ: حجر اسود کی تنصیب بذریعہ محمد ﷺ (عمر 35 سال)۔
- غار حرا میں کثرت عبادت کا آغاز (عمر 40 سال)۔

سنہ ۱ نبوی کا خلاصہ

- غار حرا میں نبوت کے تاج کا تحفہ۔
- نزول قرآن کی ابتداء سورۃ اقرا باسم ربک الذی خلق۔
- ورقہ بن نوفل اور خدیجہؓ کی آپ کو تسلی۔

۲،۳ نبوی کا خلاصہ

- دعوت اسلام کی کوشش۔
- ابوبکرؓ، خدیجہؓ و علیؓ، زیدؓ بن حاشہ کا قبول اسلام۔
- وضو اور نماز کا حکم۔
- وحی کا سلسلہ کچھ عرصہ کے لئے منقطع ہونا اور آپ ﷺ کی پریشانی۔
- ۳ برس کی مسلسل محنت سے خفیہ جماعت کی تیاری۔

۴ نبوی کا خلاصہ

- اعلانیہ تبلیغ کا حکم: کوہِ صفا پر قریش سے کھلم کھلا خطاب۔
- ابوجہل کا آپ ﷺ کے سر کو کچلنے کا اعلان اور
- آپ ﷺ پر ظلم کی انتہاء:

گلے میں رسی کا دباؤ، کندھے پر اونٹ کی اوجڑی کا رکھا جانا۔

- صحابہ کرامؓ پر خوفناک مظالم۔
- ۳ سرداران قریش کا آپ ﷺ کو سرداری کا لالچ دینا۔
- ۳ سرداران قریش کا آپ ﷺ کے بارے میں فیصلہ۔

- ہجرت حبشہ۔
- قبیلہ قادہ کے سردار کا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ہجرت حبشہ سے روکنا اور پناہ دینا۔

- حمزہ رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام اور آپ کی خوشی۔
- عمر رضی اللہ عنہ کا (حمزہ رضی اللہ عنہ کے قبول اسلام کے 3 دن بعد)۔
- عمر رضی اللہ عنہ کا کعبہ کے طواف کا کھلم کھلا اعلان اور مسلمانوں کی خوشی۔
- دارارقم کا قیام (اسلام سیکھنے کی جگہ)۔

۷، ۸، ۹ نبوی کا خلاصہ

- شعب ابی طالب نامی گھاٹی میں 3 سال تک آپ ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کا قید رہنا۔
- معجزہ شق القمر (چاند کے دو ٹکڑے ہونے کا معجزہ)۔

- ابوطالب کی وفات۔

O ابوطالب کی وفات 3 دن بعد خدیجہ ؓ کی وفات (مدفون جنت البقیع)۔

O طائف میں تبلیغ کے لئے آپ کا سفر۔

O طائف والوں کا آپ ﷺ کو اتنا مارنا کہ آپ ﷺ خون میں نہا گئے۔

O طائف سے واپسی پر جنوں کی جماعت کا قبول اسلام۔

۱۱ نبوی کا خلاصہ

O قبائل کو اسلام کی دعوت کے لئے آپ ﷺ کے اسفار۔

۱۲ نبوی کا خلاصہ

O سفر معراج اور ابوبکر ؓ کی تصدیق (ایک دوسری روایت کے مطابق یہ واقعہ نبوی کے ۵ ویں سال میں پیش آیا)۔

O ۱۲ یثربی باشندوں کا قبول اسلام اور ان سے بیعت عقبہ اولیٰ۔

O بنی عبدالاشہل کے سردار سعد بن معاذ کا اسلام۔

۱۳ نبوی کا خلاصہ

O بیعت عقبہ ثانیہ ۷۵ صحابہ کرام ؓ کا قبول اسلام۔

O آپ ﷺ کے خلاف دارالندوہ میں سرداران قریش کا اجلاس۔

O اجلاس دارالندوہ میں شیطان کی شرکت اور آپ ﷺ کے قتل کا مشورہ۔

- آپ ﷺ کا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مدینہ کی طرف ہجرت کا حکم۔
- آپ ﷺ اور ابو بکر رضی اللہ عنہ کا غار ثور میں 3 دن قیام ۶۲۱ء۔
- مشرکین مکہ آپ ﷺ کے تعاقب میں۔
- سراقہ نامی شخص ۱۰۰ اونٹ کے لالچ میں آپ ﷺ کے تعاقب میں۔
- سراقہ کے گھوڑے کا آپ ﷺ کی نظر کی برکت سے زمین میں دھنس جانا۔
- سفر ہجرت میں آپ ﷺ کا ام معبد رضی اللہ عنہا کی کمزور بکری کے تھن سے دودھ نکالنے کا معجزہ۔
- آپ ﷺ کی وجاہت دیکھ کر بریدہ اسلمی کا قبول اسلام۔

ہجرت کا پہلا سال ۱ھ

- مسجد قبا میں 20 ستمبر ۶۲۲ء میں آپ ﷺ کی آٹھ دن قیام اور مسجد قبا کی تعمیر۔
- محلہ بنی سالم میں پہلی نماز جمعہ کا پڑھنا۔
- مدینہ میں ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر قیام۔
- عبداللہ بن سلام کا اسلام۔
- مسجد نبوی کی آپ ﷺ کے مبارک ہاتھوں سے تعمیر۔
- ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے مکانات کی تعمیر۔
- اذان کی ابتداء کا غیبی واقعہ و حکم۔
- آپ ﷺ کا یہودیوں سے معاہدہ۔
- سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا مسلمان ہونا۔
- نماز کی رکعتیں: 2 کی جگہ ظہر، عصر اور عشاء میں 4 رکعت کا حکم۔
- حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا یہودیوں سے بئر رومہ خرید کر مسلمانوں کے لئے وقف کرنا۔

- تحویل قبلہ: بیت المقدس سے بیت اللہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا حکم۔
- اصحاب صفہ رضی اللہ عنہم کی رہائش کا حکم۔
- جہاد کا حکم۔
- سریہ حمزہ:

(جن غزوات میں آپ ﷺ نہیں شامل ہوئے ان کو سریہ کہتے ہیں)

سریہ عبید بن الحارث، سریہ سعد بن ابی وقاص

- غزوہ ابواء (سب سے پہلا غزوہ) آپ ﷺ ماہ صفر ۲ھ کو 60 مہاجرین کے ساتھ جنگ کیلئے گئے۔
- جنگ بدر: مسلمان ۳۱۳۔ کفار ۱۰۰۰۔
- بدر: حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ کو آپ ﷺ کا لکڑی دینا اور اس کا تلوار بن جانا۔
- خبیب رضی اللہ عنہ کی کٹی ہوئی ٹانگ آپ ﷺ کے لعاب سے جڑ گئی۔
- عائشہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی۔
- حضرت عمیر رضی اللہ عنہ کی شہادت۔
- کفار کے سپہ سالار عتبہ بن ربیعہ اور ابوجہل کی ہلاکت۔
- امیہ بن خلف کی ہلاکت۔

- O فرشتوں کا نزول۔
- O ابولہب کی عبرتناک موت۔
- O غزوہ بنی قیقاع، غزوہ سویق۔
- O حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی علی رضی اللہ عنہ سے شادی۔
- O روزہ اور زکوٰۃ کی فرضیت کا حکم۔
- O نماز عید کا عیدگاہ میں پڑھنے کا حکم۔
- O صدقہ فطر کو ادا کرنے کا حکم۔
- O قربانی کا حکم (آپ ﷺ کا ۱۰ ذوالحجہ کو پہلی قربانی کرنا)۔

ہجرت کا تیسرا سال ۳ھ

- O جنگ احد۔
- O لشکر کفار کی مدینہ پر چڑھائی ۱۴ شوال ۳ھ۔
- O آپ ﷺ کے چچا حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت۔
- O حنظلہ کی شہادت اور فرشتوں کا غسل۔
- O آپ ﷺ کے قتل کی افواہ۔
- O مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی شہادت:

عمرو بن جموح لنگڑے پن کی حالت اور جنت۔

- O آپ ﷺ کے دندان مبارک کا زخمی ہونا۔
- O حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا کارنامہ۔

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کی نکلی ہوئی آنکھ کا آپ ﷺ کے ہاتھوں واپس لگنا۔

○ چھیالیس برس کے بعد شہداء احد کی قبروں کے کھلنے پر زخمی جسم پر تازہ خون۔

○ غزوہ غطفان اور کعب بن اشرف یہودی کا قتل۔

○ آپ ﷺ کا عمرؓ کی صاحبزادی سے نکاح۔

○ ۱۵؍رمضان ۳ھ امام حسنؓ کی ولادت۔

○ میراث کے قوانین کا نزول۔

○ مشرک عورتوں سے نکاح کا حکم ربی۔

ہجرت کا چوتھا سال ۴ھ

○ حضرت خبیبؓ اور زید بن حارثہؓ کی شہادت۔

○ غزوہ بنو نضیر۔

○ ام سلمہؓ سے نکاح۔

○ ۴؍شعبان امام حسینؓ کی پیدائش۔

○ چوری پر ہاتھ کاٹنے کا پہلا واقعہ۔

○ شراب کی حرمت۔

○ زید بن ثابتؓ کو یہودیوں کی عبرانی زبان سیکھنے کا حکم۔

ہجرت کا پانچواں سال ۵ھ

○ غزوہ بنی قریظہ۔

O آپ ﷺ کا زینب ؓ سے نکاح۔

O پردہ کے احکامات کا نزول۔

O واقعہ افک اماں عائشہؓ کے حق میں اللہ کی نازل کردہ آیات برات آیت تیمم کا نزول۔

O غزوہ خندق: خندق کھدوانے کا سلمان فارسی کا مشورہ:
خندق دیکھ کر کفار کی حیرانی۔

O خندق کی چٹان پر آپ ﷺ کا پھاوڑا اچلانا۔

O حضرت جابر ؓ کی ۵ آدمیوں کی دعوت اور آپ ﷺ کا ۱۰۰۰ اصحابہ کو بلانا اور کھانے کا بچ جانا۔

O بنو قریظہ کی غداری۔

O سعد بن معاذ ؓ کی شہادت۔

O صفیہ ؓ کی بہادری۔

O پردہ کی فرضیت کے احکامات کا نزول۔

O زنا کرنے پر حد لگانے کا حکم۔

O غزوہ بنوالمطلق۔

ہجرت کا چھٹا سال ۶ ھ

O ۱۴۰۰ اصحابہ کرامؓ سے بیعت رضوان۔

O صلح حدیبیہ۔

O ابوجندل کا کفار کو پریشان کرنا۔

O ابوبصیر کا کارنامہ۔

O مسلمانوں کی عالیشان فتح۔

O عرب کے سرداروں کو خطوب نبوی کا بھجوانا۔

ہجرت کا ساتواں سال ۷ھ

O جنگ خیبر: ماہ محرم ۷ھ

O حضرت علی رضی اللہ عنہ اور مرجب کی جنگ۔

O فتح فدک۔ یہود کا بکری کے گوشت میں زہر ملا دینا اور گوشت کا آپ ﷺ کو کھانے سے منع کرنا۔

O یہودی قلعہ نائم، قموص، مرجب کی فتح۔

O متعہ کی حرمت کا حکم۔

O مہاجرین حبشہ کی واپسی۔

O ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے آپ کا نکاح۔

O میمونہ رضی اللہ عنہا سے آپ کا نکاح۔

O خالد بن ولید کا قبول اسلام۔

۸ھ کے مشہور واقعات

O جنگ موتہ (شام کے ایک مقام کا نام) ستمبر ۶۲۹ء

O کفار ایک لاکھ۔ مسلمان ۳۰۰۰ تھے۔

O سریہ الخبط: ۳۰۰ صحابہ کے لئے سمندر کی مچھلی کا انعام۔

(تفصیل کیلئے احقر کی کتاب مستند سیرت النبی ﷺ ۳ جلد مطالعہ فرمائیں سادہ اور رنگین تصاویر اور سیرت کے مقامات کے نقشوں کے ساتھ دنیا میں پہلا منفرد تحقیقی کام۔ زیر طبع)

O فتح مکہ: رمضان ۸ ھ مطابق جنوری ۶۳۰ء۔

O حدیبیہ کا صلح نامہ اور کفار کی عہد شکنی۔

O ابوسفیان کا اسلام قبول کرنا۔

O مسجد حرام میں حضور ﷺ کا داخلہ اور خطبہ۔

O مہاجرین کے متروکہ مکانات کی واپسی۔

O مکہ میں داخلہ سے پہلے دشمنوں کے لئے معافی کا اعلان۔

O مکہ میں ۱۵ آدمیوں کو قتل کرنے کا حکم۔

O ابولہب کے بیٹے کا قبول اسلام۔

O کعبہ کے بتوں کا توڑا جانا۔

O عرب کے بت خانوں کو توڑنے کے لئے صحابہ کی روانگی۔

O کفار مکہ سے آپ ﷺ کا خطاب۔

O مکہ سے فرار ہونے والے کون؟

O جنگ حنین (مکہ اور طائف کے درمیان ایک جگہ)
شوال ۸ ھ / فروری ۶۳۰ء۔

O محاصرہ طائف شوال ۸ ھ / فروری ۶۳۰ء۔

O عمرہ جعرانہ۔

O آپ ﷺ کے بیٹے ابراہیم ؓ کی ولادت اور وفات۔

O آپ ﷺ کی صاحبزادی زینب رضی اللہ عنہا کی وفات۔

O ۸ھ میں مسجد نبوی ﷺ میں منبر رکھا گیا۔

اس سے قبل آپ ﷺ ستون سے ٹیک لگا کر خطبہ دیا کرتے تھے۔

O قبیلہ عبدالقیس کی آپ ﷺ کے پاس حاضری اور سواری سے چھلانگ لگا کر دوڑ کر آپ ﷺ کے پاس آنا اور آپ ﷺ کے قدموں کو چومنا۔

۹ھ کے مشہور واقعات

O ایک درجن سے زائد سریوں میں آپ ﷺ کا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو روانہ کرنا۔

O حاتم طائی کی بیٹی اور بیٹے کا مسلمان ہونا۔ ربیع الاول ۹ھ۔

O غزوہ تبوک (مدینہ اور شام کے درمیان مقام)

O تبوک آپ ﷺ کا معجزہ خشک کنوئیں میں لعاب مبارک ڈالنا اور ۳۰ ہزار کے لشکر کا پانی پینا۔

O غزوہ تبوک کے لئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے چندہ کرنے کی اپیل۔

O قوم ثمود کی وادی سے آپ ﷺ کا گزر۔

O مسجد ضرار کو جلانے کا حکم۔

O غزوہ تبوک میں شریک نہ ہونے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی توبہ۔

O آپ ﷺ کی ۳۰۰ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ حج کے لئے روانگی۔

O منافقین کی بنائی ہوئی مسجد ضرار کو ڈھانے کا حکم۔

O زکوٰۃ کی وصولی کے لئے عاملین کا تقرر۔

- سود کے حرام ہونے کا حکم۔
- حبشہ کے بادشاہ کی وفات اور آپ ﷺ کی نماز جنازہ پڑھانا۔
- منافقوں کے سردار عبداللہ بن ابی کی موت۔

۱۰ھ کے مشہور واقعات

- عالم عرب میں تبلیغ کے لئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی روانگی۔
- قبائل عرب سے وفود کی آمد اور اظہار اسلام۔
- حجۃ الوداع: میدان عرفات میں تاریخی خطبہ۔
- تکمیل دین کی بشارت۔
- آپ ﷺ کا زمزم کے کنوئیں پر تشریف لے جانا۔
- ۱۰ ذی الحجہ کو منیٰ میں جمرہ عقبیٰ کی رمی فرمانا۔
- رمی کے بعد ۶۳ اونٹوں کی قربانی کرنا۔
- ۱۴ ذی الحجہ کو طواف وداع سے مدینہ واپسی۔

۱۱ھ کے مشہور واقعات (وفات النبی ﷺ)

- حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے لشکر کی رومیوں سے جنگ کے لئے روانگی۔
- ۲۲ صفر ۱۱ھ کو جنت البقیع میں آپ ﷺ کی تشریف آوری۔

- آپ ﷺ کا آخری خطبہ۔
- آپ ﷺ کا آخری عمل: مسواک۔
- ۱۲ ربیع الاول کو سر درد سے آپ ﷺ کی وفات۔
- اہل بیت کا آپ ﷺ کو غسل۔
- آپ ﷺ کے ناف مبارک پر جمع پانی کو علی رضی اللہ عنہ کا فرط محبت سے زبان سے چاٹنا۔
- بغیر امام کے علیحدہ علیحدہ آپ ﷺ کی نماز جنازہ۔
- ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ کا آپ ﷺ کی قبر مبارک تیار کرنا۔
- حضرت علیؓ، فضلؓ، عباسؓ، قثمؓ نے قبر شریف میں اتارا۔
- آپ ﷺ کو کہاں دفن کیا جائے اختلاف؟
- بوقت انتقال عمر 63 سال۔
- صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بے چینی کو ختم کرنے کے لئے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا خطاب۔

فہرست مضامین

باب نمبر1

حضور ﷺ کی پیدائش سے قبل کے واقعات

تاریخ الخمیس میں بیان ہے کہ عبدالمطلب کے زمانے میں پہلے سے ایسا ہوا تھا کہ چاہ زمزم بند ہو کر نابود ہو گیا..... اس کی وجہ یہ ہوئی تھی کہ عمرو بن الحارث جرہمی چونکہ مکہ معظمہ کا سردار تھا..... اس نے جب اپنی قوم کو ظلم اور ستم مسافر آزاری کرتے دیکھا..... عذاب الٰہی کے خوف سے ہجرت کی..... ترک وطن اختیار کیا..... چلتے ہوئے زم زم کو برن کیا..... کچھ مال اسباب..... دو ہرن طلائی..... زمزم میں ڈال کر منہ بند کر کے یمن کی طرف نکل گیا.....

تقریباً پانچ سو سال تک زمزم بند رہا..... اور ایسا کچھ نسیا منسیا ہوا کہ نہ اس کی جگہ یاد رہی..... نہ کسی کو معلوم رہا..... اتفاق سے ایک رات عبدالمطلب حطیم میں سوئے ہوئے تھے خواب میں انہیں بشارت ہوئی کہ:..... عبدالمطلب! ایک پاک چیز ہے کھود کر نکال..... تو عبدالمطلب نے سوال کیا:..... کہ وہ پاک چیز کیا ہے؟ جس کے کھودنے کی مجھے ہدایت کی جاتی ہے..... اس رات وہ فرشتہ اور کچھ نہ بولا..... صرف اتنا ہی کہہ کر چلا گیا..... دوسری رات کو پھر آیا اور یہ کہا کہ عبدالمطلب نیک مبارک چیز کو کھود لو..... تیسری شب کو پھر بشارت ہوئی:.....

"احضر زمزم بیرہ تنزف ولا قدم"

''اے عبدالمطلب! زمزم کھودلو..... یہ ایک کنواں ہے جس کا پانی نہ کبھی کم ہوتا ہے اور نہ خشک ہوتا ہے.....''

عبدالمطلب نے فرشتہ سے پوچھا:.....وہ کنواں کس جگہ ہے؟
ہاتف نے کہا:.....

"بین الفرت والدم عند نقرۃ غراب الاعظم"

''جہاں اس وقت خون جانوروں کے ذبح ہونے کا اوران کا گوبر پڑا ہے.....ایک ابلق رنگ کا کوا تمہیں اس جگہ اپنی چونچ مار کر نشان بتائے گا.....''

عبدالمطلب یہ خواب دیکھ کر اپنے بیٹے حارث کو ساتھ لائے اور زمزم کی جگہ کے خیال میں بیٹھ گئے.....فوراً ایک ابلق رنگ کے جانور نے آکر اپنی چونچ سے زمزم کی جگہ نشان لگا دیا..... بموجب ہدایت اور بشارت کے عبدالمطلب اس جگہ کو کھودنے لگے.....قریش نے عبدالمطلب کو منع کیا.....کیونکہ یہ جگہ مسلخ خانہ تھا.....بتوں کے نام کے جانور اسی جگہ ذبح ہوتے تھے.....

عبدالمطلب نے اپنا خواب قریش سے بیان کیا اور یہ کہا:..... جب خدا مجھے پورے دس فرزند عطا کرے گا جب تک میں ایک فرزند تمہاری اس قربان گاہ میں لاکر ذبح کردوں گا..... یہ سن کر قریش خاموش ہوئے.....عبدالمطلب اور حارث نے کھودنا شروع کر دیا.....دو روز تک برابر کھودتے رہے کوئی نشان کنوئیں کا معلوم نہ ہوا..... تیسرے دن کنوئیں کا نشان معلوم ہوا.....کنوئیں کے ظاہر ہوتے ہی ہر شخص اپنی ملکیت کا دعویٰ کرنے لگا.....

حضرت عبدالمطلب نے فرمایا:..... یہ خدا کا عطیہ ہے جو خدا نے ہمیں عطا کیا ہے ..... پانچ سو سال سے یہ کنواں بند تھا..... آج ہمیں ملا ہے..... قریش نے جھگڑنا شروع کیا..... آخر فیصلہ اس بات پر ہوا کہ یہاں سے کچھ دور کے فاصلہ پر ایک راہب سعد نامی رہتا ہے..... اسے پنچ بنا کر فیصلہ کرالو..... جو وہ کر دے وہ سب کو منظور ہوگا..... سب کے سب مل کر شام کی طرف روانہ ہوئے..... دس بارہ روز کے بعد قافلہ سے پانی ختم ہوا..... ایسی ریگستان میں جا پڑا کہ جہاں کوسوں میل پانی کا پتہ نہ تھا..... پیاس کی شدت سے مرنے لگے.....

عاجز ہو کر عبدالمطلب سے کہا کہ اب ہم کیا کریں؟ عبدالمطلب نے کہا:..... ہر شخص اپنے اپنے لئے قبر کھودے..... جو مرتا جائے اسے دفن کرتے جائیں..... جب لوگوں نے اپنے اپنے لئے قبریں کھود لیں اور بالکل مرنے کو تیار ہوئے اور موت کا کامل یقین ہوا..... عبدالمطلب نے فرمایا:..... لوگو! اللہ پر بھروسا کرو..... یہاں سے چلو شاید آگے کہیں سے پانی مل جائے..... یہ سن کر لوگوں کی ہمت بندھی..... سامان درست کیا..... ہر ایک شخص اپنی اپنی سواری پر سوار ہو کر نہایت ناامیدی کی حالت میں آگے چلا.....

سب سے پیچھے عبدالمطلب اپنی اونٹنی پر سوار ہوئے..... جس وقت آپ کی سواری اپنی جگہ سے اٹھی..... قدرت الٰہی سے اونٹ کے پیروں کی جگہ سے چشمہ شیریں پانی کا جاری ہوا..... یہ واقعہ دیکھ کر عبدالمطلب نے پکارا:..... لوگو! آؤ خدا نے تمہیں موت سے بچایا اور عبدالمطلب کی سواری کے پیروں کی جگہ سے شیریں چشمہ نکالا..... جب سارا قافلہ خوب سیراب ہوا..... عبدالمطلب نے فرمایا:..... لو اب راہب کی خدمت میں چلو.....

قریش نے کہا:..... اے سردار قریش! اب راہب کے پاس کیا چلو گے..... وہ تو

آسمان کے خدا کی طرف سے خود فیصلہ ہو گیا..... جس خدا نے ایک خشک ریگستان میں آپ کو چشمہ عطا کیا..... اسی خدا نے مکہ میں زمزم عنایت فرمایا..... ہم سب لوگ لا دعوی ہیں اور وہ سب کچھ آپ ہی کی برکت ہے..... اے عبدالمطلب! آسمان والے خدا نے ہر ایک طرح سے آپ کو ہمارے اوپر بزرگی عنایت کی ہے.....

(حوالہ تاریخ الخمیس)

نورِ مصطفیٰ حضرت عبداللہ کی پیشانی میں

جب حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت عبداللہ سے ہوا تو مدت تک وہ نور حضرت عبداللہ کی پیشانی میں درخشاں رہا اور اس نور کے اوصاف شام کے اطراف و اکناف میں شہرت تامہ پا گئے..... تو شاہ شام کی لڑکی مسماۃ فاطمہ جو اپنے حسن و جمال اور حشمت و جلال میں یکتا تھی اس نور سے اقتباس کرنے کے لئے مکہ آئی اور اپنے خدام اور لونڈیوں کی ایک جماعت کے ہمراہ بیت اللہ کے قرب و جوار میں ٹھہر گئی.....

اور چند روز کے بعد حضرت عبداللہ سے ملاقات کی..... ان کی پیشانی میں نورِ مصطفیٰ دیکھا تو اس کے عشق سے مجبور ہو کر اپنے چہرہ سے پردہ اٹھا کر حضرت عبداللہ سے نکاح کے لئے استدعا کی..... حضرت عبداللہ نے جب اس کا حسن و جمال کامل اور شوق غالب دیکھا تو اس کی استدعاء کو قبول کر لیا لیکن ساتھ یہ بھی کہہ دیا کہ یہ کام میرے والد محترم حضرت عبدالمطلب کے مشورہ کے بغیر نہیں ہو سکتا..... فاطمہ نے بھی اس بات کو پسند کیا.....

جب حضرت عبداللہ رات کو گھر واپس آئے تو حضرت آمنہؓ سے خواہش مجامعت پیدا ہوئی..... نتیجۃً وہ جزو نسل محمدی آپ کی صلب سے حضرت آمنہؓ کے رحم میں منتقل

ڈھانے کے لئے آیا ہوں.... اگر تم مقابلہ کرو گے تو تباہ ہو جاؤ گے.... نہ تمہارے پاس فوج ہے نہ طاقت.... اپنی زندگیوں کو ہلاکت میں نہ ڈالو.... ہمارے لشکر سے کسی قسم کا تعرض نہ کرو.... ہم اس عمارت کو گرا کر واپس چلے جائیں گے.... ہمیں تم سے کوئی دشمنی نہیں.... ہمارا مقصد صرف انہدام کعبہ ہے.... اگر تم مقابلہ کرنے سے باز رہو تو اہل مکہ کی جان و مال کی سلامتی کی ضمانت دی جا سکتی ہے....''

حناطہ:...''آپ کا حکم سر آنکھوں پر..... بندہ ابھی روانہ ہو جاتا ہے...''

حناطہ حمیری مکہ میں داخل ہوتا ہے.....لوگوں کو ابرہہ کے لشکر کی اطلاع مل چکی ہے اس لئے بدحواس ہو رہے ہیں.... حناطہ لوگوں سے سردار مکہ کا پتہ پوچھتا ہے تو اسے بتایا جاتا ہے کہ عبدالمطلب سردار مکہ ہیں..... وہ ان سے ملتا ہے اور کہتا ہے:.... میں ابرہہ شاہ یمن کا ایلچی ہوں..... ہمارا بادشاہ کعبہ کو مسمار کرنے کے لئے ساٹھ ہزار کا لشکر لے کر آیا ہے ..... تم اس کا مقابلہ نہیں کر سکو گے اسے اہل مکہ سے کوئی دشمنی نہیں ہے..... وہ صرف کعبہ کو گرانا چاہتا ہے..... اگر تم اس کی راہ میں مزاحم نہ ہونے کا وعدہ کرو تو میں تمہیں اہل مکہ کی سلامتی کی ضمانت دے سکتا ہوں.....

عبدالمطلب نے کہا:..... ہم تمہارے بادشاہ سے لڑنے کی طاقت نہیں رکھتے..... کعبہ اللہ کا گھر ہے..... وہی چاہے گا تو اپنے گھر کو بچا لے گا.....

حناطہ نے کہا:..... تم میرے ساتھ بادشاہ کے پاس چلو اور اپنی زبان سے یہ بات کہو..... عبدالمطلب حناطہ کے ساتھ چل دیتے ہیں ابرہہ جب ایک وجیہہ اور پر رعب شخصیت کو آتے ہوئے دیکھتا ہے تو سمجھ جاتا ہے کہ یہی سردار مکہ ہے..... وہ اٹھ کر

استقبال کرتا ہے اور اپنے پاس بٹھا کر کہتا ہے:.....سردار مکہ میں آپ سے بہت متاثر ہوا ہوں کہیے آپ کیا چاہتے ہیں.....

عبدالمطلب نے کہا:.....میرے جو اونٹ آپ کے سپاہی پکڑ کر لے آئے ہیں وہ مجھے واپس کر دیئے جائیں.....ابرہہ یہ انوکھی بات سن کر حیران رہ جاتا ہے اور بے اختیار بول اٹھتا ہے:..... یہ بات کہہ کر آپ نے خود کو میری نظروں سے گرا دیا ہے.....کیا آپ کو معلوم نہیں کہ میں کعبہ کو گرانے کے لئے آیا ہوں.....جو آپ کا اور آپ کے آباؤ اجداد کا دینی مرکز ہے.....اس کے بارے میں تو آپ نے مجھ سے کچھ نہیں کہا اور اپنے اونٹوں کا مطالبہ شروع کر دیا.....

عبدالمطلب نے کہا:.....میں تو صرف اپنے اونٹوں کا مالک ہوں.....اور انہی کے بارے میں آپ سے درخواست کر رہا ہوں.....رہا یہ گھر تو اس کا مالک رب ہے.....وہ اس کی حفاظت خود کرے گا.....ابرہہ نے کہا:.....وہ بھی اس کو مجھ سے نہیں بچا سکے گا.....عبدالمطلب نے کہا:.....آپ جانیں اور وہ جانے.....ابرہہ آپ کے اونٹ واپس کر دیتا ہے اور آپ مکہ لوٹ آتے ہیں.....

اہل مکہ پر خوف و ہراس کی لہر دوڑ گئی ہے.....کسی کو کچھ نہیں سوجھتا.....ہر شخص یہی سوچ رہا ہے کہ اب کیا ہوگا.....اتنے میں عبدالمطلب واپس آ کر اعلان کرتے ہیں کہ سب لوگ اپنے اہل و عیال کو لے کر پہاڑوں میں چھپ جائیں اور شہر خالی کر دیں.....تاکہ ان کا قتل عام نہ ہو.....لوگ بدحواسی میں اپنے گھر خالی چھوڑ کر پہاڑوں میں چھپ گئے ہیں اور عبدالمطلب چند سربرآوردہ قریشیوں کے ساتھ حرم میں داخل ہو جاتے ہیں.....

خانہ کعبہ میں اس وقت تین سو ساٹھ بت تھے.....اندرونی دیواروں پر حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہم السلام کی تصویریں بنی ہوئی تھیں.....ان کے ہاتھوں

میں پانسے کے تیر دکھائے گئے تھے..... سب سے بڑا بت ہُبل تھا جسے جوف کعبہ میں نصب کیا گیا تھا..... یہ عقیق احمر کا انسانی شکل کا ایک مجسمہ تھا..... اس کا بایاں ہاتھ ٹوٹا ہوا تھا..... لیکن قریش نے اس کی بجائے سونے کا ہاتھ لگوا دیا تھا..... اس کے سامنے سات تیر رکھے رہتے تھے..... جن سے پجاری قرعہ اندازی کیا کرتے تھے..... اساف اور نائلہ زمزم کی جگہ پر تھے..... قریش ان کے پاس قربانیاں دیا کرتے تھے..... قریش کا ایک بت مناف تھا.....

اس کے علاوہ ان کے ہر گھر میں چھوٹے موٹے کئی بت موجود تھے..... اور کوئی گھر اصنام اور اصنام پرستی سے خالی نہ تھا..... پجاریوں نے یونانیوں کی طرح باقاعدہ علم الاصنام کا جال پھیلا رکھا تھا..... جب کوئی آدمی سفر کو جاتا تو اپنے گھر میں رکھے ہوئے بے جان اور بے حس معبود کو بطور تبرک مسح کر کے جاتا..... اور جب واپس لوٹتا تو سب سے پہلے اسے مسح کرتا..... ان کا ایک بت عزیٰ تھا..... لات اور منات بھی ان کے معبود تھے جنہیں یہ خدا کی بیٹیاں کہا کرتے تھے..... اور انہیں یقین تھا کہ یہ ان کی شفاعت کریں گی.....

مکہ میں بت پرستی کا بانی عمرو بن لحمی تھا..... جس نے بنو جرہم سے کعبۃ اللہ کی تولیت چھین لی تھی..... اس وقت سائبہ..... وصیلہ..... بحیرہ اور حامہ کی رسمیں زوروں پر تھیں..... لیکن ان معبودوں کے ہوتے ہوئے بھی جب ابرہہ کا لشکر دکھائی دیا تو سب خانہ کعبہ کے پردوں اور کنڈوں کو تھام کر کھڑے ہو گئے..... سب کو خداؤں کا خدا یاد آ گیا..... اور رب کعبہ سے فریاد کرنے لگے.....

چنانچہ عبدالمطلب نے دعا کی:.....

"خدایا بندہ اپنے گھر کی حفاظت کرتا ہے..... تو بھی اپنے گھر کی حفاظت کر..... کل ان کی صلیب اور ان کی تدبیر تیری تدبیر کے

مقابلے میں غالب نہ آنے پائے.....اگر تو ان کو اور ہمارے قبیلے کو
اپنے حال پر چھوڑ دینا چاہتا ہے تو جو تو چاہے کر.....صلیب کی آل
اور اس کے پرستاروں کے مقابلے پر آج اپنی آل کی مدد فرما.....
اے میرے رب تیرے سوا میں ان کے مقابلے میں کسی سے امید
نہیں رکھتا.....اے میرے رب ان سے اپنے حرم کی حفاظت
کر.....اس گھر کا دشمن تیرا دشمن ہے.....اپنی بستی کو تباہ کرنے سے
ان کو روک..."

اس دعا کے بعد عبدالمطلب اور ان کے ساتھی پہاڑوں میں روپوش ہو جاتے ہیں.....دوسرے دن کا آفتاب ابرہہ کو میمتھ ہاتھی پر سوار کعبہ کی طرف ساٹھ ہزار لشکر کے ساتھ بڑھتے ہوئے دیکھ کر حیران رہ گیا.....کعبہ کی حفاظت کے لئے کوئی انسان موجود نہیں ہے.....شہر خالی پڑا ہے اور ابرہہ بڑی آن بان سے بڑھتا آرہا ہے.....
ابرہہ کا ہاتھی جوں ہی ایک خاص حد میں داخل ہوتا ہے..... یکا یک بیٹھ جاتا ہے.....
اسے آنکس مارے جاتے ہیں..... پتھروں سے کچوکے دیئے جاتے ہیں.....وہ زخمی ہو جاتا ہے مگر کعبہ کی سمت ایک قدم تک نہیں اٹھاتا.....لیکن اگر الٹے پاؤں پھرایا جائے تو بھاگنے لگتا ہے.....

آہ! انسان کعبہ کی قدر اور رب کعبہ کی قدرت سے غافل ہے.....لیکن ہاتھی اس کو خوب جانتا ہے.....انسان سرکش اور باغی ہے.....مگر ہاتھی میں سرکشی اور بغاوت کی ہمت نہیں ہوتی.....وہ مار کھاتا ہے لیکن آگے نہیں بڑھتا.....گویا زبان بے زبانی سے کہہ رہا ہے:.....کم بختو! میں اتنا طاقت ور ہونے کے باوجود ایک انچ آگے بڑھنے کی طاقت نہیں رکھتا.....تم کون ہو.....جو کعبہ کو مسمار کرنے کا ارادہ رکھتے ہو.....نہ تم اسے

دیکھ سکتے ہو..... نہ میں تمہیں بتا سکتا ہوں..... لیکن ابرہہ اور اس کے سپاہی تو مقابلے میں میدان کو خالی دیکھتے ہیں..... کوئی متنفس نظر نہیں آتا..... ہاتھی کو بار بار کچو کے دیئے جاتے ہیں..... وہ چنگھاڑنے لگتا ہے..... لیکن آگے نہیں بڑھتا.....

اتنے میں آسمان پر پرندوں کے جھنڈ دکھائی دیتے ہیں..... جو چونچوں میں کنکریاں لئے ہوئے ہیں..... وہ چشم زدن میں ابرہہ کے لشکر پر محیط ہو کر سنگ ریزوں کی بارش شروع کر دیتے ہیں..... یہ سنگ ریزے قہر الٰہی کے تیر ہیں..... جس پر گرتے ہیں اس کا جسم گلنا شروع ہو جاتا ہے..... اور تڑپ تڑپ کر سخت اذیت کے عالم میں جان دے دیتا ہے..... ابرہہ کا جسم ٹکڑے ٹکڑے ہو کر گر رہا ہے..... جہاں سے کوئی ٹکڑا گرتا ہے وہاں پیپ اور لہو بہنے لگتا ہے..... لشکر افراتفری کے عالم میں یمن کی طرف بھاگتا ہے..... اس بھگدڑ میں کوئی ادھر گرتا ہے کوئی ادھر..... لوگ گر رہے ہیں..... تڑپ رہے ہیں..... مر رہے ہیں اور قریش پہاڑوں میں پناہ لئے ان کا تماشہ دیکھ دیکھ کر رب کعبہ کی قدر اور قدرت کے قائل ہو رہے ہیں.....

چنانچہ ابو قبیس بن اصلت کہتا ہے:..... اٹھو اور اپنے رب کی عبادت کرو..... اور مکہ و منیٰ کی پہاڑیوں کے درمیان بیت اللہ کے کونوں کو مسح کرو..... جب عرش والے کی مدد تمہیں پہنچی..... تو اس نے بادشاہ کے لشکروں کو اس حال میں پھیر دیا کہ کوئی خاک پر پڑا تھا اور کوئی سنگسار کیا ہوا تھا.....

یہ واقعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت سے کچھ پہلے ۵۷۱ھ میں رونما ہوا..... اسی کا ذکر سورۂ فیل میں ہے:.....

"الم تر کیف فعل ربک باصحاب الفیل O الم یجعل کیدھم فی تضلیل و ارسل علیھم طیرا ابابیل O ترمیھم

بحجارۃ من سجیل O فجعلھم کعصف ماکول O"

''اے پیغمبرؐ! کیا آپ کو معلوم نہیں کہ آپ کے پروردگار نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیسا برتاؤ کیا..... کیا اس نے اصحاب فیل کی تمام چالیں بے کار اور ضائع نہیں کردیں اور ان پر غول کے غول پرندے بھیجے جو ان ہاتھی والوں پر کنکریاں پھینکتے تھے ... پھر اللہ نے ان کو ایسا کردیا جیسے کھایا ہوا بھس...''

(حوالہ مدارج النبوۃ و دلائل النبوۃ و حجۃ اللہ)

باب نمبر 2

شام کی طرف آپ ﷺ کا پہلا سفر

حضرت ابو طالب بھی اپنے کاروبار کے سلسلہ میں اکثر شام آیا جایا کرتے تھے..... جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم بارہ برس کے ہوئے (یعنی ۱۲ سن نبوی) تو حضرت ابو طالب کو ایک قافلے کے ہمراہ شام کے لئے تجارتی سفر پر روانہ ہونا پڑا..... آنحضورا بھی آپ کے ساتھ جانا چاہتے تھے..... یوں تو حضرت ابو طالب کو لمحہ بھر کے لئے بھی آپ سے جدائی گوارا نہ تھی مگر اتنے طویل سفر کی ممکنہ تکلیفوں کی وجہ سے آپ پیارے بھتیجے کو ساتھ لے جانے پر آمادہ نہ تھے.....

جب سفر کا سامان باندھ لیا گیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم چچا سے لپٹ گئے اور ان کی اونٹنی کی مہار تھام کر ضد کرنے لگے.....اس پر ابو طالب آپ اکو ہمراہ لے جانے پر

راضی ہوگئے.....مگر خاندان کے چند لوگوں نے حضورا کی کم عمری کے پیش نظر ابوطالب کے اس فیصلہ سے سخت اختلاف کیا.....ابوطالب پھر تذبذب میں پڑ گئے اور آپ اکو ساتھ لے جانے کا خیال ترک کردیا.....آنحضورا اس سے سخت دل برداشتہ ہوئے اور گھر کے ایک کونے میں بیٹھ کر رونے لگے.....معصوم بھتیجے کے آنسوؤں کی لڑیوں سے ابوطالب کا دل پسیج گیا.....چنانچہ وہ کم عمر مگر جواں ہمت بھتیجے کو شریک سفر بنانے پر بالکل مجبور ہوگئے.....

یہ تاریخی کارواں بالآخر مکہ سے شام کی جانب رواں دواں ہوا.....شفیق چچا راستہ بھر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دیکھ بھال کرتے رہے اور انہیں کسی قسم کی کوئی تکلیف نہ ہونے دی.....   (حوالہ سیرت حلبیہ)

راستے کے دلچسپ مشاہدے اور مذاکرے

شام کے اس پہلے تجارتی سفر کے دوران آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مظاہر قدرت اور تاریخ امم کے بہت قریبی مشاہدے فرمائے.....آپ اکی طبعی عمر تو بارہ برس سے زائد نہ تھی مگر ذہانت وفطانت کی خداداصلاحیتوں میں آپ پختہ عمر دانشور نظر آتے تھے.....آپ اکا فطری تجسس اور ذوق مشاہدہ ہر ایک کو حیرت میں ڈال دیتا تھا..... آپ ا پیچیدہ ترین معاملوں کی تہہ تک پلک جھپکتے ہی پہنچ جایا کرتے تھے.....اس سارے سفر میں آپ اکے ضمنی تجربوں کو تین اقسام کے تحت مطالعہ کیا جاسکتا ہے:.....

(1) قدرتی مناظر کے تقابلی جائزے

(2) تاریخی کھنڈروں کے مشاہدے

(3) علمی اور ادبی تبادلہ افکار

اس بظاہر خالص تجارتی سفر کی ان مشاہداتی.....تاریخی اور علمی جہتوں کو مرکزی اہمیت حاصل ہے.....کیونکہ ان اور ایسے ہی متعدد دیگر ابتدائی تجربوں نے آنحضور صلی

اللہ علیہ وسلم کے فکر و عمل میں بڑا معنی خیز کردار ادا کیا ہے.....

عیسائی راہب کے حیرت انگیز انکشافات

سفر کی منزلیں طے کرتے کرتے یہ تجارتی قافلہ شام کی سرحد پر بصرہ کے گاؤں کعر بہ جا پہنچا..... یہاں عیسائیوں کا ایک مشہور گرجا اور خانقاہ واقع تھے..... گرجے کا نگران اعلیٰ ایک عالم راہب بحیرا تھا..... اس گرجا میں ایک پرانی مقدس کتاب رکھی تھی جو وہاں کے راہبوں کے پاس مذہبی ورثے کے طور پر نسل در نسل محفوظ و محترم چلی آ رہی تھی..... راہب بحیرا اپنا زیادہ وقت لوگوں سے الگ تھلک رہ کر سوچ بچار میں گزارتا تھا..... وہ بہت کم گو اور زیرک عالم تھا.....

تجارتی کارواں نے بحیرا کے گرجے کے قریب ایک سایہ دار درخت کے نیچے پڑاؤ کیا..... عرب تجارتی قافلے وہاں سے گزرتے ہوئے اکثر اسی جگہ پڑاؤ کیا کرتے تھے..... بحیرا نے آج تک ان میں سے کسی مسافر تاجر سے بات تک بھی نہ کی تھی..... مگر جب ابو طالب والا قافلہ گرجے کے قریب اترا تو بحیرا چھت پر بیٹھا انہیں بڑے غور سے تکنے لگا.....

”فتهصرت اغصان الشجرة على النبی صلی اللہ علیہ وسلم حتی استظل“

بحیرا نے دیکھا کہ کارواں میں ایک دس بارہ سالہ لڑکے پر بادل کا ایک ٹکڑا چھتری کی طرف ہر وقت سایہ کئے ہوئے موجود رہتا ہے..... جب یہ پراسرار لڑکا درخت کے نیچے بیٹھا تو ساری شاخیں مزید سایہ کے لئے اس کی جانب جھک گئیں..... بحیرا کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں..... اس نے اس نیک بخت لڑکے کے بارے میں اپنی مقدس کتاب میں پہلے ہی بہت کچھ پڑھ رکھا تھا.....

بحیرا کی معنی خیز دعوت

کیا یہ سعادت مند لڑکا وہی ہے جس کا ذکر اس کی مقدس کتاب میں موجود ہے؟ بحیرا کی حیرت اور اشتیاق کی کوئی انتہا نہ رہی..... وہ فوراً کلیسا کی چھت سے نیچے اترا اور اپنے عملے کو جلدی جلدی پرتکلف کھانے تیار کرنے کا حکم دیا..... ساتھ اس نے اپنے ایک خصوصی ایلچی کے ذریعہ درخت کے نیچے رکے ہوئے تمام اہل کاروں کو گرجا میں اپنے ضیافت کی دعوت خاص بھی بھیج دی.....

قافلہ کے تاجروں کو اس انوکھی بات پر شدید حیرت ہو رہی تھی کہ وہ اسی گرجا کے پاس سے اسی طرح پہلے بھی کئی بار گزر چکے تھے..... مگر اس راہب نے ان سے کبھی بات تک کرنے کی زحمت بھی گوارا نہ کی تھی..... مگر اس روز تو وہ نہ صرف مائل ملاقات نظر آتا تھا بلکہ ان کے لئے بڑی چاہت سے پرتکلف ضیافت کا اہتمام بھی کر رہا تھا.....

بہر کیف قافلہ والوں نے بحیرا راہب کی طرف سے ضیافت کی دعوت قبول کرلی..... اس سایہ دار درخت کے نیچے اپنے سامان کی حفاظت کے لئے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بٹھا کر وہ سب کے سب گرجے میں پہنچ گئے..... بحیرا نے ایک ایک کر کے ان سب پر متجسس نگاہیں ڈالیں..... آنحضور کو غیر حاضر پا کر بولا:..... میں نے آپ سب کو ضیافت میں شرکت کی دعوت دی تھی..... مگر یوں دکھائی دیتا ہے جیسے آپ کے کچھ لوگ پیچھے رہ گئے ہوں؟

قافلے کے تاجروں نے اسے بتایا کہ صرف ایک کم عمر لڑکا پیچھے رہ گیا ہے..... جسے وہ سامان کی حفاظت کے لئے درخت کے نیچے چھوڑ آئے ہیں..... بحیرا نے کہا:..... اسے بھی لے آؤ! اسی اثنا میں حارث بن عبدالمطلب بول اٹھے:..... لات وعزیٰ کی

قسم! ہمارے لئے باعث ندامت ہے کہ ہم عبداللہ ابن عبدالمطلب کے فرزند ارجمند کو ضیافت میں شرکت کے لئے ساتھ نہ لائے..... چنانچہ حارث فوراً اٹھا اور جا کر آنحضور کو ساتھ لے آیا..... اس نے آپ کو بڑی شفقت و احترام سے اپنے ساتھیوں کے ساتھ بٹھا دیا.....

بحیرا اور آنحضور ﷺ کی تاریخی ملاقات

گرجے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری پر بحیرا راہب کی جان میں جان آئی..... اپنی مقدس کتاب میں دی ہوئی نشانیوں کی روشنی میں اس نے آپ کو فوراً پہچان لیا اور تعظیماً کھڑے ہو کر آپ کا استقبال کیا.....

کھانے سے فارغ ہو کر لوگ ادھر ادھر ہونے لگے تو بحیرا اٹھ کر آپ کے پاس چلا آیا اور کہنے لگا: ..... میاں صاحبزادے تجھے لات و عزیٰ کی قسم ہے..... میں جو کچھ تجھ سے پوچھوں ٹھیک ٹھیک جواب دیتے جانا..... اس پر آنحضور ﷺ نے سخت ناپسندیدگی کے عالم میں فرمایا: ..... لات و عزیٰ کی قسم دے کر مجھ سے کوئی بات نہ پوچھنا..... اللہ کی قسم مجھے ان دونوں سے جتنی نفرت ہے اور کسی سے بھی نہیں ہوئی.....

بحیرا اچانک ٹھٹک گیا..... اس نے فوراً اپنی غلطی درست کرتے ہوئے اللہ کی قسم کھائی اور خاصا عرصہ آپ سے طرح طرح کے سوالات کرتا رہا..... بحیرا کے متعدد سوال آنحضور ﷺ کی ذاتی زندگی سے متعلق تھے..... حضور ﷺ کے جوابوں کو اپنی مقدس کتاب کے عین مطابق پا کر وہ بہت خوش اور بے حد مطمئن ہوا.....

آنحضور ﷺ کی سرخ چمکیلی آنکھوں کی طرف اشارہ کر کے بحیرا نے آپ کے ساتھیوں سے پوچھا: ..... کیا یہ سرخی کبھی زائل بھی ہوتی ہے؟ انہوں نے کہا: ..... ہم نے اسے کبھی زائل ہوتے نہیں دیکھا..... پھر اس نے آپ کے شانوں کے درمیان مہر

نبوت کی زیارت کی..... بحیرا فرط مسرت اور شدت جذبات پر قابو نہ پا سکا..... اس کی آنکھوں سے عقیدت کے آنسو بہنے لگے..... اس نے بڑے ادب سے مہر نبوت کا بوسہ لیا..... اسے ایک گونا گوں اطمینان محسوس ہوا.....

''آپ ﷺ کو فوراً واپس لے جاؤ!''

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بات چیت سے فارغ ہو کر راہب بحیرا پھر حضرت ابوطالب کی طرف متوجہ ہوا اور ان سے پوچھنے لگا:..... اس صاحبزادے کا تم سے کیا رشتہ ہے؟

ابوطالب نے جواب دیا:..... میرے فرزند ہیں.....

بحیرا بولا:..... نہیں! اس فرزند کے والد زندہ نہیں ہو سکتے.....

اس پر ابوطالب نے اسے بتایا کہ آپ ان کے بھتیجے ہیں اور ان کے والد کا انتقال ہو چکا ہے.....

راہب نے کہا:..... یہ صحیح ہے.....

بحیرا انہایت سنجیدگی سے کہنے لگا:..... ہماری کتابوں اور پرانی روایتوں کے حساب سے آپ فی الواقع سید المرسلین ہیں..... آپ انہیں ساتھ لے کر شام کی طرف ایک قدم بھی نہ بڑھیں..... کیونکہ وہاں فتنہ پرور یہودیوں کا غلبہ ہے..... اگر کہیں ان یہودیوں کو بھی وہ سب باتیں معلوم ہو گئیں جو مجھے معلوم ہیں تو وہ آپ کے خلاف ضرور کوئی نہ کوئی خطرناک سازش کریں گے اور آپ کو نقصان پہنچائیں گے..... اس لئے بہتری اسی میں ہے کہ آپ انہیں ساتھ لے کر یہاں سے فوراً مکہ واپس لوٹ جائیں.....

تین رومی یہودیوں کی قاتلانہ سازش

شامی سفر کے تاریخی واقعات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ایک تشویشناک قاتلانہ سازش بھی شامل ہے.....روم میں تین شریر یہودی کاہن رہتے تھے.....جن کے نام یہ تھے:.....

1) زریر

2) تمام

3) دریس

اپنی قدیمی مذہبی کتابوں کے مطالعہ سے انہوں نے بھی یہ حقیقت معلوم کرلی تھی کہ اس وقت کا آخری نبی اس روز بحیرا کے گرجا کے سامنے والے درخت کے نیچے اترے گا..... چنانچہ اس دن ابوطالب کا تجارتی قافلہ اس درخت کے نیچے رکا تو یہ تینوں بد فطرت یہودی کاہن بھی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کی ناپاک نیت سے وہاں آپہنچے تھے.....

یہ یہودی بحیرا راہب سے بھی ملے تھے.....انہوں نے بحیرا کو راز میں لے کر اسے بتا دیا تھا کہ وہ مقدس کتابوں میں مذکور اس آخری نبی کو قتل کرنے کے ارادے سے وہاں آئے ہیں اور یہ کہ ان کے حساب سے وہ شخص اس جگہ پہنچ چکا ہے.....قتل کی اس ناپاک سازش میں انہوں نے بحیرا سے مدد مانگی تھی.....

بحیرا یہ سب کچھ سن کر چونک اٹھا.....اس نے انہیں سمجھایا کہ جب اللہ کسی سے کوئی نیک کام کروانا چاہے تو اسے روکنا کسی شخص کے بس کی بات نہیں.....بحیرا نے ان بدقماش یہودی کاہنوں کو یہ بھی صاف صاف بتا دیا کہ ''وہ برگزیدہ ہستی اللہ کی امان میں ہے اور تم جتنا بھی چاہو اسے کبھی ختم نہ کرسکو گے.....'' اس لئے بہتر یہی ہے کہ تم اپنے ناپاک ارادہ سے باز آجاؤ اور فوراً واپس چلے جاؤ.....

وہ اکھڑ کاہن واپس جانے کا نام نہیں لیتے تھے.....مگر بحیرا کے واضح دلائل اور

شدید اصرار پر آخر انہوں نے اپنا ناپاک ارادہ ترک کر دیا اور واپس چلے گئے.....

بحیرا کا مشورہ اور ابو طالب کا ردِ عمل

راہب بحیرا نے حضرت ابو طالب کو مشورہ دیا تھا کہ شام کے بدنیت یہودیوں کے خدشہ کے پیشِ نظر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو گرجے والے مقام سے آگے نہ لے جایا جائے..... حضرت ابو طالب اس ہنگامی مشورے پر خاصے پریشان ہوئے تھے..... بحیرا کے مشورہ کے بعد انہوں نے کیا کیا؟ اس کے بارے میں تین مختلف روایتیں موجود ہیں:.....

1) ایک روایت ہے کہ شفیق چچا نے بصرہ میں اپنا سامان تجارت جلدی جلدی اونے پونے داموں فروخت کر دیا اور وہیں سے آنحضور ﷺ سمیت مکہ لوٹ آئے.....

2) دوسری روایت کے مطابق آپ نے بحیرا کے گرجے والے مقام سے آنحضور ﷺ کو کسی کے ہمراہ واپس گھر بھجوا دیا اور خود تجارتی قافلہ کے ہمراہ آگے نکل گئے.....

3) تیسری روایت یہ ہے کہ ابو طالب شام میں تجارتی کاموں سے جلدی جلدی فارغ ہو کر آنحضور ﷺ کو ساتھ لے کر مکہ لوٹ آئے.....

بہرکیف یہ حقیقت واضح ہے کہ بحیرا راہب کی پیشین گوئی پر ابو طالب خاصے پریشان بھی ہوئے اور محتاط بھی ہو گئے..... مگر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سلسلہ میں کسی گھبراہٹ یا پریشانی کا قطعی کوئی اظہار نہیں کیا.....

(حوالہ حضور ﷺ کے تاریخی سفر و مدارج النبوۃ و حجۃ اللہ وام السیر)

شام کیلئے آپ ﷺ کا دوسرا سفر

حضرت ابوطالب کی مالی حالت خوش کن نہ تھی.....تنگ دستی کا اکثر سامنا رہتا.....
آپ کو معلوم ہوا کہ حضرت خدیجہ کا تجارتی قافلہ عنقریب شام جانے کی تیاریاں کر رہا ہے آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے پاس بلایا اور بڑی محبت سے کہا:.....اے میرے بھتیجے! میں ایسا آدمی ہوں جس کے پاس مال و دولت نہیں.....میرے موجودہ حالات بہت سنگین ہیں.....قحط سالی نے رہی سہی کسر بھی نکال دی ہے.....میرے پاس سرمایہ بھی نہیں کہ تجارت میں لگا سکوں.....

تیری قوم کا تجارتی کارواں اب شام جانے والا ہے اور خدیجہ کئی لوگوں کو اجرت دے کر بھیج رہی ہے کہ وہ اس کا مال لے جائیں اور تجارت کریں.....اگر آپ اس کے پاس جا کر اپنی خدمات پیش کریں تو یقیناً وہ آپ کو دوسروں پر ترجیح دے گی.....کیونکہ وہ آپ کے اوصاف حمیدہ سے خوب واقف ہے.....اگرچہ میں پسند نہیں کرتا کہ آپ کو شام روانہ کروں کیونکہ وہاں یہود سے ایذا رسانی کا خطرہ ہے.....لیکن اب اس کے سوا کوئی چارہ کار بھی نہیں.....

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی غیرت نے کسی کے پاس طالب اور سائل بن کر جانا گوارا نہ کیا اور اپنے شفیق چچا کو جواب دیا:.....

"لعلها ترسل الی فی ذالک..."

"شاید وہ خود ہی مجھے اس سلسلے میں بلا بھیجے۔"

حضرت ابوطالب نے کہا:....

"انی اخاف ان تولی غیرک وتطلب امرا مدبرا...."

''مجھے اندیشہ ہے کہ وہ کسی اور کو مقرر کردے گی پھر آپ ایک ایسی چیز کو طلب کریں گے جو پیٹھ پھیر چکی ہوگی.....''

حضور ﷺ نے جواب میں خاموشی اختیار کر لی.....

حضرت خدیجہ نے حضور ﷺ کے محاسن اخلاق.....آپ کی امانت.....دیانت اور پاکبازی کی شہرت سن رکھی تھی.....لیکن انہیں اس پیشکش کی جرأت نہ ہوتی تھی جب انہیں چچا بھتیجا کی اس گفتگو کا علم ہوا تو فوراً پیغام بھیج کر بلایا.....

خدیجہؓ اپنی کنیزوں سے بات چیت میں محو تھیں کہ میسرہ نے آکر محمد ﷺ کے آنے کی اطلاع دی.....آپ کو اندر بلالیا گیا.....جب آپ ﷺ اندر تشریف لائے تو خدیجہؓ نے دیکھا کہ ایک باوقات اور خوبصورت نوجوان نہایت صاف ستھرے لباس میں آرہا ہے.....جس کی رفتار میں وقار اور چہرے پر حیا کے آثار ہیں اور پیشانی پر ایک نور جھلکتا ہوا نظر آتا ہے.....وہ سنبھل کر بیٹھ گئیں.....

محمد ﷺ نے سلام کے بعد گفتگو کا آغاز کرتے ہوئے کہا:.....

''آپ نے مجھے یاد کیا ہے.....''

خدیجہؓ بولیں:.....''ہاں! میں چاہتی ہوں کہ آپ میرا تجارتی سامان لے کر شام جائیں اور وہاں سے ضروری سامان خرید کر لائیں.....آپ کو اس کے صلے میں دوسروں سے زیادہ معاوضہ دیا جائے گا.....کیونکہ میں نے آپ کی دیانت اور ذہانت کی بہت تعریف سنی ہے.....''

محمد ﷺ: ''مجھے منظور ہے.....''

خدیجہؓ: ''میسرہ میرا غلام آپ کے ہمراہ ہوگا.....''

محمد ﷺ: ''یہ میرے لئے خوشی کی بات ہوگی.....''

خدیجہؓ (میسرہ سے مخاطب ہو کر) ''میسرہ تم ان کے ساتھ جاؤ اور تیاری شروع کر دو تاکہ قافلہ وقت مقررہ پر شام کی طرف روانہ ہو سکے.....''

محمد ﷺ چلے گئے.....خدیجہؓ آپ کی شیریں بیانی سے بے حد متاثر ہوئیں.''اس عمر میں یہ حیاء.....ذہانت اور شیرینی.....میں نے یہ سب باتیں آج تک کسی گماشتے میں نہیں پائیں.....یہ نفاست پسند نوجوان کس قدر سادہ اور فہیم ہے.....'' خدیجہ کچھ دیر تک جناب محمد ﷺ کے متعلق سوچتی رہیں.....

حضرت خدیجہؓ نے تاکیدی حکم دیا کہ:.....

''لا تعص له امرا ولا تخالف له رایا...''

''میسرہ! خبردار ان کی نافرمانی نہ کرنا اور نہ ہی ان کی کسی رائے کی مخالفت کرنا.....''

ان کے اس حکم سے صاف پتہ چلتا ہے کہ آپ نے میسرہ کو حضور ﷺ کی نگرانی کرنے کے لئے نہیں بھیجا تھا بلکہ حضور ﷺ کے آرام و آسائش کا ہر طرح خیال رکھنے کے لئے اور خدمت گزاری کے لئے بھیجا تھا.....۱۶/ذی الحجہ کو یہ قافلہ روانہ ہوا..... روانگی کے وقت حضور ﷺ کے چچا صاحبان الوداع کہنے کے لئے آئے اور اہل قافلہ کو تاکید کی کہ حضور ﷺ کا ہر طرح خیال رکھیں.....

''فصلت العیر... وفیها خیر خلق الله تعالیٰ تکلوها عنایة سبحانه و تعالیٰ...''

''قافلہ مکہ سے روانہ ہوا جس میں وہ ہستی تھی جو اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق سے اعلیٰ و افضل تھی.....''

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی نگاہ لطف وعنایت اس کی نگہبانی فرما رہی تھی.....اس دفعہ بھی

حضرت خدیجہؓ کے مال بردار اونٹوں کی تعداد دیگر قافلہ والوں کے سارے اونٹوں کی تعداد کے برابر تھی.....

نسطورا راہب سے ملاقات

چند روز کی کٹھن مسافت طے کرنے کے بعد قافلہ شام کے شہر بصریٰ میں جا اترا.....اور ایک خانقاہ کے قریب ایک سایہ دار درخت کے نیچے پڑاؤ کیا.....حضور ﷺ اپنے پہلے سفر شام میں بھی بصریٰ آئے تھے اور اسی صومعہ (خانقاہ) کے قریب قیام کیا تھا.....اور یہاں ایک راہب سے ملاقات بھی ہوئی تھی.....لیکن اس راہب کا نام بحیرا تھا اور موجودہ راہب جس سے ملاقات ہوئی یہ دوسرا شخص تھا جس کا نام نسطورا تھا دونوں سفروں میں تیرہ سال کا عرصہ گزر چکا تھا.....حضور ﷺ کی عمر مبارک اس وقت بارہ سال اور پچیس سال تھی.....ممکن ہے اس اثنا میں پہلا راہب فوت ہو گیا ہو اور یہ بھی بعید نہیں کہ وہ یہاں سے نقل مکانی کر کے کسی دوسری خانقاہ میں چلا گیا ہو.....

نسطورا کی ملاقات جب میسرہ سے ہوئی تو اس نے پوچھا یہ شخص کون ہے جو اس درخت کے نیچے تشریف فرما ہے.....میسرہ نے بتایا کہ یہ مکہ کے ایک قریشی نوجوان ہیں.....راہب نے جب حضور ﷺ کی زیارت کی تو حضور ﷺ کے اور قریب ہو گیا..... سر مبارک اور قدمین شریفین کو بوسہ دیا اور کہا:.....

”آمنت بک واشهد انک الذی ذکره الله تعالیٰ فی التورٰة فلا رای الخاتم قبله وقال اشهد انک رسول الله النبی الامی الذی بشر بک عیسیٰ...“

”میں آپ پر ایمان لے آیا ہوں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ وہی

ہیں جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے تورات میں کیا ہے..... پھر جب اس نے مہر نبوت کو دیکھا تو چوم لیا اور کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں..... نبی امی ہیں..... جس کی آمد کی بشارت حضرت عیسیٰؑ نے دی ہے....."

میسرہ نے جب راہب کی یہ بات سنی تو حیران رہ گیا..... راستہ میں اس نے یہ ایمان پرور منظر دیکھا تو بار ہا دیکھا کہ جب دھوپ تیز ہو جاتی تھی تو دو فرشتے حضور ﷺ پر سایہ کر دیتے تھے.....

نسطورا راہب نے حضور ﷺ کی تعظیم کیوں کی؟

گرجے کے سامنے والا پرانا درخت سوکھ چکا تھا..... اردگرد کا ماحول بھی بہت ویران دکھائی دیتا تھا..... مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لاتے ہی سماں بالکل بدل گیا..... سوکھا سڑا درخت پھر سے ہرا بھرا ہو گیا..... گرد و پیش کے ماحول میں بھی سرسبزی و شادابی چھانے لگی..... یوں دکھائی دیتا تھا جیسے کسی اجڑے چمن میں بہار خزاں پر غالب آ رہی ہے.....

راہب نسطورا اپنے گرجے کے بالا خانے میں بیٹھا یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا..... وہ ہکا بکا رہ گیا..... وہ بھاگتا ہوا سیدھا حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا:..... آپ کو لات و عزیٰ کی قسم دیتا ہوں..... بتلایئے آپ کا نام کیا ہے؟ آنحضور ﷺ کو یہ بات سخت ناگواری گزری..... آپ ﷺ نے فرمایا:..... دور ہٹو مجھ سے! مجھے یہی لغو بات سب سے زیادہ مکروہ و ناگوار ہے.....

نسطورا اپنے ہاتھ میں اپنی مقدس کتاب تھامے ہوئے تھا.....وہ کبھی آنحضور ﷺ کی طرف دیکھتا اور کبھی کتاب کی طرف.....وہ بار بار کہتا جاتا:.....خدا کی قسم! یہ وہی آخرالزماں نبی ہیں.....جن کی بشارت ہماری مقدس کتابوں میں دی گئی ہے.....

خزیمہ بھی بڑے غور سے نسطورا کو تک رہا تھا.....اسے خدشہ ہوا کہ چالاک راہب کہیں حضور ﷺ سے کوئی مکروفریب نہ کر بیٹھے.....غصے میں آکر اس نے اپنی تلوار تان لی.....اس قافلہ کے باقی ساتھی بھی اشتعال میں آگئے.....وہ نسطورا کی جانب لپکے.....مارے ڈر کے نسطورا بھاگ کر گرجے کے اندر جا گھسا.....پھر وہ بالاخانے پر چڑھ کر زور زور سے پکارنے لگا:.....خدا کی قسم! میرے نزدیک تم سے پیارا قافلہ کوئی نہیں.....اس مقدس کتاب میں مذکور ہے کہ جو شخص اس درخت کے نیچے ٹھہرا ہے.....خدا کا رسول اور آخری نبی ہے.....اس کا فرمانبردار نجات پائے گا اور اس کا دشمن ہلاکت.....

نسطورا کی ان خیال انگیز باتوں سے اس کے بارے میں اہل قافلہ کی بدگمانی جاتی رہی.....راہب نے پھر خزیمہ اور میسرہ کو اپنے پاس بلا کر ان سے آنحضور ﷺ کے بارے میں بہت سے سوال پوچھے اور راز داری کے عالم میں بڑی معنی خیز باتیں کیں.....اس نے کہا:.....ہماری مقدس کتاب میں لکھا ہے کہ یہ مبارک شخص تمام شہروں پر قبضہ کرلے گا اور تمام لوگوں کو اپنا گرویدہ بنالے گا.....اس کے بلند و بالا مرتبے سے کوئی واقف نہیں.....اس کے دشمن بہت ہیں.....جن میں اکثر و بیشتر یہودی ہیں.....میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یہ آخری نبی ہیں.....کاش! میں ان کے عہد بعثت تک زندہ رہوں اور ان کی اطاعت کروں.....

نسطورا نے یہ مشورہ بھی دیا کہ آنحضور ﷺ شام نہ جائیں وہاں بہت یہودی ان کے دشمن ہیں.....

حضور ﷺ کے ساتھ خدیجہؓ کے لگاؤ کا سبب

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ایک بہت مالدار عورت تھیں اور بڑے بڑے دولت مند لوگ ان سے شادی کے خواہش مند تھے..... مگر انہوں نے انکار کر دیا تھا..... لیکن اب انہوں نے خود ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اپنے آپ کو نکاح کے واسطے پیش کر دیا..... حالانکہ آنحضرت ﷺ کے پاس مال و دولت بالکل نہیں تھا..... اس کا سبب ایک تو یہی تقدیری معاملہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کو ان کا مرتبہ بلند کرنا تھا لیکن اس کے علاوہ ابن اسحاق نے اس کا ایک سبب اور بھی ذکر کیا ہے..... وہ کہتے ہیں:.....

''قریشی عورتوں کی ایک تقریب ہوا کرتی تھی..... جس میں وہ مسجد حرام میں جمع ہوا کرتی تھیں..... چنانچہ ایک دفعہ وہ اسی طرح مسجد حرام میں جمع تھیں کہ ان کے پاس ایک یہودی آیا اور کہنے لگا:..... اے قریشی خواتین! تمہارے درمیان ایک نبی ظاہر ہونے والا ہے..... جس کے ظہور کا زمانہ اب قریب آچکا ہے اس لئے تم میں جس کیلئے بھی ممکن ہو سکے وہ ضرور اس کی بیوی بن جائے..... عورتوں کو اس کی اس بات پر بہت غصہ آیا اور وہ اس کو برا بھلا کہتی ہوئی اس پر پتھر مارنے لگیں..... مگر حضرت خدیجہؓ اس کی بات سن کر سوچ میں پڑ گئیں اور یہ بات ان کے دل میں بیٹھ گئی.....

چنانچہ اس کے بعد جب انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو شام

کے سفر پر بھیجا اور میسرہ نے ان کو آپ ﷺ کی وہ نشانیاں بتلائیں جو اس نے دیکھی تھیں اور خود حضرت خدیجہؓ نے بھی آپ ﷺ کی حیرت انگیز نشانیاں دیکھیں..... کہ آپ ﷺ پر فرشتے سایہ کئے ہوئے تھے .....تو ان کو یہودی کی بات یاد آ گئی.....ادھر انہیں اپنے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل کی بات بھی یاد آئی جو انہوں نے حضرت خدیجہؓ سے آنحضرت ﷺ کی نشانیاں سن کر کہی تھی.....انہوں نے اس وقت دل میں سوچا اس یہودی نے جو کچھ کہا تھا اگر وہ صحیح ہے تو وہ نبی اس شخص یعنی محمد ﷺ کے سوا کوئی دوسرا نہیں ہو سکتا ہے.....'' (حوالہ ایضاً)

تعمیر کعبہ کی وجوہات

پہلی وجہ:..... تیسری بار بعثت نبوی سے پانچ سال قبل جب آپ صلی اللہ علیہ لم کی عمر شریف پینتیس سال کی تھی.....قریش نے خانہ کعبہ کی تعمیر کی بناء ابراہیمی میں نہ کعبہ غیر مسقّف تھا دیواروں کی بلندی کچھ زیادہ نہ تھی.....قد آدم سے کچھ زائد نو ھ کی مقدار میں تھی.....مرور زمانہ کی وجہ سے بہت بوسیدہ ہو چکا تھا.....نشیب میں نے کی وجہ سے بارش کا تمام پانی اندر بھر جاتا تھا اس لئے قریش کو اس کی تعمیر کا از سر نو ال پیدا ہوا.....جب تمام رؤسا قریش اس پر متفق ہو گئے کہ بیت اللہ کو منہدم کر کے سر نو بنایا جائے.....

حضرت ابراہیم وحضرت اسماعیل علیہما السلام کا بنایا ہوا کعبہ بہت پرانا ہو چکا تھا.....

عمالقہ.....قبیلہ جرہم اور قصی وغیرہ اپنے اپنے وقتوں میں اس کعبہ کی تعمیر ومرمت کرتے رہے تھے.....مگر چونکہ عمارت نشیب میں تھی اس لئے پہاڑوں سے برساتی پانی کے بہاؤ کا زوردار دھارا وادی مکہ میں ہو کر گزرتا تھا اور اکثر حرم کعبہ میں سیلاب آجاتا تھا.....کعبہ کی حفاظت کے لئے بالائی حصہ میں قریش نے کئی بند بھی بنائے تھے مگر وہ بند بار بار ٹوٹ جاتے تھے اس لئے قریش نے یہ طے کیا کہ عمارت کو ڈھا کر پھر سے کعبہ کی ایک مضبوط عمارت بنائی جائے.....

دوسری وجہ:... صحیح قول کے مطابق جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک پینتیس سال کی ہوئی تو مکے میں ایک زبردست سیلاب آیا.....قریش نے سیلاب روکنے کے لئے ایک بند بنا رکھا تھا مگر پانی کا اتنا زور ہوا کہ سیلاب اس بند کو توڑتا ہوا اس پر سے گزر کر کعبے میں داخل ہو گیا..... پانی کا بہاؤ اور جمع ہو جانے کی وجہ سے کعبے کی دیواروں میں شگاف پڑھ گئے .....اس سے پہلے ایک مرتبہ کعبے کی یہ دیواریں آگ لگ جانے کی وجہ سے کمزور ہو چکی تھیں اس کا واقعہ یہ ہوا تھا کہ.....

تیسری وجہ:... ایک دفعہ ایک عورت کعبے کو دھونی دے رہی تھی اس آگ میں سے ایک چنگاری اڑ کر کعبے کے پردوں تک پہنچ گئی جس سے پردوں کے ساتھ دیواریں بھی جل گئی تھیں.....اس لئے قریش کو اب اور زیادہ پریشانی تھی کہ ان کمزور دیواروں کو سیلاب کا پانی بالکل ہی تباہ کر دے گا.....

خزانہ کعبہ

کعبے کی دیواروں کی اونچائی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانے سے ہی نو گز کی تھی اور اس پر چھت نہیں تھی.....لوگ کعبے کے اندر جو نذرانے اور تحائف لاتے جس میں کپڑے اور خوشبوئیں وغیرہ ہوتی تھیں وہ کعبے کے اندر جو کنواں تھا اس میں ڈال

دیتے تھے..... یہ کنواں اندرونی حصے میں دائیں جانب تھا..... اس کو کعبے کا خزانہ بھی کہا جاتا تھا..... اس کی تفصیل آگے آئے گی.....

خزانہ کعبہ کا چور اور اس کا انجام

بنی جرہم کے زمانے میں ایک شخص نے کعبے کے اس خزانے سے کچھ سامان چرانا چاہا مگر وہ سر کے بل کنوئیں میں گر پڑا اور پانی نے اسے ہلاک کر دیا..... مگر بعض مورخوں نے یہ لکھا ہے کہ اس شخص پر ایک پتھر گر پڑا تھا جس کی وجہ سے وہ اس کنوئیں میں بند ہو گیا..... یہاں تک کہ پھر اس کو لوگوں نے اس میں سے نکالا اور اس کے پاس سے چوری کا مال برآمد کیا.....

پرندہ اور سانپ

نئی تعمیر کے لئے ضروری تھا کہ پہلی شکستہ عمارت کو گرایا جائے لیکن اس میں یہ الجھن پڑ گئی کہ کعبہ کے اندر سالہا سال سے ایک بہت بڑا سانپ رہتا آرہا تھا..... جو ویسے تو کسی کو کچھ نہیں کہتا تھا..... لیکن اگر کوئی شخص کعبہ یا اس کی کوئی چیز کو چھیڑنے کی کوشش کرتا تو اس پر حملہ آور ہو جاتا تھا..... آج یہی صورت درپیش تھی..... لوگ شکستہ دیواریں گرانے کے لئے جمع تھے مگر جو بھی اس ارادے سے آگے بڑھتا..... سانپ پھنکارتا ہوا اس کی طرف لپک پڑتا.....

اہل مکہ اس کو مارنا بھی نہیں چاہتے تھے..... کیونکہ وہ کعبہ کا محافظ تھا..... اسی شش و پنج میں تھے کہ اچانک ایک بہت بڑا پرندہ فضا میں نمودار ہوا..... اور دیوار کعبہ پر بیٹھے سانپ پر جھپٹ پڑا..... پھر اسے پنجوں میں دبوچ کر اڑا اور لمحوں میں نظروں سے اوجھل ہو گیا.....

"فسبحان من ھو علی کل شی ء قدیر..."

بایں ہمہ کسی کی ہمت نہیں پڑتی تھی کہ کعبہ کہ مقدس دیواروں پر کدال چلائے..... مبادا ربِ کعبہ ناراض ہوجائے..... بالآخر ولید نے ہمت کی اور:.....

"اللھم لا نرید الا الخیر"

"الٰہی ہم جو کچھ کررہے ہیں.....اچھی نیت سے کررہے ہیں....."

کہتے ہوئے کدال چلانی شروع کی.....تھوڑا سا حصہ گرا کر کام روک دیا اور ایک رات انتظار کیا گیا.....ان کا خیال تھا کہ اگر یہ رات خیریت سے گزر گئی اور کسی کو کچھ نہ ہوا تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ رب کعبہ ہمارے اس کام پر راضی ہے.....رات بخیریت گزری تو سب نے مل کر پہلی عمارت کو ڈھا دیا اور انہی بنیادوں پر ایک بلند و بالا اور مستحکم عمارت کا آغاز کردیا.....

چنانچہ قریش نے مل جل کر تعمیر کا کام شروع کردیا.....اس تعمیر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی شریک ہوئے اور سرداران قریش کے دوش بدوش پتھر اٹھا اٹھا کر لاتے رہے... مختلف قبیلوں نے تعمیر کے لئے مختلف حصے آپس میں تقسیم کرلئے.....جب عمارت "حجر اسود" تک پہنچ گئی تو قبائل میں سخت جھگڑا ہوگیا.....

ہر قبیلہ یہی چاہتا تھا کہ ہم ہی "حجر اسود" کو اٹھا کر دیوار میں نصب کریں تاکہ ہمارے قبیلہ کے لئے یہ فخر و اعزاز کا باعث بن جائے.....اس کشمکش میں چار دن گزر گئے یہاں تک نوبت پہنچی کہ تلواریں نکل آئیں.....بنوعبدالدار اور بنو عدی کے قبیلوں نے تو اس پر جان کی بازی لگادی.....اور زمانہ جاہلیت کے دستور کے مطابق اپنی قسموں کو مضبوط کرنے کے لئے ایک پیالہ میں خون بھر کر اپنی انگلیاں اس میں ڈبو کر چاٹ لیں.....

حجر اسود کی تنصیب کا جھگڑا اور آپ ﷺ کا فیصلہ

پانچویں دن حرم کعبہ میں تمام قبائل عرب جمع ہوئے اور اس جھگڑے کے طے کرنے کے لئے ایک بڑے بوڑھے شخص نے یہ تجویز پیش کی کہ کل جو شخص صبح سویرے سب سے پہلے حرم کعبہ میں داخل ہو اس کو پنچ مان لیا جائے..... وہ جو فیصلہ کر دے سب اس کو تسلیم کر لیں..... چنانچہ سب نے یہ بات مان لی..... خدا کی شان کہ صبح کو جو شخص حرم کعبہ میں داخل ہوا وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی تھے..... آپ ﷺ کو دیکھتے ہیں سب پکار اٹھے:.....

"هذا محمد الامين رضينا هذا محمد الامين..."

"واللہ یہ امین ہیں..... لہٰذا ہم سب ان کے فیصلہ پر راضی ہیں..."

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جھگڑے کا اس طرح تصفیہ فرمایا کہ پہلے آپ ﷺ نے یہ حکم دیا کہ جس جس قبیلہ کے لوگ حجر اسود کو اس مقام پر رکھنے کے مدعی ہیں ان کا ایک ایک سردار چن لیا جائے..... چنانچہ ہر قبیلہ والوں نے اپنا اپنا سردار چن لیا..... پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چادر مبارک کو بچا کر حجر اسود کو اس پر رکھا اور سرداروں کو حکم دیا کہ سب لوگ اس چادر کو تھام کر مقدس پتھر کو اٹھائیں.....

چنانچہ سب سرداروں نے چادر کو اٹھایا اور جب حجر اسود اپنے مقام تک پہنچ گیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے متبرک ہاتھوں سے اس مقدس پتھر کو اٹھا کر اس کی جگہ پر رکھ دیا..... اس طرح ایک خونریز لڑائی ٹل گئی جس کے نتیجے میں نہ معلوم کتنا خون خرابہ ہوتا.....

خانہ کعبہ کی عمارت بن گئی..... لیکن تعمیر کے لئے جو سامان جمع کیا گیا تھا وہ کم پڑ گیا..... اس لئے صرف ایک طرف کا کچھ حصہ باہر چھوڑ کر نئی بنیاد قائم کر کے چھوٹا سا کعبہ بنا لیا گیا..... کعبہ معظمہ کا یہی حصہ جس کو قریش نے عمارت سے باہر چھوڑ دیا "حطیم

"کہلاتا ہے جن میں کعبہ معظمہ کی چھت کا پرنالہ گرتا ہے.....

تعمیر کعبہ میں جان دو عالم ﷺ کی شرکت

تعمیر کعبہ میں جان دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی حصہ لیا اور اپنے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے ساتھ مل کر پتھر ڈھوتے رہے.....کندھوں پر وزن اٹھاتے وقت عرب عموماً اپنی ازاریں کھول کر کندھوں پر رکھ لیا کرتے تھے.....اس دن بھی اکثر افراد نے اسی طرح کر رکھا تھا.....حضرت عباسؓ نے جان دو عالم ﷺ کو مشورہ دیا کہ تم بھی اپنی ازار کندھوں پر رکھ لو تا کہ پتھروں سے کندھے نہ چھل جائیں.....

جان دو عالم ﷺ نے ان کے مشورہ پر عمل تو کیا.....لیکن اس طرح (غالباً قمیض چھوٹی ہونے کی وجہ سے) آپ (کے گھٹنے یا ران مبارک کے کچھ حصے) ننگے ہو گئے.....رب کریم کو کب گوارا ہو سکتا تھا کہ جس ہستی نے دنیا کو شرم و حیا کا درس بنایا تھا.....اس کی کوئی قابل ستر جگہ ننگی ہو جائے.....اسی وقت غیبی آواز آئی:.....

"یا محمد ! غط عورتک..." یا محمد قابل پردہ حصہ ڈھک دیجئے.....

اس صدائے غیبی کا آپ پر اتنا اثر ہوا کہ آپ بے ہوش ہو گئے.....افاقہ ہوا تو "ازاری...ازاری" (میری ازار.....میری ازار) کہتے ہوئے اٹھے اور ازار باندھ لی...

شان محمد صلی اللہ علیہ وسلم

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات میں سے یہ بات بھی شمار کی گئی ہے کہ آپ کے جھولے کو فرشتے جھلاتے تھے.....یہ بھی روایت میں آیا ہے کہ پیدا ہوتے ہی آپ ﷺ نے کلام کیا تھا.....

(حوالہ دلائل النبوۃ)

باب نمبر 3

حضور ﷺ کی مثالی ولادت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ کا بیان ہے کہ میں نے بحالت حمل خواب میں دیکھا کہ ایک نور میرے اندر سے نکلا جس کی وجہ سے شہر بصریٰ علاقہ شام کے محلات میری نظر کے سامنے چمک اٹھے..... (حوالہ دلائل النبوۃ)

آپ ﷺ کی پیدائش کے وقت کے عجیب واقعات

☆ آپ ﷺ کی پیدائش سے پہلے بی بی آمنہ نے ایک نور دیکھا تھا جو مشرق سے مغرب تک پھیل گیا تھا....اور جس سے زمین و آسمان اجاگر ہو گئے تھے.....

☆ تین چار سالوں کی عمر میں دو فرشتوں نے آپ ﷺ کا سینہ مبارک چاک کر کے نور بھر دیا تھا.....

☆ جب آپ باہر نکلتے تو ابر آپ پر سایہ کرتا اور درخت و پتھر سے آواز آتی:...."یا نبی اللہ سلام علیک..."

☆ آپ ﷺ کے آخری نبی ہونے کی بشارت توراۃ.....انجیل اور نبیوں سے لوگوں کو

معلوم ہو چکی تھی اور سب کو ہی آخری نبی کا انتظار تھا.....

☆ آپ ﷺ کو بچپن سے کسی نے برہنہ نہیں دیکھا..... جب آپ گھر سے دور ہوتے اور پاخانہ..... پیشاب کی حاجت ہوتی اور آپ کسی جگہ بیٹھ کر رفع حاجت فرماتے تو درخت اوٹ کر لیتے تھے..... اللہ اکبر! کیا شان تھی ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی..... ہماری جانیں آپ ﷺ پر فدا ہوں.....

یہ ظہور پرنور پوری کائنات کے لئے ایک عظیم انقلاب کا آغاز تھا.....

☆ یہی وہ مقدس ظہور تھا جس سے دریائے ساوہ خشک ہو گیا.....

☆ یہی مقدس ظہور تھا جس کے باعث فارس کا ہزار سال سے جلنے والا آتش کدہ بجھ گیا.....

☆ یہی وہ مقدس ظہور تھا جس پر تمام گھر نور سے بھر گیا..... آسمان کے تارے جھک گئے..... فاطمہ بنت عبداللہ کو گمان ہوا کہیں یہ ستارے مجھ پر گر نہ جائیں.....

☆ یہی وہ مقدس ظہور تھا کہ بصریٰ کے محل روشن ہو گئے.....

☆ فاطمہ بنت عبداللہ فرماتی ہیں کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے وقت آمنہ کے پاس موجود تھی تو اس وقت یہ دیکھا کہ تمام گھر نور سے بھر گیا اور دیکھا کہ آسمان کے ستارے جھکے آتے ہیں..... یہاں تک کہ مجھ کو یہ گمان ہوا کہ یہ ستارے مجھ پر آ گریں گے.....

☆ عرباض بن ساریہؓ سے مروی ہے..... کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ نے ولادت باسعادت کے وقت ایک نور دیکھا..... جس سے شام کے محل روشن ہو گئے..... (حوالہ دلائل النبوۃ)

بت شکن کی پیدائش اور بت فروشوں کی موت

یمن میں ایک کاہن تھا جو کبھی باہر نہیں نکلتا تھا..... جس دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے..... گھبرا کر باہر نکلا..... کہنے لگا:..... اے اہل یمن! آج سے بتوں کا زمانہ ختم ہوگیا اور جس دن آپ پیدا ہوئے اس دن بڑے بڑے بت خانوں کے بتوں میں سے آواز آرہی تھی کہ ہمارا زمانہ ختم ہوگیا..... اب نبی آخر کا زمانہ شروع ہوگیا..... بتوں کے توڑنے والے کا زمانہ آگیا.....

اور آپ ﷺ کے ہاتھوں سے بت ٹوٹے..... آپ ﷺ بیت اللہ کا طواف فرمارہے ہیں..... تین سو ساٹھ بت کھڑے ہوئے ہیں..... آپ ﷺ اپنی اونٹنی پر طواف فرمارہے ہیں..... آپؐ کے ہاتھ مبارک میں کمان ہے..... آپ ﷺ چلتے جارہے ہیں اور بت کو اشارہ کرتے ہیں:.....

"جاء الحق و زهق الباطل... ان الباطل كان زهوقا"

اور اشارہ فرماتے ہیں اور بت ٹوٹ کر گرتا ہے..... پھر اشارہ کرتے ہیں اور بت ٹوٹ کر گرتا ہے..... پھر اشارہ کرتے ہیں اور بت ٹوٹ کے گرتا ہے..... تین سو ساٹھ بت جو رکھے ہوئے تھے..... آپ ﷺ کی انگلی کے اشارے سے ٹوٹ کر گر گئے..... کمان ہاتھ میں تھی کسی بت کو کمان لگائی نہیں بس اشارہ کرتے چلے جارہے تھے اور بت ٹوٹتے چلے جارہے تھے کہ بتوں کے توڑنے والے کا زمانہ آگیا.....

آج ہر مسلمان اپنے دل میں بت بنائے بیٹھا ہے..... بھئی معاف کرنا! دوکان کا بت..... میری دوکان کے بغیر میرا کام نہیں چلتا..... ہم کہتے ہیں کہ نہیں کہتے؟ یہ بھی بت ہے جو اندر میں ہے..... نوکری کا بت..... نوکری کے بغیر میرا گزارا نہیں ہوتا..... تجارت کا بت..... زراعت کا بت..... حکومت کا بت..... کہ حکومت کے بغیر ہمارا کام

نہیں چلتا.....زراعت کے بغیر ہمارا کام نہیں چلتا..... پیسے کے بغیر ہمارا کام نہیں چلتا.....

میرے بھائیو! اگر کلمہ اندر میں اتر گیا تو اللہ ان سب کے بغیر آپ کے کام کر کے دکھادے گا..... حضور صلی اللہ علیہ وسلم والا طریقہ زندہ ہو جائے..... آپ کی نبوت عالمی ہے..... (حوالہ دلائل النبوۃ و مدارج وخصائل کبریٰ)

مُہر نبوت

ابو نعیم نے دلائل میں لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ نے بیان کیا جب آپ پیدا ہوئے تو فرشتہ نے آپ کو تین بار پانی میں غوطہ دیا..... پھر ایک ریشمی بٹوے کے اندر سے ایک مہر نکال کر آپ کے شانہ پر لگائی جس کی وجہ سے ایک سفید انڈے کی طرح چیز پیدا ہوگئی جو زہرہ کی طرح چمکنے لگی..... (خصائل کبریٰ)

عالم کفر میں زلزلہ

بیہقی.....ابن ابی الدنیا اور ابن السکن کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کی رات کو کسریٰ کے محل میں لرزہ آ گیا.........اس کے چودہ کنگرے گر پڑے اور کسریٰ خوفزدہ ہو گیا.....اور فارس کی جو آگ ہزار برس سے نہیں بجھی تھی وہ بجھ گئی اور سادت جھیل خشک ہوگئی..... (حوالہ بیہقی وابن ابی الدنیا)

آمد نبوی پر یہودی تاجر کی خبر

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں آیا ہے کہ ایک یہودی مکہ میں رہتا اور تجارت کرتا تھا.....رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کی رات کو اس نے قریش سے کہا:.....اے گروہ قریش! آج رات اس امت کا نبی پیدا ہو گیا جس کے دونوں

شانوں کے درمیان ایک نشان ہے اور نشان میں گھوڑے کے ریال کی طرح چند بالوں کی ایک قطار ہے.....

لوگ یہودی کو لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ کے پاس پہنچے اور نومولود بچے کی پشت کھول کر دیکھی..... یہودی کی نظر جب مسہ پر پڑی فوراً بے ہوش ہوکر گر پڑا..... لوگوں نے پوچھا:..... ارے ارے تجھے کیا ہوگیا؟ یہودی کہنے لگا:.....واللہ بنی اسرائیل سے نبوت نکل گئی... (رواہ الحاکم)

راہب کی پیشین گوئی

مواہب لدنیہ میں عمیصا راہب کا قصہ ذکر کیا گیا ہے.....عمیصا مکہ والوں سے کہتا تھا:.....اے اہل مکہ! عنقریب تم میں ایک پیغمبر پیدا ہونے والا ہے.....سارا عرب جس کا تابع ہو جائے گا.....اور عجم پر بھی اس کا اقتدار ہوگا یہ زمانہ اس کی پیدائش کا ہے..... (حوالہ مواہب لدنیہ)

حضرت عباسؓ کے مسلمان ہونیکا خاص سبب

حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے.....میں نے عرض کیا:..... یارسول اللہ ﷺ! آپ کے دین میں میرے داخل ہونے کا ایک خاص باعث ہوا..... آپ کے نبی ہونے کی نشانی میں نے اسی وقت دیکھ لی تھی جب آپ جھولنے میں پڑے ہوئے چاند سے باتیں کر رہے تھے اور انگلی سے اس کی طرف اشارہ کر رہے تھے.....

اور جب آپ اس کی طرف اشارہ کرتے تھے وہ (کنارہ) جھک جاتا تھا.....

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:.....میں اس سے باتیں کررہا تھا اور وہ مجھ سے باتیں کررہا تھا .....وہ مجھے رونے سے بہلاتا تھا.....اور جب وہ عرش کے نیچے سربسجود ہوتا تھا تو میں اس کی آواز سنتا تھا..... (حوالہ دلائل النبوۃ و خصائل کبریٰ)

حضور ﷺ کے سینہ مبارک کو زمزم کے پانی سے دھونے کا واقعہ

خلاصۃ السیر میں ہے کہ دائی حلیمہ نے بیان کیا:.....ایک بار آپ ﷺ ہمارے اونٹوں کے مقام پر تھے اچانک آپ کا رضاعی بھائی دوڑتا ہوا آیا اور کہنے لگا:.....دو سفید پوش آدمیوں نے میرے قریشی بھائی کو پکڑ کر زمین پر لٹا کر پیٹ پھاڑ دیا.....

حضرت حلیمہ کا بیان ہے کہ ہم یہ بات سن کر فوراً ان کی طرف نکل کھڑے ہوئے.....جا کر دیکھا تو آپ منہ لپیٹے کھڑے ہوئے تھے.....ہم نے آپ کو چمٹا لیا اور دریافت کیا کہ کیا واقعہ ہوا؟ آپ ﷺ نے فرمایا:.....دو آدمی سفید پوش آئے اور انہوں نے مجھے لٹا کر میرا پیٹ پھاڑ پھر اس کے اندر کسی چیز کو ٹٹولا.....مجھے معلوم نہیں کہ انہوں نے کیا چیز نکالی.....

حضرت شداد بن اوس کی روایت سے ابو یعلی.....ابو نعیم اور ابن ابی عساکر نے ان الفاظ کے ساتھ یہ حدیث نقل کی ہے کہ:.....تین آدمیوں کا ایک گروہ آیا ان کے پاس سونے کا طشت تھا جو برف سے بھرا ہوا تھا ان میں سے ایک نے مجھے زمین پر لٹایا (اور پیٹ پھاڑ کر) پھر پیٹ کے اندر کی چیزیں نکالیں.....پھر ان کو برف سے دھویا

اور خوب دھویا پھر ان کو ان کی جگہ دوبارہ رکھ دیا.....

پھر دوسرا کھڑا ہوا اس نے میرا دل نکال کر پھاڑا (اور اس کو صاف کیا) یہ باتیں میں دیکھ رہا تھا..... پھر ایک سیاہ بوٹی اس کے اندر سے نکال کر پھینک دی ..... پھر دائیں بائیں طرف ہاتھ گھمانے لگا معلوم ہوتا تھا کوئی چیز تلاش کر رہا ہے..... پھر مجھے نظر آیا کہ اس کے ہاتھ میں ایک انگوٹھی ہے جو مجسم نور ہے.....اس کو دیکھنے سے نگاہ میں چکا چوند ہو رہی تھی.....اس انگوٹھی سے اس نے میرے دل پر مہر لگا دی.....مہر لگاتے ہی میرا دل نور سے بھر گیا یہ نبوت و دانش کا نور تھا..... پھر دل کو لوٹا کر اس کی جگہ پر رکھ دیا.....

میں اس مہر کی خنکی اپنے دل میں مدت تک محسوس کرتا رہا..... پھر تیسرے شخص نے اپنے ساتھی سے کہا تم ہٹ جاؤ (وہ ہٹ گیا) تیسرے شخص نے سینے کے وسطی لکیر (خط ابیض) کے آغاز سے زیر ناف کے آخری حصہ تک ہاتھ پھیرا فوراً شگاف جڑ گیا.....

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ پر سلائی کا نشان دیکھتا تھا.....ابن عساکر کی روایت میں آیا ہے کہ ایک سال قحط پڑا.....ابو طالب حضور ﷺ کو لے کر بارش کی دعا کرنے کعبے کے پاس پہنچے.....کعبہ کی دیوار سے اپنی پشت لگائی اور حضور ﷺ کی انگلی پکڑی اس وقت آسمان پر بادل کا ٹکڑا بھی نہ تھا.....فوراً ادھر ادھر سے بادل آ گیا اور موسلا دھار خوب بارش ہوئی.....اتنی کہ ساری وادی بہہ نکلی.....

اسی واقعہ کی طرف ابو طالب نے ذیل کے شعر میں اشارہ کیا ہے ''ان کا رنگ گورا ہے ان کے طفیل بارش کی دعا کی جاتی ہے وہ یتیموں کی پناہ گاہ اور رانڈوں کی عصمت بچانے والے ہیں.....'' (تفسیر مظہری)

میں کھیل کود کے لئے نہیں پیدا ہوا

بچپن کا دور کھیل کود کا زمانہ ہوتا ہے..... مگر جس کے کندھوں پر دو جہان کا بوجھ پڑنے والا تھا اس کو ابتدا سے ہی لہو ولعب سے کوئی دلچسپی نہ تھی..... مائی حلیمہ کہتی ہیں:..... جب وہ کھیل کود کے قابل ہوئے تو اپنے بھائی کے ساتھ کھیلنے چلے تو جاتے تھے مگر خود کسی کھیل میں شریک نہ ہوتے..... بس اپنے بھائی کو دوسرے بچوں سے کھیلتے ہوئے دیکھتے رہتے..... کبھی کبھی اس کو بھی منع کیا کرتے اور اسے سمجھایا کرتے کہ:.....

"انا لم نخلق لھذا" ہم کھیل کے لئے نہیں پیدا کئے گئے...(حوالہ دلائل النبوۃ)

دائی حلیمہ کے گھر حضور ﷺ کی برکتیں

ابو یعلیٰ اور ابن حبان نے حضرت عبداللہ بن جعفر کی روایت سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دایہ حضرت حلیمہ نے کہا:..... جب میں نے آپ کو اپنی گود میں لے لیا تو فوراً میری چھاتیاں بقدر ضرورت دودھ سے بھر آئیں..... پہلے میرا بچہ یعنی ضمرہ بھوکا رہنے کی وجہ سے سوتا نہ تھا..... اب دونوں نے سیر ہو کر پی لیا اور سو گئے..... پہلے میرے پستان میں اتنا دودھ نہ تھا جو بچہ کے لئے کافی ہوتا نہ ہماری اونٹنی کے پاس دودھ تھا جو بچہ کو پلایا جا سکتا.....

اب جو میرا شوہر اونٹنی کے پاس گیا تو دیکھتا کیا ہے کہ اونٹنی کے تھن دودھ سے بھرے ہوئے ہیں..... میرے شوہر نے اس کو دوہا اور میں نے خوب سیر ہو کر پیا اور شوہر نے بھی خوب پیا اور وہ رات بڑے چین سے گزری..... محمد ﷺ کو لے کر جب

میں واپس آئی اور گدھی پر سوار ہوئی.....تو خدا کی قسم! وہ تو اتنی تیز چلنے لگی کہ ساتھیوں کا کوئی گدھا اس کا مقابلہ نہ کر سکا.....

ساتھ والیاں کہنے لگیں:.....اری ابی ذویب کی بیٹی! ذرا ٹھہر تو.....کیا یہ تیری وہی گدھی ہے جس پر تو آئی تھی.....میں نے کہا:..... ہاں..... بات یہ تھی کہ کمزوری اور لاغری کی وجہ سے میری گدھی ساتھ والے قافلے کے لئے بار ہو گئی تھی بار بار ان کو رکنا پڑتا تھا.....

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت حلیمہ نے کہا:..... جب میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دودھ چھڑایا تو آپ نے کہا:.....

"اللہ اکبر کبیرا والحمد للہ کثیر وسبحان اللہ بکرۃ واصیلا"

یہ آپ کا سب سے پہلا کلام تھا..... (الحدیث)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے.....حلیمہ آپ کو دور نہیں جانے دیتی تھیں تاکہ آپ کی طرف سے ان کو بے خبری نہ رہے.....ایک روز آپ اپنی (رضاعی) بہن شیماء کے ساتھ باہر چلے گئے اور جہاں (جنگل میں) اونٹ تھے وہاں جا پہنچے..... حلیمہ تلاش میں نکلیں.....آپ ﷺ اپنی بہن کے ساتھ (کہیں) مل گئے.....

حلیمہ نے کہا:.....اس گرمی میں تم کہاں پھر رہے ہو؟ شیماء نے کہا:.....اماں! مجھے اپنے بھائی کے ساتھ تو گرمی محسوس ہی نہیں..... برابر ان کے اوپر ایک بدلی سایہ کئے رہتی ہے.....جب کہیں ٹھہر جاتے تھے بدلی بھی (ان کے اوپر) ٹھہر جاتی تھی..... یہ چل دیتے تو بدلی بھی ان کے اوپر چل دیتی تھی.....

شمائل محمدیہ میں مذکور ہے کہ حلیمہ نے کہا:.....جس روز سے ہم نے آپ کو لیا کبھی

ہم کو چراغ کی ضرورت نہیں رہی..... آپ کے چہرہ کی روشنی تو چراغ سے بھی زیادہ نورانی تھی..... اگر ہم کو کسی جگہ چراغ کی ضرورت پڑتی تو ہم آپ کو وہاں لے جاتے آپ کی برکت سے تمام مقامات روشن ہو جاتے.....

یہ بھی روایت میں آیا ہے کہ حلیمہ جب آپ کو لے کر بتوں کی طرف گئیں تو ہبل اور دوسرے بت آپ کی تعظیم میں اپنی اپنی جگہ سرنگوں ہو گئے اور سنگ اسود کے پاس لے کر گئیں تو سنگ اسود خود اپنی جگہ سے نکل کر آپ کے منہ کو چمٹ گیا.....

یہ مروی ہے کہ حلیمہ آپ کو دودھ پلانے لگیں تو پستانوں سے اتنا دودھ بہنے لگا جو دس بلکہ اس سے بھی زیادہ بچوں کے لئے کافی ہوتا..... جب حلیمہ آپ کو لے کر کسی خشک وادی میں سے گزرتیں تو وہ فوراً سرسبز ہو جاتی..... حضرت حلیمہ خود سنتی اور دیکھتی تھیں کہ پتھر اور درخت آپ کو سلام کرتے تھے اور درختوں کی شاخیں آپ کی طرف جھک جاتی تھیں.....

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کا رضاعی بھائی دونوں ساتھ ساتھ بکریاں چرایا کرتے تھے..... رضاعی بھائی کا بیان ہے کہ:..... میرا رضاعی بھائی جب کسی وادی پر جا کر کھڑا ہوتا تھا تو وہ فوراً سرسبز ہو جاتی تھی..... اور بکریوں کو پانی پلانے کے لئے ہم کنوئیں پر آتے تھے تو کنوئیں کا پانی ابل کر کنوئیں کے منہ تک آجاتا تھا..... جب آپ دھوپ میں کھڑے ہوتے تھے تو بدلی آکر سایہ کر لیتی تھی اور جنگلی جانور آپ کے پاس آکر آپ کو چومتے تھے.....

(حوالہ ام السیر)

باب نمبر 4

نبوت ملنے کے بعد کے واقعات

امام بیہقی اور ابو نعیم نے حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ بنی ہاشم کا ایک پہلوان تھا..... اس کا نام رُکانہ تھا..... وہ تمام لوگوں سے زیادہ بہادر اور قوی تھا..... وہ مشرک تھا اور وادی اضم میں بکریاں چرایا کرتا تھا..... ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کاشانہ اقدس سے نکلے اور اس وادی میں تشریف لے گئے..... آپ ﷺ نے رکانہ سے ملاقات کی..... اس وقت حضور نبی کریم ﷺ کے ساتھ کوئی اور آدمی نہ تھا.....

رُکانہ آپ کے پاس آ کر کہنے لگا: اے محمد (ﷺ) کیا آپ وہ شخص ہیں جو ہمارے بتوں لات و عزیٰ کو دشنام طرازی کرتے ہیں..... اور اپنے حکیم اور عزیز رب کی طرف دعوت دیتے ہیں..... اگر ہمارے اور آپ کے درمیان قرابت داری کا تعلق نہ ہوتا تو میں آپ سے کوئی گفتگو نہ کرتا بلکہ آپ کو قتل کر دیتا..... آج آپ اپنے عزیز اور حکیم رب کو بلالیں..... کہ وہ مجھ سے آپ کو بچا لے..... میں عنقریب آپ پر ایک معاملہ پیش کرنے لگا ہوں..... وہ یہ کہ کیا آپ مجھے پچھاڑ دیں گے؟

آپ اپنے عزیز اور حکیم رب کو بلالیں کہ وہ میرے خلاف آپ کی اعانت کرے..... میں بھی لات و عزیٰ کو بلالیتا ہوں..... اگر آپ نے مجھے پچھاڑ دیا تو پھر میرے ریوڑ سے آپ کو اپنی پسند کی بکریاں لینے کی اجازت ہوگی..... اس وقت نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اگر تو کشتی لڑنا چاہتا ہے تو میں اس کے لئے تیار ہوں.....

حضور ﷺ نے دعا کے لئے ہاتھ بلند کئے..... پھر اس کو پچھاڑ دیا..... اور اس کے سینے پر بیٹھ گئے..... رُکانہ نے کہا: آپ میرے سینے سے اٹھ جائیں..... آپ وہ ذات نہیں جس نے مجھے پچھاڑا ہے بلکہ آپ سے کشتی لڑنے سے پہلے کسی شخص نے بھی میرا پہلو زمین پر نہیں لگایا تھا.....

رُکانہ نے کہا: آئیں ہم دوبارہ کشتی لڑتے ہیں..... اگر آپ نے مجھے اس کشتی میں مغلوب کرلیا پھر آپ کو میرے اس ریوڑ سے اپنی پسند کی دس اور بکریاں لینے کی اجازت ہوگی..... آپ ﷺ نے پھر دعا کے لئے اپنے ہاتھوں کو بلند کر دیا..... حضور ﷺ نے کشتی میں رکانہ کو پھر مغلوب کر دیا اور آپ کے سینے پر بیٹھ گئے.....

رُکانہ نے کہا: آپ اٹھ جائیں..... آپ نے مجھے مغلوب نہیں کیا بلکہ آپ کے حکیم اور عزیز معبود نے مجھے شکست سے دوچار کیا ہے اور لات وعزیٰ نے مجھے رسوا کر دیا ہے..... آپ سے قبل کوئی شخص بھی میرا پہلو زمین پر نہیں لگا سکا تھا..... رُکانہ نے پھر کہا: اگر اب تیسری مرتبہ آپ نے مجھے پچھاڑ دیا تو پھر میں آپ کو اپنے ریوڑ کی دس ایسی بکریاں آپ کو دوں گا جو آپ پسند فرمائیں گے.....

آپ ﷺ نے تیسری مرتبہ بھی رُکانہ کو پچھاڑ دیا..... رُکانہ نے کہا: آپ نے مجھے نہیں پچھاڑا آپ کے عزیز وحکیم رب نے مجھے مغلوب کیا ہے..... مجھے لات وعزیٰ نے رسوا کر دیا ہے..... وہ میری بکریاں چر رہی ہیں ان میں سے آپ جو چاہیں پسند کرلیں..... حضور ﷺ نے فرمایا میں بکریوں کی خواہش نہیں کرتا..... میں تو تجھے اسلام کی دعوت دیتا ہوں..... مجھے یہ پسند نہیں کہ تو آتش جہنم کا ایندھن بنے..... اگر تو اسلام قبول کرلے گا تو بچ جائے گا..... رُکانہ نے کہا: میں اس وقت تک ہرگز اسلام قبول نہیں کروں گا جب تک آپ ﷺ مجھے کوئی نشانی نہ دکھادیں.....

آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تیرا کوئی گواہ ہے کہ اگر میں اپنے رب سے دعا مانگوں اور

وہ تجھے کوئی نشانی دکھادے تو تو میرے دعوت پر لبیک کہے گا؟ رُکانہ نے کہا: ہاں..... آپ ﷺ کے قریب ہی ایک ببول کا درخت تھا..... جس کی کئی چھوٹی بڑی شاخیں تھیں..... حضور نبی کریم ﷺ نے اس کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا: اللہ کے حکم سے میری طرف آجا..... وہ درخت دو حصوں میں تقسیم ہوگیا اس کا ایک حصہ اپنے تنے اور شاخوں سمیت بارگاہ مصطفویہ ﷺ میں حاضر ہوگیا..... وہ درخت حضور نبی کریم ﷺ اور رکانہ کے درمیان آکر کھڑا ہوگیا.....

یہ معجزہ دیکھ کر رکانہ نے کہا: آپ نے مجھے ایک عظیم علامت دکھائی ہے..... اب آپ اس کو حکم دیں کہ یہ دوبارہ اپنی جگہ پر چلا جائے..... حضور ﷺ نے اس سے کہا کیا تو اللہ کو گواہ بناتا ہے کہ اگر میں اپنے رب سے دعا مانگوں اور یہ درخت واپس اپنی جگہ چلا جائے تو تو اسلام قبول کرلے گا؟ رُکانہ نے کہا: ہاں میں آپ کی دعوت قبول کرلوں گا..... وہ درخت اپنی شاخوں اور تنے سمیت واپس چلا گیا..... اور دوسرے حصے کے ساتھ مل گیا.....

حضور ﷺ نے فرمایا: اے رکانہ! اسلام قبول کرلے تو بچ جائے گا..... رُکانہ نے جواب دیا: اگرچہ آپ نے ایک عظیم معجزہ دکھایا ہے..... لیکن میں صرف اس وجہ سے اسلام قبول نہیں کروں گا کہ شہر کی عورتیں اور بچے میرے متعلق کہیں گے کہ میں نے اسلام صرف اس خوف اور ڈر کی وجہ سے قبول کیا ہے..... جو آپ ﷺ کی وجہ سے میرے دل میں داخل ہوگیا..... حالانکہ شہر کی تمام عورتیں اور بچے جانتے ہیں کہ آج تک نہ ہی کسی شخص نے مجھے پچھاڑا ہے اور نہ ہی میرا دل مرعوب ہوا ہے..... اب آپ اپنی بکریاں لے لیجئے.....

آپ ﷺ نے فرمایا: اگر تو اسلام قبول نہیں کرتا تو مجھے تیری بکریوں کی ضرورت نہیں.... حضور ﷺ واپس تشریف لے آئے.... حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر

فاروق رضی اللہ عنہما بھی آپ ﷺ کو تلاش کرتے کرتے اس مقام پر آ گئے..... انہیں اطلاع ملی تھی کہ حضور ﷺ وادی اضم کی طرف تشریف لے گئے ہیں..... یہ بات مشہور تھی کہ رُکانہ کی وادی میں کوئی شخص بھولے سے بھی قدم نہیں رکھ سکتا تھا..... وہ دونوں حضرات آپ ﷺ کی جستجو میں نکلے..... انہیں یہ خدشہ لاحق ہو گیا کہ حضور ﷺ کی ملاقات رُکانہ سے ہو جائے اور وہ آپ ﷺ کو شہید نہ کر دے.....

انہوں نے ہر نشیب و فراز میں آپ کو تلاش کرنا شروع کیا..... اچانک انہوں نے دیکھا کہ نبی محترم ﷺ سامنے سے تشریف لا رہے ہیں..... انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! آپ اس وادی میں اکیلے کیسے تشریف لے آئے..... حالانکہ یہ بات سب لوگ جانتے ہیں کہ یہ رُکانہ کی وادی ہے..... اور وہ تمام لوگوں سے زیادہ بہادر ہے اور آپ ﷺ کو جھٹلانے میں سب سے آگے ہے..... حضور ﷺ نے مسکراتے ہوئے فرمایا: اس کی رسائی مجھ تک ناممکن تھی..... میرے ساتھ اللہ تعالیٰ ہے.....

حضور ﷺ نے انہیں تمام داستان سنانا شروع کی..... آپ ﷺ کے معجزہ کے متعلق سن کر ان دونوں نے تعجب کا اظہار کیا..... انہوں نے حیرت کا اظہار کرتے ہوئے پوچھا: یا رسول اللہ ﷺ! کیا آپ نے رُکانہ کو پچھاڑ دیا تھا..... ہمیں اس ذات کی قسم جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے..... ہم نہیں جانتے کہ کسی انسان نے اس کا پہلو زمین سے لگایا ہو..... حضور ﷺ نے فرمایا: میں نے اپنے رب سے دعا مانگی تھی..... اسی نے اس کے خلاف میری اعانت کی تھی..... (حوالہ خصائل کبریٰ و حجۃ اللہ)

ساقی کوثر کا عجیب وغریب معجزہ

اور ایک بدو کا قبول اسلام

بدو گزرا..... مدینے کی بات ہے..... آپ مجلس میں تشریف فرما تھے..... ایک کہنے لگا یہ کون ہے؟ انہوں نے کہا یہ وہی ہے جو آسمان کی خبریں بتاتا ہے..... اچھا یہ وہ ہے..... آیا..... انت الذی تقول ما تقول..... تو ہی ہے نبوت کے دعوے کرنے والا؟ آپ نے کہا ہاں..... میں ہی ہوں..... اس نے کہا:..... اگر میری قوم نے تیرے ساتھ عہد نہ کیا ہوتا..... لقتلت کشر قتلت..... میں تجھے برے طریقے سے قتل کر دیتا.....

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو غصہ آیا..... دانی اضرب عنقه..... یارسول اللہ! اجازت ہو تو گردن اڑا دوں..... آپ نے کہا نہیں عمر! صبر کرو..... تمہیں پتہ ہے درگزر کرنا نبوت کی شان ہے..... ہم تو درگزر چھوڑو..... ایک کی دس نہ سنا لیں تو صبر ہی نہیں آتا..... آپ نے کہا بھائی بدو میری مجلس میں آ کے تو میری بے اکرامی کرے..... یہ بات تیرے مناسب تو نہیں..... وہ آگے سے کہتا ہے:..... اچھا! آگے سے باتیں بھی بناتے ہو.....

وہ ایک گوہ شکار کر کے لایا ہوا تھا اور اسے اپنے اونٹ کے پالان کے ساتھ باندھا ہوا تھا..... غصے میں آیا..... اس کو کھولا اور آپ کے سامنے پھینکا..... کہنے لگا..... لا اومن اویومن هذا الضب..... میں تیری نبوت کو نہیں مان سکتا..... جب تک یہ گوہ

تیری نبوت کی گواہی نہ دے.....اب وہ گوہ مری پڑی ہے.....آپ نے فرمایا:.....
اے گوہ!.....فاجاب بلسان عربی فصیح مبین..... گوہ بولی.....کس زبان میں.....عربی میں.....فصیح میں اور کھلی زبان میں کیا بولی؟

.....لبیک وسعدیک یا زین من وافیٰ یوما القیامه..... کیا بولی؟
میں حاضر.....لبیک.....اور میری سعادت.....کون ہے تو.....یا زین من وافی یوم القیمه.....اے سارے انسانوں کے قیامت کے دن کی زینت.....اے قیامت کے دن کے انسانوں کو مزین کرنے والے.....میں حاضر ہوں حکم کیجئے.....
آپ نے فرمایا.....من تعبد ... پہلا سوال.....الوہیت کا.....لا الہ الا اللہ کا.....من تعبد ..... تو کس کی بندگی کرتی ہے؟ گوہ کہتی ہے...من فی السماء عرشه....وفی الارض سلطانه .... وفی البحر سبیله .....وفی الجنة رحمته .....وفی النار عقابه .....بدو سن رہا ہے.....صحابہ کرامؓ سن رہے ہیں.....مردہ گوہ بول رہی ہے.....

.....من فی السماء عرشه.....
میں اس کی بندگی کرتی ہوں جس کا عرش آسمانوں پر.....

.....وفی الارض سلطانه.....
میں اس کی تابعدار جس کی سلطنت زمینوں پر.....

.....وفی البحر سبیله.....
میں اس کی غلام ہوں جس کے مسخر کردہ راستے سمندر میں

.....وفی الجنة رحمته.....
میں اس کی غلام کہ جس نے جنت کو اپنی رحمت کی جگہ بنایا.....

.....وفی النار عقابه.....

اور میں اس کے سامنے اپنا ماتھا ٹیکتی ہوں.....جس نے دوزخ کو انسانوں کی بربادی کے لئے بنایا.....

پھر آپ ﷺ نے فرمایا.....من انا .....من انا .....دوسرا سوال.....میں کون ہوں؟.....من انا.....میں کون؟ سب سن رہے ہیں.....بدو بھی دیکھ رہا ہے.....آپ سوال فرما رہے ہیں.....من انا.....میں کون ہوں؟ گوہ کہتی ہے.....انت رسول رب العالمین.....و خاتم النبیین.....قد افلح من صدقت.....وقد خاب من کذبت.....یارسول اللہ! آپ رب العالمین کے رسول ہیں اور خاتم النبیین ہیں.....جو آپ کی مانے گا وہ کامیاب ہو جائے گا.....جو آپ کی ٹھکرائے گا وہ ہلاک و برباد ہو جائے گا.....

ایسا اونچا نبی عطا فرمایا.....اس لئے ہر مرد و عورت پر فرض ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کی محبت کو سیکھے.....اللہ کے بعد سب سے بڑا احسان ہم پر اللہ کے رسول کا ہے.....کہ آپ نے اپنا سب کچھ لگا کر اپنی امت تک اپنا دین پہنچایا.....پھر ہمیں اپنی رحمتوں میں شامل فرمایا..... (حوالہ خصائل کبریٰ و دلائل النبوۃ)

حضور ﷺ پر غائبانہ ایمان لانے کی فضیلت

ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمانے لگے:.....میرا جی چاہتا ہے میں اپنے بھائیوں کو دیکھوں.....تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فرمانے لگے:.....ہم آپ کے بھائی ہیں..... آپ نے فرمایا:.....نہیں تم میرے ساتھی ہو.....میرے بھائی وہ ہیں جو مجھ کو دیکھے بغیر

مجھ پر ایمان لائیں گے.....ایک صحابی نے کہا:.....رسول اللہ! مبارک ہو اس کو جس نے آپ کو دیکھا اور آپ پر ایمان لایا.....

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا سات دفعہ مبارک ہو اس پر جس نے مجھے نہ دیکھا اور مجھ پر ایمان لایا.....ان کو ایک دفعہ مبارک کہی اور ہمیں سات دفعہ کہی کہ ہم نے انہیں دیکھا نہیں لیکن ان پر ایمان لائے ہیں.....ہم نے ان کو دیکھا نہیں لیکن ان کے طریقے کی دعوت دے رہے ہیں.....

عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا اسلام

کتاب اصل یعنی عیون الاثر میں سابقین اولین یعنی ان بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نام شمار کرائے گئے ہیں جو اسلام کے ابتدائی زمانے میں مسلمان ہوئے ان ہی میں حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا نام بھی ہے.....ان کے مسلمان ہونے کا جو سبب ہے وہ خود وہی بیان کرتے ہیں کہ:....."میں ایک روز عقبہ ابن معیط کے خاندان کی بکریاں چرا رہا تھا اسی وقت رسول اللہ ﷺ وہاں آ گئے.....آپ ﷺ کے ساتھ ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی تھے.....

آنحضرت ﷺ نے مجھ سے پوچھا:...کیا تمہارے پاس دودھ ہے؟...

میں نے عرض کیا:...جی ہاں! ہے مگر میں امین ہوں (یعنی دودھ امانت ہے)

آپ ﷺ نے پوچھا:.....کیا تمہارے پاس کوئی ایسی بکری ہے جس پر ابھی تک کوئی نر نہ اترا ہو.....یعنی جو اَب تک گابھن نہ ہوئی ہو؟

میں نے کہا:..... ہاں.....اس کے بعد میں ایک ایسی بکری آپ کے پاس لے کر آیا جس کے اب تک تھن نہیں لٹکے تھے.....آپ نے اس کے تھنوں کی جگہ ہاتھ

پھیرا..... اسی وقت اس بکری کے تھن دودھ سے بھر کر لٹک گئے..... کتاب عیون الاثر میں یہ واقعہ اسی طرح ہے.....

غرض حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ میں آنحضرت ﷺ کو ایک صاف پتھر کے پاس لے آیا جہاں آپ نے اس بکری کا دودھ دوہا پھر آپ نے حضرت ابو بکرؓ کو بھی وہ دودھ پلایا اور مجھے بھی پلایا..... اس کے بعد خود آپ نے پیا..... اس کے بعد آپ نے بکری کے تھن سے فرمایا:..... سمٹ جا..... چنانچہ وہ تھن فوراً ہی پھر ویسے ہی ہو گئے جیسے پہلے تھے یعنی ان کا وجود ہی نہیں رہا.....

بت سے غیبی آواز نے مسلمان کر دیا

راشد بن عبد ربہؓ کا بیان ہے عرب کے ایک قبیلے کے بت کا نام سواع تھا..... لوگوں نے مجھے کچھ تحائف دیئے تا کہ سواع کے ہاں چڑھا آؤں..... میں سواع کے پاس جاتے ہوئے ایک اور بڑے بت کے پاس پہنچا تو وہاں سے آواز آئی:.....

"العجب كل العجب من خروج نبيٍ من بنى عبدالمطلب يحرم الزناء والواء ذبح الاصنام وحرمت السماء ورسينا بالشهب العجب كل العجب..."

اس کے بعد ایک اور بت سے آواز سنائی دی:.....

"ترک الضماد وكان يعبد مرة اخرج نبى يصلى الصلوٰة ويامر بالزكوٰة والصيام....."

پھر ایک اور بت سے آواز آئی:.....

ان الذی ورثہ النبوت والمهدی

بعد ابن مریم من قریش احمد

یہاں سے فارغ ہو کر میں سواع کے پاس گیا..... میں نے دیکھا دو لومڑیاں اس کے اردگرد گھوم رہی ہیں اور لوگوں نے جو نذر پیش کی تھی ان سے لطف اندوز ہو رہی ہیں..... سیر ہونے کے بعد ان لومڑیوں نے ٹانگ اٹھا کر بت پر پیشاب کیا اور چلتی بنیں..... میں نے یہ نظارہ دیکھ کر کہا:.....

ارب تبول الشعبان براسہ

لقد ذل من بالت علیہ الثعالب

یہ وہ وقت تھا کہ رسول اللہ ﷺ مدینہ کو ہجرت کر چکے تھے..... میں مدینہ پہنچا..... ان دنوں میرا نام ظالم تھا..... میرے پاس ایک کتا تھا جسے راشد کہتے تھے.....

حضور ﷺ نے مجھے دیکھ کر پوچھا:..... تمہارا نام کیا ہے؟

میں نے بتایا:..... ظالم.....

آپ ﷺ نے دریافت کیا اس کتے کا کیا نام ہے؟

میں نے کہا:..... راشد.....

آپ ﷺ نے فرمایا: آج سے تمہارا نام راشد ہوگا اور تمہارے کتے کا نام ظالم...

میں نے اسلام قبول کر لیا اور حضور ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے بعد عرض کیا کہ مجھے میرے علاقے میں ایک جاگیر عطا کی جائے..... حضور ﷺ نے مجھے فرمایا:..... جہاں تک تمہارا گھوڑا دوڑ سکے اور تم تین پتھر پھینکتے چلے جاؤ..... اتنی جاگیر تمہاری ہوگی..... ایک لوٹا پانی کا مجھے دے کر اس میں کلی کر کے تھوڑا سا پانی ڈال دیا اور فرمایا:..... اسے اپنی زمین میں گرا دو اور اپنی ضرورت سے زائد پانی کے استعمال سے

لوگوں کو نہ روکیں.....

راشد نے ایسا ہی کیا..... پانی کا ایک چشمہ ابل پڑا..... کھجوروں کے درخت لگائے گئے.....گردونواح کے لوگ بیماری سے شفا حاصل کرنے کے لئے اس چشمہ سے غسل کرتے تھے اور چشمے کا نام ماء الرسول رکھا گیا.....کہتے ہیں کہ راشد نے جہاں پتھر پھینکا تھا ابھی تک تمام خراج و معاملات سے باہر ہے..... (حوالہ حجۃ اللہ و مدارج النبوۃ)

ایک جن نے اسلام کا راہ دکھایا

اور نبی ﷺ کی دعا نے گھر بسایا

عبداللہ معافی کہتے ہیں کہ ہمارے قبیلہ کا ایک شخص مازن بن عضوب عمان میں ایک بستی سمایا میں ایک بت کی خدمت کیا کرتا تھا.....مازن کہتا ہے ایک دن ہم نے بت پر بھینٹ چڑھائی (اس کے چرنوں میں جانور ذبح کیا) تو میں نے بت کے اندر سے یہ آواز سنی:.....اے مازن سنو خوش ہو جاؤ کہ خیر ظاہر ہوگئی اور شر چھپ گیا.....مضر سے ایک نبی اللہ کا دین لے تشریف لے آیا ہے اب تم بت پرستی چھوڑ دو.....نار جہنم سے آزاد ہو جاؤ گے.....میں اس آواز پر سخت دہشت زدہ ہو گیا.....

چند دن بعد ہم نے پھر ایک بھینٹ چڑھائی تو بت سے پھر یہ آواز آئی:.....سنو! جاہل نہ بنو یہ نبی مرسل حق لے کر آ گئے ہیں ان پر ایمان لاؤ تا کہ آتش شعلہ بار سے نجات پاسکو جس کا ایندھن پتھر ہیں.....مازن کہتا ہے تو میں نے سوچا یہ بڑی تعجب خیز بات ہے یقیناً قدرت مجھے کسی نعمت سے نوازنا چاہتی ہے.....چند دن بعد اہل حجاز میں سے ایک آدمی ہمارے پاس آیا میں نے کہا کوئی تازہ خبر؟ کہنے لگا ایک نبی ظاہر ہوا ہے

جس کا نام احمد (ﷺ) ہے اطاعت خداوندی کا حکم دیتا ہے.....

میں نے بت کے ٹکڑے کیئے.....اور سفر کرتا ہوا بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں جا کر حاضر ہوا..... (حوالہ ایضاً)

سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام

سلمان آپ کا نام ہے.....ابوعبداللہ کنیت.....فارس کے ایک قصبہ جیؒ کے رہنے والے تھے.....خاندانی طور پر شاہان فارسی سے ملتے تھے.....آپ کی عمر کے بارے میں مختلف روایات ملتی ہیں اس پر سب ہی متفق ہیں کہ اڑھائی سو سال سے بہر حال زیادہ ہے.....بعض اہل سیر نے تو ساڑھے تین سو سال عمر بتائی ہے اور کہتے ہیں آپ نے عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں کا زمانہ پایا ہے.....

اپنی داستان اپنی زبانی

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں.....حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے اپنی کہانی اپنی زبانی مجھے یوں بیان کی کہ میرا والد بستی جیؒ کا نمبردار تھا.....میری محبت اور نگہداشت میں خاصی حفاظت کرتا تھا.....فرماتے ہیں ہم مجوسی تھے میرے والد نے مجھے آتش کدہ کی نگرانی سپرد کر رکھی تھی اور حکم تھا کہ یہ آگ بجھنے نہ پائے.....

فرماتے ہیں:.....ایک مرتبہ مجھے باہر کے کھیتوں کی نگہداشت کے لئے بھیجا گیا اور ساتھ ہی تاکید کی کہ بہت جلد واپس آنا ہے.....میں ایک گرجا کے قریب سے گزرا تو ان کی دعا ہو رہی تھی.....ان دعائیہ کلمات نے میرے دل پر اثر کیا.....میں نے یقین کر لیا کہ یہ عقیدہ ہمارے عقیدہ سے بہتر معلوم ہوتا ہے.....میں نے ان لوگوں کی

گفتگو میں دلچسپی لی..... متعدد سوالات کئے..... گھر پہنچنے میں دیر ہو گئی.....

میرے والد نے تلاش کے لئے آدمی دوڑائے..... گھر پہنچا تو والد نے دیر سے آنے کا سبب پوچھا..... میں نے صاف صاف بات کہہ دی..... والد نے مجھے ہر طریقہ سے سمجھایا کہ ہمارا دین صحیح ہے..... حق ہے..... باقی ادیان باطل ہیں..... میں سنتا رہا..... مگر باپ کی ساری تقریر نے دل پر اثر نہیں کیا اور کہہ دیا:..... ابا جی! سچ تو یہ ہے کہ دین نصرانیت حق ہے..... بس پھر کیا تھا مصائب کے پہاڑ ٹوٹ پڑے..... دکھوں کا آغاز ہو گیا.....

ہجرت سلمان رضی اللہ عنہ

سیدنا سلمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:..... میرے اس فقرہ سے کہ عیسائیت حق ہے..... میری آزمائش کا دور شروع ہو گیا..... مجھے ایک کمرہ میں بند کر دیا گیا..... گھر سے باہر جانے پر پابندی عائد کر دی گئی..... پاؤں میں بیڑیاں پہنچا دی گئیں..... اب میرے لئے اس کے بغیر کوئی چارہ نہیں تھا کہ کسی نہ کسی طریقہ سے یہاں سے نکل جاؤں..... میں نے خفیہ طور پر عیسائیوں سے رابطہ قائم کر لیا اور انہیں کہا کہ جب کوئی قافلہ شام کو جائے تو پتہ دینا..... ایک قافلہ کے ساتھ نکل بھاگنے کا اتفاق ہو گیا.....

شام جا کر پوچھا کہ یہاں بڑا عالم کون ہے؟ لوگوں کے بتانے پر میں اس بڑے پادری عالم کے پاس پہنچ گیا اور اپنی ساری داستان سرگزشت سنا دی اور درخواست کی کہ مجھے اپنے پاس رکھ کر دین سکھائیں..... اس عالم نے مجھے اپنے پاس رہنے کی اجازت دے دی..... آپ فرماتے ہیں میں دیر تک اس کے پاس رہا مگر وہ عالم اچھا ثابت نہ ہوا..... جو کچھ وہ لوگوں کو کہتا تھا خود نہیں کرتا تھا..... حریص تھا..... طماع تھا..... خائن تھا..... اس کے مرنے پر لوگوں کو معلوم ہوا کہ اس کے پاس سات مٹکے اشرفیوں

سے بھرے ہوئے ہیں..... تو لوگوں نے اس کی تجہیز و تکفین سے انکار کر دیا..... اس کی میت کو سولی پر چڑھا کر سنگسار کیا.....

اس کی جگہ پر دوسرے عالم کو بٹھا دیا..... جو نہایت عابد..... زاہد..... متقی تھا..... شب زندہ دار تھا..... مجھے اس عالم سے اس قدر محبت ہوئی کہ پہلے کسی سے نہ ہوئی تھی..... جب اس کی موت کا وقت قریب آیا تو میں نے اس سے کہا کہ مجھے بتا دیں کہ آپ کے بعد کس کی خدمت میں حاضری دوں..... مذہبی معاملات و مسائل میں کس سے راہنمائی حاصل کروں..... اپنی روحانی پیاس بجھانے کے لئے کس چشمہ کی طرف رخ کروں..... اس نے کہا موصل کے فلاں عالم کے پاس پہنچ جانا..... چنانچہ وہاں پہنچا..... ایک عرصہ وہاں رہا..... خدمت کی..... انہوں نے اپنی موت کے موقعہ پر مجھے وصیت کی کہ میں ان کے بعد نصیبین کے فلاں عالم کی طرف جاؤں.....

چنانچہ وہاں حاضر ہوا کافی عرصہ رہا..... خدمت کی..... آخر آپ کی وصیت کے مطابق شہر عمودیہ کے ایک عالم کی خدمت میں پہنچا..... جب ان کی موت کا وقت قریب آیا تو میں نے اپنی سرگزشت سنا کر پوچھا آپ فرمائیں اب مجھے کیا کرنا چاہئے؟ کہاں جانا چاہئے؟ کس سے ملوں؟ کون گلے لگائے گا؟ کون پیاس بجھائے گا؟ دیر ہوگئی..... تھک گیا ہوں..... مطلوب نہیں مل سکا.....

سرزمین عرب میں نبی ﷺ کا ظہور

مرتے ہوئے اس عالم نے بتایا میری نظر میں اس وقت کوئی ایسا راہنما نہیں جو تجھے صحیح راستے پر چلا سکے..... البتہ میری معلومات تحقیقہ کے پیش نظر نبی آخر الزمان کے ظہور کا زمانہ قریب آگیا ہے..... صحرائے عرب میں اس کا ظہور ہوگا..... اس کا دین دین ابراہیمی ہوگا..... وہ ایک کھجوروں کے علاقہ کی طرف ہجرت کرے گا.....

اگر تم سے ہمت ہو سکے..... سفر طے کر سکو..... محبوب و مطلوب کے متلاشی ہو تو اس تک پہنچنے کی کوشش کر لینا..... وہ تمہارے سبھی دکھوں کی دوا ہے..... تمہارے سب مرضوں کا علاج ہے..... تمہاری پریشانیوں کا سکون ہے..... وہی ہے جو تمہارے غموں کا مداوا ثابت ہوگا.....

علامات

اس پادری نے سیدنا سلمان فارسی سے کہا اگر ان میں یہ علامات پائی جائیں تو یقین کر لینا وہی رسول موعود ہیں:.....

1) وہ صدقہ کا مال نہیں کھائیں گے.....
2) وہ ہدیہ قبول کر لیں گے.....
3) نخلستانی علاقہ کی طرف ہجرت کریں گے.....
4) دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت ہوگی.....

جب تم تسلی کر لو کہ یہ چاروں نشانات ان کے اندر پائی جاتی ہیں تو یقین کر لینا کہ یہی وہ نبی موعود ہیں..... یہی وہ رسول آخر ہیں..... سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ پادری مجھے یہ نصیحتیں کرنے کے بعد فوت ہو گیا..... میں متلاشی رہا کہ مجھے کوئی قافلہ مل جائے جو سرزمین عرب میں لے جائے..... فرماتے ہیں:..... میرے پاس گائے بکریاں جمع ہو گئیں تھیں..... اتفاق سے قافلہ بھی مل گیا..... میں نے کہا یہ سارا مال تمہیں دے دوں گا مجھے اپنے ساتھ عرب لے چلو.....

بات طے ہو گئی مگر میرے ساتھ سلوک یہ ہوا کہ اس قافلہ نے مجھے غلام بنا کر وادی قریٰ کے ایک یہودی کے ہاتھ بیچ دیا..... جب اس یہودی کے ساتھ آیا تو مجھے محسوس ہوا کہ شاید یہی وہ سرزمین ہے جس کے متعلق مجھے بتایا گیا ہے..... اس تذبذب میں تھا

کہ یہودی نے بنوقریظہ کے دوسرے یہودی کے ہاتھ بیچ دیا..... یہ یہودی مجھے سرزمین مدینہ منورہ لے آیا..... باغات دیکھے..... کھجوریں مشاہدہ کیں..... دل نے یقین کرلیا..... نخلستان تو پہنچ گیا ہوں۔

بھڑک جاتی ہے جب یہ آگ تو بجھنے نہیں پاتی
چراغ عشق جل جاتا ہے تو بجھنے نہیں پاتا

"حتیٰ قدمت المدینة فواللہ ما ھو الا ان رایتھا فعرفتھا الصفة صاحبی وایقنت آنمھا ھی البلدة الھی وصفت لی"

"جب میں مدینۃ الرسول پہنچا تو اللہ کی قسم میں نے دیکھتے ہی پہچان لیا.... یہ وہی مقدس شہر ہے... یہی محبوب نگر ہے جس کے متعلق مجھے بتایا گیا تھا.."

سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:..... دیار محبوب میں پہنچنے تک میں دس بار بکا اور میرے خریداروں نے بڑی بے رغبتی لاپرواہی سے چند ٹکوں میں خریدا.....

جب تک بکے نہ تھے کوئی پوچھتا نہ تھا
تو نے خرید کر انمول کر دیا

کھوٹے سکوں اور چند درہموں میں خریدنے والوں کو کیا خبر تھی یہ کون ہے اس کی قیمت کیا ہے..... انہیں کیا خبر تھی کہ یہ چند دنوں بعد ہی کسی بازار عشق ومحبت میں خریدا جانے والا ہے..... انہیں کیا خبر تھی کہ اس کے خریداروں میں سیاح لامکاں حصہ لینے والے ہیں..... انہیں کیا خبر تھی کہ اس کی قیمت پڑنے والی ہے..... سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے ان خریداروں نے وہی منظر پیش کیا..... جس کا ذکر قرآن مقدس فرماتا ہے:.....

"وشروہ بثمن بخش دراھم معدودہ..."

"انہوں نے چند کھوٹے سکوں کے بدلہ میں بیچ دیا....."

فرماتے ہیں میں اپنے یہودی مالک کے باغ میں کام کرتا رہا..... وقت آیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور ہوا..... آپ ہجرت فرما کر مدینۃ الرسول میں پہنچ گئے..... میں درخت پر شاخوں کی کانٹ چھانٹ کرر ہا تھا..... میرا مالک نیچے بیٹھا تھا.... میرے مالک کا ایک رشتہ دار آیا اس نے کہا:..... اللہ تعالیٰ انصار کو غارت کرے.... قبا کے اندر کسی شخص کو رسول و نبی مانے بیٹھے ہیں..... وہ مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے یہاں آیا ہے.....

سیدنا سلمان فارسی ﷺ فرماتے ہیں اس یہودی کی آواز میری کانوں میں پڑی..... تو مجھ پر وجد طاری ہو گیا..... جسم میں اس قدر لرزہ ہوا کہ مجھے خطرہ ہوا کہیں نیچے نہ گر پڑوں..... یہودی آپ کی اس حالت پر سخت متعجب تھا آپ کی زبان بار بار وجدائی کیفیت سے یہ شعر جاری تھا۔

اخلائی لا واللہ ما انا منکما

اذا علم من آل لیلیٰ بدالیا

"میرے دوستو خدا کی قسم اب میں تمہارے کام کا نہیں رہا..... کہ مجھے دیار حبیب کا پہاڑ نظر آ گیا ہے....."

فرماتے ہیں کہ میں نے کام ختم کیا..... لرزتا کانپتا درخت کے نیچے اترا..... اس یہودی سے کہا یار کیا بات کر رہے تھے..... اب ذرا پھر سناؤ تو سہی..... میرے مالک نے ناراضگی کے ساتھ مجھے طمانچہ مارا تمہیں ایسی باتوں سے کیا تعلق..... جاؤ اپنا کام کرو اور خبر دار آئندہ ایسی بات کی.....

پہلی علامت کی تصدیق

پہلی علامت نخلستان والی تھی جو آپ نے مدینہ میں حاضر ہوتے ہی دیکھ لی تھی کہ علاقہ کھجوروں کا ہے ..... نخلستان کا صحیح مصداق یہی زمین ہے ..... یہ پہلی تصدیق باعث اطمینان ہوچکی تھی.....

دوسری علامت کی تصدیق

دوسری علامت یہ بتائی گئی کہ وہ رسول صدقہ قبول نہیں کریں گے..... آپ فرماتے ہیں میں صدقہ لے کر قبا حاضر ہوا اور عرض کیا حضور یہ صدقہ آپ کے لئے اور آپ کے صحابہ کرام کے لئے لایا ہوں قبول فرمائیں..... آپ نے فرمایا میرے لئے صدقہ جائز نہیں..... یہ فرمایا اور صدقہ صحابہ کرام کے سپرد کردیا..... سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے منظر دیکھ کر یقین کرلیا کہ یہی رسول ہیں.....

تیسری علامت کی تصدیق

آپ فرماتے ہیں کہ جب حضور ﷺ قبا سے چل کر مدینۃ الرسول جلوہ گر ہوئے تو پھر کچھ لے کر حاضر ہوا..... عرض کی حضور صدقہ تو آپ قبول نہیں کرتے اب ہدیہ لایا ہوں..... شرف قبولیت سے نوازیں..... آپ نے قبول فرمالیا..... تو میرا یقین مزید بڑھ گیا کہ تیسری علامت بھی سچی ثابت ہوگئی.....

چوتھی علامت کی تصدیق

اب سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اس موقع کی تلاش میں تھا کہ آخری علامت دونوں شانوں کے درمیاں مہر نبوت کو کس طرح دیکھوں.....

ایک دن آپ جنت البقیع میں ایک جنازہ کے ساتھ تشریف لے گئے..... میں نے جھک کر سلام عرض کیا..... میں آگے سے اٹھ کر پشت مبارک کے پیچھے آکر بیٹھ گیا کہ مہر نبوت کی زیارت کر سکوں.....

حضور صلی اللہ علیہ وسلم میری اس کیفیت کو جان گئے..... فوراً پشت مبارک سے چادر اٹھادی..... میں نے مہر نبوت کو دیکھا اور چوما اور رویا..... حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سامنے آجاؤ..... میں سامنے حاضر ہو گیا..... (حوالہ مدارج النبوۃ و دلائل النبوۃ)

اسلام سلمان فارسی رضی اللہ عنہ

سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سے اٹھ کر سامنے حاضر ہو گیا..... تو آپ نے اسی وقت مجھے مشرف بہ اسلام فرمایا بس یہ آخری سوال تھا جو حل ہو گیا..... قربان جائیں سیدنا سلمان آپ کے مقدر پر کہ آپ کس محبوب کی گود میں پڑے ہیں..... لاکھوں سلام ہوں آپ کے لمحہ حیات پر جس میں سید الانبیاء نے آپ کو صدیوں کے دکھوں سے نجات دلائی اور سینہ نبوت سے لگایا..... پیار فرمایا..... سرفراز کیا۔

وہ گوہر مقصود کہ تھی جس کی تمنا

جھولی میں دیا ڈال تیرے دست عطا نے

آپ سے جب کوئی پوچھتا..... آپ کون ہیں اور کس کے بیٹے ہیں تو آپ فرماتے ہیں سلمان ہوں اور اسلام کا بیٹا ہوں..... حافظ ابن قیم لکھتے ہیں:.....

سلمان کا نام پوچھو تو .... عبداللہ ہے.....

ان کی نسبت پوچھو تو .... ابن الاسلام ہے.....

ان کی دولت پوچھو تو .... فقر ہے.....

ان کی دکان پوچھوتو .... مسجد ہے.....

ان کا لباس پوچھوتو .... تقویٰ ہے.....

ان کا ارادہ پوچھوتو .... وہ رضائے الٰہی ہے.....

ان کی کمائی پوچھوتو .... صبر ہے.....

اگر یہ پوچھو وہ کہاں جا رہے ہیں .... تو وہ جنت کی طرف کہتے ہیں.....

اگر یہ پوچھو ان کا ہادی کون ہے .... تو وہ سید الانبیاء ﷺ ہیں.....

ما ذانحن اولجنا وانت واما منا..... کفی بالمطایا

طیب ذکرک حادیا

وان نحن اضلانا الطریق ولم نجد .....ولیلا کفانا نور

وجھک ھادیا

''اے آقا! اگر اندھیری رات میں آپ ہمارے قائد ہوں تو اونٹ چلانے کیلئے بطور حدی تیرا ذکر کافی ہے.....اگر ہم راستہ بھٹک جائیں اور کوئی راہنما نہ پائیں.....تو تیرا جمال جہاں آراء ہی کافی ہادی ثابت ہوگا.....''

حضور ﷺ نے سلمان رضی اللہ عنہ کی آزادی کیلئے ۳۰۰ کھجوریں لگائیں

سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں.....اے ابن عباس جس طرح میں نے ایک سارا واقعہ تمہیں تفصیل سے سنا دیا ہے.....اسی طرح میں نے اپنی ساری روداد صحابہ کرام کے مجمع میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کی.....آپ قبول اسلام کے بعد حسب معمول اپنے مالک کے باغ میں کام کرتے رہے.....

ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:.....اے سلمان اپنے آقا سے کتابت کرلو.....یعنی اسے کچھ معاوضہ دے دو.....وہ تمہیں آزاد کر دے.....سیدنا سلمان رضی اللہ عنہ نے اپنے آقا سے بات کی اس نے کہا سلمان اگر کتابت چاہتے ہو تو چالیس اوقیہ سونا ادا کر دو.....اور تین سو درخت کھجوروں کے لگا دو.....جب وہ پھل دینے لگ جائیں گے تو تم آزاد ہو.....

سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے یہ سارا واقعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا..... آپ نے صحابہ سے فرمایا:.....سلمان کے لئے پودوں سے امداد کرو.....کوئی دس لے آیا.....کوئی بیس..... یہاں تک کہ تعداد پوری ہوگئی.....سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے فرمایا جاؤ گڑھے بنا کر رکھو..... پودے میں خود آکر لگاؤں گا.....گڑھے تیار ہوگئے..... حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور اپنے دست مبارک سے پودے گڑھوں میں رکھ دیئے اور دعا برکت فرمادی.....

ایک سال نہ گزرنے پایا تھا کہ باغ نے پھل دے دیا.....تین سو پودوں میں سے ایک بھی ایسا نہ تھا جو خشک ہوگیا..... یا پھل نہ دیا ہو.....درختوں کا قرض تو اتر گیا.....۴۰ اوقیہ سونا باقی رہ گیا تھا.....ایک شخص نے دربار رسالت میں حاضر ہو کر سونے کی ڈلی پیش کی.....

آپ نے فرمایا: سلمان کہاں ہے؟

عرض کیا: حاضر ہوں.....

فرمایا: یہ سونا لے جاؤ اور اپنے مالک کا یہ قرض بھی چکا دو.....

بظاہر وہ تھوڑا معلوم ہوتا تھا.....میں نے عرض کی سونا تھوڑا ہے.....فرمایا اللہ تعالیٰ اس سے تمہارا قرض ادا کر دے گا..... چنانچہ سونے کو تولا گیا تو وہ ٹھیک چالیس اوقیہ تھا.....اب آپ آزاد ہوگئے اور غزوات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دوش بدوش کام کرتے رہے.....

(حوالہ شواہد النبوت)

سونے کا انڈا ہم سے لے لو!

ان پودوں میں سے ایک پودا بھی ضائع نہ ہوا.....اس کے بعد ایک صحابی حاضر ہوئے جنہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مرغی کے انڈے کے برابر وزن کا سونا پیش کیا اور بتایا کہ یہ کان سے ملا ہے.....

سب نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کو بلایا اور فرمایا:..... یہ لے جاؤ اور اپنی قیمت ادا کرو.....

سلمان نے عرض کیا:..... حضور ﷺ! اس سے قیمت پوری نہیں ہو سکے گی.....

ایک روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے سونے پر اپنی زبان پھیر کر فرمایا:..... لے جاؤ پورا اترے گا..... سلمان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں جب تولا گیا تو اس کی قیمت چار ہزار درہم سے ذرہ بھر بھی کم وبیش نہ ہوئی.....

مصنف حجۃ اللہ علی العالمین نے اس واقعہ میں یہ اضافہ لکھا ہے..... کہ سلمان فارسیؓ فرماتے ہیں کہ جب میں مدینہ پہنچا..... تو میں نے جب اس رخ انور کی زیارت کی تو میرے دل نے آواز دی:... ایسا روشن چہرہ کسی جھوٹے کا نہیں ہو سکتا.....

میں ابھی زیارت کے کیف وسرور میں سرشار تھا کہ اچانک حضور ﷺ کا یہ ارشاد گرامی سامع نواز ہوا..... حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرما رہے تھے:.....

"اَفْشُوا السَّلَامَ وَاَطْعِمُوا الطَّعَامَ وَصِلُوا الْاَرْحَامَ وَصَلُّوْا بِالَّيْلِ وَالنَّاسُ نِيَامٌ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ بِالسَّلَامِ..."

"بکثرت لوگوں کو سلام دو..... اور امن وسلامتی پھیلاؤ..... بھوکوں کو کھانا کھلاؤ..... صلہ رحمی اختیار کرو اور رات میں اس وقت نماز پڑھو جب کہ لوگ

سوئے ہوں.... تم جنت میں بسلامت داخل ہوجاؤ گے....''

رحمت عالم کا ضیابار چہرہ دیکھ کر اور یہ حکیمانہ اور دلنشین ارشاد سن کر میں نے اسلام قبول کرلیا..... پھر میں گھر واپس آیا..... اہل خانہ کو بھی اسلام قبول کرنے کی دعوت دی..... سب نے اسلام قبول کرلیا..... میری پھوپھی نے بھی اسلام قبول کیا اور تمام عمر احکام الٰہی کی بجا آوری میں سرگرم رہی.....

لوٹ کر پھر میں بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا..... میں نے عرض کیا:... یارسول اللہ ﷺ! میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے سچے رسول ہیں اور جو دین لے کر آپ آئے ہیں وہ حق ہے..... اور یہودی یہ جانتے ہیں کہ میں ان کا سردار ہوں..... ان کے سردار کا بیٹا ہوں میں ان میں سب سے بڑا عالم ہوں اور ان کے عالم کا بیٹا ہوں..... حضور ﷺ انہیں بلایئے اور میرے بارے میں ان سے دریافت کیجئے ..... اس سے پہلے کہ انہیں میرے اسلام لانے کا علم ہو..... کیونکہ اگر ان کو میرے مسلمان ہونے کا علم ہوجائے تو میرے بارے میں وہ ایسی تہمتیں لگائیں گے جن سے میں پاک ہوں.....

چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کو بلا بھیجا.... اور اس اثنا میں حضرت عبداللہ کو ایک علیحدہ کمرے میں بٹھادیا..... حضور ﷺ نے ان سے پوچھا:...

" فَاَیُّ رَجُلٍ فِیْکُمْ عَبْدُاللہِ بِنْ سَلَامٍ "

''عبداللہ بن سلام کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟''

سب نے کہا:....

" ذَاکَ سَیِّدُنَا وَابْنُ سَیِّدُنَا وَاَعْلَمُنَا وَابْنُ اَعْلَمِنَا "

''وہ ہمارا سردار ہے ہمارے سردار کا بیٹا ہے وہ ہمارا سب سے بڑا عالم ہے

اور سب سے بڑے عالم کا بیٹا ہے.....''

تو حضور ﷺ نے فرمایا:...

" اَفَرَاَيْتُمْ اِنْ اَسْلَمَ" ''اگر وہ مسلمان ہو جائے تو تم کیا کرو گے؟''

بولے:...

" حَاشَا لِلّٰهِ مَا كَانَ لِيُسْلِمَ "

''خدا اسے اس سے بچائے وہ ہرگز مسلمان نہیں ہوگا.....''

ان کی یہ بات سن کر رحمت عالم ﷺ نے آواز دی:...

" يَابْنَ سَلَامٍ اُخْرُجْ عَلَيْهِمْ"

''اے ابن سلام ان کے سامنے باہر آجاؤ...''

آپ باہر آگئے اور یہودیوں کو مخاطب کر کے فرمایا:...

" يَا مَعْشَرَ يَهُوْدَ اِتَّقُوا اللّٰهَ فَوَاللّٰهِ الَّذِىْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اِنَّكُمْ لَتَعْلَمُوْنَ اَنَّهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَاَنَّهٗ جَآءَ بِالْحَقِّ"

''اے گروہ یہود! اللہ سے ڈرو... اس ذات کی قسم جس کے بغیر کوئی خدا نہیں.. تم جانتے ہو کہ حضور اللہ کے رسول ہیں اور دین حق لے کر آئے ہیں...''

وہ کہنے لگے:... تم جھوٹ بول رہے ہو... اور ان کے بارے میں کہنے لگے:...

" شَرُّنَا وَابْنُ شَرِّنَا " ''یہ سراپا شر ہے اس کا باپ بھی سراپا شر تھا...''

حضرت عبداللہ نے عرض کیا:.... یا رسول اللہ ﷺ! مجھے ان کے بارے میں یہی اندیشہ تھا جو انہوں نے ظاہر کر دیا.... (ابن کثیر ۲/۲۹۷)

سلمان فارسی ص پر نگاہ شفقت

ایک تیسری روایت میں لکھا ہے کہ..... جب حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ ایمان لانے کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آنحضرت ﷺ کو ان کا مدعا معلوم نہ ہوا..... ایک ترجمان کو بلایا گیا..... ترجمانی کے لئے ایک یہودی تاجر ملا جو عربی فارسی دونوں زبانوں پر عبور رکھتا تھا.....

سلمان رضی اللہ عنہ آنحضرت ﷺ کی تعریف و توصیف کرتے گئے اور یہودیوں کی مذمت..... مگر یہودی ترجمان نے آپ کے محامد و محاسن کو سب وشتم میں بدل کر کہا:..... یارسول اللہ ﷺ! یہ شخص آپ کو گالیاں دیتا ہے..... آنحضرت ﷺ نے فرمایا:.. یہ فارس سے آیا ہے..... اسے کیا تکلیف پہنچی ہے جو مجھے گالیاں دیتا ہے.....

اسی وقت جبرائیل آئے اور حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کی گفتگو کا ترجمہ عربی میں کیا..... آنحضرت ﷺ نے سارا ترجمہ یہودیوں کو سنایا..... یہودی سٹپٹا کر کہنے لگا:..... جب آپ فارسی ترجمہ جانتے تھے تو مجھے کیوں ترجمان بنایا؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:..... مجھے جبرائیل نے آگاہ کر دیا ہے..... یہودی فوراً کہہ اٹھا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیشتر ازیں میں آپ پر طرح طرح کے اتہام و بہتان باندھتا تھا مگر اب میرا ایمان ہے کہ آپ اللہ کے سچے رسول ہیں.....

"اشهد ان لا اله الا الله واشهد انک محمد رسول الله"

آنحضرت ﷺ نے جبرائیل کو کہا کہ سلمان رضی اللہ عنہ کو عربی زبان سکھلا دی جائے..... جبرائیل نے کہا:..... یارسول اللہ ﷺ! انہیں حکم دیں کہ وہ اپنی آنکھوں کو بند کر کے منہ کھلا رکھیں..... جونہی آنحضرت ﷺ نے آپ کے منہ میں لعاب دہن ڈالا تو وہ آپ سے عربی میں گفتگو کرنے لگے.....

دو کھجوریں

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس ہاتھوں سے لگائے گئے اس باغ میں کھجور کے دو درخت ۵۷.....۱۹۷۴ء تک زیارت گاہ عوام وخواص بنے رہے.....ان دو درختوں کی کھجوریں تمام کھجوروں سے لمبی.....موٹی اور لذیذ محسوس ہوتی تھیں.....ہر حاضری پر ان پودوں کی زیارت کا موقعہ ملتا رہا.....

۱۹۷۶ء میں یہ دونوں درخت کاٹ دیئے گئے.....بلکہ جلا دیئے گئے کہ لوگ ان کا ادب واحترام کرتے ہیں.....ان جلے ہوئے تنوں کو دیکھ کر ایک نامور عالم جی بھر کر روئے اور ہم سب کو رلایا.....ان پودوں کی کھجوریں خاصی مہنگی ملتی تھیں.....لوگ ہاتھوں ہاتھ تبرک لے جاتے.....باغ سلمان فارسی کے علاوہ سبھی باغات وادی عقیق میں ہیں.....

حضور ﷺ کا قرآن سن کر اسلام لانیوالے

وہ علاج کرنے آیا اور خود شفایاب ہوگیا

قبیلہ...ازدشنوہ...میں ایک شخص تھا جس کا نام ''ضماد'' تھا.....وہ اپنے جنتر منتر سے لوگوں کے جن بھوت وغیرہ کے سائے اتارا کرتا تھا.....ایک مرتبہ وہ عمرہ کرنے کو مکہ آیا.....وہاں ایک مجلس میں بیٹھا جس میں ابوجہل عتبہ بن ربیعہ اور امیہ بن خلف بھی تھے.....ابوجہل نے کہا:.....اس شخص (نبی ﷺ) نے ہمارے وحدت پارہ پارہ کردی ہے ہمارے خیالات کو پراگندہ ہمارے مردوں کو گمراہ اور ہمارے خداؤں کو باطل قرار

دیا ہے.....امیہ نے جواب دیا یہ شخص یقیناً مجنون ہے.....

ضمادؓ کہتے ہیں میرے دل میں ان کی باتیں بیٹھ گئیں اور میں نے تہیہ کرلیا کہ اس شخص کا علاج کروں گا.....میں یہاں سے اٹھ کر نبی ﷺ کی تلاش میں نکلا.....مگراس دن وہ نہ ملے.....اگلے دن میں نے آپ کو مقام ابراہیم کے سامنے نماز پڑھتے پالیا.....

میں بیٹھ گیا جب آپ فارغ ہوئے تو میں آپ کے پاس بیٹھتے ہوئے بولا:.....
اے فرزند عبدالمطلب! میری طرف توجہ کریں.....آپ نے فرمایا:.....تم کیا چاہتے ہو؟ میں نے کہا میں ریح کا علاج کرتا ہوں.....اگر آپ چاہیں تو میں آپ کا علاج کرسکتا ہوں.....یہ کوئی بڑی بیماری نہیں میں نے آپ سے بھی گئے گزرے مریضوں کو صحت یاب کیا ہے.....

میں نے آپ کی قوم کی گفتگو سنی ہے ان کا کہنا ہے کہ آپ انہیں جاہل قرار دینے ان کے اتحاد کو پارہ پارہ کرنے ان کے مردوں کو گمراہ اور خداؤں کو باطل قرار دینے کے مرتکب ہو رہے ہیں.....میں نے سوچا ایسی باتیں وہی کرسکتا ہے جسے کچھ جنون ہو.....
نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے گفتگو کا آغاز یوں کیا:.....

"الحمدللہ احمدہ واستعینہ وامن بہ واتوکل علیہ
من یھدہ اللہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ھادی لہ .....
واشھد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ .....
واشھد ان محمد عبدہ و رسولہ....."

"سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں.....میں اس کی ثنا کہتا.....اس سے مدد چاہتا اس پر ایمان لاتا اور اس پر توکل کرتا ہوں.....جسے اللہ ہدایت دے اسے کوئی گمراہ نہیں کرسکتا اور جسے وہ گمراہی دے

اس کا کوئی ھادی نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ خدائے یکتا کے

سوا کوئی معبود نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ محمد (ﷺ) اس کے بندے

اور رسول ہیں...." (مسلم شریف ۱/۳۲۵)

ضماد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے اس سے حسین اور بہتر کلام کبھی نہ سنا تھا.....میں نے یہ کلام دوبارہ سننے کا تقاضا کیا آپ نے دوبارہ سنا دیا.....

میں نے کہا:...آپ کی دعوت کیا ہے؟....

فرمانے لگے:.....میری دعوت یہ ہے کہ صرف ایک خدا کی عبادت کرو بتوں کی محبت کا جوا گلے سے اتار پھینکو؟ اور میری رسالت پر ایمان لاؤ.....

میں نے کہا:...ایسا کرنے پر مجھے کیا ملے گا؟....

آپ نے فرمایا:.....تمہارے لئے جنت ہوگی.....

میں نے کہا:.....

"اشهد ان لا اله الا الله وحده لاشريک له..."

میں بت پرستی سے باز آیا آئندہ اس کے قریب نہ جاؤں گا اور گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے بندہ خاص اور رسول معظم ہیں.....

میں نے آپ کے پاس ہی قیام رکھا قرآن کریم کی چند سورتیں یاد کیں اور اپنی قوم کی طرف واپس ہو گیا..... (حوالہ حجۃ اللہ وخصائل کبریٰ ودلائل النبوۃ)

عبداللہ بن عبدالرحمٰن عدوی کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ایک جنگ پر بھیجا وہاں انہیں ایک جگہ بیس اونٹ ملے جو وہ ہانک لائے.....بعد میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا کہ یہ قوم ضماد رضی اللہ عنہ ہے.....آپ نے فرمایا انہیں واپس کر دو چنانچہ اونٹ واپس ہو گئے.....

وہ شاعر تھا... نگاہ رسول ﷺ نے

مبلغ اسلام بنادیا

محمد بن اسحاق سے روایت ہے کہ نبی ﷺ اپنی قوموں کو برائیوں پر تنبیہ کرتے اور راہ باطل سے ہٹ جانے کی دعوت دیتے تھے..... جب کفار آپ کے مقابلہ میں عاجز آگئے اور آپ کا کچھ بگاڑ نہ سکے تو پھر انہوں نے باہر سے آنے والے لوگوں کو آپ سے دور رکھنے کی کوشش شروع کر دی.....

طفیل بن عمرو دوسی بیان کرتے ہیں کہ وہ مکہ مکرمہ میں آئے.... نبی ﷺ ابھی وہیں تھے.... تو قریش کے کچھ لوگ (طفیل کے) پاس آئے وہ ایک شریف آدمی اور عرب کے نامور شاعر تھے..... کہنے لگے اے طفیل! تم ہمارے علاقہ میں آئے ہو جان لو اس شخص (نبی ﷺ) نے ہمارے لئے بڑی مصیبت کھڑی کر رکھی ہے.... ہماری جماعت کے حصے بخرے کر دیئے ہیں... جادوگر سا ہے... آدمی کو اپنے جادو سے والدین بھائیوں اور بیوی بچوں سے جدا کر دیتا ہے.... ہمیں ڈر ہے ہم جیسی مصیبت تم اور تمہاری قوم پر بھی نہ پڑ جائے... اسلئے اس سے نہ کلام کرنا اور نہ اس کی بات سننا...

کہتے ہیں وہ مجھے سمجھاتے رہے یہاں تک کہ میں نے تہیہ کر لیا کہ آپ کی کوئی بات سننے کی کوشش نہ کروں گا..... بلکہ میں نے مسجد حرام میں آتے ہوئے کانوں میں روئی ڈال لی..... کہیں مجھے آپ کی آواز نہ سنائی دے..... میں مسجد میں آیا تو آپ کعبۃ اللہ کے نزدیک محو عبادت تھے..... میں آپ کے قریب جا کھڑا ہوا..... اللہ تعالیٰ نے

مجھے آپ کا کلام سنا ہی دیا..... میں نے محسوس کیا کہ وہ بڑا اچھا کلام ہے..... میں نے اپنے دل میں سے کہا تجھے تیری ماں روئے! میں تو ایک ممتاز شاعر ہوں اچھے اور برے کلام میں امتیاز کر سکتا ہوں..... میں اس شخص کی بات کیوں نہ سنوں؟..... اگر اچھی ہوئی تو مان لوں گا..... بری ہوئی تو چھوڑ دوں گا.....

میں انتظار میں رہا..... آپ فارغ ہو کر گھر کو چل دیئے..... میں بھی پیچھے ہولیا آپ گھر میں داخل ہوئے تو میں بھی پیچھے جا پہنچا اور کہا:..... اے محمد (ﷺ) آپ کی قوم نے مجھے ایسی ویسی باتیں کہی ہیں..... بخدا انہوں نے مجھے آپ سے اس قدر ڈرایا کہ میں نے کانوں میں روئی ٹھونس لی..... تا کہ آپ کی بات نہ سنائی دے سکے..... مگر اللہ نے مجھے ہر قیمت پر آپ کا کلام سنا ہی دیا..... مجھے آپ کا کلام بڑا پسند آیا..... مجھے اپنا دین سمجھایئے.....

چنانچہ آپ ﷺ نے مجھ پر اسلام پیش کیا اور قرآن کریم کی کچھ تلاوت کی..... خدا کی قسم میں نے قبل ازیں اس سے خوب تر اور عادلانہ کلام نہ سنا تھا..... میں فوراً اسلام لے آیا اور حق کی شہادت دے دی.....

حفیظ جالندھری مرحوم نے خوب کہا ہے ۔

طفیل بن عمرو دوسی یمن کا شہزادہ تھا
حضور سرور دیں اس کا آنا بے ارادہ تھا
قریش مکہ نے بہکا دیا تھا اس کو آتے ہی
کہ انسان عقل کھو دیتا ہے اس کے پاس جاتے ہی
قضا کار ایک دن یہ ہوا کیا دو چار حضرت سے
سنا قرآن پھر معمور تھا نور ہدایت سے

بعد ازاں میں نے عرض کیا:..... یا رسول اللہ! میری قوم میری بات مانتی ہے میں

انہی کی طرف جا رہا ہوں..... انہیں دعوت اسلام دوں گا آپ دعا فرمائیں اللہ تعالیٰ میرے لئے ایسی نشانی پیدا فرمادے جو انہیں قائل کرنے میں میری معاونت کرے..... نبی ﷺ نے فرمایا:... "اللھم اجعل له آیه..." اے اللہ اس کے لئے نشانی پیدا فرمادے..... چنانچہ میں واپس آ گیا.....

جب میں پہاڑ کی اوٹ سے قوم پر نمودار ہوا تو اچانک میری آنکھوں کے درمیان سے نور پھوٹنے لگا..... میں نے دعا کی کہ اے اللہ یہ نور چہرے کے علاوہ کسی اور جگہ بنا دے لوگ یہ نہ سمجھیں کہ نیا دین اپنانے کی وجہ سے اس کا چہرہ بدل گیا ہے..... تو وہ نور میرے عصا کے سر میں چمکنے لگا.....

"فجعل الحاضر یتراء دون ذالک النور فی سوطی
کالقندیل المعلق وانا ھابط الیھم من الثنیة...."

"جب میں بستی پر اتر رہا تھا تو وہاں کے لوگ اس نور کو یوں دیکھ رہے تھے جیسے روشن قندیل لٹک رہی ہو....."

میں گھر پہنچا تو میرا والد میرا منتظر تھا..... بوڑھا شخص تھا..... میں نے اس سے کہا میرا یہ فیصلہ سن لو میرا اور تمہارا تعلق ختم ہوا..... کہنے لگا کیوں اے بیٹے؟ میں نے کہا میں اسلام لے آیا اور دین محمدی ﷺ کا پیروکار بن گیا ہوں..... والد نے کہا بیٹا! تمہارا دین میرا دین ہے..... پھر اس نے غسل کیا اور پاک کپڑے پہن کر آ گیا..... میں نے اس پر اسلام پیش کیا اور وہ کلمہ پڑھ کر حلقہ بگوش اسلام ہو گیا.....

پھر میری بیوی میرے پاس آئی میں نے اسے بھی کہا میرا فیصلہ سن لو میرا تمہارا تعلق ختم ہو گیا..... کہنے لگی کیوں؟ تم پر میرے ماں باپ قربان! میں نے کہا اسلام نے میرے اور تمہارے درمیان فرق کر دیا ہے..... میں مسلمان ہو گیا ہوں اور دین محمدی

ﷺ کا حامی بن گیا ہوں.....وہ بھی کہنے لگی تمہارا دین میرا دین ہے.....اور وہ اسلام لے آئی.....

میں نے اس قبیلہ دوس کو دعوت اسلام دی مگر انہوں نے سستی کا مظاہرہ کیا....میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کیا یا رسول اللہ! دوس مجھ پر غالب آ گئے ہیں....ان کے لئے دعا فرمائیں....آپ نے فرمایا: اے اللہ! دوس کو ہدایت عطا فرما....اے طفیل! اپنی قوم کے پاس جاؤ انہیں دعوت دو اور نرمی اختیار کرو....

میں واپس آیا اور مسلسل دعوت اسلام دیتا رہا.... یہاں تک کہ نبی ﷺ مدینہ طیبہ کو ہجرت کر گئے..... بدر واحد اور خندق کی جنگیں ہوئی.....اس کے بعد میں اپنی قوم کے مسلمانوں کو لے کر حاضر دربار رسالت ہوا..... نبی ﷺ اس وقت خیبر میں تھے.....اس دفعہ قبیلہ دوس کے ستر یا اسی مسلمان گھرانے ساتھ لایا تھا.....

(حوالہ خصائل کبریٰ و دلائل و حجۃ اللہ وام السیر)

حضور ﷺ پر کفار کا ظلم ستم

ابوجہل کی گردن اونٹ کے منہ میں

ایک مرتبہ ابوجہل اور اس کے قبیلے کے دو آدمیوں نے حلف اٹھایا کہ اگر ہم لوگوں نے محمد (ﷺ) کو دیکھ لیا تو ہم پتھر سے اس کا سر کچل دیں گے..... جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لئے حرم کعبہ میں تشریف لے گئے.....اور ابوجہل نے آپ کو دیکھا تو وہ ایک بہت بڑا پتھر اپنے دونوں ہاتھوں سے اٹھا کر چلا.....اور آپ پر اس پتھر کو پھینکنے کے لئے اپنے سر کے اوپر دونوں ہاتھوں کو اٹھایا.....تو اس کے دونوں ہاتھ اس کی گردن میں آگئے اور پتھر اس کے ہاتھوں میں چپک کر رہ گیا.....اور دونوں ہاتھ طوق بن کر ٹھوڑی کے پاس بندھ گئے اور وہ اس طرح ناکام ہو کر لوٹ آیا.....

اس کے دوسرے دن ولید بن مغیرہ نے جھلا کر کہا کہ:.....تم پتھر مجھے دے دو میں اس کو ان کے سر پر دے ماروں گا..... چنانچہ اس بدنصیب نے جب کہ آپ ﷺ نماز میں تھے.....آپ پر پتھر چلانے کا ارادہ کیا تو ایک دم اندھا ہو گیا..... حضور ﷺ کی قرأت کی آواز تو سنتا تھا مگر آپ کی صورت نہیں دیکھ سکتا تھا.....مجبوراً پلٹ گیا تو اپنے ساتھیوں کو بھی نہیں دیکھ سکا..... جب آواز دی تو اس کے ساتھیوں نے پوچھا کہ کیا ہوا؟ تو اس نے اپنی مجبوری کا حال بیان کیا.....

پھر اس کے تیسرے ساتھی نے غصہ میں بھر کر پتھر کو اپنے ہاتھ میں لے لیا مگر یہ حضور ﷺ کے قریب پہنچتے ہی الٹے پاؤں بدحواس ہو کر بھاگا.....اور ہانپتے کانپتے اپنے ساتھیوں سے کہنے لگا کہ میں جب ان کے قریب پہنچا تو میں نے دیکھا کہ ایک

ایسا سانڈ ان کے قریب اپنی دم ہلا رہا ہے کہ میں نے آج تک اتنا خوفناک سانڈ دیکھا ہی نہیں..... لات وعزیٰ کی قسم! اگر میں ان کے قریب جاتا تو وہ مجھے ہلاک کر دیتا...

(حوالہ دلائل النبوۃ)

''بے شک! ہم نے ان کی گردنوں میں طوق کر دیئے ہیں کہ وہ ٹھوڑیوں تک ہیں تو یہ لوگ اوپر کو منہ اٹھائے رہ گئے اور ہم نے ان کے آگے ایک دیوار اور انہیں اوپر سے ڈھانپ دیا تو انہیں کچھ نہیں سوجھتا...'' (سورہ یٰسین رکوع ۱)

آپ ﷺ کی گردن مبارک کو رسی سے دبانے کا منصوبہ

سرداران قریش حجر میں جمع ہیں اور محمد ﷺ کے خلاف زہر افشانی میں مصروف ہیں..... ایک آدمی کہہ رہا ہے:..... اس شخص کے معاملہ میں ہم نے جتنا صبر کیا ہے اتنا صبر کرتے ہوئے ہم نے کسی کو نہیں دیکھا..... اس نے ہماری عقلوں کو حماقت ٹھہرایا..... ہمارے باپ دادا کی برائی کی..... ہمارے دین کی عیب جوئی کی اور ہماری جماعت میں تفرقہ ڈال دیا..... حقیقت میں ہم نے بہت بڑی بات پر صبر کیا ہے.....

اسی اثناء میں محمد ﷺ تشریف لائے..... آپ ﷺ نے حجر اسود کو بوسہ دیا اور پھر کعبہ کا طواف کرتے ہوئے ان لوگوں کے پاس سے گزرے تو انہوں نے ایک چبھتا ہوا فقرہ کسا جو محمد ﷺ کو سخت ناگوار گزرا..... تیسری دفعہ آپ ﷺ جب وہاں سے گزرے تو

انہوں نے پھر وہی حرکت کی.....محمد ﷺ رک گئے اور فرمایا:.....''قریش کے لوگو! سنتے ہو! قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میں تمہارے پاس ذبح لے کر آیا ہوں.....''

رعب نبوت اور جلال رسالت کی وجہ سے وہ لوگ سن ہو کر رہ گئے اور انہوں نے بے اختیار کہا:.....اے ابوالقاسم! اچھی طرح سے گزر جایئے.....خدا کی قسم آپ تو کبھی نادان نہ تھے.....محمد ﷺ تشریف لے گئے.....

دوسرے روز پھر یہ لوگ حجر میں جمع ہوئے اور آپس میں کہا:.....کچھ یاد ہے کہ یہ شخص تمہارے معاملے میں کہاں تک بڑھ گیا ہے.....حتیٰ کہ اس نے وہ بات کھل کر کہہ دی ہے جو کل کہی تھی اور پھر تم نے اسے چھوڑ دیا.....

ابھی یہ بات ختم بھی ہونے پائی تھی کہ محمد ﷺ سامنے سے آتے ہوئے نظر آئے.....ان لوگوں کو جیسے بچھو کاٹ کھایا ہو..... یکبارگی آپ ﷺ پر جھپٹے اور گھیرے میں لے کر بولے:.....تم ہی ہو جو یہ اور یہ کہتے ہو.....محمد ﷺ نے نہایت زوردار لہجہ میں فرمایا:..... ہاں میں ہی ہوں جو یہ کہتا ہوں.....

اتنے میں عقبہ بن ابی معیط آگے بڑھا اور اس نے آپ ﷺ کی گردن میں کپڑا ڈال کر اسے بل دینا شروع کر دیا تا کہ گلا گھونٹ کر آپ ﷺ کو مار ڈالے.....

جنہیں چاند ستاروں نے ساری ساری رات جی بھر کر دیکھا ہے.....جن کو چھونے والی ہواؤں نے عطر سے دامن بھرا ہے.....جن کے پاؤں تلے آنے والے سنگریزوں نے کلمہ پڑھا ہے.....جن کے انتظار میں کائنات کا ذرہ ذرہ بے تاب رہا ہے...انہیں آج حرم کعبہ میں مار ڈالنے کی کوشش ہو رہی ہے.....اس حرم کعبہ میں جہاں دشمن اور قاتل پر بھی ہاتھ نہیں اٹھایا جا سکتا.....جہاں پناہ لینے والے کو پناہ دی جاتی ہے اور کسی کی ہمت نہیں ہوتی کہ اس کی طرف گھور کر بھی دیکھ سکے.....

آج اسی حرم کعبہ میں محمد ﷺ کا گلا گھونٹا جا رہا ہے.....اس لئے کہ وہ اللہ کا نام لیتے ہیں.....لوگوں کو ان بوجھوں سے نجات دلاتے ہیں جو انہوں نے خود اپنے سروں پر اٹھا رکھے ہیں..... جو انہیں پاکیزگی کا درس دیتے ہیں.....لیکن دنیا کے ان کتوں کے نزدیک یہ ایسے جرم ہیں جن کی سزا میں محمد ﷺ کا عین حرم کعبہ میں گلا گھونٹ دینا ہی ضروری ہے.....

عین اس وقت ابوبکر رضی اللہ عنہ وہاں پہنچ گئے.....انہوں نے یہ منظر دیکھا تو آنکھوں سے بے اختیار آنسوؤں کا سیلاب بہہ نکلا اور آگے بڑھ کر انہوں نے عقبہ کو دھکا دے کر پرے ہٹا دیا اور تھوڑی سی کشمکش کے بعد محمد ﷺ کو ان کی گرفت سے آزاد کرالیا.....اور پھر فرمایا:.....

" اتقتلون رجلا ان یقول ربی اللہ وقد جاء کم بالبینت من ربکم...."

"(بے شرمو) تم ایسی ہستی کو قتل کرتے ہو؟.....جو یہ کہتا ہے کہ میرا پروردگار اللہ تعالیٰ ہے.....اور وہ تمہارے سامنے اس پر دلائل بھی پیش کرتا ہے..." (حوالہ ایضاً)

ابوجہل کا شیطانی منصوبہ

امام بخاری سے یہ روایت منقول ہے کہ ابوجہل نے ایک دن کہا: اگر میں نے محمد (فداہ ابی وامی) کو کعبہ کے پاس نماز پڑھتے دیکھا تو میں اپنے پاؤں سے ان کی گردن کو پامال کروں گا.....جب اس کی یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی تو حضور نے

فرمایا: اگر اس نے ایسا کرنے کی جرات کی تو فرشتے اس کو پکڑ کر اس کے ٹکڑے کر دیں گے سب لوگ اپنی آنکھوں سے اس بات کا مشاہدہ کریں گے.....

ایک روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ شریف کے قریب نماز پڑھ رہے تھے تو یہ مغرور کہنے لگا کیا میں نے یہاں نماز پڑھنے سے تمہیں منع نہیں کیا تھا..... تمہیں معلوم نہیں کہ جتنے میرے دوست ہیں اتنے اور کسی کے نہیں..... نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے جھڑک دیا اسی وقت جبرائیل امین حاضر ہوئے اور پیغام ربانی سنایا:.....

"فلیدع نادیه... سندع الزبانیه..."

"اسے کہو کہ وہ اپنے دوستوں کو بلائے ہم اپنے فرشتوں کو ان کا دماغ درست کرنے کے لئے بھیج دیں گے....."

جبرائیل نے کہا اللہ کی قسم اگر اس نے اپنے دوستوں کو بلایا تو اسی وقت عذاب کے فرشتے اسے پکڑ لیں گے..... مگر ابو جہل ڈر گیا اور اپنی حرکت سے اس وقت باز آ گیا.....

(حوالہ دلائل النبوۃ وخصائل کبریٰ)

ایک روز پھر اس بدبخت نے حضور ﷺ کو کعبہ کے رکن یمانی اور حجر اسود کے درمیان نماز پڑھتے دیکھا تو بکنے لگا کہ کیا تمہارے سامنے محمد اپنے چہرہ کو خاک آلود کرتا ہے (یعنی سجدہ کرتا ہے) لوگوں نے کہا ہاں..... اس ملعون نے کہا لات وعزیٰ کی قسم اگر میں نے اس کو اس طرح نماز پڑھتے دیکھا تو اس کی گردن کو اپنے پاؤں سے روند ڈالوں گا..... اور اس کے چہرے کو گرد آلود کر دوں گا.....

چنانچہ اس ناپاک منصوبہ کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لئے ایک روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے تو وہ نزدیک آیا تاکہ اپنے خبیث ارادہ کی تکمیل کرے۔ لیکن قریب آتے ہی اچانک الٹے پاؤں بھاگا اور اپنے ہاتھوں سے اپنا بچاؤ کرنے لگا اسے

کہا گیا تمہیں کیا ہو گیا کیا کر رہے ہو.....اس نے کہا میرے درمیان اور ان کے درمیان ایک خندق ہے جس میں آگ بھڑک رہی ہے ایک ہولناک منظر ہے اور فرشتے پر مارتے نظر آ رہے ہیں.... حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر وہ بدبخت میرے قریب آتا تو فرشتے اس پر جھپٹ پڑتے اور اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتے...

سورۂ تبت کا نزول اور ابولہب کی بیوی کا غیظ وغضب

اسی طرح ایک روایت ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے سورۂ "تبت یدا ابی لھب و تب" نازل فرمائی (جس میں ابولہب کی بیوی کو بھی عذاب کی خبر دی گئی ہے) تو ابولہب کی بیوی وہاں آ گئی اس کا لقب ام جمیل تھا اور اس کا نام عوراء تھا.....ایک قول کے مطابق اس کا نام اروی بنت حرب تھا اور یہ ابوسفیان ابن حرب کی بہن تھی.....

یہ چیختی چلاتی ہوئی اور ہاون دستہ کوٹنے کا پتھر ہاتھ میں لئے ہوئے آنحضرت ﷺ کی طرف بڑھی.....اس وقت آپ ﷺ کے ساتھ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی تھے.....صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اس کو دیکھا تو آنحضرت ﷺ سے عرض کیا:.... یارسول اللہ ﷺ! یہ بہت زبان دراز عورت ہے اگر آپ یہاں ٹھہرے تو آپ کو اس کی بدزبانی سے تکلیف ہو گی.....آپ ﷺ نے فرمایا:.....وہ مجھے نہیں دیکھ سکے گی.....

چنانچہ وہ عورت وہاں پہنچ کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہنے لگی:.....اے ابوبکر! تمہارے دوست نے مجھے ذلیل کیا ہے (یعنی میری شان میں وہ بات کہی ہے جو

قرآن پاک کی آیت کی صورت میں نازل ہوئی ہے) ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ تمہارے دوست کا کیا حال ہے جو شعر پڑھتے ہیں.....

حضرت ابوبکر ﷜ نے فرمایا:..... نہیں وہ تو شعر نہیں کہتے.....

اور ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ نہیں اس بیت اللہ کے رب کی قسم انہوں نے تجھے ذلیل نہیں کیا..... میرے دوست شاعر نہیں ہیں..... وہ تو شعر کہنا ہی نہیں جانتے.....

اس نے کہا:..... میرے نزدیک تم جھوٹ نہیں بولتے.....

یہ کہہ کر وہ وہاں سے واپس ہوئی اور یہ کہتی جاتی تھی:..... قریش کے لوگ جانتے ہیں کہ میں ان کے سردار کی بیٹی ہوں..... اس کا اشارہ تھا کہ میں عبد مناف کی بیٹی ہوں جو اس کے باپ کا دادا تھا..... اور جس ہستی کا باپ عبد مناف (جیسا معزز سردار رہا ہوں اس کے متعلق کوئی ایسی ویسی بات کہنے کی کسی کو جرأت نہیں ہونی چاہئے)

غرض ابولہب کی بیوی ام جمیل تو یہ کہتی ہوئی چلی گئی..... اب ابوبکر ﷜ نے آنحضرت ﷺ سے پوچھا:..... یارسول اللہ ﷺ! وہ آپ کی کیوں نہیں دیکھ سکی..... آپ ﷺ نے فرمایا:..... ایک فرشتہ مجھے اپنے پروں میں چھپائے رہا.....

چنانچہ اس بارے میں حدیث میں آتا ہے کہ آپ ﷺ نے اسی وقت حضرت ابوبکر ﷜ سے فرمایا تھا:..... اس سے پوچھنا کہ کیا تم میرے پاس کسی کو دیکھ رہی ہو؟ چنانچہ جب وہ وہاں پہنچی تو حضرت ابوبکر ﷜ نے اس سے یہی سوال کیا اس پر اس نے کہا:..... کیا تم میرے ساتھ مذاق کر رہے ہو..... خدا کی قسم تمہارے پاس کوئی بھی نہیں ہے.....

(حوالہ حجۃ اللہ)

جعفر رضی اللہ عنہ کی بادشاہ کے دربار میں تقریر

حضرت جعفر رضی اللہ عنہ جب مکہ سے ہجرت کر کے نجاشی بادشاہ کے دربار میں گئے تو وہاں جعفر رضی اللہ عنہ نے تقریر کی.... اس میں فرمایا:

''اے بادشاہ! ہم جاہل تھے..... بت پوجتے تھے.... مردار کھاتے تھے.... بدکاری کرتے تھے..... پڑوسیوں کو ستاتے تھے..... بھائی بھائی پر ظلم کرتا تھا.... زور آور کمزوروں کا کھا جاتا تھا..... اتنے میں ہم میں ایک شخص پیدا ہوا جس کی بزرگی..... سچائی اور ایمان داری سے ہم واقف تھے.... اس نے ہم کو سچے دین کی دعوت دی اور بتایا کہ ہم بتوں کو پوجنا چھوڑ دیں.... سچ بولیں..... ظلم سے باز آئیں..... یتیموں کا مال نہ کھائیں..... پڑوسیوں کو آرام دیں.... پاک دامن عورتوں پر بدنامی کا داغ نہ لگائیں..... نماز پڑھیں... روزے رکھیں.... خیرات دیں.... ہم نے اس شخص کو خدا کا پیغمبر مانا اور اس کی باتوں پر عمل کیا.... اس جرم پر ہماری قوم ہماری جان کی دشمن ہوگئی..... اور ہم کو مجبور کرتی ہے..... کہ ہم اس کو چھوڑ کر اسی پہلی گمراہی میں رہیں....''

حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے اس کے علاوہ اور بھی تعلیمات اسلام کا ذکر کر کے فرمایا پس ہم نے ان کی تصدیق کی اور ان پر ایمان لائے اور جو کچھ وہ منجانب اللہ لے کر آئے اس کا اتباع اور پیروی کی..... چنانچہ ہم صرف اللہ کی عبادت کرتے ہیں.....اس کے

ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتے..... حلال چیزوں کو کرتے ہیں اور حرام چیزوں سے بچتے ہیں.....

محض اس بنا پر ہماری قوم نے ہم کو طرح طرح سے ستایا اور قسم قسم کی اذیتیں پہنچائیں تاکہ ہم ایک اللہ کی عبادت چھوڑ کر گزشتہ بے حیائیوں میں پھر مبتلا ہو جائیں ..... جب ہم ان کے مظالم سے تنگ آ گئے اور اپنے دین پر چلنا اور ایک خدا کی عبادت اور بندگی کرنا دشوار ہو گیا تب ہم نے اپنا وطن چھوڑا..... (یہ تمام تفصیل مسند احمد اور ابن ہشام میں مذکور ہے)

بادشاہ نے کہا: مجھے کلام اللہ سناؤ!

نجاشی نے کہا کیا تم کو اس کلام میں سے کچھ یاد ہے جو تمہارے پیغمبر اللہ کی طرف سے لائے ہیں..... حضرت جعفر ؓ نے فرمایا ہاں..... نجاشی نے کہا اچھا اس میں کچھ پڑھ کر مجھ کو سناؤ..... حضرت جعفر ؓ نے سورۂ مریم کا ابتدائی حصہ پڑھ کر سنایا..... بادشاہ اور تمام حواریوں کے آنسو نکل آئے روتے روتے بادشاہ کی ڈاڑھی تر ہو گئی (معلوم ہوا کہ بادشاہ ڈاڑھی رکھتا تھا اور یہی تمام انبیاء کا طریق رہا..... معاذ اللہ کسی پیغمبر نے کبھی ڈاڑھی نہیں منڈوائی..... ڈاڑھی رکھنا خاص حضرات انبیاء و مرسلین کا طریق رہا)

"فبکی واللہ النجاشی حتی اخلصت لحیته وبکت الاساقفة حتیٰ اخصلوا مصاحفهم حین سمعوا ما تلاعلیهم..."

"نجاشی اس قدر رویا کہ داڑھی تر ہو گئی اور پادری بھی یوں روئے

کہ ان کے سامنے پڑی ہوئی کتابیں بھیگ گئیں.....''

نجاشی نے کہا:.....خدا کی قسم! یہ کلام اور جو موسیٰ علیہ السلام لائے تھے ایک ہی دیئے کے دو نور ہیں.....اس نے ان دونوں (عمرو سہمی اور ان کے ساتھی) کو دربار سے یہ کہتے ہوئے اٹھوادیا کہ چلے جاؤ یہاں سے میں ان لوگوں کو ہرگز تمہارے سپرد نہیں کرسکتا.....

جب حضرت جعفرؓ تلاوت ختم کرچکے تو نجاشی نے کہا یہ کلام اور وہ کلام جو عیسیٰ علیہ السلام لے کر آئے دونوں ایک ہی شمع دان سے نکلے ہوئے ہیں اور قریش کے وفد سے صاف طور پر کہہ دیا کہ میں ان لوگوں کو ہرگز تمہارے حوالے نہیں کروں گا اور نہ اس کا کوئی امکان ہے.....

عمرو بن العاص کا نیا منصوبہ

جب عمرو بن العاص اور عبداللہ بن ربیعہ اس طرح بادشاہ کے دربار سے بے نیل و مرام باہر نکلے تو عمرو بن العاص نے کہا کہ میں کل بادشاہ کے سامنے ایسی بات کہوں گا جس سے وہ ان لوگوں کو بالکل نیست و نابود ہی کردے گا.....

عبداللہ بن ابی ربیعہ نے کہا ایسا ہرگز نہ کرنا ان لوگوں سے ہماری قرابتیں ہیں.....یہ ہمارے عزیز اور رشتہ دار ہیں اگرچہ مذہبا ہمارے مخالف ہیں.....مگر عمرو بن العاص نے ایک نہ سنی.....اگلا روز ہوا کہ عمرو بن العاص نے نجاشی سے کہا کہ اے بادشاہ یہ لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں بہت سخت بات کہتے ہیں.....

نجاشی نے صحابہ کو بلا بھیجا.....اس وقت صحابہ کو بہت تشویش ہوئی.....جماعت میں

سے کسی نے کہا کہ بادشاہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں کیا کہو گے..... اس پر سب نے متفقہ طور پر کہا کہ خدا کی قسم ہم وہی کہیں گے جو اللہ نے اور اس کے رسول نے کہا ہے..... جو کچھ بھی ہو ذرہ برابر اس کے خلاف نہ کہیں گے.....

دربار میں پہنچے نجاشی نے مسلمانوں سے مخاطب ہو کر دریافت کیا کہ تم لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہم ان کے بارے میں وہی کہتے ہیں جو ہمارے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا ہے وہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بندے اور اس کے رسول تھے اور خدا کی خاص روح اور خدا کا خاص کلمہ تھے..... نجاشی نے یہ سن کر ایک تنکا اٹھایا اور اپنے ساتھیوں سے کہا:.....

"صدق هٰولاء النفرو صدق نبیهم والله ما یزید عیسیٰ ابن مریم علیٰ ما یقول هذ الرجل ولا وزن هذا العود..."

"یہ گروہ سچا ہے..... ان کا نبی سچا ہے..... حضرت عیسیٰ کی شان اس شخص (حضرت جعفرؓ) کے بیان کردہ کلمات سے اس تنکے کے برابر بھی زائد نہیں....."

پھر نجاشی نے کہا:..... اے معزز گروہ! آپ لوگ یہاں سیوم ہیں (حبشی زبان میں صاحب امن کو سیوم کہتے ہیں) پھر اس نے ان کی میزبانی کے لئے مناسب احکامات صادر کئے..... پھر کہنے لگا:..... آپ لوگوں میں سے اس کتاب کا زیادہ علم کون رکھتا ہے جو تمہارے نبی پر اتری ہے.....

سب نے کہا:..... جعفرؓ!.....

چنانچہ انہوں نے اسے سورۂ مریم سنائی.....

وہ سن کر کہنے لگا:..... بے شک یہ حق ہے.....

پھر کہنے لگا :..... یہ پاکیزہ کلام کچھ اور سناؤ..... انہوں نے ایک اور سورت پڑھی.....اس پر مزید حق روشن ہوا اور کہنے لگا تم لوگ سچے ہو اور تمہارا نبی بھی سچ کہتا ہے..... بخدا تم صدیقین ہو نام خدا اور اس کی برکت سے بلا خوف وخطر جب تک چاہو رہو..... یہاں تمہیں کوئی گزند نہیں پہنچ سکتا.....

ابو نعیم کی دوسری روایت میں یہ اضافہ ہے:..... نجاشی نے زمین پر ہاتھ مارا اور ایک تنکا اٹھا کر بولا تم نے جو کچھ کہا ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس سے تنکے کے برابر بھی زائد نہیں ..... پادریوں نے یہ سن کر کچھ بڑبڑاہٹ کی..... نجاشی نے کہا:..... خواہ تم بڑبڑاتے رہو.....اے گروہ اسلام! تم لوگ یہاں سیوم (اہل امن) ہو تمہیں گالی دینے والا سزا پائے گا (یہ تین دفعہ کہا) میں سونے کا پہاڑ لے کر بھی تم میں سے کسی کو دکھ دینے پر راضی نہیں.....اے پادریو! ان دونوں کے تحائف واپس کر دو..... ہمیں ان کی ضرورت نہیں..... جب اللہ تعالیٰ نے مجھے حکومت لوٹاتے ہوئے مجھ سے رشوت نہیں لی تھی تو میں کیوں رشوت لوں..... جس کام میں لوگ میری اطاعت کریں گے میں ان کی اطاعت کروں گا.....

پھر جب نجاشی کی قوم کو یہ بات معلوم ہوئی کہ ان کا بادشاہ عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا کہنے کے بجائے اللہ کا بندہ ماننے لگا ہے اور اس بارے میں حضرت جعفر ابن ابو طالب کا ہمنوا ہو گیا ہے تو قوم کے لوگ اس سے سخت ناراض ہوئے کہ تم نے تو ہمارا دین چھوڑ دیا اور اس کی مخالفت پر کمر بستہ ہو گئے..... نجاشی نے فوراً حضرت جعفرؓ اور ان کے ساتھیوں کو بلوایا..... ان کے لئے کشتیوں کا انتظام کر کے ان سے بولا:..... تم لوگ جہازوں میں سوار ہو جاؤ اور یہیں رہو..... اگر قوم کی دشمنی کی وجہ سے مجھے بھاگنا پڑا تو تم لوگ جہاں چاہے بھاگ جانا اور اگر میں ان کی مخالفت کو ختم کرنے میں کامیاب ہو گیا تو تم یہیں ٹھہرنا.....

پھراس نے ایک تحریر لکھی جس میں لکھا کہ:..... یہ شہادت دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور یہ کہ محمد ﷺ اللہ کے بندے اور رسول ہیں اور شہادت دیتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بندے اور رسول اور اس کی وہ روح اور کلمہ ہیں جو اللہ تعالیٰ نے مریم میں ڈالی تھی.....

نجاشی قوم کی عدالت میں

نجاشی نے یہ تحریر اپنے کپڑوں کے دائیں شانے کے پاس رکھ لی اور اس کے بعد حبشی قوم کے سامنے پہنچا وہ لوگ صفیں باندھے بادشاہ کے انتظار میں کھڑے تھے..... نجاشی نے ان کے سامنے پہنچ کر کہا:....اے گروہ حبشہ! کیا میں تم میں سب سے زیادہ نرم دل آدمی نہیں ہوں؟

انہوں نے کہا: بے شک.....

پھر نجاشی نے کہا:...اور میرے طور طریقوں اور سیرت کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟....

انہوں نے کہا: ہم آپ کو ایک نیک سیرت آدمی کی حیثیت سے جانتے ہیں..

نجاشی نے کہا:.....پھر تمہیں کیا ہوا کہ یہاں چڑھ کر آئے ہو.....

انہوں نے کہا: آپ نے ہمارا دین چھوڑ دیا ہے اور یہ کہنے لگے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بندے ہیں.....

نجاشی نے کہا:...تم خود عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں کیا کہتے ہو؟

قوم کی رضامندی

انہوں نے کہا:..... ہم انہیں اللہ کا بندہ کہتے ہیں..... نجاشی نے اپنا ہاتھ اپنے سینے پر قباء کے اوپر رکھتے ہوئے کہا:..... مگر یہ تو شہادت دیتا ہے کہ عیسیٰ مریم کے بیٹے ہیں..... نجاشی اتنا کہہ کر خاموش ہوگیا..... اس کا مقصد اس تحریر کی طرف اشارہ کرنا تھا..... غرض اس کے بعد قوم کے لوگ نجاشی سے راضی ہوگئے.....

اس پر درباریوں نے بہت ناک بھوں چڑھائے مگر نجاشی نے ذرہ برابر پرواہ نہ کی اور صاف کہہ دیا کہ تم کتنا ہی ناک بھوں چڑھاؤ مگر حقیقت یہی ہے اور مسلمانوں سے کہا کہ تم امن سے رہو ایک سونے کا پہاڑ لے کر بھی میں تمہیں ستانا پسند نہیں کرتا..... اور حکم دیا کہ قریش کے تمام تحائف اور ہدایا واپس کر دیئے جائیں..... مجھ کو ان نذرانوں کی کوئی ضرورت نہیں..... واللہ خدا نے میرا ملک اور میری سلطنت بغیر رشوت کے مجھ کو دلائی..... لہٰذا میں تم سے رشوت لے کر ان لوگوں کو ہرگز تمہارے سپرد نہ کروں گا..... دربار ختم ہوا اور مسلمان نہایت شادان وفرحاں اور قریش کا وفد نہایت ذلت وندامت کے ساتھ نکلا... (حوالہ سیرت النبی ابن ہشام وحلبی وابن کثیر بتغیر یسیر)

حضرت حمزہؓ کے اسلام لانے کا تفصیلی واقعہ

سہ پہر کا وقت ہے..... عبداللہ بن جدعان کی لونڈی چلتے چلتے ٹھہر گئی ہے..... وہ اس طرح کے کئی دردناک مناظر اس سے پہلے بھی دیکھ چکی ہے..... لیکن آج تو حد ہوگئی ہے..... وہ بڑبڑانے لگتی ہے:...

''آخران ظالموں کو شرم کیوں نہیں آتی.....کیا ان کی غیرت مرگئی ہے.....کاش! مجھ میں مردوں کی سی طاقت ہوتی تو میں کچھ کر گزرتی....''

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کوہ صفا پر تسبیح وتحلیل میں محو تھے.....ابو جہل نے انہیں یوں یکہ و تنہا دیکھ لیا تھا.....اس کی رگ شیطانیت بھڑک اٹھی تھی.....اس لئے لمبے لمبے ڈگ بھرتا ہوا وہاں آنکلا اور بڑی بدتمیزی سے بولا:.....اے محمد (ﷺ) تم ہمارے دیوتاؤں کو برا کہنے سے باز آجاؤ ورنہ میں تمہاری زبان گدی سے کھینچ لوں گا.....

محمد ﷺ نے اس کی طرف دیکھا تک بھی نہیں اور برابر ذکر الٰہی میں محو رہے.....

ابوجہل نے اسے اپنی توہین سمجھا اور بڑے غصے کے عالم میں کہنے لگا:.....اوہ! تم اتنے متکبر ہو گئے ہو کہ اب میری بات کا جواب تک نہیں دیتے.....(زور دے کر) سنتے ہو میں کیا کہہ رہا ہوں.....

محمد ﷺ اب بھی بدستور خاموش ہیں.....وہ تو ضبط وتحمل کا بحر بیکراں ہیں.....انہوں نے اس کی ایسی خرافات کا اس سے پہلے کئی بار جواب دیا ہے اور مزید کچھ کہنے کی ضرورت ہی نہیں ہے.....آخر ایسی لچر اور پوچ باتوں کا جواب بھی کب تک دیا جائے.....یہ ابوجہل ہی تو تھا جو کہا کرتا تھا:.....محمد (ﷺ) میں تمہیں جھوٹا نہیں کہتا..... لیکن جو کچھ تم کہتے ہو وہ جھوٹ ہے.....

ابلیس محو رقص ہے.....کیونکہ اس کا ایک منظور نظر.....ابوجہل مصروف کار ہے.....

اسے محمد ﷺ کی خاموشی اور بے اعتنائی زہریلے ناگ کی طرح ڈسنے لگتی ہے اور بے اختیار بڑبڑاتا ہے:.....اوہ! رئیس مکہ کی یہ توہین.....محمد (ﷺ) کو اسے دیکھنا تک گوارا نہیں.....غصہ کے مارے وہ آگ بھبوکا ہو گیا اور مٹھی بھر کر کنکریاں اٹھا کر اس نے محمد

ﷺ پر دے ماریں..... عبداللہ بن جدعان کی لونڈی یہ دیکھ کر تلملا اٹھی ہے.....

وہ بڑبڑاتی ہے:..... "محمد ﷺ بالکل خاموش ہیں..... لیکن یہ بدبخت اپنی خباثت سے باز کیوں نہیں آتا....." لیکن پیچ وتاب کھا کر رہ جاتی ہے..... آگے بڑھنے کی ہمت نہیں پڑتی..... لیکن واپس جانا بھی گوارا نہیں ہے..... محمد ﷺ اب بھی بدستور خاموش ہیں..... انہوں نے آنکھ تک اٹھا کر ابوجہل کی طرف نہیں دیکھا ہے.....

ابوجہل جل بھن کر رہ گیا..... اسے یارائے ضبط نہ رہا اور اس نے کنکریوں کے ساتھ گالیوں کی بوچھاڑ کر دی..... لیکن صبر وتحمل اور صبر وسکون کے بحر بیکراں میں اب بھی تلاطم پیدا نہ ہوا..... کرب واذیت کی کوئی ہلکی سی لہر بھی نہ اٹھی..... لونڈی کے دل میں ہوک سی اٹھی:..... اف صبر کی انتہا ہو گئی..... خدایا آخر یہ ظالم کب تک محمد (ﷺ) کو یوں دکھ دیتے رہیں گے..... اور آنکھوں میں آنسو تیرنے لگے.....

ابوجہل کے لئے محمد ﷺ نے بارہا دعا کی ہے..... خدایا! ابوالحکم بن ہشام یا عمر بن خطاب سے اسلام کی مدد فرما..... مگر ابوجہل نے اپنے اس محسن کو دق کرنے میں کوئی کسر باقی نہیں چھوڑی..... اور اب تو اس نے انتہا کر دی..... اس نے نیچے جھک کر ایک پتھر اٹھایا اور بے دریغ محمد ﷺ کے سر پر دے مارا جس سے خون کا فوارہ ابل پڑا..... ابوجہل کو خون کی یہ لکیر دیکھ کر ایک گونہ تسکین سی ہو گئی اور وہ بکتا جھکتا وہاں سے چلا گیا.....

ایک دوسری روایت میں ہے کہ اس نے ظلم وستم کے تیر برسانے شروع کر دیئے حلم و وقار کے اس کوہ گراں نے اس کا کوئی جواب نہ دیا اس بے اعتنائی پر ابوجہل کا غصہ اور تیز ہو گیا اس کے ہاتھ میں ڈنڈا تھا..... اس نے اس سے مارنا شروع کیا پے در پے ضربوں سے جسم نازک واطہر سے خون رسنے لگا لیکن اس پیکر تسلیم ورضا ﷺ نے صبر کا دامن مضبوطی سے تھامے رکھا اور اف تک نہ کی.....

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی باندی نے کہا:.....

” یا ابا عمارہ لو رایت مالقی ابن اخیک محمد من
ابی الحکم انفا وجدہ ھھنا فاذاہ فشمہ و بلغ منہ
مایکرہ ثم انصرف عنہ ولم یکلما۔۔۔“

”اے ابوعمارہ! آج تیرے بھتیجے کے ساتھ ابوجہل نے یہ وحشیانہ
سلوک کیا ہے پہلے گالیاں دیتا رہا..... جب حضور ﷺ نے خاموشی
اختیار کیئے رکھی پھر مار مار کر لہولہان کر دیا.....“

ایک قول یہ ہے کہ حضرت حمزہ کو یہ اطلاع ان کی بہن حضرت صفیہ کی باندی نے دی تھی..... انہوں نے حضرت حمزہ ؓ سے کہا:..... ابوجہل نے ان کے سر پر مٹی او رگندگی ڈالی اوران کے مونڈھے پر پیر رکھا..... گندگی ڈالنے کی بات صرف ابوحبان نے بیان کی ہے..... غرض یہ سن کر حضرت حمزہ نے پوچھا:..... تم جو کچھ بیان کر رہی ہو یہ سب تم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے..... اس نے کہا:... ہاں.....

عبداللہ بن جدعان کی باندی، یہ تمام واقعہ دیکھ رہی تھی..... اتنے ہی میں حضرت حمزہ شکار سے اپنا تیر کمان لئے ہوئے واپس آئے عبداللہ بن جدعان کی باندی نے حضرت حمزہ کو دیکھ کر کہا:

”اے ابوعمارہ! کاش تم اس وقت موجود ہوتے جب ابوجہل
تمہارے بھتیجے کو نہایت سخت اور سست اور نازیبا کلمات کہہ رہا
تھا..... اوراس نے آپ کے بھتیجے کو زخمی بھی کر دیا ہے.....“

کیا بکتی ہو..... دیوانی ہوگئی ہو کیا؟

ہاں ہاں! میں تو بکتی ہوں... لونڈی ہوں نا... اس نے بڑی بے اعتنائی سے جواب دیا...

آخر بات کیا ہے؟.....پہلوان نے بڑی بے قراری سے پوچھا.....

اسے غصہ تو آہی گیا تھا.....اب حیرت بھی ہونے لگی تھی.....لونڈی کی یہ جرأت..... یہ تو اب ڈانٹنے لگی ہے.....لونڈی پہلوان کے بدلے ہوئے تیور دیکھ کر سہم گئی اور بولی:.....

آپ کا بھتیجا تو یتیم ہے.....اس لئے بے بس ہے.....مگر آپ کی غیرت کو کیا ہوگیا ہے.....ابو جہل نے محمد (ﷺ) کو گالیاں دیں.....کنکر مارے اور پتھر مار کر زخمی کردیا..... بے چارے محمد (ﷺ) کوہ صفا پر تنہا بیٹھے ہوئے ہیں.....انہوں نے تو ابو جہل کی کسی بات کا جواب تک نہیں دیا.....

میرے بھتیجے کو ابو جہل نے زخمی کر دیا ہے..... پہلوان کی غیرت آتش فشاں پہاڑ کی طرح جاگ اٹھی.....آج بنو ہاشم کو اتنا ناتواں سمجھا گیا ہے کہ محمد (ﷺ) پر ہاتھ اٹھنے لگے ہیں..... پہلوان یہ کہہ کر تیزی سے ابو جہل کی تلاش میں چل دیا.....اور لونڈی کو جیسے یک لخت گھر بار یاد آگیا ہو.....وہ تیزی سے قدم اٹھاتے ہوئے حرم کعبہ سے آگے بڑھ گئی.....

یہ پہلوان حمزہ ؓ ہیں.....محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا اور رضاعی بھائی.....قریش کے نامور پہلوان..... لاابالی شکاری.....جن کی نشانہ بازی اور سپاہ گری کا ہر شخص معترف ہے..... جو محمد ﷺ سے صرف دو سال بڑے ہیں اور ان کے ہمجولی بھی ہیں.....جو لڑکپن میں اکٹھے کھیلے اور جوانی میں اکٹھے رہے ہیں.....

ابو جہل حرم کعبہ میں قریشی سرداروں سے خوش گپیوں میں محو ہے.....اتنے میں حمزہ ؓ آتے ہوئے دکھائی دیئے.....ان کی چال میں غیر معمولی تیزی ہے..... چہرہ پر غصہ کے آثار ہویدا ہیں.....ابو جہل انہیں دیکھتے ہی پکار اٹھتا ہے:.....لو ابو عمارہ بھی آگئے.....اور سب کی نظریں حمزہ ؓ کی طرف اٹھ جاتی ہیں.....

حمزہ ؓ ابوجہل کے قریب جا کر کھڑے ہو جاتے ہیں.....ان کے ایک ہاتھ میں کمان ہے.....آنکھوں سے شعلے نکلتے ہوئے معلوم ہوتے ہیں.....ان کی سانس کی رفتار بہت تیز ہے.....انہوں نے ابوجہل سے نہایت درشتی سے پوچھا:.....تم نے میرے بھتیجے کو گالیاں کیوں دیں.....پتھر کیوں مارے؟ تم نے اس کا سر زخمی کر دیا حالانکہ اس نے تمہاری کسی بات کا جواب تک نہ دیا تھا.....کیا تم نے اسے لاوارث سمجھ رکھا ہے؟.....

حمزہ ؓ کے غصے اور جلال سے سب واقف تھے.....اس لئے ابوجہل جلدی سے بولا:.....ابوعمارہ تم خود ہی سوچو.....وہ ہمارے دیوی دیوتاؤں کو ہر وقت برا بھلا کہتا رہتا ہے.....آخر کب تک برداشت کیا جائے.....اسے کئی دفعہ کہا ہے کہ تم اپنے خدا کی پوجا بے شک کرتے رہو لیکن ہمارے خداؤں کو برا نہ کہو.....لیکن وہ اس سے باز ہی نہیں آتا.....

حمزہ ؓ نے بات کاٹتے ہوئے کہا:.....مگر تم نے اسے مارا کیوں؟ کیا تم نے اسے اکیلا سمجھ لیا ہے؟ ابوجہل حمزہ ؓ کے تیور دیکھ کر لرز اٹھا اور نہایت لجاجت سے بولا:.....تم خوامخواہ ناراض ہو رہے ہو.....بس اسے منع کر دو کہ آئندہ ہمارے معبودوں کی شان میں گستاخی نہ کرے ورنہ...

ورنہ کیا..؟ حمزہ ؓ نے آگے بڑھ کر ابوجہل کے سر پر اپنی کمان اس زور سے ماری کہ خون کی دھار بہہ نکلی....

اس نے گھبرا کر پوچھا:.....حمزہ ؓ کیا تم بھی مسلمان ہو گئے ہو؟...

تو نے محمد ﷺ کو گالیاں دیں ہیں اور بکواس کی ہے؟.....آج سے میں بھی اس کے دین پر ہوں اور وہی کچھ کہتا ہوں جو وہ کہتا ہے.....اگر تو مجھے روک سکتا ہے تو روک لے.....ابوجہل ان کے غیض و غضب کو دیکھ کر گھبرا گیا اور لگا توجیہیں پیش

کرنے:..... دیکھو نا ابو عمارہ! (حضرت حمزہ کی کنیت) وہ ہمیں بے وقوف قرار دیتا ہے..... ہمارے خداؤں کو برا کہتا ہے اور آبائی دین کی مخالفت کرتا ہے.....

تمہاری بے وقوفی میں کوئی شک ہے کیا؟ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا:..... بے جان پتھروں کو پوجنے والے احمق نہیں تو اور کیا ہیں؟

"اشھد ان لا الہ الا اللہ و اشھد ان محمد رسول اللہ"

کفار قریش سناٹے میں آگئے..... حمزہ مسلمان ہو گئے..... یہ بات ان کے وہم و گمان میں بھی نہ تھی..... وہ دم بخود رہ گئے اور ابو جہل خوف کے مارے بھاگ نکلا..... وہ خون پونچھتا جاتا تھا اور زور زور سے پکارتا جاتا تھا:..... یا معشر قریش! حمزہ مسلمان ہو گئے ہیں..... حمزہ مسلمان ہو گئے ہیں..... حاضرین میں سے کسی کو حمزہ رضی اللہ عنہ سے مزاحمت کی ہمت نہ پڑی.....

ابو جہل کی کیا مجال کہ اس شیر غراں کے سامنے مزید لب کشائی کرتا..... البتہ اس کے چند حمایتی اٹھ کھڑے ہوئے اور حضرت حمزہ سے پوچھنے لگے:..... کیا تم نے اپنا آبائی دین چھوڑ دیا ہے؟ ہاں چھوڑ دیا ہے..... حضرت حمزہ نے دوٹوک جواب دیا:..... اور کیوں نہ چھوڑتا؟ جب کہ میں نے جان لیا ہے کہ محمد جو کچھ کہتا ہے..... صحیح کہتا ہے..... اگر تم مجھے منع کر سکتے ہو کر دیکھو.....

ابو جہل جانتا تھا کہ حمزہ میرے حواریوں کے بس کے نہیں ہیں..... اس لئے کہنے لگا:..... چھوڑو! ابو عمارہ کو جانے دو..... یہ غصے میں حق بجانب ہے..... واقعی میں نے اس کے بھتیجے کو نارو اباتیں کہی ہیں.....

جس شخص کی ہیبت و دبدبے کا یہ عالم ہو کہ سر محفل ابو جہل جیسے سردار کا سر بجا دے اور کسی کو دم مارنے کی جرأت نہ ہو..... اس کے دائرہ اسلام میں داخل ہو جانے کے بعد مکہ میں کس کی ہمت تھی کہ جان دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذاء دے یا تکلیف پہنچائے؟.....

کوہ صفا پر کوہ صدق وصفا..... محمد صلی اللہ علیہ وسلم موجود ہیں..... سر سے خون کی دھار بہہ کر رخسار تک آچکی ہے..... آس پاس کنکریاں پڑی ہوئی ہیں..... خاموشی طاری ہے..... محبوب خدا یاد خدا میں محو ہیں..... حمزہ رضی اللہ عنہ اپنے بھتیجے..... اپنے ہم جولی..... محمد ﷺ کو اس طرح یکہ وتنہا دیکھ کر بے تاب ہو گئے..... انہوں نے آگے بڑھ کر محمد ﷺ کے کندھے پر تھپکی دیتے ہوئے کہا:..... بھتیجے خوش ہو جاؤ..... میں نے تمہار انتقام لے لیا ہے..... میں نے کمان مار کر ابوجہل کا سر پھوڑ دیا ہے.....

محمد ﷺ نے پیارے چچا کی طرف پیار بھری نظروں سے دیکھا اور فرمایا:... چچا جان! مجھے ایسی باتوں سے خوشی نہیں ہوتی..... حمزہ رضی اللہ عنہ نے حیران ہو کر پوچھا:... بھتیجے! اگر ایسی باتوں سے تم خوش نہیں ہوتے تو پھر کس بات سے خوش ہوتے ہو.....

محمد ﷺ نے فرمایا: چچا جان اگر آپ مسلمان ہو جائیں تو مجھے بے حد خوشی ہوگی...

حمزہ رضی اللہ عنہ نے محمد ﷺ کی آنکھوں میں جھانکا..... روئے انور کا جی بھر کر نظارہ کیا اور نہایت سکون سے بولے:..... بھتیجے! اگر تمہاری خوشی اسی میں ہے کہ میں مسلمان ہو جاؤں تو..... لو! میں مسلمان ہوتا ہوں:.....

''اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمد رسول الله''

محمد ﷺ کا چہرہ فرط مسرت سے گلنار ہو گیا اور آپ ﷺ نے دعا کی:..... ''خدایا حمزہ رضی اللہ عنہ کو ثابت قدم رکھ.....''

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ یہ کہہ کر گھر واپس آئے..... شیطان نے وسوسہ ڈالا کہ اے حمزہ تم قریش کے سردار ہو تم نے اس صابی کا کیسے اتباع کیا اور اپنے آبا واجداد کا دین کیوں چھوڑ دیا اس سے مرجانا بہتر ہے جس سے حمزہ کچھ تردد و اشتباہ میں پڑ گئے.... حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اللہ جل شانہٗ سے دعا مانگی:...

''اللهم ان كان رشد افا جعل تصديقه في قلبي

والافاجعل لی مما وقعت فیہ مخرجا....."

"اے اللہ! اگر یہ ہدایت ہے تو اس کی تصدیق میرے قلب میں
ڈال دے.....ورنہ اس سے نکلنے کی کوئی صورت پیدا فرما....."

اور ایک روایت میں یہ ہے کہ تمام شب اسی بے چینی اور اضطراب میں گزری ایک لمحہ کے لئے بھی آنکھ نہ لگی.....جب کسی طرح یہ اضطراب اور بے چینی رفع نہ ہوئی تو حرم میں حاضر ہوا اور نہایت تفرع اور زاری سے دعا مانگی اے اللہ میرا سینہ حق کے لئے کھول دے اس شک اور تردد کو دور فرما.....دعا ابھی ختم نہ کرنے پایا تھا یک لخت تمام خیالات باطلہ میرے قلب سے صاف ہو گئے اور دل اذعان اور ایقان سے لبریز ہو گیا.....

صبح ہوتے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوا اور تمام واقعہ عرض کیا...آپ نے میرے استقامت اور اسلام پر قائم ثابت رہنے کی دعا فرمائی...

مستدرک حاکم میں ہے کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ جب آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے یہ کہا:...

"اشهد انک لصادق شهادة المصدق والعارف..."

"میں گواہی دیتا ہوں کہ تحقیق آپ یقیناً سچے ہی ہیں تصدیق
کرنے والے اور پہچاننے والے کی ہی گواہی دیتا ہوں....."

(حوالہ مدارج النبوۃ ودلائل النبوۃ وخصائل کبری وحجۃ اللہ)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اسلام کا واقعہ

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے سوال کیا:.....آپ کو فاروق کیوں کہا جاتا ہے؟ آپ کہنے لگے کہ امیر حمزہؓ مجھ سے تین دن پہلے اسلام لائے تھے میں آپ کے اسلام کے تین دن بعد کسی ارادے سے باہر نکلا.....مجھے فلاں بن فلاں مخزومی مل گیا.....میں نے کہا سنا ہے کہ تم اپنے باپ دادا کا دین چھوڑ کر دین محمدی کے پابند ہو گئے ہو؟ اس نے کہا میں نے ایسا کیا ہے تو وہ شخص بھی ایسا ہی کر چکا ہے جس کا حق تم پر مجھ سے بھی زائد ہے.....

میں نے کہا کون ہے؟ اس نے جواب دیا تمہارا بہنوئی اور بہن.....کہتے ہیں میں وہیں سے ادھر کو ہولیا.....دروازہ بند تھا اور کچھ دھیمی دھیمی سی آواز آرہی تھی.....دروازہ کھلا میں اندر گیا اور پوچھا تم لوگ کیا پڑھ رہے تھے.....وہ کہنے لگے تم نے کچھ سنا ہے..... چنانچہ میرے اور ان کے درمیان تکرار ہوتی رہی تا آنکہ میں نے اپنے بہنوئی کا سر پکڑ لیا اور اتنا مارا کہ لہولہان کر دیا.....میری بہن اٹھی اور میرے سر کو جھنجھوڑتے ہوئے بولی.....اپنی ذلت خود کروانا چاہتے ہو؟

چنانچہ خون بہتا دیکھ کر مجھے بڑی شرم آئی.....اور میں بیٹھ گیا.....میں نے کہا مجھے وہ کتاب دکھلاؤ.....بہن نے کہا:.....اسے صرف پاک لوگ ہی ہاتھ لگا سکتے ہیں..... اگر تمہاری نیت سچی ہے تو اٹھو غسل کرو! میں نے اٹھ کر غسل کیا اور آکر بیٹھ گیا.....وہ میرے پاس چند اوراق لے آئے جن میں یہ تحریر تھی:.....

"طٰہٰ ما انزلنا علیک القرآن لتشقیٰ o الا تذکرۃ لمن

یخشیٰ o تنزیلا ممن خلق الارض والسموات العلیٰ o

الرحمن علی العرش استویٰ o لہ ما فی السموات وما

فی الارض وما بینہما وما تحت الثریٰ o"

"طٰہٰ ہم نے قرآن اس لئے نہ اتارا کہ تم مشکل میں پڑو مگر اس کی نصیحت کیلئے جو ڈرتا ہے..... یہ اس کا اتارا ہوا ہے جس نے زمین اور اونچے آسمان بنائے اس پر مہر ان نے عرش پر استواء کیا..... اسی کیلئے ہے جو آسمانوں..... زمین میں..... ان کے درمیان اور اس گیلی مٹی کے نیچے ہے....."

اس کے آگے بھی چند آیات تھیں:.....

"فتعظمت فی صدری وقلت من ھذا افرت قریش و

شرح اللہ صدری للاسلام..."

"اس کلام کی عظمت میرے دل میں سما گئی میں نے کہا کیا قریش اس سے بھاگتے ہیں؟ پھر اللہ نے میرا سینہ اسلام کے لئے کھول دیا....."

اور میں نے کہا:.....

"لاالہ الا ھو لہ الاسماء الحسنیٰ"

"کوئی معبود نہیں مگر وہی اس کے لئے ہیں سب اچھے نام....."

اس کے بعد مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کوئی ذات محبوب نہ رہی..... عمر

فاروق رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے پکار کر کہا:.....

"اشهد ان لا اله الا الله وحده لا شریک له واشهد ان محمدا عبده ورسوله....."

دارارقم میں موجود صحابہ نے بلند آواز سے نعرہ تکبیر بلند کیا جس کی گونج حرم کعبہ تک سنائی دی..... میں نے عرض کیا:..... یا رسول اللہ! کیا ہم حق پر نہیں..... زندہ رہیں یا مریں؟ فرمایا:..... ہاں زندگی اور موت دونوں حالتوں میں تم حق پر ہو..... میں نے کہا پھر چھپنا کیوں..... اس خدا کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا آپ ضرور باہر تشریف لے چلیں.....

چنانچہ ہم وہاں سے نکل پڑے..... ہماری دو صفیں تھیں ایک میں امیر حمزہؓ تھے اور دوسری میں میں..... ایک غبار اٹھا اور ہم مسجد میں جا پہنچے..... جب قریش نے مجھے اور امیر حمزہ دونوں کو یوں دیکھا تو دل گرفتہ ہو کر رہ گئے..... ایسی مشکل ان پر کبھی نہ آئی ہوگی..... تب نبی ﷺ نے میرا نام فاروق رکھا کیونکہ حق و باطل میں فرق ہو گیا تھا.....

(حوالہ ایضاً)

عمر فاروق رضی اللہ عنہ دشمنوں کے نرغے میں

بخاری میں ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے تو لوگ ان کے مکان کے پاس جمع ہو گئے اور کہنے لگے کہ عمر بے دین ہو گیا..... اس وقت جبکہ عمر رضی اللہ عنہ اپنے مکان میں چھپے ہوئے تھے کہ ان کے پاس عاص ابن وائل آیا اور بولا کہ کیا بات ہے.....

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا:..... تمہاری قوم کہتی ہے کہ چونکہ میں مسلمان ہو گیا ہوں اس لئے وہ مجھے قتل کر دیں گے.....

عاص نے کہا:..... تمہیں امان ہے کوئی شخص تمہیں کچھ نہیں کہہ سکتا.....

اس کے بعد عاص باہر گیا اور لوگوں سے ملا.....اس وقت یہاں پوری وادی میں لوگوں کے ٹھٹ کے ٹھٹ لگے ہوئے تھے.....

عاص نے لوگوں سے کہا:.....تم لوگ کہاں جا رہے ہو.....

لوگوں نے کہا: ہم اسی عمر ابن خطاب سے نمٹنے جا رہے ہیں جو بے دین ہو گیا ہے

عاص نے کہا:...اس کو اب کوئی کچھ نہیں کہہ سکتا.....میں اس کو پناہ دے چکا ہوں ...یہ سنتے ہی لوگ وہاں سے چھٹ گئے اور اپنے اپنے گھروں کو ہو لئے...

(حوالہ بخاری شریف)

فاروق اعظم ص کے ہاتھوں عتبہ کی پٹائی

ایک روایت میں ہے کہ عتبہ ابن ربیعہ حضرت عمرؓ پر جھپٹا مگر حضرت عمرؓ نے اس کو اچھال کر زمین پر پھینک دیا اور اس کے سینے پر سوار ہو کر اس کو مارنے لگے..... انہوں نے اس کی آنکھوں میں انگلیاں گاڑ دیں.....عتبہ چیخنے لگا جو شخص بھی عتبہ کی مدد کے لئے قریب آتا تھا حضرت عمرؓ اپنے ہاتھوں سے اس کو دھکیل دیتے تھے.....

ابو جہل کے سامنے اپنے اسلام کا اعلان

ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا:..... جب میں مسلمان ہوا تو مجھے خیال آیا کہ مکے والوں میں آنحضرت ﷺ کا سب سے بڑا دشمن ابو جہل ہے..... لہٰذا مجھے اسی کو جا کر یہ خبر دینی چاہئے کہ میں مسلمان ہو گیا ہوں..... چنانچہ میں ابو جہل کے پاس گیا اور دروازے پر دستک دی.....

اس نے پوچھا کون ہے؟

میں نے کہا: عمر ابن خطاب.....

وہ فوراً باہر نکل آیا اور کہنے لگا:..... مرحبا خوش آمدید بھانجے کیسے آئے؟

میں نے کہا:..... میں تمہیں ایک خوشخبری سنانے آیا ہوں.....

ابوجہل نے پوچھا:..... وہ کیا ہے.....

میں نے کہا:..... میں اللہ اور اس کے رسول محمد ﷺ پر ایمان لے آیا ہوں اور جو کچھ وہ لے کر آئے اس میں سے اس کی تصدیق کردی ہے..... ابوجہل نے یہ سنتے ہی غصے سے ایک دم بڑے زور سے دروازہ بند کرلیا اور چلا کر بولا:..... خدا تیرا اور اس خبر کا ناس کرے.....

ابوجہل حضرت عمر کا ماموں تھا..... حضرت عمر کی والدہ ابوجہل کی بہن تھیں..... ایک قول یہ بھی ہے کہ ابوجہل حضرت عمر کی والدہ کا ماموں تھا..... ایک یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی والدہ ابوجہل کی چچا زاد بہن تھیں..... اسی بات کو علامہ ابن عبدالبر نے صحیح کہا ہے..... یعنی ماں کے سب ددھیال والے بیٹے کے ننھیال والے ہوتے ہیں.....

حضور ﷺ کے دشمنوں کا انجام

آپ ﷺ کے پانچ مخالفین کا عبرتناک انجام

عروہ بن زبیر ؓ سے روایت ہے کہ آپ کی قوم کے پانچ آدمی بڑے صاحب حیثیت وحشمت تھے.....

(۱) اسود بن مطلب بن اسد ابوزمعہ جس کی ایذاؤں اور ستم رسانیوں پر نبی ﷺ نے اس کے لئے یہ الفاظ ارشاد فرمائے تھے:..... اے اللہ! اسے اندھا کردے.....اس کی ماں اسے رویا کرے.....

(۲) اسود بن عبدیغوث بن وھب بن عبد مناف بن زھرہ.....

(۳) ولید بن مغیرہ بن عبداللہ بن عمرو بن مخزوم.....

(۴) عاص بن وائل بن ہشام بن سعد بن سہل.....

(۵) حارث بن عبداللہ بن طلاطلہ بن عمرو بن حارث بن عبد عمرو بن ملکان.....

جب یہ لوگ فتنہ انگیزی میں حد سے بڑھ گئے اور نبی ﷺ کا مذاق اڑانے میں کمینگی کی تمام حدیں پھلانگ گئے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:.....

"فاصدع بما تؤمروا عرض عن المشرکین انا کفینا ک المستھزئین الذین یجعلون مع اللہ الٰھا اخر فسوف یعلمون٥"

''جو آپ کو حکم دیا جائے اسے ظاہر کر دیں اور مشرکوں سے منہ پھیر لیں مذاق کرنے والوں کی طرف سے بے شک ہم آپ کو کافی ہیں... جو اللہ کے ساتھ دوسرا خدا مانتے ہیں انہیں عنقریب معلوم ہو جائے گا...''

عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ محو طواف کعبہ تھے کہ جبرائیل آ کر آپ کے پہلو میں کھڑے ہو گئے اور آپ کو ساتھ کھڑا کر لیا..... اتنے میں اسود بن مطلب ان کے قریب سے گزرا جبرائیل امین نے اس کے منہ پر ایک سبز پتہ دے مارا جس سے وہ فوراً اندھا ہو گیا.....

اس کے بعد اسود بن عبد یغوث گزرا آپ نے اس کے پیٹ کی طرف اشارہ کیا اسے پیچش لگ گئے اور پیٹ میں ہوا بھر جانے کے سبب بہت جلدی مر گیا.....

تھوڑی دیر بعد ولید بن مغیرہ کا گزر ہوا آپ نے اس کی ایڑی کے نیچے ایک زخم کی طرف اشارہ کر دیا..... چند سال قبل کی بات ہے کہ وہ ایک مرتبہ بنوخزاعہ کے ایک آدمی کے پاس سے گزرا جو تیر بنایا کرتا تھا..... چونکہ ولید کا تہبند زمین سے لٹک رہا تھا اس لئے کوئی تیر کپڑے میں اٹک گیا اور ایڑی پر خراش ڈال دی مگر وہ معمولی سی تھی ..... جب جبرائیل نے اس کی طرف اشارہ کیا تو اس سے خون بہہ پڑا اور وہ تڑپ تڑپ کر مر گیا.....

تھوڑی دیر بعد وہاں سے عاص بن وائل کا گزر ہوا حضرت جبرائیل نے اس کے پاؤں کے تلوے کی طرف اشارہ کر دیا بعد ازاں وہ گدھے پر سوار ہو کر طائف کو چلا ..... گدھے نے اسے ایک جگہ جھاڑیوں پر دے مارا اس کے تلوے میں کانٹا چبھ گیا جس سے (پاؤں اتنا پھول گیا کہ) وہ جان سے ہاتھ دھو بیٹھا.....

چند لمحوں کے بعد وہاں سے حارث بن طلاطلہ کا گزر ہوا آپ نے اس کے سر کی طرف اشارہ کیا اس سے پیپ نکلنے لگی اور کچھ دیر میں اس نے جان دے دی.....

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ چند سال خفیہ طور پر مصروف کار رہے....اور وحی الٰہی کو سر عام بیان نہ فرمایا یہاں تک کہ اللہ نے فرمایا:...

"فاصدع بما تومر" مکہ میں اپنا دعویٰ بیان کرو.....

تو پھر اللہ نے آپ کی مخالفت اور آپ سے مذاق کرنے والوں کو تباہ کر دیا.....وہ پانچ آدمی تھے.....نبی ﷺ کے پاس جبرائیل جو یہ آیت لے کر آئے تو اس کا مقصد پورا ہو گیا تھا.....

کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا میں نے اس آیت کے نزول کے بعد ان پانچوں کو زندہ دیکھا مگر پھر ایک دن رات میں ہی پانچوں ختم ہو گئے.....

اسود بن مطلب بن حارث بن عبدالعزیٰ کا زمعہ نامی بیٹا تھا..... باپ کا بڑا وفادار.....وہ جب بھی سفر پر جاتا باپ سے کہتا میں جاتے ہوئے فلاں فلاں جگہ ٹھہروں گا اور آتے ہوئے فلاں فلاں جگہ.....اور وقت مقررہ پر گھر پہنچ جایا کرتا تھا.... ادھر نبی کریم ﷺ نے اسود کے لئے دعا کی تھی کہ اللہ اسے اندھا کرے اور اس کی ماں روئے.... چنانچہ جبرائیل امین نے آکر اسے ایک سبز پتہ دے مارا اور اس کی نگاہ جاتی رہی.....

پھر جس دن اس کے بیٹے نے سفر سے واپس آنا تھا وہ استقبال کے لئے نکلا..... اس کے ساتھ اس کا غلام بھی تھا.....(کیونکہ نابینا ہونے کے سبب خود نہیں چل سکتا تھا) وہ درخت کے نیچے بیٹھا ہوا تھا اتنے میں جبرائیل امین آگئے..... چنانچہ وہ اپنا سر پھوڑنے لگ گیا.....اور اپنا چہرہ کانٹوں پر ملنے لگا.....ساتھ اس نے اپنے غلام سے فریاد کی.....غلام نے کہا تم خود ہی اپنا یہ حشر کر رہے ہو.....

چنانچہ اس نے اس طرح خود کو مار لیا..... یہ بھی مرتے ہوئے کہہ رہا تھا مجھے محمد کے رب نے مارا ہے..... یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ زندہ رہا پھر بدر میں اس کا بیٹا قتل ہوا اور یہ اس کے غم میں روتے روتے مرا..... (حوالہ حجۃ اللہ و دلائل النبوۃ)

بلا عذر بائیں ہاتھ سے کھانے کا انجام

حضرت سلمہؓ بن اکوع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بائیں ہاتھ سے کھانا کھا رہا تھا.....

"فقال رسول اللہ ﷺ کل بیمینک فقال لا استطیع قال لا استطعت ھامنعہ الا الکبر قال فمار فعھا الیٰ فمہ..."

"تو حضور ﷺ نے اس کو فرمایا:..... دائیں ہاتھ سے کھا..... اس نے کہا دائیں ہاتھ سے نہیں کھا سکتا..... یعنی بیکار ہے... آپ نے فرمایا:... جا آج سے بیکار ہی ہے..... اس نے یہ جھوٹا عذر صرف تکبر سے کیا تھا.... چنانچہ اس دن سے وہ ہاتھ ایسا بے کار ہوا کہ پھر کبھی منہ تک نہ آسکا...." (حوالہ دلائل النبوۃ و خصائل کبریٰ و حجۃ اللہ)

گستاخان رسول ﷺ کی عقل ماؤف ہوگئی

ہجرت کے نویں سال حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی کلاب کی طرف ایک مہم روانہ فرمائی اور ساتھ ہی ایک مکتوب گرامی بھی ارسال فرمادیا تاکہ وہ لوگ اسلام کے مطیع ہو جائیں..... ان لوگوں نے مکتوب گرامی کی عبارت کو دھوڈالا اور جس چمڑے پر خط لکھا گیا تھا اسے ایک چرخی ڈول کے ساتھ سی لیا..... حضور ﷺ کو خبر ہوئی تو آپ نے فرمایا:.....

"مالهم اذهب الله عقولهم..."

اس کے بعد اس قبیلہ کی عقل ماؤف ہوگئی..... اور اس قدر مختلط الکلام ہوگئے کہ ان کی باتوں کے مفہوم کی بھی سمجھ نہ آتی تھی..... (حوالہ ایضاً)

گستاخ رسول کا انجام

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حکم بن عاص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں آجاتا اور جب حضور ﷺ کلام فرماتے تو منہ مار مار کر آپ کا سانگ لگایا کرتا تھا.....

"فقال النبی صلی الله علیه وسلم کن کذالک فلم یزل یختلج حتیٰ مات..."

"ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو فرمادیا:..... ایسا ہی

ہو جا (پس آپ کی زبان سے کلمہ کن کا نکلنا تھا کہ وہ ویسا ہی ہو گیا)

اور مرتے دم تک منہ مارتا رہا.....'' (حوالہ ایضاً)

معجزہ شق القمر: تیری انگلی اٹھی چاند کا کلیجہ چر گیا

''اقتربت الساعة وانشق القمر''

ہجرت مدینہ سے تقریباً پانچ سال پہلے ایک مرتبہ مشرکین مکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جمع ہو کر آئے جن میں ولید بن مغیرہ.....ابو جہل.....عاص بن وائل.....عاص بن ہشام.....اسود بن عبد یغوث.....اسود بن مطلب.....زمعۃ بن الاسود.....نضر بن حارث وغیرہ وغیرہ بھی تھے.....آپ سے یہ درخواست کی کہ اگر آپ سچے نبی ہیں تو اپنی نبوت کا کوئی خاص نشان دکھلائیں اور ایک روایت میں ہے کہ یہ کہا کہ چاند کے دو ٹکڑے کر کے دکھلاؤ.....رات کا وقت تھا اور چودھویں رات کا چاند طلوع کئے ہوئے تھا.....

آپ ﷺ نے فرمایا:

''ان فعلت تومنون'' اچھا اگر یہ معجزہ دکھلا دوں تو ایمان بھی لے آؤ گے.....

لوگوں نے کہا ہاں ہم ایمان لے آئیں گے.....حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حق جل شانہ سے دعا کی اور انگشت مبارک سے چاند کی طرف اشارہ فرمایا.....اسی وقت چاند کے دو ٹکڑے ہو گئے ایک ٹکڑا جبل ابی قبیس پر تھا اور دوسرا ٹکڑا جبل قیقعان پر تھا.....دیر تک لوگ حیرت سے دیکھتے رہے تھے.....حیرت کا یہ عالم تھا کہ اپنی آنکھوں کو کپڑے

سے پوچھتے تھے اور چاند کی طرف دیکھتے تھے تو صاف دو ٹکڑے نظر آتے تھے اور حضور ﷺ اس وقت یہ فرما رہے تھے:.....

"اشھد وا.. اشھدوا..." اے لوگو! گواہ رہو..اے لوگو! گواہ رہو..

عصر اور مغرب کے درمیان جتنا وقت ہوتا ہے اتنی دیر چاند اسی طرح رہا اور اس کے بعد پھر ویسا ہی ہو گیا.... مشرکین مکہ نے کہا کہ:...

"ھذا من سحر ابن ابی کبشه"

محمد (ﷺ) تو نے جادو کر دیا ہے کہ تم باہر سے آنے والے مسافروں کا انتظار کرو اور ان سے دریافت کرو کیونکہ یہ ناممکن ہے کہ محمد (ﷺ) تمام لوگوں پر جادو کر دیں اگر وہ بھی اسی طرح اپنا مشاہدہ بیان کریں تو سچ ہے اور اگر یہ کہیں کہ ہم نے نہیں دیکھا تو سمجھنا محمد (ﷺ) نے تم پر سحر کیا ہے.....

چنانچہ مسافروں سے دریافت کیا گیا ہر طرف سے آنے والے مسافروں نے اپنا مشاہدہ بیان کیا کہ ہم نے شق قمر دیکھا ہے مگر ان شہادتوں کے باوجود بھی معاندین ایمان نہ لائے اور یہ کہا کہ یہ سحر مستمر ہے یعنی عنقریب اس کا اثر زائل ہو جائے گا..... اس پر یہ آیت نازل ہوئی:.....

"اقتربت الساعة وانشق القمر وان یروا آیة یعرضوا ویقولوا سحر مستمر..."

معجزہ شق القمر کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں واقع ہونا قرآن کریم اور احادیث متواترہ اور اسانید صحیحہ اور جیدہ سے ثابت ہے اور اسی پر تمام سلف اور خلف کا اجماع ہے.....

(حوالہ دلائل النبوۃ وخصائل کبریٰ وحجۃ اللہ الوفاء ابن جوزی ومدارج النبوۃ)

معجزۂ ردشمس (سورج پر حکومت)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مشہور معجزات میں سے معجزۂ ردشمس بھی ہے یعنی آفتاب کا غروب ہوکر پھر نکل آنا..... اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ایک روز مقام صہبا میں حضور ﷺ نے نماز ظہر ادا کی اور پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کسی کام کے لئے روانہ فرمایا..... حضرت علی رضی اللہ عنہ کے واپس آنے تک حضور ﷺ نے نماز عصر بھی ادا فرمالی اور جب حضرت علی رضی اللہ عنہ واپس آئے تو ان کی آغوش میں اپنا سر انور رکھ کر حضور ﷺ سو گئے.....

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ابھی تک نماز عصر ادا نہ کی تھی..... ادھر سورج کو دیکھا تو غروب ہونے والا تھا..... حضرت علی رضی اللہ عنہ سوچنے لگے کہ ادھر رسول خدا آرام فرما ہیں اور ادھر نماز کا وقت ہو رہا ہے..... رسول خدا کی استراحت کا خیال رکھوں تو نماز جاتی ہے اور نماز کا خیال کروں تو رسول خدا کی استراحت میں خلل واقع ہوتا ہے..... کروں تو کیا کروں؟...

آخر حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ نے فیصلہ کیا کہ نماز کو قضا ہونے دو مگر حضور ﷺ کی نیند مبارک میں خلل نہ آئے..... چنانچہ سورج ڈوب گیا اور عصر کا وقت جاتا رہا..... حضور ﷺ اٹھے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مغموم دیکھ کر وجہ دریافت کی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا :..... یارسول اللہ ﷺ! میں نے آپ کی استراحت کے پیش نظر ابھی تک نماز عصر نہیں پڑھی اور سورج غروب ہوگیا ہے..... حضور ﷺ نے فرمایا تو غم کس بات..... لو ابھی سورج واپس آتا ہے..... اور پھر اسی مقام پر آ کر رکتا ہے جہاں وقت عصر ہوتا ہے..... چنانچہ حضور ﷺ نے دعا فرمائی تو غروب شدہ سورج پھر نکلا اور الٹے قدم اسی جگہ آ کر

ٹھہر گیا جہاں عصر کا وقت ہوتا ہے..... حضرت علی ﷺ نے اٹھ کر عصر کی نماز پڑھی تو سورج غروب ہو گیا.....

اسماء بنت عمیس ﷺ کہتی ہیں کہ آفتاب غروب کے بعد لوٹ آیا اور اس کی شعاعیں زمین اور پہاڑوں پر پڑیں..... امام طحاوی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں..... ابن جوزیؒ اور ابن تیمیہؒ نے اس حدیث کو موضوع اور بے اصل بتلایا ہے اور شیخ جلال الدین سیوطیؒ نے اس حدیث کے بارے میں ایک مستقل رسالہ لکھا اور اس کا نام کشف اللبس عن حدیث ردشمس رکھا جس میں اس حدیث کے طرق اور اسانید پر کلام فرمایا اور اس حدیث کا صحیح ہونا ثابت کیا اور علامہ زرقانی نے بھی شرح مواہب میں اس حدیث کا صحیح اور مستند ہونا ثابت کیا.....

(حوالہ مواہب لدنیہ)

ہجرت مدینہ سے قبل کے واقعات نزول وحی

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ خدیجہ کے ساتھ تشریف فرما تھے..... اچانک آپ نے دیکھا کہ زمین و آسمان کے درمیان ایک ہیولا سا کھڑا تھا..... جو اپنی جگہ کھڑا رہا..... حضرت خدیجہ کہنے لگیں: آپ میرے قریب ہو جائیں..... آپ ﷺ ان کے قریب ہو گئے.....

وہ کہنے لگیں: آپ اسے اب بھی دیکھ رہے ہیں.....

فرمایا: ہاں.....

حضرت خدیجہ نے کہا: آپ میرے دامن قمیص میں اپنا سر ڈال دیں..... آپ ﷺ نے ڈال دیا..... جناب خدیجہ نے پوچھا اب وہ نظر آ رہا ہے؟ نبی ﷺ نے فرمایا:

نہیں.....وہ جا چکا ہے..... حضرت خدیجہ کہنے لگیں: آپ خوش ہوں وہ مکرم فرشتہ تھا اگر شیطان ہوتا تو حیا نہ کرتا.....

چند دن بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے محلہ جیاد اصغر میں تھے کہ زمین و آسمان کے درمیان پھر وہ ہیولا دیکھا اور پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام ظاہر ہو گئے.....وہ آپ کے پاس زمین پر تشریف لے آئے.....انہوں نے سلام کیا.....پھر یاقوت و زبرجد سے مزین بڑی نفیس چادر (جائے نماز) بچھا دی.....پھر زمین کو کرید کر پانی نکالا..... اور آپ ﷺ کو وضو کا طریقہ بتلایا.....آپ نے وضو کیا پھر روبقبلہ حجر اسود کے سامنے دو رکعت نماز ادا کی.....اس کے بعد جبرائیل نے آپ کو نبوت کی بشارت سنائی اور یہ سورت آپ پر نازل ہوگئی.....

"اقراء باسم ربک الذی خلق"

پھر آپ ﷺ گھر کو چلے.....راستے میں کوئی درخت اور پتھر ایسا نہ تھا جو آپ کو یوں سلام نہ کہہ رہا ہو..... "السلام علیک یا رسول اللہ" آپ حضرت خدیجہؓ کے پاس آئے اور فرمانے لگے: اے خدیجہ! جانتی ہو آج کیا دیکھ رہا تھا.....جبرائیل نے میرے لئے قیمتی چادر (جائے نماز) بچھائی زمین سے پانی نکالا..... مجھے وضو کا طریقہ بتلایا اور میں نے وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھی..... حضرت خدیجہ کہنے لگیں وہ وضو مجھے بھی دکھلائیں.....آپ نے انہیں وضو کر کے دکھایا.....انہوں نے آپ کے ساتھ نماز پڑھی اور کہنے لگیں "اشھد انک رسول اللہ"

(حوالہ دلائل نبوۃ)

نبی ﷺ نے جبرائیل امین کو اس کی اصلی شکل میں دیکھا

شریح بن عبید سے روایت ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم معراج پر تشریف لے گئے تو مولیٰ نے اپنے بندے کی طرف جو وحی کی سو کی..... تو جبرائیل امین سجدے میں گر گئے..... یہاں تک کہ اللہ نے اپنے نبی کو جو دینا تھا دے دیا.....

آپ فرماتے ہیں میں نے سر اٹھایا تو جبرائیل کو اس کی اصلی شکل میں دیکھا..... اس کے پروں پر زبرجد موتی اور یاقوت لگے ہوئے ہیں..... مجھے یہ گمان گزرا کہ اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان فاصلہ اتنا طویل ہے کہ آسمان کا ایک کنارہ اس کے پیچھے اوجھل ہو جائے..... (حوالہ دلائل النبوۃ)

آغاز وحی کے بعد ہر شجر و حجر سے آواز آنے لگی السلام علیک یارسول اللہ!

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدہ خدیجہ نے نذر مانی کہ ایک مہینہ غار حرا میں اعتکاف کریں گے..... اتفاق سے وہ ماہ رمضان

تھا..... نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک رات (غار سے) باہر نکلے..... آپ فرماتے ہیں میں نے آواز سنی "السلام علیک" میں نے اسے کسی جن کی آواز سمجھا..... میں جلدی سے واپس خدیجہؓ کے پاس آیا..... انہوں نے مجھ پر چادر ڈال دی..... اور کہنے لگیں: اے فرزند! آپ کا کیا حال ہے؟ میں نے کہا: میں نے آواز سنی ہے "السلام علیک" اور اسے جن کی آواز سمجھا ہوں..... وہ کہنے لگیں آپ خوش ہوں..... یہ تو اچھے الفاظ ہیں.....

میں پھر ایک مرتبہ باہر نکلا تو دیکھا کہ جبرائیل امین سورج کے اوپر کھڑے ہیں ان کا ایک پر مشرق میں ہے تو دوسرا مغرب میں..... میں یہ دیکھ کر ہیبت زدہ ہوگیا..... جب میں واپس ہونے لگا تو جبرائیل میرے اور دروازے کے درمیان کھڑے تھے..... وہ مجھ سے گفتگو کرتے رہے یہاں تک کہ میں ان سے مانوس ہوگیا..... وہ مجھ سے دوبارہ آنے کا وعدہ کر کے چلے گئے.....

میں ان سے وعدہ کے مطابق وقت مقررہ پر وہاں پہنچ گیا..... مگر انہوں نے دیر کر دی..... واپسی کا ارادہ کر ہی رہا تھا کہ کیا دیکھتا ہوں جبرائیل و میکائیل نے آسمان کے ایک کنارے کو ڈھانپ رکھا ہے..... جبرائیل نیچے اتر آئے اور میکائیل زمین و آسمان کے درمیان کھڑے رہے..... جبرائیل نے مجھے پکڑ کر پشت کے بل لٹا دیا..... پھر میرا سینہ چاک کر کے دل نکالا اور اس میں سے اللہ کی مرضی کے مطابق جو چاہا نکالا..... پھر میرے دل کو سنہری طشت میں آب زمزم سے دھویا..... پھر اس دل کو اپنی جگہ لگا کر سینہ بند کر دیا..... پھر انہوں نے مجھے لٹا دیا..... اور میری پشت پر مہر (نبوت) لگائی جس کی ٹھنڈک میں نے دل میں محسوس کی.....

پھر وہ کہنے لگے: پڑھیے! میں نے کوئی کتاب پڑھی ہی نہ تھی..... اس لئے پڑھنے کو کچھ نہ پا سکا.....

انہوں نے پھر کہا: پڑھئے!

میں نے کہا: کیا پڑھوں؟

کہنے لگے: یہ پڑھو!

"اقراء باسم ربک الذی خلق"

"اپنے رب کے نام کے ساتھ پڑھئے جس نے (آپ کو) پیدا کیا....."

انہوں نے آگے بھی چار آیات پڑھیں..... مجھے ان میں سے کچھ نہ بھولا..... پھر انہوں نے ایک شخص سے میرا وزن کیا..... میں اس سے بھاری نکلا..... انہوں نے ایک اور شخص ساتھ ملا دیا میں پھر بھی بھاری رہا..... انہوں نے سو انسانوں سے کے ساتھ مجھے تولا تو میں پھر بھی وزنی ثابت ہوا..... تب میکائیل نے کہا: رب کعبہ کی قسم! ان کی امت ضرور ان کی پیروی کرے گی.....

اس کے بعد جو بھی پتھر اور درخت مجھے ملتا یہ آواز دیتا **"السلام علیک یارسول اللہ!"** میں خدیجہؓ کے پاس آیا تو وہ بھی یہ کہہ رہی تھیں **"السلام علیک یارسول اللہ"** (حوالہ دلائل النبوۃ)

اللہ تعالیٰ کا حضور ﷺ کو شعب ابی طالب کے معاہدہ کے ضائع ہونے کی خبر دینا

جب قریش مکہ حضرت ابوطالب کی حمایت کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بحث وتکرار میں لڑنے جھگڑنے میں عاجز آ گئے تو انہوں نے مل کر ایک عہد نامہ تحریر کیا..... انہوں نے خدا کے نام حلف اٹھایا کہ وہ بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب سے آئندہ قطع رحمی کر لیں گے..... نہ ان کا رشتہ لیں گے نہ ان کو رشتہ دیں گے..... نہ ان سے کوئی چیز خریدیں گے اور نہ انہیں کوئی چیز دیں گے اور نہ ہی ان سے کلام کریں گے..... یہ عہد نامہ کپڑے میں لپیٹ کر سربمہر کیا گیا اور دیوار کعبہ پر لٹکا دیا گیا.....

جب ابوطالب کو پتہ چلا تو تمام بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب کے ہمراہ شعب ابوطالب میں جو دو پہاڑوں کے درمیان تھا..... مقیم ہو گئے اور تین سال تک وہیں شب بسری کی..... کسی نے بھی ان سے اپنی نسبت کا احساس کرتے ہوئے بھلائی نہ کی..... صرف ابوالعاص بن ربیع جو حضور ﷺ کے داماد تھے کبھی کبھی رات کے وقت گندم اور کھجوریں وہاں لے جاتے..... حضور ﷺ نے ان کے اس کار خیر کی تعریف کی اور اسے سراہا.....

جب ان کی حالت تنگ ہو گئی اور قریش کی سختی انتہاء کو پہنچ گئی تو حق سبحانہٗ تعالیٰ نے عہد نامہ قریش پر کسی جاندار چیز کو مسلط کر دیا جس نے سوائے خدا کے نام کے تمام تحریر کو تلف کر دیا..... حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پتہ چلا تو آپ نے اپنے چچا ابوطالب کو مطلع

کردیا..... ابوطالب تمام بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب کے ساتھ عمدہ لباس زیب تن کئے مکہ معظمہ میں آ گئے اور قریش میں آکر بیٹھ گئے..... قریش نے ان کا احترام واکرام کیا.....

ابوطالب نے کہا:..... اے گروہ قریش! ہم تمہارے پاس ایک کام کے لئے آئے ہیں..... امید ہے کہ تم اس میں عدل وانصاف سے کام لو گے..... کہنے لگے:..... ہم احسان کریں گے..... ابوطالب نے کہا کہ محمد ﷺ نے مجھے بتایا ہے کہ خدائے تعالیٰ نے تمہارے عہد نامے پر ایک ایسے جاندار کو مسلط کردیا ہے جس نے سوائے خدا کے نام کے اس میں کچھ نہیں چھوڑا اور صلہ رحمی اور ظلم وستم سے متعلق ہر چیز کو کھا گیا ہے..... میں نے کبھی بھی اس سے جھوٹ نہیں سنا..... اسے دیکھو اگر درست ہے تو خوف خدا کرو اور اس ناپسندیدہ طریق کار سے باز آ جاؤ..... اگر وہ جھوٹ کہتا ہے تو میں اسے تمہارے حوالے کردوں گا اور اس کی حمایت سے دست کش ہو جاؤں گا..... پھر تم جو چاہو کرنا..... قریش بولے:..... اے ابوطالب! یہ اچھا خیال ہے..... انہوں نے ایک شخص کو عہد نامہ لانے کے لئے بھیجا.....

جب اسے کھولا گیا تو اس میں "باسمک اللھم" کے سوا کوئی چیز باقی نہ تھی..... حضرت ابوطالب نے ان کی مذمت و ملامت کی..... وہ سب خاموش ہو گئے..... کچھ کہہ نہ سکے اور اس عہد نامہ سے منحرف ہو گئے..... بعدازاں حضور ﷺ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ اس درہ سے باہر آئے اور قریش مدت تک آپ سے صلح پر کاربند رہے.....

(حوالہ دلائل النبوۃ وخصائل کبریٰ ومدارج)

زینت عرش بننے والے قدم

وادی طائف میں لہولہان ہو گئے

عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف لکھی جانے والی دستاویز ظلم تار تار کر دی تو آپ ﷺ اور آپ کے صحابہ لوگوں کے ساتھ مل جل کر رہنے لگے..... نبی ﷺ نے ہر سال موسم حج پر قبائل عرب کو اپنی دعوت پیش کرنا شروع کی.....

قبائل کے سرداروں سے آپ کی گفتگو یہ ہوتی تھی کہ تم لوگ مجھے اپنے ہاں پناہ دو میری حفاظت کرو میں تمہیں اپنے دین کے اختیار کرنے پر مجبور نہیں کروں گا..... جو اسے پسند کرے گا قبول کرے گا اور جو پسند نہ کرے گا میں اسے مجبور نہیں کروں گا..... میں چاہتا ہوں کہ تم لوگ میری حفاظت کرو تا کہ میں اپنے رب کا پیغام پہنچا سکوں..... پھر اللہ تعالیٰ میرے لئے جو چاہے گا فیصلہ فرمائے گا.....

مگر کسی قبیلہ نے آپ کی یہ دعوت نہ مانی اور ہر کسی نے یہی جواب دیا کہ کسی شخص کو اس کی قوم ہی بہتر جانتی ہے..... کیا تم نے کبھی ایسا شخص دیکھا ہے جو اپنی قوم کو چھوڑ کر دوسروں کا بھلا سوچے..... درحقیقت اللہ نے آپ کی نصرت و اعانت کرنے کا اعزاز انصار مدینہ کے لئے رکھا ہوا تھا..... آپ ﷺ نے طائف کے تین سرداروں عبد مالیل..... مسعود..... حبیب ان تینوں پر اسلام پیش کیا..... بجائے اس کے کہ کلمہ حق کو سنتے..... نہایت سختی سے آپ کو جواب دے دیا.....

ایک بولا: کیا خدا نے کعبہ کا پردہ چاک کرنے کے لئے تجھ کو نبی بنا کر بھیجا ہے.....

دوسرا بولا: کیا خدا کو اپنی پیغمبری کے لئے تمہارے سوا اور کوئی نہیں ملا.....اگر تو اللہ کا رسول ہے تو میں کعبہ کے سامنے ڈاڑھی منڈا دوں گا.....

تیسرا بولا: خدا کی قسم میں تم سے ہی کلام نہ کروں گا.....

اگر واقعی میں اللہ نے تجھ کو اپنا رسول بنا کر بھیجا ہے تو تیرے کلام کا رد کرنا سخت خطرناک ہے (مگر اس نادان نے سمجھا کہ اللہ کے پیغمبر کے ساتھ استہزاء اور تمسخر کرنا اس سے بھی زیادہ سخت ہے) اور اگر تم اللہ کے رسول نہیں تو پھر خطاب اور لائق التفات نہیں.....

"جسے سفر کے لئے گدھیا تک میسر نہیں کیا خدا کو اس کے سوا رسول بنانے کے لئے اور کوئی نہیں ملتا تھا....."

ٹوٹے ہوئے دل کے لئے یہ پہلا تیر تھا جو امارت کے نشے میں چور ایک امیر کی زبان سے نکلا.....اس طرح کی دلآزار باتیں کرنے کے بعد انہوں نے مزید فرعونیت کا مظاہرہ کیا اور کہا:.....

"اخرج من بلد نار" نکل جاؤ ہمارے شہر سے.....

حضور نے ان سے رخصت ہونے سے پہلے ان کو کہا:.....

"اذ فعلتم ما فعلتم فاكتموا علی....."

"میرے ساتھ جو برتاؤ تم نے کیا وہ تو کیا اب یہ سارا معاملہ راز رہے اس کو افشا نہ کرنا....."

کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خدشہ تھا کہ اہل مکہ کو اگر معلوم ہو گیا کہ میں طائف

گیا ہوں وہاں کے رؤسا کو قبول اسلام کی دعوت دی ہے اور انہوں نے وہاں بڑی سرد مہری سے اسے ٹھکرا دیا ہے تو اہل مکہ خوشی کے شادیانے بجائیں گے اور اسلام کے خلاف ان کے معاندانہ رویہ میں مزید تیزی اور تلخی پیدا ہو جائے گی..... اس لئے حضور ﷺ نے ان سے اس خواہش کا اظہار کیا..... لیکن ان میں مروت نام کی کوئی چیز نہ تھی..... انہوں نے اس واقعہ کی خوب تشہیر کی.... وہ ہر ملنے والے سے اپنے اس متکبرانہ بلکہ احمقانہ جواب کا تذکرہ مزے لے لے کر کرتے.....

اور اس سے بھی زیادہ خست اور رذالت کا انہوں نے یوں مظاہرہ کیا کہنے لگے:... "یا محمد اخرج من بلدنا" کہ ہمارے شہر سے فوراً نکل جاؤ..... ہمیں اندیشہ ہے کہ تم ہمارے نوجوانوں کو اپنے دین سے بگاڑ دو گے.....

محبوب خدا ﷺ پر پتھروں کی بارش

اس کے علاوہ انہوں نے شہر کے اوباشوں اور نوخیز چھوکروں کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے لگا دیا وہ جلوس کی شکل میں اکٹھے ہو گئے اور حضور کا تعاقب شروع کر دیا..... آوزے کستے..... پھبتیاں اڑاتے..... دشنام طرازی کرتے..... اپنے بتوں کے نعرے لگاتے ہوئے حضور کے پیچھے لگ گئے.....

جس راستہ سے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے گزرنا تھا طائف کے شہری دو رویہ صفیں بنا کر بیٹھ گئے اور حضور ﷺ جب ان کے درمیان میں سے گزرے تو انہوں نے پتھر برسانے شروع کئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بابرکت قدموں کو اپنے پتھروں کا نشانہ بناتے چلتے ہوئے جو پاؤں زمین پر رکھتے ٹھک سے پتھر اس پر آ لگتا... حضور ﷺ اسے اٹھاتے اور دوسرا پاؤں زمین پر رکھتے تو وہ پاؤں ان کی زد میں آ جاتا

یہاں تک کہ ان ظالموں کی سنگ باری سے مبارک قدم زخمی ہو گئے اور خون بہنا شروع ہو گیا..... (حوالہ سیرت حلبیہ)

محبوب خدا ﷺ کی درد بھری فریاد

چوٹوں کی تکلیف کی وجہ سے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجبور ہو کر بیٹھ جاتے ہیں تو وہ آپ ﷺ کو پکڑ کر کھڑا کر دیتے ہیں تاکہ آپ ﷺ پر پھر سے پتھر برسائیں..... چنانچہ آپ ﷺ مجبوراً چلنا شروع کر دیتے ہیں.....اور وہ ستم گر پتھر مارتے اور ٹھٹھے لگاتے ہیں.....دو میل تک محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اسی طرح پتھر برسائے گئے.....

زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کو پتھروں سے بچانے کے لئے خود پتھروں کی بارش اپنے اوپر لیتے رہے یہاں تک کہ ان کا سر پھٹ گیا.....دل کے اندھوں نے ہدایت کو چھوڑ کر گمراہی کو اپنا لیا ہے.....روشنی کو چھوڑ کر تاریکی میں پناہ لے لی ہے اور محسن اعظم ﷺ پر سنگ باری کر کے اپنی خباثت کا ثبوت دے دیا ہے.....

محمد صلی اللہ علیہ وسلم زخموں سے چور طائف سے نکل گئے ہیں..... بدمعاشوں نے اب آپ ﷺ کا تعاقب کرنا چھوڑ دیا ہے.....

انہیں بڑی خوشی ہے کہ انہوں نے اللہ کے رسول ﷺ کو اپنے شہر سے نکال دیا ہے.....انہیں تو اپنی سرداری عزیز ہے اور اس خوفناک عذاب کا خیال تک نہیں ہے جو اللہ کے رسول ﷺ کو بستی سے نکال دینے والوں پر آیا کرتا ہے.....ارض و سما کی سعتیں پکار پکار کر کہہ رہی ہیں:.....

''محمد ﷺ کے غلامو! یاد رکھو تمہیں بھی دوسروں تک ان کا پیغام

پہنچانے کی پاداش میں ایسے ہی مصائب سے گزرنا پڑے گا.....

پھر کیا مایوس ہو کر رہ جاؤ گے؟ کیا ان مزاحمتوں پر سنگ باری کرو گے؟ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو رحمۃ اللعالمین ہیں.....تم بھی رحمت و شفقت کا پیغام دنیا کے کونے کونے تک پہنچا دو تاکہ تم پر رحمت ہوتی رہے...''

طائف میں پتھروں سے زخمی ہو کر حضور ﷺ عتبہ کے باغ میں بیٹھ گئے

قریش مکہ کے بڑے چوہدری ربیعہ کی زمینداری طائف میں تھی.....ربیعہ کے دنوں بیٹے شیبہ اور عتبہ یہاں آئے ہوئے تھے.....رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حال میں دیکھ کر انہیں ترس آ گیا.....اور اپنے عیسائی غلام عداس کے ذریعے پلیٹ میں انگور کے خوشے لگا کر بھیجے.....عداس نینوا (بابل کا باشندہ تھا) اس نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے انگور کے خوشے رکھ دیئے.....

آنحضور ﷺ نے بسم اللہ پڑھ کر تناول فرمانا شروع کر دیا.....بسم اللہ پر عداس کے تعجب کی کوئی حد نہ رہی.....عرض کیا:.....اے صاحب! اس بستی کے رہنے والے تو یہ کلمہ نہیں پڑھتے.....خدارا مجھے بھی اس کی حقیقت بتائیے.....

رسول خدا ﷺ نے فرمایا:...تمہارا وطن کہاں ہے؟ اور مذہب کیا ہے؟

عداس نے کہا:..میرا وطن نینوا ہے اور مذہباً نصرانی ہوں.....

رسول خداﷺ:...وہی نینوا جہاں ایک مرد صالح یونس بن متی پیدا ہوئے؟

عداس:... یونس بن متی کو آپ نے کیسے جانا؟

رسول خداﷺ:.. یونس علیہ السلام نبوت میں میرے بھائی تھے...میں بھی نبی ہوں

رسول خداﷺ کی زبان سے یہ کلمہ ابھی پوری طرح ادا نہ ہوا تھا کہ عداس نے سر سے پاؤں تک حضرت کے روئیں روئیں کو بوسہ دیا..... شیبہ یہ منظر دیکھ رہا تھا.....اس سے نہ رہا گیا.....غلام واپس لوٹا تو کہا:.....اے بدنصیب! تو اس شخص سے کس غضب کی عقیدت کا اظہار کر رہا تھا.....عداس نے کہا:.....اس وقت دنیا جہاں میں یہ شخص سب سے بہتر ہے اس نے مجھے ایسی باتیں بتائی ہیں جنہیں دوسرا جان بھی نہیں سکتا.....شیبہ نے کہا:.....ارے تیرا دین اس کے دین سے بدرجہا بہتر ہے.....اس کے دین میں نہ چلے جانا.....اور ایسا ہی ہوا عداس رضی اللہ عنہ مسلمان ہو گئے.....

جب شیبہ اور عتبہ جنگ بدر کے لئے نکلے تو عداس مکہ سے باہر ثنیۃ البیضاء نام کے ٹیلے پر بیٹھے ہوئے تھے..... شیبہ اور عتبہ ادھر سے گزرے تو حضرت عداس رضی اللہ عنہ نے روک کر کہا:.....وہ شخص واقعی رسول ہے.....آپ کا آگے قدم اٹھانا خود کو مقتل میں لے جانا ہے.....مگر شیبہ اور عتبہ کی تقدیر میں اپنے سرغنہ ابوجہل سے ہم بغل ہو کر بدر کے اندھے کنوئیں کی نجس موت درج تھی اور عداس کے مقدر میں بدر کی شہادت کا عروج.....اور ایسا ہی ہوا.... (حوالہ سیرت ابن ہشام)

نصیبین کے جنات کا گزر اور تلاوت کی آواز

طائف کے اسی سفر سے واپسی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم راستے میں ایک جگہ نخلہ کے مقام پر آرام فرما ہوئے..... یہ جگہ مکے اور طائف کے درمیان میں تھی..... اس وقت آپ کے پاس سے سات اور ایک قول کے مطابق نو جنوں کا گزر ہوا جو نصیبین کے رہنے والے تھے..... یہ شام میں ایک شہر کا نام ہے..... ایک قول یہ ہے کہ یہ یمن کا شہر تھا.....

نصیبین شہر کیلئے آنحضرت ﷺ کی دعا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شہر کی تعریف فرمائی ہے..... آپ کا ارشاد ہے کہ نصیبین کو اٹھا کر میرے سامنے کیا گیا..... یہاں تک کہ میں نے اس کو دیکھا پھر میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اس شہر میں پانی کی نہر کو میٹھا فرمادے..... اس کے درختوں کو پھل دار بنادے اور اس شہر میں بارش کی کثرت فرمادے.....

غرض یہاں نخلہ کے مقام پر آنحضرت ﷺ ٹھہرے اور آپ آدھی رات کو اٹھ کر یہاں نماز پڑھ رہے تھے..... ایک روایت میں ہے کہ اس وقت آپ صبح کی نماز پڑھ رہے تھے.....

ایک روایت یہ ہے کہ جس وقت جنوں کی یہ جماعت آنحضرت ﷺ کے قریب سے گزری اس وقت آپ باغ میں قرآن پاک کی تلاوت فرما رہے تھے.....

غالباً اس وقت آنحضرت ﷺ نماز میں قرآن پاک کی تلاوت فرما رہے تھے.....

یہاں صبح کی نماز سے مراد وہی دو رکعتیں ہیں جو آپ سورج طلوع ہونے سے پہلے پڑھا کرتے تھے..... اس وقت آپ نے یہ نماز شاید فجر کے وقت سے پہلے پڑھی جو رات کے حصہ میں سے ملا ہوا حصہ ہوتا ہے.....

جہاں تک آدھی رات کہنے کا تعلق ہے یہ شاید راوی کا مغالطہ ہے..... یا پھر آپ نے دو نمازیں پڑھیں دو رکعت آدھی رات میں پڑھی اور دو رکعتیں فجر کے وقت کے بعد... یعنی سورج نکلنے سے پہلے پڑھیں اور دونوں میں آپ نے قرآن پاک کی تلاوت فرمائی یا دونوں نمازوں کے درمیان تلاوت فرمائی.....

نیز یہ کہ جنات نے دونوں مرتبہ کی تلاوت سنی.....

نیز یہ کہ ان صبح کی دو رکعت نماز کی جو پانچ نمازیں فرض ہونے سے پہلے پڑھی جاتی تھی..... فجر کی نماز کہا گیا ہے جو جائز ہے..... اس سے بعض لوگوں کا یہ قول رد ہو جاتا ہے کہ فجر کی نماز واجب نہیں ہوئی تھی.....

اس وقت آنحضرت ﷺ سورۂ جن تلاوت فرما رہے تھے (جبکہ جنوں کی اس جماعت کا وہاں سے گزر ہوا) صحیحین میں اس قول پر ایک اعتراض کیا گیا ہے کہ سورۂ جن اس وقت جنوں کے قرآن سننے کے بعد نازل ہوئی ہے.....

اس کے جواب میں کہا جاتا ہے کہ آگے ایک روایت آ رہی ہے جس سے معلوم ہوگا کہ یہاں سننے سے وہ سننا مراد نہیں جس کا یہاں ذکر ہوا بلکہ اس سے انہوں نے جو سنا تھا وہ مراد ہے..... اس کا ذکر آگے آنے والی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت میں آئے گا.....

ادھر یہاں نماز فجر والی روایت کو علامہ فخر رازی کی طرح تفسیر کشاف میں ذکر کیا ہے ورنہ وہ روایات جن کا ہمیں علم ہے ان میں صرف رات کی نماز کا ذکر ہے..... نماز فجر ظہور کی ابتدا میں باغ میں ہوئی تھی جبکہ آپ اور آپ کے صحابہ عکاظ کے بازار میں گئے تھے جیسا کہ آگے آنے والی ابن عباس ﷺ کی روایت سے معلوم ہوگا.....

نصیبین کے جنات کا قبول اسلام

غرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے کلام پاک سن کر یہ جنات اسی وقت مسلمان ہو گئے..... اس سے پہلے یہ یہودی تھے..... اس بات کا اندازہ ان کی اس بات سے ہوتا ہے جو قرآن پاک میں بیان فرمائی گئی ہے کہ:.....

"قالوا یٰقومنا انا سمعنا کتابا انزل من بعد موسیٰ... الخ"

"کہنے لگے:... کہ اے بھائیو! ہم ایک کتاب سن کر آئے ہیں جو موسیٰ کے بعد نازل کی گئی ہے...." (پ ۲۶ سورۂ احقاف آیت ۳۰ ع ۳)

تو اس جگہ جنوں نے عیسیٰ کے بعد نہیں کہا..... جس سے معلوم ہوا کہ وہ پہلے یہودی تھے..... ہاں البتہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ عیسائی ہی رہے ہوں مگر چونکہ عیسیٰ کی شریعت نے موسیٰ کی شریعت کو بھی برقرار رکھا تھا اس کو ختم نہیں کیا تھا..... اس لئے جنات نے موسیٰ علیہ السلام کا نام لیا تھا.....

یہاں جنات نے کتاب کہا ہے..... حالانکہ انہوں نے صرف چند آیتیں سنی تھیں..... جس کا مطلب یہ ہے کہ انہوں نے جو کچھ سنا اس کی بنیاد پر اس کا بھی اندازہ کر لیا جو اس وقت نازل نہیں ہوا تھا..... کیونکہ نہ پورا قرآن انہوں نے سنا اور نہ پورا قرآن اس وقت نازل ہوا تھا..... (حوالہ دلائل النبوۃ و مدارج النبوۃ)

شیاطین جنات میں ہلچل

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے جنوں کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات کا انکار کیا ہے..... یعنی ان میں سے کسی ایک کے ساتھ بھی..... چنانچہ بخاری و مسلم میں ان سے روایت ہے کہ نہ رسول اللہ ﷺ نے جنات کے لئے قرآن پاک کی تلاوت فرمائی اور نہ ان کو دیکھا..... آپ اپنے کچھ صحابہ کے ساتھ عکاظ کے بازار میں جانے کے لئے روانہ ہوئے..... آپ طائف اور نخلہ کے درمیان میں تھے جو ثقیف اور قیس عیلان کا تھا..... جیسا کہ بیان ہوا.....

ادھر شیاطین کو آسمان کی خبریں سننے سے روکنے کے لئے زبردست حفاظت کی جانے لگی اور شیطانوں پر شہاب مارے جانے لگے..... اس سے شیاطین و جنات گھبرا کر بھاگے اور اپنی قوم کے پاس پہنچے.....

انہوں نے پوچھا:..... کیا ہو گیا؟

تو ان شیاطین نے کہا:..... ہمیں آسمانی خبریں سننے سے روکنے کے لئے زبردست حفاظت کی جا رہی ہے اور ہم پر شہاب مارے جا رہے ہیں.....

اس پر شیطانوں کی قوم نے کہا:..... یہ سب کچھ یقیناً کسی خاص بات کے لئے ہی ہوا ہے.....

اس کے بعد یہ سب شیاطین و جنات اس کا سبب معلوم کرنے کے لئے مشرق و مغرب میں پھیل گئے..... ان میں سے ایک جماعت تہامہ یعنی مکے کی جانب گئی..... اچانک انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نظر آئے جو عکاظ کے بازار میں جاتے ہوئے اپنے صحابہ کے ساتھ راہ کے ایک باغ میں فجر کی نماز پڑھ رہے تھے.....

یہاں جب ان شیاطین کو قرآن پاک کی آواز آئی تو یہ اس کی طرف متوجہ ہو گئے اور پھر کہنے لگے:..... یہی وہ چیز ہے جس آسمان کی خبروں اور ہمارے درمیان رکاوٹ بنی ہے..... اس کے بعد وہ اپنی قوم کے پاس گئے اور ان سے بولے:..... بھائیو! ہم نے ایک عجیب قرآن یعنی کلام سنا ہے جو بھلائی کی طرف ہدایت کرتا ہے....

ادھر اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ پر وحی نازل فرمائی جو یہ تھی:.....

"قل اوحی الی انه استمع نفر من الجن فقالوا انا سمعنا قرآنا عجبا یهدی الی الرشد فاٰمنا به"

"آپ ان لوگوں سے کہئے کہ میرے پاس اس بات کی وحی آئی ہے کہ جنات میں سے ایک جماعت نے قرآن سنا پھر اپنی قوم میں واپس جا کر انہوں نے کہا کہ ہم نے عجیب قرآن سنا ہے جو راہ راست بتلاتا ہے سو ہم تو اس پر ایمان لے آئے..."

(پ ۲۹ سورۂ جن آیت ۲ ع ۱)

امام بیہقی نے دلائل النبوۃ میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ اپنے اصحاب سے مکہ میں فرمایا:..... تم میں سے جو بھی جنوں کو دیکھنا چاہے وہ آج رات کو آجائے..... ابن مسعود ؓ کہتے ہیں کہ سوائے میرے اور کوئی نہ آسکا..... آنحضور ﷺ مجھے اپنے ساتھ لے کر مکہ کی اونچی پہاڑی پر پہنچے..... آپ نے اپنے پائے مبارک سے میرے لئے ایک دائرہ کھینچ کر فرمایا:..... تم اسی کے اندر بیٹھے رہنا..... ابن مسعود ؓ کو اس دائرے میں بٹھا کر آگے تشریف لے گئے اور ایک جگہ کھڑے ہو کر قرآن پاک کی تلاوت شروع فرما دی.....

اچانک بری جماعت نے آپ ﷺ کو گھیر لیا اور میرے اور آپ ﷺ کے درمیان وہ

جماعت حائل ہوگئی..... میں نے جنوں کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ:..... تمہارے پیغمبر ہونے کی کون گواہی دیتا ہے؟ قریب ہی ایک درخت تھا

آنحضور ﷺ نے فرمایا:..... اگر یہ درخت گواہی دے تو تم مان لو گے؟

جنوں نے کہا:..... ہاں! مان لیں گے.....

اس پر آپ ﷺ نے اس درخت کو بلایا..... درخت نے آکر گواہی دی اور وہ سارے جن آپ ﷺ کی نبوت پر ایمان لے آئے..... (حوالہ دلائل النبوۃ)

اسلام طفیل بن عمرو دوسی رضی اللہ عنہ

اسی عرصہ میں طفیل عمرو دوسی مکہ آئے..... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مصروف تبلیغ تھے..... طفیل شریف النسب ہونے کے علاوہ بہت بڑے شاعر اور بہت بڑے زیرک اور فہیم اور مہمان نواز تھے..... قریش سے حلیفانہ تعلقات رکھتے تھے.....

جب آپ مکہ آئے تو قریش کے کچھ آدمی آپ کے پاس آئے اور یہ کہا کہ ہم میں ایک شخص ظاہر ہوا ہے جس نے تمام قوم میں تفرقہ ڈال دیا ہے..... اس کا کلام مثل سحر اور جادو کے ہے کہ باپ اور بیٹے اور بھائی بھائی اور میاں بیوی کے درمیان جدائی ڈالتا ہے..... آپ اس سے بچتے رہیں ہمیں اندیشہ ہے کہ آپ اور آپ کی قوم کہیں اس مصیبت میں مبتلا نہ ہو جائے..... جہاں تک ممکن ہو آپ اس کی کوئی بات نہ سنیں.....

قریش نے ان کو اس قدر ڈرایا کہ انہوں نے اپنے کانوں میں کپڑے ٹھونس لئے کہ کہیں اتفاقی طور پر اس شخص کا کلام کان میں نہ پڑ جائے..... یہاں تک کہ لوگ مجھ کو ذوالقطنتین کہنے لگے..... اتفاقاً ایک روز مسجد حرام کی طرف گیا دیکھتا کیا ہوں کہ آپ کھڑے ہوئے بیت اللہ کے سامنے نماز پڑھ رہے ہیں.....

طفیل کہتے ہیں کہ میں آپ کے قریب جا کھڑا ہوا..... میں اگر چہ چاہتا تھا کہ آپ کا کلام نہ سنوں مگر خداوند ذوالجلال یہ چاہتا تھا کہ اپنا کچھ کلام مجھ کو سنائے..... چنانچہ بلا اختیار یہ کلام میں نے سن پایا..... نہایت اچھا اور بھلا معلوم ہوا..... اس وقت میں نے اپنے دل میں یہ کہا کہ میں تو مرد عاقل اور بڑا شاعر ہوں مجھ پر کسی کلام کا حسن اور قبح مخفی نہیں رہ سکتا..... میں یہ کلام ضرور سنوں گا..... اگر عمدہ اور مستحسن ہے تو قبول کروں گا..... اور اگر قبیح اور نازیبا ہے تو چھوڑ دوں گا.....

چنانچہ جب آپ ﷺ حرم سے واپس ہوئے تو میں آپ کے پیچھے ہولیا..... جب آپ دولت کدہ پر پہنچے تو آپ ﷺ سے عرض کیا کہ آپ کی قوم نے مجھے آپ کا کلام سننے سے اس قدر ڈرایا کہ کانوں میں کپڑے ٹھونس لئے تاکہ آپ کا کلام نہ سن سکوں مگر خدا کی مشیت نے انکار کیا کہ میں آپ کا کلام نہ سنوں..... آپ کا کلام جو کان میں پڑا تو بہت بھلا معلوم ہوا..... آپ اپنا دین مجھ پر پیش کیجئے.....

آپ ﷺ نے اسلام پیش کیا اور میرے سامنے قرآن کی تلاوت فرمائی..... ایک روایت میں ہے کہ سورۂ اخلاص اور معوذتین کی تلاوت فرمائی..... خدا کی قسم میں نے قرآن کریم سے بہتر کبھی کوئی کلام سنا ہی نہیں اور اسلام سے زیادہ معتدل اور متوسط کسی دین کو نہیں پایا اور اسی وقت مسلمان ہوگیا.....

اور آپ سے عرض کیا اے اللہ کے نبی میں اپنی قوم کا سردار ہوں یہ ارادہ ہے کہ واپسی کے بعد اپنی قوم کو اسلام کی دعوت دوں آپ اللہ سے دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ مجھ کو کوئی نشانی عطا فرمائے کہ جو اس بارے میں میری معین اور مددگار ہو..... آپ نے دعا فرمائی:.....

"اللھم اجعل له آیه" اے اللہ! اس کے لئے کوئی نشانی پیدا فرما.....

چنانچہ جب میں اپنی بستی کے قریب پہنچا تو میری آنکھوں کے مابین چراغ کی

مانند ایک نور پیدا ہو گیا میں نے اللہ سے دعا کی کہ اے اللہ! اس نور کو بجائے چہرہ کے کسی اور جگہ منتقل فرما..... میری قوم کے لوگ کہیں اس کو مسئلہ نہ سمجھیں اور یہ خیال نہ کریں کہ آبائی مذہب چھوڑنے کی وجہ سے اس کی صورت بدل گئی..... وہ نور اسی وقت میرے کوڑے کی طرف منتقل ہو گیا اور وہ کوڑا مثل ایک قندیل اور لالٹین کے بن گیا.....

جب صبح ہوئی تو اول اپنے باپ کو اسلام کی دعوت دی اور پھر بیوی کو..... دونوں نے کپڑے پاک کیے اور غسل کیا اور مشرف بہ اسلام ہوئے..... اور بیوی سے کہا کہ اگر تجھ کو یہ خدشہ ہے کہ بتوں کو چھوڑنے سے کہیں بچوں کو کسی قسم کا ضرر نہ پہنچے تو میں اس کا ذمہ دار ہوں.....

بعد ازاں قبیلہ دوس کو اسلام کی طرف بلایا... مگر دوس نے اسلام قبول کرنے میں تامل کیا..... میں دوبارہ مکہ مکرمہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا اے اللہ کے نبی! دوس نے اسلام کی دعوت کو قبول نہیں کیا..... آپ ان پر بددعا کیجئے..... آپ نے ہاتھ اٹھا کر یہ دعا فرمائی:.....

"اللھم اھد دوساً وائت بھم....."

"اے اللہ! قبیلہ دوس کو ہدایت دے اور مسلمان بنا کر یہاں بھیج....."

اور طفیل سے فرمایا جاؤ نرمی سے اسلام کی طرف بلاؤ..... آپ کی ہدایت کے مطابق لوگوں کو اسلام کی طرف بلاتا رہا..... ۷ ھ تک ستر یا اسی گھرانے اسلام کے حلقہ بگوش بن گئے ان سب کو ۷ ھ میں اپنے ساتھ مدینہ منورہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا.....

(حوالہ حجۃ اللہ و مدارج النبوۃ)

معراج سے واپسی پر کفار کا مذاق اڑانا

یہ حرم کعبہ ہے..... یہاں کفار قریش صبح ہی صبح جمع ہو گئے ہیں..... بے فکر سے لوگ خوش گپیوں میں محو رہیں..... آفتاب کی تمازت بڑھنے تک یہ لوگ یہاں اسی طرح آتے اور جاتے رہیں گے اور باتوں میں دل بہلاتے رہے گے..... یہ ان کا معمول ہے..... یہیں ابوجہل بھی امیر مجلس بنا بیٹھا ہے..... اس نے دور سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حرم کی طرف آتے دیکھ لیا ہے..... چلو کچھ دیر کے لئے دل لگی کا سامان مہیا ہو گیا ہے..... یہ سوچ کر اس کی باچھیں کھل گئیں ہیں..... محمد ﷺ کعبہ کے قریب پہنچ کر بیٹھ گئے ہیں.....

ابوجہل نے آگے بڑھ کر پوچھا:..... یا محمد (ﷺ)! کوئی تازہ خبر سناؤ.....

محمد ﷺ:..... میں آج رات بیت المقدس گیا تھا.....

ابوجہل (حیرت سے):..... آپ راتوں رات بیت المقدس کی سیر کر کے صبح ہی صبح یہاں واپس بھی پہنچ گئے ہیں؟

محمد ﷺ:..... ہاں.....

ابوجہل کو یقین ہو گیا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دماغ چل گیا ہے..... اس نے سوچا اگر باقی لوگ بھی یہ بات ان کی زبانی سن لیں تو پھر ان کے خلاف محاذ بنانے میں بڑی آسانی ہو گی..... اس لئے بڑے ضبط سے کام لیتے ہوئے بولا:..... یا محمد (ﷺ)! کیا سب برادران قوم کو جمع کر لوں؟

محمد ﷺ:..... بے شک!

ابوجہل:..... تو کیا آپ سب کے سامنے یہ بات کہیں گے؟

محمد ﷺ:.....بے شک!

ابوجہل نے یہ سنتے ہی زور زور سے چیخنا شروع کر دیا اے آل کعب بن لوی!
یہ آواز فضا میں گونجی تو آناً فاناً بہت سے لوگ جمع ہو گئے اور انہوں نے بے چینی سے
پوچھا:.....اے ابوالحکم! کیا بات ہے؟

ابوجہل نے محمد ﷺ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا:...ان سے پوچھیے...

لوگوں نے تعجب سے محمد ﷺ کی طرف دیکھا اور ابوجہل نے کہا:..... یا محمد! وہ بات کہیے.....

محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کے سامنے مکہ سے بیت المقدس اور وہاں سے واپسی کی پوری روداد سنا دی.....لوگ بے قابو ہو گئے.....ہنسی کے مارے برا حال ہو گیا.....کوئی تالی پیٹ رہا تھا.....کوئی متعجب سر پر ہاتھ رکھے ناچ رہا تھا... کوئی سیٹیاں بجا رہا تھا.....ایک شور سا برپا ہو گیا تھا.....

"لو! دیکھو انہیں.....دو ماہ کا سفر ایک رات میں طے کر کے واپس بھی آ گئے..."

ابوجہل نے اس شور شرابے میں بلند آواز سے کہا:.....محمد (ﷺ) دیوانہ ہو گئے ہیں.....
کیا اب بھی کسی کو اس میں شک ہے؟

سب نے بیک زبان کہا: شک تو پہلے بھی نہیں تھا.....لیکن اب تو یقین ہو گیا ہے..

یہ خبر جنگل کی آگ کی طرح تمام مکہ میں پھیل گئی ہے.....کمزور ایمان والے چند مسلمان اس خبر کو سن کر اسلام سے پھر گئے ہیں.....یہ بات ان کے دماغ میں کسی طرح نہیں سماتی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم راتوں رات بیت المقدس سے واپس کس طرح آ گئے ہیں.....انہیں نبی ﷺ کی بات پر یقین نہیں آتا.....

وہ اپنے دل و دماغ کی محدود صلاحیتوں کو اللہ کی لامحدود قدرت سے زیادہ وسیع اور ہمہ گیر سمجھتے ہیں..... جو بھی نبی ﷺ کی بات اور اللہ کی قدرت کو اپنی عقل سے فروتر سمجھے گا اس کا یہی حشر ہو گا کہ نبی ﷺ کی محبت اور اللہ کی رحمت سے محروم رہ جائے گا..... آخر جزءِ کُل کا کس طرح احاطہ کر سکتا ہے.....

مشرکین کا ایک گروہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے جگری دوست ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھر پہنچ گیا..... ان کے سینوں میں امیدوں کے چراغ جل رہے ہیں..... "ابوبکر بڑے سمجھدار انسان ہیں وہ اس ناممکن بات پر کس طرح یقین کر سکتے ہیں..... بس اگر وہ پھر گئے تو سب پھر جائیں گے اور پھر یہ تحریک خود بخود ختم ہو کر رہ جائے گی....."

ایک آدمی نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کا دروازہ کھٹکھٹایا..... آپ باہر تشریف لائے..... حیرت سے ان کی طرف دیکھا اور پوچھا:..... کیا بات ہے؟

ایک آدمی نے کہا: اے ابوبکر رضی اللہ عنہ! آپ بہت دانش مند آدمی ہیں..... ہم آپ کی بڑی قدر کرتے ہیں... اور آپ قریش میں بڑی مرتبت کے آدمی ہیں...

ابوبکر رضی اللہ عنہ (اس کی بات کاٹتے ہوئے):..... تم اپنا مدعا بیان کرو.....

وہ آدمی:..... ذرا اپنے دوست محمد (ﷺ) کی بات سنو..... کہتے ہیں:..... آج رات مجھے بیت المقدس کی سیر کرائی گئی ہے.....

ابوبکر رضی اللہ عنہ:..... تم اپنے پاس سے یہ بات کہہ رہے ہو یا انہوں نے خود ایسا فرمایا ہے؟

وہ سب بیک زبان بول اٹھے:..... جی ہاں! خود محمد (ﷺ) نے حرم کعبہ میں پوری قوم کے سامنے یہ داستان سنائی ہے..... اب تم ہی کہو اے ابوبکر! کیا یہ بات ماننے والی ہے؟ اب تو ہمیں یقین ہو گیا ہے کہ محمد (ﷺ) دیوانہ ہو گئے ہیں..... اب تو تمہیں بھی یہ بات مان لینی چاہئے..... اب تو محمد (ﷺ) کا ساتھ چھوڑ دو.....

ابوبکرؓ:.....اگر محمد صلی اللہ علیہ نے یہ واقعہ خود بیان کیا ہے تو ضرور سچ ہے.....
اس میں تعجب کی کون سی بات ہے.....میں تو ہر روز سنتا ہوں کہ ان کے پاس آسمان سے پیغام آتے ہیں.....اور اس کی تصدیق کرتا ہوں.....

لوگوں کے منہ لٹک گئے اور وہ طرح طرح کی یاوہ گوئی کرتے ہوئے واپس لوٹ گئے.....ابوبکرؓ حرم کعبہ پہنچے.....دیکھا تو محمد ﷺ موجود ہیں اور کفار کا مجمع بدستور ہنسی اڑانے میں محو ہے.....انہوں نے لوگوں کو ہٹایا اور محمد ﷺ کے پاس پہنچ کر پوچھا:.....
یارسول اللہ ﷺ! کیا آپ نے بیت المقدس جانے والی بات کہی ہے؟

محمد ﷺ:.....ہاں.....

ابوبکرؓ:..... یارسول اللہ ﷺ! بیت المقدس میرا دیکھا ہوا ہے اور یہاں ایسے لوگ بھی موجود ہیں جنہوں نے اسے دیکھا ہے.....آپ ذرا اس کا نقشہ بیان فرمائیں.....

مجمع میں سے تالیاں پیٹنے.....سیٹیاں بجانے اور منہ سے طرح طرح کی آوازیں نکالنے کی وجہ سے شور مچ گیا.....

"لو! اب محمد (ﷺ) کے جھوٹ بولنے کا ثبوت خود بخود مل جائے گا.....یہ وہاں تو گئے نہیں ہیں ہم اونٹوں پر جاتے اور واپس آتے ہیں تو دو ماہ کا عرصہ گزر جاتا ہے.....اور یہ ایک ہی رات میں وہاں جا کر واپس بھی آ گئے ہیں.....اب دیکھیں بیت المقدس کا نقشہ کیسے بتاتے ہیں...ہمارا دیکھا ہوا ہے اس لئے ہمارے سامنے ان کا جھوٹ نہیں چلے گا....."

محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فوراً نقشہ بیان کرنا شروع کر دیا اور ایک ایک چیز ا

طرح تفصیل سے بتائی گویا بیت المقدس آپ ﷺ کے سامنے موجود ہے.....اور آپ ﷺ دیکھ دیکھ کر اس کی کیفیت بیان کر رہے ہیں.....ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اس تدبیر نے کفار کی یاوہ گوئی کی ہوا نکال دی.....اس تدبیر سے جھٹلانے والوں کو ایک شدید ضرب لگی..... ان کے منہ لٹک گئے.....لیکن ایک مفسد مطعم بولا:.....''ضرور کسی نے تم کو یہ سب کچھ بتا دیا ہے.....ہم اسے نہیں مانتے کوئی اور ثبوت پیش کرو.....''

مطعم کے اس سوال کے باوجود سب آدمی خاموش ہیں.....ان کی زبانیں گنگ ہو چکی ہیں.....کیونکہ ان میں سے بہت سے لوگ تجارت کے سلسلے میں وہاں جا چکے ہیں اور جو کچھ محمد ﷺ نے بتایا تھا وہ بالکل صحیح تھا اور ان کے پاس اسے جھٹلانے کی کوئی وجہ نہ تھی.....اس لئے یہ لوگ دل ہی دل میں محمد ﷺ کی حقانیت کے قائل تو ہو گئے تھے لیکن جاہلی عصبیت کی وجہ سے اس کے اظہار کی جرأت نہ پاتے تھے.....مطعم کے سوال پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:.....

''میں فلاں مقام پر فلاں قافلہ پر گزرا جس کے ساتھ یہ سامان تھا.....قافلہ والوں کے اونٹ براق دیکھ کر بدکے.....ایک اونٹ فلاں وادی کی طرف بھاگ نکلا.....میں نے قافلہ والوں کو اس کا پتہ دیا.....واپسی پر فلاں وادی میں فلاں قبیلہ کا قافلہ مجھے ملا..... سب لوگ سو رہے تھے.....میں نے ان کے برتن سے پانی پیا اور اس بات کی علامت چھوڑ دی کہ اس سے پانی پیا گیا ہے.....''

ایسے ہی کچھ اور اتے پتے آپ ﷺ نے دیئے.....اور بعد میں آنے والے قافلوں سے ان کی تصدیق بھی ہو گئی.....لیکن کفار قریش کے سینوں میں پتھر کے دل دھڑکتے تھے.....اس لئے ان پر اثر نہ ہوا.....ان کی آنکھوں میں بلور کی پتلیاں ناچتی

تھیں اس لئے وہ متاثر نہ ہوئے.....اگرچہ ان کی زبانیں گنگ ہوگئی تھیں لیکن دماغ یہی سوچتے رہے ''یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک آدمی مکہ سے بیت المقدس جائے اور رات ہی رات کو واپس بھی آجائے.....''

سوچ کا یہ دھارا اب تک بہہ رہا ہے.....اور قیامت تک بہتا رہے گا.....شیطان کے چیلے.....کفار قریش کی روحانی اولاد اور دل کے اندھے ہمیشہ یہی سوچتے رہیں گے.....کیونکہ ان کے دماغوں میں اللہ جل شانہٗ کی قدرت پر غور و فکر کرنے کی کوئی گنجائش ہی نہیں ہے...

(بحوالہ امام احمد، ابن ابی شیبہ بزاز وطبرانی وابونعیم)

باب نمبر 5

۱ھ کے واقعات

حضور ﷺ کی مکہ سے مدینہ ہجرت

کتاب درمنثور میں ہے کہ اس رات روانگی کے دوران آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پنجوں کے بل چلے تا کہ زمین پر آپ کے قدموں کے نشان نہ مل سکیں..... اس طرح چلنے کی وجہ سے آپ کے پاؤں چھل گئے..... حضرت ابوبکر ؓ نے یہ حالت دیکھی تو انہوں نے آپ ﷺ کو اپنی پیٹھ پر اٹھالیا اور اسی طرح غار کے منہ پر پہنچ کر آپ کو اتارا.....

ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت ﷺ غار کے لئے روانہ ہوئے چلتے چلتے آپ ﷺ کے پیروں سے خون نکلنے لگا.....

علامہ سہیلی نے حضرت ابوبکر ؓ کی روایت بیان کی ہے کہ غار میں پہنچ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیروں پر میری نظر پڑی جن سے خون نکل رہا تھا..... بعض علماء نے اس بارے میں لکھا ہے کہ شاید پیروں سے خون سنگلاخ زمین پر چلنے کی وجہ سے نکلا تھا ورنہ غار ثور شہر سے اتنا زیادہ دور نہیں کہ چلتے رہنے کی وجہ سے ایسا ہوا ہو..... یا پھر ممکن ہے (رات کے اندھیرے کی وجہ سے) یہ حضرات غار کا راستہ بھول گئے ہوں اور اس وجہ سے غار تک پہنچنے کا راستہ لمبا ہو گیا ہو.....

چنانچہ اس بات کی تائید اس قول سے ہوتی ہے کہ آنحضرت ﷺ رات بھر چلتے رہے..... یا ایک روایت کے لفظ یوں ہیں کہ پھر ہم صبح کو غار میں پہنچے..... اگر چہ اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ آپ پوری رات چلتے رہے..... ہاں اس گزشتہ روایت کی روشنی میں اس کا مطلب اور مفہوم یہی نکلتا ہے..... یا پھر ہو سکتا ہے جیسا کہ ایک قول ہے کہ آنحضرت ﷺ پہلے حنین پہاڑ پر تشریف لے گئے مگر اسی وقت پہاڑ سے آواز آئی:..... ''مجھ پر سے اتر جایئے یا رسول اللہ ﷺ! مجھے ڈر ہے کہ کہیں آپ میری پشت پر قتل ہو جائیں اور پھر مجھے عذاب دیا جائے.....''

اس پر ثور پہاڑ سے آواز آئی:..... ''مجھ پر تشریف لایئے یا رسول اللہ ﷺ!

ایک حاجی کے تاثرات

ایک حاجی نے لکھا ہے کہ میں جبل ثور کے قریب کھڑا ان پتھروں کا مشاہدہ کرنے لگا..... جسم میں ایک جھرجھری سی محسوس ہوئی..... جی چاہا ایک ایک پتھر کو اٹھاؤں اور بوسہ دوں..... آنکھوں سے لگاؤں اور اسی طرح یہیں زندگی تمام کردوں..... ان نوکیلے پتھروں پر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفاداری اور فداکاری کے نقوش مرتسم ہیں..... رحمت دو جہاں ﷺ ان پتھروں پر چلتے تو دقت محسوس فرماتے.....

یہ پتھر جناب رسالت مآب ﷺ کے قدموں میں جبکہ ابو بکرؓ کے دل میں چبھ رہے تھے..... اچانک میرے تخیل نے دیکھا کہ ایک عاشق صادق اپنے محبوب کو کندھوں پر اٹھائے پہاڑ پر چڑھ رہا ہے..... محبوب کندھوں پر ہو تو پاؤں میں چبھنے والے کانٹے بھی پھول لگتے ہیں..... ابو بکرؓ کے لئے یہ پرخطر راستہ ہجرت کی شب پھولوں کی سیج بن گیا.....

اے اہل نظر! ذرا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا عروج بخت تو دیکھو..... کہ محبوب خدا

صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں ہاتھ کہاں ہیں؟ لوگ قرآن کو اٹھا کر فخر محسوس کرتے ہیں.....ابو بکرؓ نے صاحب قرآن کو اٹھا رکھا ہے.....ایک روز حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ پکار اٹھے.....امیر المومنین میری ساری زندگی کی عبادت اور نیکیاں آپ لے لیں اور اس کے بدلے اپنی زندگی کا ایک دن اور ایک رات مجھے عنایت کر دیں.....

جس دن سرکار دو عالم ﷺ کا وصال ہوا تھا آپ ﷺ نے میرے ایمان کو پختگی اور تازگی عطا فرمائی تھی.....وہ رات جو آپ ﷺ نے غار ثور میں آقا و مولا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گزاری تھی.....غار ثور کی تنہائی میں سر محبوب خدا ﷺ کا تھا اور گود ابو بکر صدیق ؓ کی تھی.....سیدنا عمر فاروق ؓ فرمایا کرتے تھے:.....''اے کاش میں ابو بکر ؓ کے سینہ کا بال ہوتا.....''

اندھیری رات ہے.....ہو کا عالم ہے.....اللہ کا حبیب اور اس کا عاشق دونوں ایک ایسے غار کی طرف جا رہے ہیں جو از حد دشوار گزار پہاڑیوں کے درمیان میں ایک پہاڑی کی چوٹی پر واقع ہے.....یہ غار.....غار ثور کے نام سے مشہور ہے.....اس وقت کے مکہ شہر سے تقریباً تین میل کی مسافت پر جنوبی سمت میں واقع تھی.....اب یہ شہر بہت پھیل گیا ہے اور مکانات کا سلسلہ ان پہاڑوں تک پہنچ گیا ہے جہاں غار ثور واقع ہے.....

ابو بکر صدیق چلتے چلتے کبھی حضور سے آگے نکل جاتے ہیں پھر پیچھے چلے جاتے ہیں.....کبھی حضور کے دائیں جانب اور کبھی بائیں جانب.....حضور نے پوچھا اے ابو بکر! یہ کیا ماجرا ہے.....عرض کی یا رسول اللہ کبھی خیال آتا ہے کہ مبادا دشمن پیچھے سے تعاقب میں آ رہے ہوں.....تو پیچھے چلا جاتا ہوں پھر خیال آتا ہے کہ وہ لوگ آگے کسی کمین گاہ میں نہ بیٹھے ہوں تو بھاگ کر آگے چلا جاتا ہوں.....کبھی دائیں اور کبھی بائیں چلا جاتا ہوں.....

تا کہ آگے یا پیچھے سے دائیں یا بائیں سے اگر بد اندیش حملہ کرنے کی کوشش کریں تو سب سے پہلے آپ کا یہ غلام ان ناگہانی حملہ میں سد سکندری بن کر کھڑا ہو جائے..... تا کہ حضور کو کوئی تکلیف نہ پہنچے..... جہاں راستہ بہت کٹھن ہوتا حضرت ابوبکر صدیق..... حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنے کندھوں پر اٹھا لیتے..... چلتے چلتے جب غار کے دہانہ تک پہنچ گئے تو حضرت صدیق اکبر نے گزارش کی:.....

"والذی بعثک بالحق لا تدخله حتیٰ ادخل قبلک و ان کان فیه شی ء نزل بی قبلک..."

"میں اس خدا کا واسطہ دے کر جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا عرض کرتا ہوں کہ آپ غار میں تشریف نہ لے جایئے پہلے میں داخل ہوں گا اگر وہاں کوئی موذی چیز ہو تو پہلے وہ مجھے اذیت پہنچائے....."

آپ اندر تشریف لے گئے..... تاریک رات..... پھر غار کا اندھیرا..... کچھ سجھائی نہیں دے رہا تھا..... پہلے جھاڑو دی پھر غار کے چپہ چپہ کو ہاتھ سے ٹٹولا..... جہاں کوئی سوراخ معلوم ہوا اپنی چادر پھاڑ پھاڑ کر اسے بند کیا..... چادر ختم ہوگئی لیکن ایک سوراخ پھر بھی باقی رہ گیا..... دل میں سوچا اس پر اپنی ایڑی رکھ کر بند کرلوں گا..... ہر طرح مطمئن ہونے کے بعد عرض کیا..... آقا تشریف لے آیئے..... خود اس سوراخ پر ایڑی رکھ کر بیٹھ گئے..... محبوب کائنات نے اپنا سر مبارک آپ کی گود میں رکھا اور استراحت فرما ہوگئے.....

صدیق اکبر کے بخت کی یاوری کا کیا کہنا..... بے تاب نگاہیں اور بے قرار دل اپنے محبوب کے روئے زیبا کے مشاہدہ میں مستغرق ہے نہ دل سیر ہوتا ہے اور نہ

آنکھیں.....وہ حسن سرمدی وہ جمال حقیقی جس کی دل آویزیوں نے چشم فطرت کو تصویر حیرت بنادیا تھا.....آج صدیق کی آغوش میں جلوہ فرما ہے.....

دو لال اندر داخل ہو گئے ہیں.....محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو آرام کی ضرورت ہے..... اس لئے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ٹیک لگا کر لیٹ گئے ہیں اور تھوڑی سی دیر میں آپ ﷺ پر نیند طاری ہوگئی ہے.....اسی اثنا میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کی نگاہ سامنے ایک سوراخ پر جا پڑی ہے جو ابھی تک کھلا ہوا ہے.....آپ نے اس میں اپنے پاؤں کا انگوٹھا جمادیا ہے تاکہ کوئی موذی جانور محمد ﷺ کو ایذاء نہ پہنچا سکے.....لیکن اس سوراخ میں رہنے والا سانپ اپنی فطرت سے مجبور ہے.....کاٹنا اور ڈسنا اس کا کام ہے.....

اس نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے انگوٹھے کو ڈس لیا ہے.....اگرچہ سخت تکلیف محسوس ہو رہی ہے لیکن ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ذرا سی جنبش کرنا بھی گوارا نہیں ہے.....مبادا حضور ﷺ کی نیند میں خلل پڑے.....اس کرب و اذیت میں کچھ وقت گزر گیا ہے اور اب محمد ﷺ بیدار ہو چکے ہیں..... انہوں نے جب ابوبکر رضی اللہ عنہ کے چہرے کو متغیر پایا تو پوچھا:..... ابوبکر رضی اللہ عنہ کیا ہوا؟ عرض کیا:... یارسول اللہ ﷺ! سانپ نے انگوٹھے کو ڈس لیا ہے...

محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا مبارک لعاب دہن اس جگہ پر لگا دیا.....اس سے بڑھ کر اکسیر ترین مرہم کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا.....یہ سید الانبیاء کا لعاب دہن ہے..... سانپ کا زہر کافور ہوگیا.....درد جاتا رہا اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کو سکون نصیب ہوگیا.....انہوں نے اس سوراخ کو بھی بند کردیا تاکہ پھر خطرہ باقی نہ رہے.....

صبح ہوئی تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے جسم پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چادر نہ دیکھ کر پوچھا کہ:..تمہاری چادر کہاں ہے؟ انہوں نے بتلایا کہ:...میں نے اس کے ٹکڑے پھاڑ پھاڑ کر غار کے سوراخ بند کردیئے ہیں.....

ایک روایت میں اس کے بعد یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے جسم

پر ورم کا اثر دیکھا تو اس کی وجہ پوچھی.....

انہوں نے کہا کہ:.....سانپ کے کاٹے کی وجہ سے ہے.....

آنحضرت ﷺ نے فرمایا:.....تم نے مجھے سانپ کے کاٹنے کی خبر نہ دی.....

اس پر حضرت ابوبکر ؓ نے عرض کیا کہ:.....میں نے آپ ﷺ کو جگانا پسند نہیں کیا.....آنحضرت ﷺ نے فوراً اس جگہ ہاتھ پھیرا...جس سے اسی وقت ورم اور تکلیف جاتی رہی.....

اب ان دونوں روایتوں کو اگر درست مانا جائے تو ان میں موافقت پیدا کرنی ضروری ہوگی.....جب حضرت ابوبکر ؓ نے آنحضرت ﷺ کو سانپ کے کاٹنے کی خبر دی تو آپ ﷺ نے ہاتھ اٹھا کر یہ دعا فرمائی:.....اے اللہ! ابوبکر کو جنت میں میرے درجہ میں میرا ساتھی بنا.....

اس وقت اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعہ آپ ﷺ کو خبر دی کہ آپ کی دعا قبول کر لی گئی ہے.....

ایک روایت میں یوں ہے کہ جب حضرت ابوبکر ؓ غار میں داخل ہو کر اس کے سوراخ بند کر رہے تھے تو انہوں نے دیکھا کہ ان کے ایک ہاتھ سے خون نکل رہا ہے.....وہ انگلیوں پر سے خون صاف کرتے اور یہ شعر پڑھتے جاتے تھے:.....

"هل انت الا اصبع دميت وفی سبيل الله مالقيت"

"یہ صرف انگلیاں ہیں جو زخمی اور خون آلود ہوئی ہیں اور جو کچھ بھی ہوا ہے وہ بھی خدا کی راہ ہی میں ہوا ہے....."

مگر آگے ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ شعر ابن رواحہ کا ہے.....ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ شعر خود آنحضرت ﷺ کا ہے.....ممکن ہے حضرت ابن رواحہ نے اس شعر

کو اپنے شعروں میں شامل کر دیا ہو..... جس بنیاد پر یہ شعر آنحضرت ﷺ کا کہا گیا وہ ابن جوزی کا یہ قول ہے کہ جب آنحضرت ﷺ کی روانگی کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ ﷺ سے مل جانے کے لئے آپ ﷺ کے پیچھے روانہ ہوئے.....

تو آنحضرت ﷺ نے ان کو پیچھے آتے دیکھ کر یہ سمجھا کہ مشرکوں میں سے کوئی شخص تعاقب میں آ رہا ہے..... آپ ﷺ نے اپنی رفتار تیز کر دی جس کی وجہ سے آپ ﷺ کے جوتے کی ٹو پھٹ گئی اور آپ ﷺ کا انگوٹھا ایک پتھر سے ٹھوکر کھا کر زخمی ہو گیا اور اس سے خون بہنے لگا..... اسی وقت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بلند آواز بولے تا کہ آنحضرت ﷺ ان کو پہچان لیں..... چنانچہ آپ ﷺ نے ان کو پہچان لیا.....

جس بات سے اس شعر کے متعلق اندازہ ہوتا ہے وہ جندب بجلی کی یہ روایت ہے کہ فلاں غار میں ایک دن آنحضرت ﷺ کے ساتھ تھا کہ آپ ﷺ کی انگلی زخمی ہو گئی تو آپ ﷺ نے وہ شعر پڑھا جو اوپر ذکر ہوا..... جہاں تک اس روایت میں غار کا ذکر ہے اس سے غیر ان کا غار مراد ہے یہ غار ثور نہیں..... جیسا کہ اس سے وہم ہوتا ہے.....

صحیحین میں جندب ابن عبداللہ سے روایت ہے کہ ایک روز جبکہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے..... آپ ﷺ ایک پتھر سے زخمی ہو گئے اور آپ ﷺ کی انگلی سے خون نکلنے لگا..... اسی وقت آپ ﷺ نے یہ شعر پڑھا جو پیچھے ذکر ہوا ہے.....

(حوالہ سیرت حلبیہ و مدارج النبوۃ و حجۃ اللہ علی العالمین از طالب ہاشمی)

غار کے اندر ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جب باہر سے انسانی آوازوں کو قریب آتے ہوئے سنا تو بے چینی سے پہلو بدلا:.....

''اب کیا ہوگا؟''

لیکن ان کے دل کی عمیق گہرائیوں سے ہمدردی اور جاں نثاری کا ایک طوفان اٹھا اور ان کی نگاہیں غار کے دہانے پر مرکوز ہو کر رہ گئیں..... محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہایت سکون

سے نماز پڑھ رہے تھے اور ابو بکرؓ سوچ رہے تھے:.....

''کاش! میں انہیں اپنے دامن میں چھپا لوں.....''

آوازیں لحظہ بہ لحظہ قریب سے قریب تر ہوتی جا رہی ہیں..... معلوم ہوتا تھا بہت سے آدمی ان کی تلاش میں غار کے دہانے تک پہنچ چکے ہیں.....اور اب تو غار کی تاریکی سے باہر انہیں باتیں کرنے والوں کے قدم بھی صاف دکھائی دینے لگے ہیں.....

''اب میرے محبوب کا کیا ہو گا.....''

ابو بکرؓ فرط محبت اور اندیشہ مآل سے رو دیتے ہیں.....اس عرصہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پوری کر لی اور ابو بکرؓ نے نہایت بے تابی سے عرض کیا:.....

''یا رسول اللہ ﷺ! اگر یہ لوگ اپنے پاؤں کے نیچے دیکھ لیں تو یقیناً ہمیں بھی دیکھ لیں گے.....''

محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت اطمینان سے فرماتے ہیں:.....

''ابو بکرؓ! تمہارا خیال ان دو آدمیوں کے متعلق کیا ہے جن میں تیسرا اللہ ہے.....''

ابو بکرؓ:.....

''میرے ماں باپ آپ پر قربان جائیں..... یہ آپ کی قوم آپ کی تلاش میں آ پہنچی ہے..... خدا کی قسم میں اپنے لئے نہیں روتا بلکہ اس لئے روتا ہوں کہ کہیں میری آنکھوں کے سامنے آپ کو کوئی گزند نہ پہنچ جائے.....''

محمد صلی اللہ علیہ وسلم:.....

"لا تحزن ان اللہ معنا"

غم نہ کرو اللہ ہمارے ساتھ ہے.....

اول نے ثانی سے کہا جو زندگی میں اس کا ہر بات میں ثانی تھا اور مرنے کے بعد بھی ثانی ہے تو کیا یہ واقعہ نہ تھا..... صرف تسلی تھی حالانکہ جس نے کہا نہ وہ طفل تھا اور جس کو کہا گیا وہ بھی طفل نہ تھا.....

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خالق نے ان کی حفاظت کے لئے مکڑیوں اور کبوتروں کو حکم دیا اور کُن کے جواب میں **فیکون** کا نظارہ ایسا حیرت انگیز تھا کہ امیہ بن خلف جب غار کے دہانے پر پہنچا تو بے اختیار پکار اٹھا:.....

"یہاں کیا پاؤ گے؟ اس غار پر تو مکڑیوں کا جالا محمد (ﷺ) کی پیدائش سے بھی پہلے کا تنا ہوا معلوم ہوتا ہے.....اور یہ کبوتروں کا جوڑا اور ان کے انڈے بھی دیکھو ان کے ہوتے ہوئے کوئی غار میں کیسے داخل ہو سکتا ہے؟"

اسی غار میں سلیمان علیہ السلام کی چیونٹیوں کی طرح غریب مکڑیوں نے سلیمان علیہ السلام کے محبوب محمد ﷺ کی پناہ کے لئے وہ گھر پیش کیا جو تمام گھروں میں سب سے زیادہ کمزور تھا..... لیکن آج دنیا کا یہی "**اوھن البیوت**" پھسپھسا گھر..... خدا جانے کتنے سنگین قلعوں کی بنیاد قرار پایا.....

اس کے بعد..... اس گھر کے بعد ..... دہلی میں..... آگرہ میں..... درہ دانیال میں..... جنوب میں..... شمال میں..... یہ جولال اور پیلے..... سفید اور زرد قلعے بنے اور انشاء اللہ بنتے ہی چلے جائیں گے..... ان تمام قلعوں میں سب سے پہلا قلعہ کیا کمزور مکڑیوں کا یہی کمزور جالا نہ تھا؟..... کون کہہ سکتا ہے کہ اس دن اگر یہ نہ ہوتا تو اس کے

بعد جو کچھ ہوتا....ہوسکتا تھا؟....

اور کون کہہ سکتا ہے کہ جن حماموں (کبوتروں) کی حمایت دنیا کی اسلامی طاقتوں کا آج متفقہ فیصلہ ہے حرم کعبہ کے یہ کبوتر اس جوڑے کی نسل سے نہیں ہیں جس نے ان طاقتوں کے پیدا کرنے والے کی کبھی حمایت کی تھی.....جو جانتے ہیں وہ یہی کہتے ہیں.....

غار کے منہ پر تنا ہوا جالا اور کبوتروں کا جوڑا دیکھ کر سب کے منہ لٹک گئے ہیں..... چہروں پر افسردگی چھا گئی ہے..... ان کی ساری محنت اور دوڑ دھوپ اکارت گئی ہے.....ان کی امیدوں کے محلات یکسر مسمار ہو گئے ہیں.....اور وہ سینوں میں حسرت و یاس لئے واپس لوٹ گئے ہیں.....انہیں یوں پلٹتے دیکھ کر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے غار کی گہرائی میں اپنے رب کو پکارا ہے:.... "اللہ ..... اللہ"

(حوالہ از طالب ہاشمی حوالہ دلائل النبوۃ، مدارج النبوۃ)

کھوجی نے آپ کو تلاش کر لیا

دن نکل آیا.....اور قریش کے لوگ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش میں دیوانوں کی طرح مارے مارے پھر رہے ہیں..... مختلف ٹولیاں مختلف سمتوں..... پہاڑوں.... وادیوں اور جنگلوں کی طرف نکل گئی ہیں.....انہوں نے پتہ پتہ.....ذرہ ذرہ اور کونہ کونہ چھان مارا.....مگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی سراغ نہ ملا.....اور مایوس ہو کر مکہ واپس لوٹے تو کسی خرانٹ سردار نے کہا:.....

"کھوجیوں کی خدمات حاصل کرو....."

یہ سن کر پھر سب تازہ دم ہو گئے.....اور کھوجی بلائے گئے.....ایک ماہر کھوجی کرز بن علقمہ خزاعی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں کا نشان لئے انہیں جبل ثور تک لے

آیا.....اور پھر ایک پتھر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولا:.....

"اس سے آگے ان کا کوئی سراغ نہیں ملتا....."

ایک آدمی تلک کر بولا:.....

"تو کیا وہ آسمان پر چڑھ گئے ہیں یا زمین نے انہیں نگل لیا ہے....."

کرز نے لاپرواہی سے جواب دیا:....."میں کچھ نہیں جانتا....."

اس پر ایک جوان آدمی نے کہا:.....

"اس پہاڑ پر پھیل جاؤ.....اس کے اوپر جو غار ہے اس کے اندر داخل ہو جاؤ.....جھاڑیوں میں جھانک کر دیکھو وہ یقیناً یہیں کہیں موجود ہیں....."

مشرکین کی ٹولیاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش میں ہر طرف پھیل گئیں ان کا غالب گمان یہ تھا کہ حضور یثرب کی طرف چلے گئے ہوں گے.....جہاں مہاجرین کا ایک طاقتور گروہ حضور ﷺ کے لئے چشم براہ ہے.....اس خیال سے وہ اس راہ پر دور تک گئے لیکن کہیں سراغ نہ ملا.....

پھر دوسری سمتوں میں تلاش شروع کی ان راستوں پر بھی خاک چھاننے کے بعد خائب و خاسر ہو کر خاک بسر لوٹے.....غار ثور مکہ کی جنوبی سمت میں اس شاہراہ کے قریب ہے جو یمن کو جاتی ہے.....انہیں یہ گمان تک بھی نہ تھا کہ حضور ادھر بھی جا سکتے ہیں.....

جب ہر طرف سے، مایوسی ہوئی تو ناچار ادھر کا رخ کیا.....جب غار کے قریب پہنچے تو ان کے ماہر کھوجی نے ایک نقش پا کو دیکھ کر کہا یہ تو ابوبکر ؓ کے پاؤں کا نشان

ہے.....لیکن اس کے ساتھ ہی دوسرا نقش پا ہے.....میں اسے نہیں پہچان سکا.....یہ اس پاؤں کے نشان سے بڑی مشابہت رکھتا ہے جو مقام ابراہیم پر ہے.....

غار کے دہانے پر مکڑی کا جالا

اللہ تعالیٰ کو خوب معلوم تھا کہ کفار ادھر ادھر سے مایوس ہو کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش میں اس طرف بھی ضرور آئیں گے..... چنانچہ اس نے اپنی قدرت کاملہ سے ایسے حالات پیدا کر دیئے کہ وہ تلاش کرتے کرتے غار کے دہانہ تک تو پہنچ جاتے لیکن نہ اس کے اندر داخل ہوتے اور نہ اس کے اندر جھانکتے..... یوں ہی الٹے پاؤں واپس چلے آتے.....

ہوا یہ کہ غار کے دہانہ کے قریب ایک خاردار درخت اگ آیا اس درخت کو اہل عرب ''ام غیلان'' کہتے ہیں.....اس کی بلندی انسانی قد کے برابر ہوتی ہے اس کی شاخیں بڑی گنجان اور خاردار ہوتی ہے.....اس درخت کی موجودگی میں کسی شخص کا غار کے اندر جانا بہت مشکل ہے..... نیز اس غار کے دہانے کے قریب جنگلی کبوتروں کے ایک جوڑے نے گھونسلہ بنالیا وہاں انڈے بھی دے دیئے اور ان انڈوں کو سینے کے لئے ایک کبوتری ان پر ڈیرا جما کر بیٹھ گئی.....

ایک قول یہ بھی ہے کہ غار میں داخل ہونے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس درخت کو بلایا..... یہ غار کے سامنے تھے.....آپ کے بلانے پر یہ آیا اور غار کے منہ پر آکر ٹھہر گیا..... یہ درخت قد آدم کے برابر تھا.....ادھر اللہ تعالیٰ نے وہاں ایک مکڑی کو بھیج دیا جس نے اس درخت کی شاخوں میں جالے تن دیئے..... یہ جالے اس قدر گھنے اور ایک دوسرے میں پڑے ہوئے تھے کہ جیسے چالیس سال سے اس جگہ لگے آئے ہوں.....جیسا کہ بعض علماء نے لکھا ہے.....

حافظ ابونعیم کی کتاب ''الحلیہ'' میں عطاء بن میسرہ سے روایت کی گئی ہے کہ مکڑی نے دو انبیاء علیہم السلام پر جالا تنا یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر غار ثور میں اور دوسرے حضرت داؤد علیہ السلام پر جبکہ جالوت نے آپ کی تلاش کرائی تھی.....

امام حافظ ابوالقاسم بن العساکر کی تاریخ میں لکھا ہے کہ جب حضرت زید بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو ۱۲۱ھ میں سولی پر برہنہ لٹکایا گیا تو اس وقت بھی مکڑی نے آپ کا ستر ڈھانپنے کے لئے جالا پورا تھا.....آپ چار سال تک متواتر تختہ دار پر لٹکے رہے.....آپ کا چہرۂ مبارک سمت قبلہ سے پھیر دیا گیا تھا..... لیکن تختہ دار از خود قبلہ کی طرف پھر گیا.....اس کے بعد آپ کے جسد مبارک کو معہ تختہ کے آگ سے جلا دیا گیا.....

آپ کا یوسف بن عمری بن عم حجاج بن یوسف الثقفی گورنر عراق سے محاربہ ہوا تھا..... یوسف کو آپ کے مقابلہ میں فتح حاصل ہوئی تھی.....تب اس بدبخت نے آپ کے ساتھ یہ معاملہ کیا.....

آپ کا ظہور خلیفہ ہشام بن عبدالملک بن مروان کے عہد خلافت میں ہوا..... آپ سے ایک کثیر تعداد نے بیعت کی تھی اور کوفیوں کی ایک جماعت کثیرہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا:.....اگر آپ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ سے تبرا فرما دیں تو ہم آپ سے بیعت کر لیں گے.....آپ نے انکار فرمایا تو کوفیوں نے کہا کہ ہم آپ کے ساتھ نہیں رہیں گے..... چنانچہ اسی وقت سے یہ لوگ رافعی کہلائے.....

مواہب لدنیہ کے شارح علامہ زرقانی رقمطراز ہیں:.....

''ان حمام الحرم من نسل تینک الحمامتین جزآء وفاقا لما حصل بها الحمایه جوزیا بالنسل وحمایته بالحرم

فلا یتعرض له وفی المثل آمن من حمام الحرم...“

”حرم مکہ میں جو کبوتر ہیں یہ کبوتروں کے اس جوڑے کی نسل سے ہیں.....اس خدمت جلیلہ کا انہیں یہ صلہ دیا گیا کہ ان کی نسل بھی منقطع نہیں ہوئی..... چودہ صدیوں سے باقی ہے اور حرم شریف میں انہیں پناہ ملی ہوئی ہے.....کوئی انہیں چھیڑ نہیں سکتا.....اسی لئے لغت عرب میں یہ مثل زبان زد خاص و عام ہے کہ فلاں شخص کو حرم کے کبوتروں سے بھی زیادہ امن وامان میسر ہے.....“

ساتھ ہی غار کے منہ پر عنکبوت (مکڑی) نے ایک گھنا جالا تن دیا.....دیکھنے سے یوں معلوم ہوتا تھا کہ یہ جالا آج کل میں نہیں تنا گیا بلکہ سالہا سال پہلے کا ہے.....یہ سب انتظامات اس عظیم طاقت والے مالک الملک کی بے پایاں قدرت کا کرشمہ تھے.....جس کے ایک کلمہ کن کہنے سے یہ سارا عالم بلند و پست معرض وجود میں آ گیا.....اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جب کوئی ماہر کھوجی پاؤں کے نشانوں کو دیکھ کر سراغ لگاتے ہوئے یہاں پہنچتا تو کبوتروں کو اپنے گھونسلہ میں انڈوں کو سیتے ہوئے دیکھ کر یقین کر لیتا کہ اس غار میں عرصہ دراز سے انسان داخل نہیں ہوا.....

امیہ بن خلف جیسا دشمن جب غار کے دہانے پر پہنچا تو اس کے ایک ساتھی نے اسے کہا کہ اندر داخل ہو کر تسلی کر لو.....امیہ بن خلف کہنے لگا:.....

”ما اراکم ای حاجتکم الی الغار... ان فیه لعنکبوتا اقدم من میلاد محمد (ﷺ)...“

”غار کے اندر جانے کی ضرورت نہیں اس کے دروازے پر ایک

مکڑی کا جالا ہے جو محمد (ﷺ) کی پیدائش سے بھی پہلے کا تنا ہوا معلوم ہوتا ہے.....'' (حوالہ ایضاً)

غارِ ثور سے دشمنوں کی بے التفاتی

غرض ادھر جب قریشی نوجوان آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تلاش کرتے کرتے غار ثور سے چالیس گز کے فاصلے پر رہ گئے تو ان میں کچھ جلدی سے آگے بڑھ کر غار میں جھانکنے لگے مگر غار کے دہانے پر انہیں صرف دو جنگلی کبوتر اور ساتھ ہی مکڑی کا جالا نظر آیا.....اس پر ان میں سے ایک نے کہا:.....

''اس غار میں کوئی نہیں ہے.....''

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کا یہ جملہ سن لیا اور آپ ﷺ سمجھ گئے کہ اللہ تعالیٰ نے اس مصیبت کو ٹال دیا ہے.....

ایک روایت ہے کہ جب قریشی لوگ غار کے دہانے تک پہنچ گئے تو اس میں سے کسی نے کہا:.....غار کے اندر چل کر بھی دیکھو.....اس پر امیہ بن خلف نے کہا:.....

''غار کے اندر جا کر دیکھنے کی کیا ضرورت ہے.....اس پر تو اتنے جالے لگے ہیں جو شاید محمد (ﷺ) کی پیدائش سے بھی پہلے کے ہوں گے.....اگر وہ غار کے اندر گئے ہوتے تو نہ یہ جالا باقی رہتا اور نہ یہ کبوتر کے انڈے.....''

اس جواب سے معلوم ہوتا ہے کہ انڈے بغیر بچوں کے تھے.....یہ بھی ہے کہ ان میں ایک انڈے میں بچہ نکل آیا ہو اور ایک سے نہ نکلا ہو.....اس کے بعد وہ غار کے دہانے کے بالکل سامنے آ کر بیٹھا اور پیشاب کرنے لگا تو حضور اور ابو بکر نے منہ پھیر

لیا.....اس وقت حضرت ابوبکرؓ نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا:.....

"یارسول اللہ ﷺ! اس نے ہمیں دیکھ لیا....."

آپ ﷺ نے فرمایا:.....

ابوبکرؓ! اگر اس نے ہمیں دیکھ لیا ہوتا تو ہمارے سامنے بیٹھ کر پیشاب نہ کرتا....."

ایک روایت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ یوں ہیں کہ:.....اگر وہ ہمیں دیکھ چکا ہوتا تو ہمارے سامنے اپنی شرمگاہ نہ کھولتا.....یعنی ہماری طرف رخ کر کے پیشاب کرنے نہ بیٹھتا.....ادھر ابوجہل نے کہا:.....

"خدا کی قسم! میرا گمان ہے کہ وہ کہیں قریب ہی ہمیں دیکھ رہے ہیں مگر ان کے کسی جادو نے ہماری آنکھوں پر پردہ ڈال دیا ہے....."

اس کے بعد یہ لوگ وہاں سے لوٹ آئے..... (حوالہ ایضاً)

غارثور میں دوسرا حیرتناک معجزہ

علامہ ابن کثیرؒ نے لکھا ہے.....بعض سیرت نگاروں نے روایت کیا ہے کہ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ اگر ان لوگوں میں سے کسی نے اپنے پیروں کی طرف دیکھا تو فوراً ان کی نگاہ ہم پر بھی ضرور پڑے گی.....تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا:.....

"اگر یہ لوگ یہاں ہمارے پاس پہنچ بھی گئے تو ہم یہاں سے نکل کر کہیں چلے جائیں گے....."

مگر غار کا صرف ایک ہی دہانہ تھا اس لئے صدیق اکبرؓ نے فوراً ہی دوبارہ غار

پر نظر ڈالی تو انہوں نے دیکھا کہ غار میں دوسری طرف بھی دہانہ کھلا ہوا ہے اور سمندر کا ساحل اس دہانے سے آلگا ہے..... جہاں ایک کشتی بھی کنارے سے بندھی ہوئی کھڑی ہے.....

علامہ ابن کثیرؒ کہتے ہیں کہ یہ حدیث اس لحاظ سے منکر نہیں ہے کہ حق تعالیٰ کی عظیم قدرت سے یہ بات بعید نہیں ہے مگر یہ حدیث کسی مضبوط یا ضعیف سند کے ساتھ ذکر نہیں ہوئی ہے اور ہم اپنی طرف سے کوئی چیز ثابت نہیں کریں گے (لہٰذا صرف یہی کہا جاسکتا ہے کہ اللہ کی قدرت کے لحاظ سے یہ بات بعید نہیں ہے مگر چونکہ حدیث کے ساتھ کوئی سند بیان نہیں ہوئی ہے جس سے معلوم ہوسکتا کہ یہ حدیث قوی ہے یا ضعیف اس لئے اس بارے میں کچھ نہیں کہا جاسکتا)..... (حوالہ سیرت النبی از ابن کثیر)

مکڑی کو مارنے کی ممانعت اور اس کیلئے دعا

اسی روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکڑی کو مارنے کی ممانعت کی اور فرمایا:..... "یہ اللہ کے لشکروں میں سے ایک لشکر ہے....."

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا:..... جب سے میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ مکڑی سے محبت فرمانے لگے ہیں میں بھی اس سے محبت کرنے لگا ہوں..... آپ ﷺ فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ مکڑی کو ہماری طرف سے جزائے خیر دے کیونکہ اے ابوبکر! اس نے میرے اور تمہارے اوپر جالا بن کر ہماری حفاظت کی تھی..... ہاں البتہ گھروں کو مکڑی کے جالوں سے صاف رکھنا چاہئے.....

اس کی وجہ یہ ہے کہ اس سے گھروں میں فقر وفاقہ پھیلتا ہے..... کتاب جامع صغیر میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ الفاظ ہیں کہ اللہ تعالیٰ مکڑی کو نیک بدلہ دے کہ غار میں اس نے جالا بنا دیا تھا..... (حوالہ سیرت حلبیہ)

کبوتر بامِ حرم

علامہ حلبیؒ نے لکھا ہے :..... یہاں ایک اشکال ہوتا ہے کیونکہ ایک حدیث میں ہے کہ مکڑی شیطان ہے اس کو مار ڈالا کرو..... ایک حدیث میں یوں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے شیطان کی صورت بگاڑ کر اس کو مکڑی کی شکل میں ظاہر کیا ہے اسے مار ڈالا کرو..... اس اشکال کا حل یہ ہے کہ اگر یہ بعد والی روایت ثابت ہے اور بعد میں فرمائی گئی ہے تو یہ پہلی کے لئے ناسخ (یعنی اس کے حکم کو ختم کرنے والی) ہے اور اگر پہلے والی ثابت ہے اور وہ بعد میں فرمائی گئی ہے تو وہ پہلی کے لئے ناسخ ہے..... واللہ اعلم

اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبوتروں کے لئے برکت کی دعا فرمائی اور ان کو یہ جزا دی کہ ان کو حرم میں پھلنے پھولنے دیا..... چنانچہ ان کی نسل حرم میں پھلی پھولی..... اسی وجہ سے امام غزالیؒ جو شافعی عالم ہیں مکہ کے صرف کبوتروں کو نہ مارنے کے قائل ہیں اس کے سوا کسی دوسرے پرند کے نہیں اور اسی قول کو ترجیح دی جاتی ہے.....

مگر کتاب امتاع میں اس بات پر شک ظاہر کیا گیا ہے کہ حرم کے کبوتر اسی جوڑے کی نسل سے ہیں..... کیونکہ نوح علیہ السلام کے واقعہ میں ایک روایت ہے کہ طوفان آنے کے بعد نوح علیہ السلام نے اپنی کشتی میں سے ایک کبوتری کو بھیجا تھا کہ انہیں زمین کی حالت کی خبر دے..... وہ کبوتری وادی حرم میں پہنچ گئی..... اس نے دیکھا کہ اس جگہ سے پانی خشک ہو گیا ہے یہ جگہ کعبے کی تھی اور یہاں کی مٹی سرخ رنگ کی تھی.....

کبوتری اس جگہ اتری تو اس کے پنجے بھی سرخ ہو گئے..... اس کے بعد یہ واپس نوح علیہ السلام کے پاس پہنچی تو انہوں نے اس کی گردن پر ہاتھ پھیرا اس کے گلے میں ایک کنٹھ ڈالا اور اس کے پیروں کو سرخ رنگ دے دیا..... پھر انہوں نے اس کو حرم میں بسا دیا اور اس کے لئے برکت کی دعا کی.....

غارِ ثور کا تیسرا معجزہ

ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو غار میں اچانک پیاس لگنے لگی..... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا:..... غار کے درمیان میں جاؤ اور پانی پی لو..... چنانچہ صدیق اکبر ﷛ غار کے اس حصے کی طرف گئے..... تو وہاں انہیں ایسا بہترین پانی ملا جو شہد سے زیادہ میٹھا اور دودھ سے زیادہ سفید اور مشک سے زیادہ پاکیزہ خوشبو والا تھا..... انہوں نے اس میں سے پیا..... اس کے بعد آنحضرت ﷺ نے ان سے فرمایا:.....

"اللہ تعالیٰ نے اس فرشتے کو حکم فرمایا ہے جو جنت کی نہروں کا نگران ہے کہ اس غار کے بیچ میں جنت الفردوس سے ایک چشمہ پیدا کر دیں تا کہ تم اس میں سے پانی پی سکو....."

حضرت ابوبکر ﷛ نے عرض کیا:.....

"کیا اللہ تعالیٰ کے یہاں میرا اتنا بڑا مقام ہے؟"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:.....

"ہاں! بلکہ اس سے بھی زیادہ ہے..... قسم ہے اس ذات کی جس نے مجھے حق کے پیغام کے ساتھ نبی بنا کر بھیجا کہ وہ شخص جو تم سے بغض اور دشمنی رکھتا ہے جنت میں داخل نہیں ہوگا چاہے اس کے اعمال ستر نبیوں کے برابر ہوں....."

ایک راوی نے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ میں ابوبکر ﷛ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ انہوں نے کہا:.....

''جس شخص سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی وعدہ کیا ہو اور

وہ پورا نہ ہو سکا ہو وہ سامنے آ جائے.....''

اسی وقت ایک شخص کھڑا ہوا اور بولا:......

''رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے تین مٹھی کھجوروں کا وعدہ فرمایا

تھا.....''

یہاں مٹھی سے مراد دونوں ہاتھوں میں سے ایک ہاتھ اٹھانے کی صورت میں جتنی چیز آئے وہ مقدار..... حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ علی رضی اللہ عنہ کو بلاؤ..... حضرت علی رضی اللہ عنہ آئے تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا:......

''یہ شخص ایسا دعویٰ کرتا ہے.....''

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تین مٹھی کھجوریں اس کے لئے نکالیں..... حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:..... اب ہر مٹھی کی کھجوروں کو شمار کرو کہ کتنی ہیں..... چنانچہ انہیں شمار کیا گیا تو ہر مٹھی کی کھجوروں کی تعداد میں ساٹھ کھجوریں نکلیں..... کسی ڈھیری میں نہ اس سے زیادہ تھیں اور نہ اس سے کم..... تب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:......

''اللہ اور اس کے رسول کا قول سچا ہے..... ہجرت کی رات رسول

اللہ ﷺ نے غار کے اندر مجھ سے یہ فرمایا تھا کہ چیز سمانے کی مقدار

کے لحاظ سے میری مٹھی اور علی کی مٹھی برابر ہے..... (یعنی جتنی

میری مٹھی اٹھا سکتی ہے اتنی چیز علی کی مٹھی بھی اٹھاتی ہے)''

علامہ ذہبی نے اس حدیث کو موضوع کہا ہے..... حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یہ بات بتلانے سے پہلے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی سچائی بیان کی ہے..... اس سے غالباً

ان کی مراد یہ بتلانا ہے کہ میں اس شخص کی ادائیگی کے لئے اپنے بجائے علی کا انتخاب کیوں کیا ہے کہ وہ اپنی مٹھی سے ناپ کر دیں.....اس جملے سے مراد یہ نہیں ہے کہ ہر مٹھی میں ساٹھ ہی کھجوریں آنی چاہیے تھیں..... (حوالہ ام السیر علامہ حلبی)

سراقہ رضی اللہ عنہ کی کہانی خود ان کی زبانی

سراقہ بن مالک سے روایت ہے کہتے ہیں جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے ہجرت کے لئے نکل پڑے تو قریش نے آپ کو پکڑ لانے والے کے لئے ۱۰۰ اونٹوں کے انعام کا اعلان کر دیا.....سراقہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں ایک جگہ بیٹھا ہوا تھا کہ اتنے میں ہمارا ایک ساتھی آیا اور کہنے لگا قسم بخدا میں نے تین سوار دیکھے ہیں جو ابھی میرے قریب سے گزرے ہیں.....میرا خیال ہے کہ وہ محمد نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ساتھی ہی تھے.....

سراقہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے آنکھ سے اشارہ کیا کہ چپ رہے.....پھر میں نے اسے کہا وہ فلاں قبیلے کے آدمی تھے اپنا گمشدہ جانور تلاش کر رہے تھے.....اس نے کہا شاید وہی ہوں گے.....کہتے ہیں میں تھوڑی دیر وہیں بیٹھا رہا پھر وہاں سے اٹھ کر گھر آیا اور حکم دیا کہ میرا گھوڑا تیار کر کے نیچے وادی میں پہنچا دیا جائے.....

اور پھر میرے حکم سے اسلحہ بھی حجرے کے پیچھے سے نکال لایا گیا اور فال بتانے والا تیر بھی حاضر کر دیا گیا.....میں نے زرہ پہنی اور تیر سے فال نکالی (کہ میرا یہ سفر اچھا رہے گا یا برا) تو نتیجہ میری خواہش کے خلاف نکلا جو انہی (نبی صلی اللہ علیہ وسلم) کو نقصان نہ دیتا تھا.....جب کہ میرا مقصد یہ تھا کہ آپ کو قریش کے ہاتھ پکڑا کر سو اونٹ حاصل کروں.....

(چنانچہ میں چل پڑا مگر) میرا گھوڑا مجھے پریشان کرنے لگا یہاں تک کہ اس نے اچھل کر مجھے گرا دیا..... میں نے دل میں کہا یہ کیا بات ہے؟..... میں نے پھر تیر سے فال نکالی نتیجہ پھر میری خواہش کے خلاف نکلا جو آپ کو ضرر نہ دیتا تھا..... مگر میں نے آپ ﷺ کا پیچھا کرنے کی ٹھان لی..... اور سوار ہو کر آپؐ کے قدموں کے نشانوں کے پیچھے چل دیا..... گھوڑا پھر مجھے پریشان کرنے لگا اور یوں اچھلا کہ میں نیچے آرہا...

میں نے سوچا یہ آخر کیا ہو رہا ہے؟..... میں نے پھر فال نکالی جو میری ناپسند ہی ظاہر ہوئی اور آپ کیلئے بے ضرر تھی مگر میں نے پھر پیچھا کرنے کا فیصلہ کیا اور سوار ہو کر چل پڑا.....

عاشق صادق ابوبکر کا اضطراب اور بے قراری دیدنی ہے..... جناب رسالت مآب ﷺ کے چہرہ پرنور پر حزن وملال کا کوئی نشان نہیں..... پیشانی اطہر پر فکر و پریشانی کی کوئی شکن نہیں..... آپ ﷺ قرآن کریم کی تلاوت فرما رہے تھے..... کسی طرف بھی مڑ کر نہ دیکھتے تھے..... البتہ حضرت ابوبکر صدیق ؓ بڑے چوکس تھے اور چاروں طرف دیکھ رہے تھے..... انہوں نے سراقہ کو اپنی طرف آتے ہوئے دیکھ لیا تھا لیکن ابھی اس کا ذکر حضور اکرم ﷺ سے نہیں کیا تھا.....

سراقہ اپنی دھن میں گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتے ہوئے آرہا تھا..... لیکن محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے محبوب کا تعاقب کوئی آسان بات نہ تھی..... وہ یکا یک گھوڑے سے گرا اور دیر کے بعد سنبھلا..... گھوڑا سوار کے گر جانے کے بعد وہی کھڑا ہو گیا تھا..... وہ تھوڑی دیر تک رکا لیکن لالچ نے اسے انجام سے اندھا کر رکھا تھا.....

اس نے پھر فال کا تیر نکالا لیکن فال اب بھی اس کے خلاف تھی..... تاہم اس نے فال کی پرواہ نہ کی اور گھوڑے کو ایڑ لگائی.....

اگرچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ ﷺ کے ساتھیوں کی اونٹنیاں بڑی تیزی

سے جارہی تھیں مگر سراقہ کا گھوڑا تازہ دم تھا اس لئے وہ جلد ہی ان کے قریب پہنچ گیا..... حضرت ابو بکر صدیق ﷺ نے جب سراقہ کو اس طرح اپنے بالکل قریب دیکھا تو حضور اکرم ﷺ سے عرض کیا:.....

''یا رسول اللہ ﷺ! تعاقب کرنے والا اب بالکل قریب آ پہنچا ہے.....''

لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مڑ کر دیکھا نہ کسی خوف..... گھبراہٹ کا اظہار کیا بلکہ نہایت سکون سے اللہ کی بارگاہ میں دعا کی:.....

''یا اللہ! اس کے شر سے بچا.....''

جونہی یہ الفاظ آپ ﷺ کی زبان مبارک سے ادا ہوئے سراقہ کا گھوڑا پیٹ تک زمین میں دھنس گیا اور ایسی گرد اڑی جو دھوئیں کی طرح آسمان تک پھیل گئی..... سراقہ یہ دیکھ کر دل ہی دل میں ڈر گیا..... اسے یقین ہو گیا کہ یہ معاملہ ہی دوسرا ہے..... اس نے جن کو کمزور سمجھ کر ان کا تعاقب کیا تھا ان کے حکم سے زمین نے سراقہ کے گھوڑے کو پیٹ تک نگل لیا اور خوف زدہ سا ہو کر رہ گیا..... اس نے سوچا:.....

''اس سخت زمین میں گھوڑے کا سُم تک نہیں دھنس سکتا..... پھر اس کی ٹانگیں پیٹ تک کیسے دھنس گئیں؟ کیا محمد (ﷺ) جادوگر ہیں؟''

سراقہ نے یہ سوچ کر پھر فال نکالی..... مگر فال اب بھی اس کے خلاف تھی اب کی دفعہ وہ انعام پانے سے مایوس ہو گیا..... اس پر ہیبت طاری ہو گئی اور خوف کے مارے وہ بڑبڑانے لگا:.....

''اوہ میں کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا..... یہ ناقابل تسخیر ہیں.....''

سراقہ اپنے گھوڑے پر بیٹھا ہوا پریشان حال سوچ میں غرق تھا کہ اس کا گھوڑا

زمین سے کیسے اور کیونکر باہر آئے گا؟ اس کو یقین ہو گیا کہ وہ ان مسافروں پر قابو نہیں پا سکتا اس لئے اس نے پکار کر کہا:.....

''میں سراقہ بن مالک بن جعشم ہوں..... آپ ﷺ سے امان (حفاظت) چاہتا ہوں..... مجھے اپنی بات کہنے کا موقع دیں..... خدا کی قسم میں آپ ﷺ کو کوئی نقصان نہیں پہنچاؤں گا اور نہ کوئی ایسی حرکت کروں گا جو آپ کو ناگوار گزرے.....''

محبوب خدا..... رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لئے دعا کی..... اونٹنیوں کو روکا اور اس کی طرف دیکھا..... اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ سے اس کا گھوڑا زمین کی گرفت سے آزاد ہوا اور سراقہ ان کے بالکل قریب آ گیا..... اس نے جب آپ ﷺ کا روشن روئے مبارک دیکھا تو نبوت کے جلال سے لرز اٹھا اور عرض کیا:.....

''آپ ﷺ کی قوم نے آپ کی گرفتاری کے لئے سو اونٹ دینے کا اعلان کر کے بے شمار لوگوں کو مہم جو بنا دیا ہے..... میں بھی اسی لالچ کی وجہ سے آپ ﷺ کے تعاقب میں نکلا تھا اور بے شمار لوگ اسی دھن میں شاہراہ مکہ کا چپہ چپہ سونگھتے پھر رہے ہیں.....''

یہ کہہ کر اس نے راستے کے لئے ضروریات اور سامان کی پیش کش کی لیکن آپ ﷺ نے اسے قبول نہ فرمایا اور ارشاد فرمایا:.....

''مجھے ان چیزوں کی ضرورت نہیں ہے تم صرف یہ کام کرو کہ کسی کو ہماری اطلاع نہ ہونے پائے.....''

سراقہ نے جواباً عرض کیا:.....

''آپ مطمئن رہیں میں اب ہر تعاقب کرنے والے کو پیچھے ہی روکتا رہوں گا.....''

یہ سن کر آپ ﷺ کے چہرۂ مبارک پر خوشی کی لہریں پھیل گئیں اور سراقہ نے موقعہ غنیمت جان کر عرض کیا:.....

''سرکار! مجھے ایک امان نامہ لکھ دیجئے.....''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی درخواست کو شرف قبولیت بخشتے ہوئے حضرت عامر بن فہیرہ کو حکم دیا کہ امان نامہ لکھ دیا جائے.....انہوں نے چمڑے کے ایک ٹکڑے پر امان نامہ کی تحریر لکھ کر سراقہ کے حوالے کر دی.....سراقہ نے اسے نہایت حفاظت سے اپنی جیب میں ڈالا اور مزید عرض کیا:.....

''اے اللہ کے نبی ﷺ! مجھے حکم دیجئے جو کچھ آپ چاہیں.....''

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:.....

''بس اپنی جگہ پر ٹھہرو اور کسی کو ہم تک نہ پہنچنے دو.....''

ابھی تھوڑی دیر پہلے سراقہ دشمن جان بن کر آیا تھا اور اب پاسبان بن کر واپس جا رہا تھا.....اس نے جب واپس جانے کے لئے قدم اٹھایا تا کہ اپنے گھوڑے پر سوار ہو سکے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:.....

''سراقہ اس وقت تمہاری کیا شان ہوگی جب تم کسریٰ کے کنگن پہنو گے...''

سراقہ حیرت زدہ سا رہ گیا اور ایک دم بجلی کی مانند اس کے ذہن میں ایک خیال کوند ا اور وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم خود مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ جا رہے ہیں پھر میں ان کی ... کیسے مان لوں؟ اس نے حیرت سے پوچھا:.....

''کسریٰ بن پرویز شہنشاہ ایران کے کنگن؟''

آپ ﷺ نے فرمایا:.....

''ہاں! کسریٰ شہنشاہ ایران کے کنگن.....''

سراقہ نے انتہائی حیرت سے عرض کیا:.....

''سرکار! یہ کنگن میں پہنوں گا؟''

آپ ﷺ نے فرمایا:.....

''اور کون؟''

یہ کنگن پہنانے کا اعلان آپ ﷺ نے اس وقت کیا تھا.....جبکہ اس ریگستان میں ان کے پاس قرض پر خریدی ہوئی ایک اونٹنی کے سوا کچھ اور نہ تھا.....جبکہ وہ خود دشمنوں سے تنگ آکر مکہ چھوڑ کر جا رہے تھے.....اور جبکہ انہوں نے تعاقب کرنے والوں سے بچنے کے لئے دشوار گزار راستہ اختیار کیا تھا.....جس کے متعلق بہت سے لوگ کچھ بھی نہ جانتے تھے.....

سراقہ واپس چلا گیا.....اسے جو بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تعاقب میں جاتا ہوا ملتا اسے نہایت اعتماد سے کہتا:.....

''تم واپس چلے جاؤ.....میں نے اطمینان کرلیا ہے کہ وہ ادھر نہیں ہیں.....اور تم لوگ جانتے ہو کہ میں کیسی نظر رکھتا ہوں.....اور سراغ رسانی کا میں کتنا ماہر ہوں.....''

اس واقعہ کے تقریباً آٹھ سال بعد کا ذکر کرتے ہوئے سراقہ کہتے ہیں.....میں نے یہ تحریر اپنے پاس محفوظ رکھی.....اور آٹھ سال بعد جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حنین اور طائف کے معرکوں سے پلٹ کر جعرانہ میں ٹھہرے ہوئے تھے.....تو میں

آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور وہ تحریر پیش کر کے عرض کیا:.....

''میں سراقہ بن جعشم ہوں اور یہ آپ کی دی ہوئی تحریر ہے.....''

آپ ﷺ نے فرمایا:.....

''آج وعدہ پورا کرنے کا دن ہے آج حق ادا کرنے کا دن ہے

میرے قریب آجاؤ.....''

میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب گیا.....اور اسلام لے آیا اور آپ ﷺ نے مجھے بہت سا انعام واکرام دیا.....

(حوالہ دلائل النبوۃ ومدارج النبوۃ وخصائل کبریٰ والوفاء ابن جوزی)

اُم معبد کے خیمہ میں حضور ﷺ کی آمد

سفر ہجرت درپیش ہے..... حضور صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے سکونت ترک کر کے یثرب کے بخت خفتہ کو جگانے کے لئے اور اس غیر معروف بستی کو شہرت و بقائے دوام بخشنے کے لئے صحرائی علاقہ کو عبور کر رہے ہیں..... حضرت ابوبکر ؓ اور آپ کے غلام عامر بن فہیرہ کو ہمرکابی کا شرف حاصل ہے.....ایک بدو عورت کے خیمہ کے پاس سے گزر ہوا.....جس کا نام ام معبد ہے.....ان اجنبی راہروؤں نے اس عورت کو کہا:..... اگر تمہارے پاس کچھ دودھ یا گوشت ہو تو وہ اسے قیمۃً خریدنے کے لئے تیار ہیں..... ام معبد نے کہا:.....اگر میرے پاس کچھ کھانے کی کوئی چیز ہوتی تو میں بصد مسرت تمہاری میزبانی کی سعادت حاصل کرتی.....ہمیں تو قحط سالی نے دانے دانے سے محتاج بنا دیا ہے..... حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے خیمہ کے ایک گوشے میں ایک

بکری دیکھی.....

حضور ﷺ نے پوچھا:.....اے ام معبد! یہ بکری کیسی ہے؟

اس نے کہا: ضعف اور کمزوری کی وجہ سے چلنے سے قاصر ہے.....اس لئے ریوڑ کے ساتھ چرنے کے لئے نہیں جا سکی اور یہیں کھڑی رہ گئی ہے.....

حضور ﷺ نے فرمایا:.....اجازت دو تو ہم اس کا دودھ دوہ لیں.....

ام معبد نے کہا:.....اگر اس میں کچھ دودھ ہے تو بصد شوق دوہ لیجئے.....

بکری کو حضور ﷺ کے پاس لایا گیا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کے تھنوں پر ہاتھ پھیرا.....اور اللہ تعالیٰ کا نام لے کر اس کو دوہنا شروع کیا.....اس خشک کھیری والی بکری سے اتنا دودھ نکلا کہ سب نے خوب سیر ہو کر پیا.....حضور ﷺ نے دوبارہ اسے دوہا تو ام معبد کے گھر کے سارے برتن لبالب بھر گئے..... جب اس کا خاوند دن بھر کے کام کاج سے فارغ ہو کر شام کو واپس آیا تو خیمہ میں ہر برتن دودھ سے بھرا ہوا دیکھ کر حیران و ششدر ہو کر رہ گیا..... پوچھنے لگا:.....اے ام معبد! یہ دودھ کی نہر کہاں سے بہہ نکلی؟ گھر میں تو کوئی شیر دار جانور نہ تھا.....

ام معبد نے کہا:.....نہیں بخدا نہیں.....لیکن ایک بابرکت ہستی یہاں سے گزری ہے یہ سب اس کا فیضان ہے.....پھر اس نے سارا واقعہ اپنے خاوند کو کہہ سنایا.....خاوند نے کہا:.....اس بابرکت ہستی کا حلیہ بیان کرو.....اللہ کی قسم! مجھے تو یہ وہی شخص معلوم ہوتا ہے جس کی تلاش اور تعاقب میں قریش چارسُو اپنے گھوڑے سرپٹ دوڑا رہے ہیں.....اس وقت ام معبد نے اس نورانی پیکر کی جو دلکش تصویر کشی کی آپ بھی اس کا مطالعہ فرمائیے اور لطف اٹھائیے.....

"فقالت" ام معبد کہنے لگی.....

''رایت رجلا ظاهرا الوضاءة حسن الخلق ... مليح الوجه''	میں نے ایک ایسا مرد دیکھا جس کا حسن نمایاں تھا جس کی ساخت بڑی خوبصورت تھی اور چہرہ ملیح تھا.....
''لم تعبه ثجلة ولم تزربه صعلة''	نہ رنگت کی زیادہ سفیدی اس کو معیوب بنا رہی تھی اور نہ گردن اور سر کا پتلا ہونا اس میں نقص پیدا کر رہا تھا.....
''قسيم و سيم''	بڑا حسین.....بہت خوبرو.....
''في عينيه دعج وفي اشفاره وطف''	آنکھیں سیاہ اور بڑی تھیں پلکیں لانبی تھیں.....
''وفي صعته صهل''	اس کی آواز گونج دار تھی.....
''احول اكحل''	سیاہ چشم.....سرگیں.....
''ازج ..... اقرن''	دونوں ابرو باریک اور ملے ہوئے.....
''في عنقه سطع''	گردن چمکدار تھی.....
''وفي لحيته كثافة''	ریش مبارک گھنی تھی.....
''اذا صمت فعليه الوقار''	جب وہ خاموش ہوتے تو پروقار ہوتے...
''واذا تكلم سما وعلاه البهاء''	جب گفتگو فرماتے تو چہرہ پرنور اور بارونق ہوتا.....
''حلوا المنطق''	شیریں گفتار.....

"فصل لا نزر ولا هزر"

گفتگو واضح ہوتی نہ بے فائدہ ہوتی نہ بیہودہ...

كان منطقه خرزات نظم يتحدرن

گفتگو گویا موتیوں کی لڑی ہے جس سے موتی جھڑ رہے ہوتے.....

'ابهى الناس واجملهم من بعيد'

دور سے دیکھنے پر سب سے زیادہ بارعب اور جمیل نظر آتے.....

'واحلا هم واحسنهم من قريب'

اور قریب سے سب سے زیادہ شیریں اور حسین دکھائی دیتے.....

"ربعة"

قد درمیانہ تھا.....

"لا تشنوة عينمن طول"

نہ اتنا طویل کہ آنکھوں کو برا لگے.....

"لا تغتحمه عين من قصر"

نہ اتنا پست کہ آنکھیں حقیر سمجھنے لگیں.....

"غصن بين غصنين فهو انضر الثلاثة منظرا واحسنهم قدا"

آپ دو شاخوں کے درمیان ایک شاخ کی مانند تھے جو سب سے سرسبز و شاداب اور قد آور ہو.....

"له رفقاء يحفون به"

ان کے ایسے ساتھی تھے جو ان کے گرد حلقہ بنائے ہوئے تھے.....

"وان قال استمعوا لقوله"

اگر آپ انہیں کچھ کہتے تو فوراً اس کی تکمیل کرتے...

"وان امرتبا دروا الی امرہ" آپ انہیں حکم دیتے تو وہ فوراً اس کو بجا لاتے

"محفود... محشود" سب کے مخدوم... سب کے محترم...

"لا عابس ولا مفند" نہ وہ ترش رو تھے نہ ان کے فرمان کی مخالفت کی جاتی تھی.....

(حوالہ دلائل النبوۃ ومدارج النبوۃ وخصائل کبریٰ وحجۃ اللہ)

وسیم اور قسیم کی وضاحت

وسیم..... قسیم..... وسیم..... خوبصورت.....

قسیم..... خوبصورت.....

پر ایک خاص نوعیت کے ساتھ.....

وسیم..... وہ خوبصورت جس کو جتنی دفعہ دیکھو..... اتنی دفعہ ہی پہلے سے زیادہ خوبصورت نظر آئے..... یہ صرف دنیا میں ایک آیا ہے..... اور اس کا نام ہے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم.....

ہمارے نبی ﷺ وسیم تھے..... ایک دفعہ دیکھا حسین نظر آئے..... دوبارہ دیکھا پہلے سے زیادہ نظر آئے..... سہ بارہ دیکھا پہلے سے زیادہ نظر آئے..... پھر دیکھا..... پھر پیاس نہ بجھی..... پھر دیکھا..... پھر آگ مزید بھڑکی..... اس کو کہتے ہیں..... وسیم..... یہ محمد رسول اللہ ﷺ تھے.....

قسیم: قسیم کسے کہتے ہیں؟ جدھر سے دیکھو حسین نظر آئے..... جہاں سے

دیکھو حسین نظر آئے..... جس کا ہر ہر عضو حسین نظر آئے..... اسے کہتے ہیں قصیم... جس کی ہر چیز جدا... جدا... جدا... آپ کہتے ہیں فلانے کی آنکھیں ماشاء اللہ بڑی خوبصورت ہیں..... یہ لفظ بتا رہا ہے کہ جتنی آنکھیں خوبصورت ہیں...

اتنا ماتھا نہیں.....

اتنا ناک نہیں.....

اتنے ہونٹ نہیں..... قصیم..... کسے کہتے ہیں جس کا ہر ہر عضوا لگ الگ..... خوبصورت نظر آئے.....

آپ ﷺ کے جسم پر بالوں کی کیفیت

دقیق المسربه..... دیکھنے والوں کی نظر سے دیکھو..... کہا: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم پر بال کوئی نہیں تھے..... یہ سینے کے درمیان..... پستانوں چھاتی کے درمیان سے بالوں کا ایک باریک خط چلتا تھا..... ایک دھاری دار لکیر چلتی تھی..... جو ناف پہ آ کے ختم ہو جاتی تھی..... بس یہ تھے حضور ﷺ کے جسم پر بال..... باقی جسم پر بال نہیں تھے..... ہاں..... اشعر الذراعین..... یہاں بازو پر کچھ لُوں تھے لُوں..... چھوٹے چھوٹے باریک بال..... منکبین و اعالی الصدر..... کچھ کندھے پہ..... کچھ آگے سینے پر..... باقی آپ ﷺ کا جسم ایسی شیشے کی طرح صاف شفاف.....

آپ ﷺ کا پیٹ مبارک

سواء البطن والصدر..... آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سینہ اور پیٹ برابر تھا.....
یہ نہیں کہ شیخ جی ادھر جارہے..... پیٹ ادھر جارہا..... میاں جی ادھر جارہے..... پیٹ ادھر جارہا..... وہ میں نے کچھ دن پہلے تھانیداروں میں بیان کیا..... میں نے وہاں حضور ﷺ کا حلیہ بیان کیا..... میں نے ویسے ہی کہا..... یہ نہیں کہ تھانیدار ادھر جارہا..... پیٹ ادھر جارہا..... جب وہ کھڑے ہوئے تو ایک تھانیدار واقعتاً ایسا ہی تھا..... اس کا پیٹ ادھر جارہا تھا وہ ادھر جارہا تھا..... میں نے پھر معافی مانگی..... میں نے کہا: بھائی معاف کرنا میں نے ویسے ہی مذاقاً ایسے کہا ہے..... مجھے تو پتہ ہی نہیں تھا کہ کوئی تھانیدار واقعی ایسے پیٹ والا بیٹھا ہوا ہے.....

سواء البطن والصدر..... ہمارے نبی ﷺ کا سینہ اور پیٹ برابر تھا..... ہم کو کام کرنے ہیں..... موٹے پیٹ کے ساتھ کام ہو سکتا ہے؟

آپ ﷺ کی اونٹنیوں اور سواریوں کے نام

عضباء..... شہباء..... جدعا..... قصواء..... یہ وہ اونٹنیاں ہیں جن پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سواری فرمائی.....

دلدل..... عفیر..... یہ وہ خچر ہیں جن پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سواری فرمائی.....

یعفور..... یہ وہ گدھا ہے جس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سواری فرمائی.....

سکب..... سبحہ..... لحیف..... طراز..... یہ وہ گھوڑے ہیں جن پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سواری فرمائی.....

آپ ﷺ کے ساتھ سواری کرنے والے

پچاس آدمی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھوڑے..... اونٹ اور خچر اور گدھے کی سواری کے دوران آپ ﷺ کے ساتھ بیٹھے..... سب کے نام لکھے پڑے ہیں..... فلاں موقعے پر فلاں کے ساتھ تھا..... فلاں موقعے پر فلاں کے ساتھ تھا..... فلاں موقعے پر فلاں کے ساتھ تھا..... ایک ایک..... ایک کا نام لکھا پڑا ہے..... ایسی محفوظ مکمل زندگی.....

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ہنسی مذاق اور

آپ ﷺ کا حلیہ مبارک

ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنا کپڑا سی رہے تھے..... حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیٹھی چرخہ کات رہی تھیں..... اتنا اپنی زندگی کو آسان کر کے پیش کیا..... کہتے: عائشہ! میرا کرتا ٹھیک کر کے دے..... تو کسی میری بیوی ہے..... میرا کرتا ٹھیک کر کے دے..... دونوں میاں بیوی بیٹھے ہیں..... حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا چرخہ کات رہی ہیں..... اور آپ ﷺ اپنا کرتا سی رہے ہیں..... تو آپ ﷺ کے ماتھے پر پسینہ چمکنے لگا تو وہ آپ ﷺ کے چہرے پہ نور رہتا تھا..

ازهر اللون آپ ﷺ کا رنگ چمکتا تھا.....

واسع الجبین پیشانی کشادہ تھی.....

عظیم الھامۃ سر آپ ﷺ کا خوبصورت اور بڑا تھا.....

ضلیع الفم آپ ﷺ کے ہونٹ بڑے پتلے پتلے..... موٹے نہیں اور بڑی خوبصورتی کے ساتھ تراشے ہوئے..... نہ بہت چوڑا نہ تنگ..... چوڑائی کی طرف مائل چہرہ..... منہ چوڑائی کی طرف مائل.....

اقنی العرنین..... آپ ﷺ کا یہ ناک کہ جگہ اوپر کو اٹھی ہوئی تھی اور آگے سے باریک تھا.....

یعلوہ نور..... یہاں ایک نور چمکتا رہتا تھا..... پہلی دفعہ نظر پڑتی تو لگتا..... الشم..... کہ آپ ﷺ کی ناک بلند ہے..... قریب سے دیکھتے تو پتہ لگتا کہ نہیں ناک برابر ہے..... اس پر ایک نور کی چمک ہے.....

ادعج آنکھیں آپ کی کالی سیاہ..... اندر سے.....

اشکل العینین اور آنکھیں آپ ﷺ کی لمبی تھیں..... لمبی آنکھیں..... موٹی اور لمبی اور پتلی سیاہ اور سفیدی میں سرخ ڈورے تھے.....

اھدب الاشفار... آپ ﷺ کی پلکیں لمبی تھیں... دراز پلکیں تھیں آپ ﷺ کی..... اور

ازج الحواجب..... یہ جو اوپر بھنویں تھی کمان کی طرح..... ایسے چھائی ہوئی تھیں..... باریک.....

من غیر قرن..... یہ جڑے ہوئے نہیں تھے..... بعضوں کے یہاں بال ہوتے ہیں..... آپ ﷺ کے یہاں (دونوں آنکھوں کے درمیان) بال نہیں تھے..... یہاں ایک رگ تھی..... بینھما عرق یدرہ الغضب..... یہاں ایک آپ ﷺ کے رگ تھی..... جو غصے میں ابھر آتی تھی.....

سھل الخدین..... گال آپ ﷺ کے نہ پچکے ہوئے تھے.....نہ ایسے اٹھے ہوئے تھے.....بلکہ بڑے خوبصورت برابر کے ساتھ تھے.....

کث اللحیۃ ڈاڑھی آپ ﷺ کی گھنی تھی.....

ازھر اللون چمکتا رنگ تھا.....جیسے کلی ہوتی ہے ناں.....

اس میں لطافت بھی ہوتی ہے..... چمک بھی ہوتی ہے.....تو کلیوں جیسی آپ ﷺ کے چہرے میں لطافت تھی اور کلیوں جیسا آپ ﷺ کا کھلتا ہوا رنگ تھا.....تو ایک نور چمکتا تھا اس میں.....

مفلج الاسناق براق الثنایا..... جب بھی آپ ﷺ مسکراتے تو دیواروں پر بھی جا کے اس کی چمک پڑتی تھی.....اور یہاں سے آپ ﷺ کے دانتوں کے درمیان ہلکا ہلکا خلا تھا.....خلا تھا.....بہت خوبصورت طریقے کے ساتھ.....

مفلج الاسنان اور اشنب آپ ﷺ کے دانت موٹے موٹے نہیں تھے..... بڑے خوبصورت تراشے ہوئے اور چمکتے ہوئے.....جب آپ ﷺ مسکراتے تو یوں لگتا تھا جیسے بجلیاں کوندرہی ہوں.....اسی طرح تھے.....

تو آپ ﷺ کے ماتھے پر پسینہ جو آیا تو وہ چمکنے لگا.....وہ نور ایسے چمکنے لگا.....تو حضرت عائشہؓ نے یوں دیکھا.....

آپ ﷺ نے کہا: کیا دیکھ رہی ہو؟

کہا: آپ ﷺ کے ماتھے پہ پسینہ آیا ہوا ہے.....ایسے چمک رہا ہے.....کہا: اگر آج ابوالکبیر الھذلی ہوتا تو اسے پتہ چلتا کہ جو اس نے شعر کسی کی شان میں کہا تھا.....آپ ﷺ اس کے زیادہ حقدار تھے.....

آپ ﷺ نے کہا: کیا؟

تو انہوں نے کہا۔

و اذا رأیت الیٰ اسرۃ وجھہ
برقت کبرق العارض المتھلل

''جب میں اس کے ماتھے پہ نظر دوڑاتا ہوں تو مجھے یوں
لگتا ہے جیسے آسمان پہ بجلیاں چمک رہی ہوں.....''

تو وہ آپ ﷺ کے پسینے کے قطرے ایسے چمک رہے ہیں جیسے آسمان پر بادل میں سے بجلیاں چمکتی اور کوندتی ہیں.....تو حضور ﷺ نے فرمایا:

''ما سررت منی کسرور منک''

''تیرے اس شعر سے مجھے جتنی ہوئی وہ کبھی نہیں ہوئی.....''

حُسن محمد ﷺ بزبان حسان رضی اللہ عنہ

میں قربان جاؤں حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ پر.....وہ نعت کہہ گئے کہ ساری دنیا کے نعت کہتے رہیں.....کہتے رہیں.....حسان رضی اللہ عنہ کے دو شعر کو نہیں پہنچ سکتے.....اور ان دو میں بھی آخری مصرع..... یہ آج کل کے شاعر کہاں اس مرتبہ تک پہنچ سکتے ہیں.....کہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر نعت کہنا.....کہاں چودہ سو سال بعد کہنا.....پھر نہ وہ محبت.....نہ عشق.....نہ سوز.....نہ گداز.....آج کل کا ویسے ہی مجھے رونا آتا ہے.....

یہ صبح صبح سحری میں نعتیں پڑھ رہے ہوتے ہیں نا.....وہ پرانے گانوں کی دھنوں پر نعتیں پڑھتے ہیں تو میرا دل روتا ہے کہ یہ کیا ظلم کر رہے ہیں..... یہ کیا ستم ڈھا رہے ہیں..... یہ نعت خوانی ہو رہی ہے یا ظلم ہو رہا ہے.....نعت تو حسان رضی اللہ عنہ بھی پڑھ رہے ہیں.....آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑے ہو کر کہا:

''آپ جیسا حسن آپ جیسا حسین میری آنکھ نے دیکھا نہیں.....

آپ جیسے جمال والا کسی ماں نے جنا نہیں..... ہر عیب سے آپ

پاک پیدا ہوئے..... آپ ایسے پیدا ہوئے جیسا آپ نے خود

اپنے آپ چاہا.....''

یہ پتہ ہے کیا تخیل ہے..... کہاں پہنچے ہیں حسان ﷜..... حسان ﷜ نے اللہ کو اور محمد مصطفیٰ ﷺ کو آمنے سامنے کھڑا کر دیا ہے..... روح محمد اور رب محمد آمنے سامنے ہیں..... اور یوں حسان ﷜ کہہ رہے ہیں..... یہ تخیل کی بلندی ہے ورنہ بنایا اللہ نے..... جیسے اللہ نے چاہا ویسے بنایا..... لیکن یہ شاعر کی تخیل کی بلندی ہے کہ وہ روح محمد اور رب محمد کو آپس میں ہمکلام کر رہا ہے..... اور اللہ تعالیٰ گویا اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی روح سے پوچھ رہا ہے..... تو بول تجھے کیسا بناؤں..... کہا جیسے آپ ﷺ نے چاہا ویسا رب نے آپ ﷺ کو بنایا.....

میرے محبوب ﷺ کا سراپا مبارک

تو بول تجھے کیسا بناؤں؟..... تیرا سراپا کیسا ہو؟..... تیرے بال کیسے ہوں؟..... ہلکی موجوں کی روانی کی طرح گھنگریالے بال..... کبھی دیکھا نہیں..... صبح جب پانی سے باد صبا جب کھیلتی ہے..... ویسے ہلکی ہلکی بڑی حسین موجیں اٹھتی ہیں..... یہ ایک اپنا حسن رکھتی ہیں..... طغیانی تو ڈراتی ہے اور سکون جو ہوتا ہے پانی کا وہ آدمی کو بے حس کر دیتا ہے..... جب اس میں ہلکی ہلکی روانی ہوتی تو لطیف مزاج آدمی ویسے ہی پاگلوں کی طرح بیٹھ کے اسے دیکھتا رہتا ہے.....

تو میرا رب کیا کہہ رہا ہے؟..... تیرے بال ایسے بنا رہا ہوں جیسے ہلکی موجوں کی روانی..... اے میرے نبی! تیرا ماتھا کیسا بناؤں؟..... کہا: کشادہ..... تیری بھنویں کیسی بناؤں؟..... کمان کی طرح گول باریک..... اور تیری پلکیں کیسی بناؤں..... دراز ہلکیں جو حسن کی نشانی..... تیری آنکھ کیسی بناؤں؟..... موٹی بھی ہو..... سیاہ بھی ہو..... سفیدی سفید ہو اور سرمگیں..... سرمہ نہ لگاؤ تو بھی سرمگیں ہوں..... آنکھوں میں سرخ ڈورے ہوں..... سفیدی کے ساتھ سرخ ڈورے..... آنکھ اٹھے تو بجلیاں چمکنے لگیں...

جب آپ ﷺ آنکھ اٹھاتے تو کوئی آپ ﷺ کو دیکھ نہیں سکتا تھا..... حسن کا جلوہ ہوتا تھا تو کوئی آپ ﷺ کو دیکھ نہیں سکتا تھا..... آپ ﷺ کن اکھیوں سے دیکھتے تھے..... جب آپ بھرپور نظر سے دیکھتے تو سب نظریں جھکا لیتے تھے..... کوئی آپ ﷺ کو دیکھ نہیں سکتا تھا..... صرف دو آدمی تھے جو اس وقت چہرے پر نظر ڈال سکتے تھے..... ایک ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ بس!.....

آپ صلی اللہ علیہ وسلم چار سال کے تھے اور وہاں اماں حلیمہؓ کے پاس تھے..... حبشہ کے یہودیوں کا گزر ہوا.....

انہوں نے آپ ﷺ کی آنکھیں دیکھ کر پوچھا: یہ کس کا بیٹا ہے؟.....

اماں حلیمہ نے کہا: میرا بیٹا ہے.....

پوچھا: یہ ڈورے اس کی آنکھوں کے وقتی ہیں کہ مستقل ہیں؟.....

انہوں نے کہا: مستقل ہیں.....

حبشیوں نے کہا: یہ آنے والا نبی ہے.....

کہا: اماں! اسے ہمیں دے دو..... ہم اسے حبشہ لے جائیں گے..... اسے اپنی ہتھیلی کا چھالا بنا کر پالیں گے..... کہا: نہیں نہیں! میں نہیں دے سکتی..... میرے پاس امانت ہے..... میں نہیں دے سکتی..... میں تو دودھ پلانے والی ماں ہوں..... اصلی ماں

تو اس کی کمے میں ہے.....

تیرا رنگ روپ کیسا ہو؟..... گال سفید اور گلابی ہوں..... تیری ڈاڑھی کیسی ہو؟..... خوبصورت بھی ہو..... گھنی بھی ہو..... پوری بھی ہو..... پھیلی ہوئی ہو..... جس کے حسن کی تخلیق میں ڈاڑھی کو شامل کیا گیا..... تم اسی کا مذاق اڑاؤ تو کتنے بڑے دکھ کی بات ہے..... مذاق تو نہ اڑاؤ..... پگڑی باندھنا یہ مولوی کی سنت نہیں ہے..... مسلمانوں کی سنت ہے..... میرے نبی ﷺ کی سنت ہے..... میرے نبی ﷺ نے پگڑی باندھی ہے.....

کبھی میرا نبی ننگے سر نہیں پھرا..... تم مسجد میں ننگے سر نہیں بیٹھے ہوئے ہو..... کبھی ننگے سر نہیں پھرے..... احرام میں ننگے سر آئے.....ایک دفعہ گھر میں کچھ نہیں تھا تو ننگے سر آ کے نماز پڑھائی..... تھا ہی کچھ نہیں..... ایک چادر لپیٹ کر نماز پڑھانے آئے..... ہاں! تو کیا حسن و جمال ہے..... کہا: تیرا چہرہ کیسے ہو؟..... چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتا..... چاند بدبخت میں تو داغ ہے..... میرا محبوب ﷺ بے داغ ہے..... سورج میں تپش ہے..... میرا محبوب ﷺ سورج سے چمکیلا ہے..... تپش سے پاک ہے..... داغ سے پاک ہے.....

جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں چودھویں کا چاند سر پر تھا..... محبوب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد کے صحن میں تھے.....اور آپ نے سرخ دھاری دار چادر اوڑھی ہوئی تھی..... کہا: کبھی میں چاند کو دیکھتا کبھی آپ ﷺ کو دیکھتا..... آپ ﷺ مجھے چاند سے زیادہ حسین نظر آ رہے تھے.....

آپ ﷺ کی پیدائش کے وقت ناف کٹی ہوئی تھی..... ہر بچہ غلاظتوں میں ڈوب کر باہر نکلتا ہے..... ہمارا نبی پاک صاف ہو کر آیا..... جیسے کسی نے دھو کر باہر بھیجا ہو..... یہ ایسے ہی نام نہیں رکھے والدین کے آمنہ یہ اللہ کا انتخاب ہے.....

باپ ..... عبداللہ.....

ماں ..... آمنہ.....

دائی ..... حلیمہ.....

عبدیت سے خمیر بنا.....

امن کی گود میں پروان چڑھا.....

حلم کی چھاتیوں سے دودھ پیا.....

تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم بنا.....

میرے بھائیو! اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کو سب سے جدا کردیا.....آپ ﷺ جب پیدا ہوئے..... پیدا ہوتے ہی بچے کو کیا خبر؟.....بچہ پیدا ہوتا تو عورتیں دیکھتی ہیں کہ اسے کوئی ہوش نہیں ہوتا.....لیکن ہمارے نبی ﷺ پیدا ہوئے تو الٹے ہاتھ کی زمین پر ٹیک لگائی اور اپنی چھاتی کو بلند کیا اور سیدھے ہاتھ کی انگلی کو آسمان کی طرف رخ کیا.... یہ آپ کا کرنا تھا کہ سارا عالم حضرت آمنہؓ پر روشن ہوگیا....ہم اس نبی ﷺ کے غلام ہیں.....

جھاڑیوں کا نبی ﷺ کے لئے پردہ کرنا

آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے جارہے ہیں جنگل میں.....فارغ ہونے کے لئے چھوٹی چھوٹی جھاڑیاں تھیں.....جن جھاڑیوں کے پیچھے اوٹ نہیں ہوسکتی..... پردہ پورا نہیں.....آپ ﷺ نے حضرت جابرؓ سے فرمایا: اے جابر! ان جھاڑیوں سے کہو کہ اللہ کا رسول (ﷺ) کہتا ہے کہ میرے لئے آپس میں جڑ جاؤ.....

حضرت جابرؓ جھاڑیوں کے پاس جارہے ہیں اور ان سے کہہ رہے ہیں.....

کہ اللہ کا رسول (ﷺ) فرما رہا ہے..... التمنا علی..... کہ میرے لئے آپس میں جمع ہو جاؤ..... جھاڑیاں بھاگتی ہوئی آئیں اور آپس میں جڑ گئیں..... اب پردہ ہو گیا..... آپ ﷺ تشریف لے گئے..... پھر آپ ﷺ فارغ ہوئے..... کھڑے ہوئے..... جھاڑیاں پھر چلتے چلتے اپنی جگہ پر جا کے کھڑے ہو گئیں.....

رونے والا ستون

اس کا مختصر واقعہ یہ ہے کہ جب مسجد نبوی تعمیر ہوئی تو شروع شروع میں کوئی منبر نہ تھا..... حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کا خطبہ ایک کھجور کے خشک تنے کے ساتھ تکیہ لگا کر دیا کرتے تھے.....

کچھ دن کے بعد صحابہ کرام ؓ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تین سیڑھی کا ایک منبر تیار کر دیا..... جب حضور ﷺ نے پہلی بار اس منبر پر رونق افروز ہو کر جمعہ کا خطبہ دیا اور کھجور کا تنا حضور ﷺ کے تکیہ لگانے کے شرف سے محروم ہو گیا تو اس سے رونے کی آواز آنے لگی..... حضرت ابن عمر ؓ فرماتے ہیں:.....

"صاحت النخلة صیاح الصبی"

"وہ کھجور کا تنا بچوں کی طرح رونے لگا....." (بخاری)

حضرت جابر ابن عبداللہ فرماتے ہیں:.....

"سمعنا للجذع صوتا لصوت"

"کھجور کے اس تنا سے حاملہ اونٹنی کی سی آواز آتی تھی..... جو ہم نے سنی....." (خصائص ج ۲ ص ۷۵)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حیران ہوئے کہ کھجور کے خشک تنے سے رونے کی آواز آرہی ہے.....مگر یہ کسے معلوم تھا کہ اس تنا کو کس حسن والے کی جدائی رلا رہی ہے.....
حضرت سہل ابن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:.....

"حنت الخشبة فاقبل الناس عليها حتىٰ كثه بكاؤهم..."

"کہ جب وہ تنا رونے لگا تو لوگ اس کی طرف متوجہ ہوئے اور صحابہ بھی اس کے ساتھ رونے لگے....." (خصائص ج۲ص ۷۶)

ستون کی دیکھ کر حالت صحابہ سر بسر روئے
تمامی حاضران مجلس خیر البشر روئے

رلائے جبکہ چوب خشک کو آقا کہ مہجوری
کہو پھر عین غیرت سے نہ کیونکر ہر بشر روئے

آخر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم منبر سے نیچے تشریف لائے.....

"واحتضنه فسكن وقال لو لم احتضنته لحن الىٰ يوم القيامة..."

"اور اس کو گلے سے لگالیا.....پھر وہ چپ ہوگیا.....حضور ﷺ نے فرمایا:.....اگر میں اس کو تسلی نہ دیتا تو یہ لکڑی قیامت تک روتی رہتی...."

۲ھ کے واقعات

جنگ بدر میں ابوجہل نے حضرت معوذ بن عفراء رضی اللہ عنہ کا ہاتھ کاٹ ڈالا....

"فجآء یحمل یدہ فبصق علیها رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و الصقها فلصقت"

"تو وہ اپنا ہاتھ اٹھائے ہوئے حاضر ہوئے..... حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر تھوک دیا اور اس کو ملا دیا وہ اسی وقت جڑ گیا اور ایسا معلوم ہوتا کہ کبھی کٹا ہی نہ تھا....." (شفاء شریف ص ۱/۲۱۳)

قبلہ اول سے بیت اللہ کی طرف نماز پڑھنے کا حکم

۲ھ میں تحویل قبلہ (قبلہ کی تبدیلی) کا وہ فرمان دلنواز نازل ہوا جس سے ثابت ہوا کہ ۔

خدا کی رضا چاہتے ہیں دو عالم
خدا چاہتا ہے رضائے محمد ﷺ

جان دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ طیبہ تشریف لائے تو یہاں اہل اسلام کے

علاوہ تین قسم کے لوگ آباد تھے..... یہودی..... عیسائی اور مشرکین..... عبادت کے وقت مشرکین کعبہ کی طرف منہ کیا کرتے تھے.....اور عیسائی اور یہودی بیت المقدس کی طرف..... جان دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ مشرکین کی نسبت عیسائیوں اور یہودیوں کو ترجیح دیا کرتے تھے..... کیونکہ وہ بہر حال اہل کتاب تھے اور انبیاء سے ایک گونہ نسبت رکھتے تھے.....

اس بناء پر ابتداء میں آپ ﷺ نے بیت المقدس کو قبلہ قرار دیا.....اور مسجد نبوی کی پہلی تعمیر اسی رخ پر کی گئی..... یہ مصلحت بھی ملحوظ خاطر رہی ہوگی کہ اس طرح اہل کتاب کی تالیف قلب ہوگی اور وہ اسلام کی طرف راغب ہوں گے..... مگر اب آپ کا دل چاہتا تھا کہ کعبہ کو قبلہ قرار دیا جائے..... کیونکہ مستقل طور پر اہل اسلام کا مرکز عقیدت اور مسجود الیہ اللہ کا وہی گھر بن سکتا تھا..... جسے جان دو عالم ﷺ کے جد امجد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تعمیر کیا تھا.....

لیکن اگر آپ از خود کعبہ کی طرف منہ کرنے کا حکم دیتے تو منافقین کو یہ کہنے کا موقع مل جاتا کہ رسول اللہ ابھی تک کوئی قبلہ ہی نہیں طے کر پائے ہیں..... کبھی ایک طرف رخ کرنے کا حکم دیتے ہیں کبھی دوسری طرف..... قبلہ نہ ہوا تماشہ ہوا.....

منافقین کی اس ممکنہ یاوہ گوئی سے بچنے کے لئے آپ چاہتے تھے کہ اس سلسلے میں باقاعدہ وحی نازل ہو اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے کعبہ کو ابدالآباد تک قبلہ قرار دے دیا جائے.....وحی کے انتظار میں آپ ﷺ بار بار اپنا روئے انور آسمان کی طرف اٹھا کر دیکھتے تھے کہ شاید جبرائیل تحویل قبلہ کا حکم لے کر نازل ہو رہے ہیں..... آخر آپ ﷺ کی دلی تمنا بر آئی اور یہ جانفزا وحی نازل ہوئی:.....

"قد نری تقلب وجهک فی السمآء فلنولینک قبلة
ترضاها فول وجهک شطرا المسجد الحرام"

''اے محبوب! ہم نے دیکھا کہ تم بار بار اپنا چہرہ آسمان کی طرف اٹھاتے ہو..... اس لئے ہم قبلہ تبدیل کر رہے ہیں اور اسی کو قبلہ بنا رہے ہیں جس پر تم راضی ہو..... چنانچہ آئندہ کعبہ کی طرف رخ کیا کرو.....''

اس کے بعد ہمیشہ ہمیشہ کے لئے کعبہ مکرمہ قبلہ بن گیا.....

ابوالعاص کا تعارف

ابوالعاص بن ربیع..... حضرت ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی ہمشیرہ ہالہ کا بیٹا تھا..... انہوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے گزارش کی کہ میری یہ خواہش ہے کہ حضور کی بیٹی زینب کا رشتہ میرے بھانجے ابوالعاص کو عطا فرمائیں..... سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی وفا شعار رفیقہ حیات کی بات ٹالا نہیں کرتے تھے..... چنانچہ حضور ﷺ نے ان کی خواہش کا احترام کرتے ہوئے یہ رشتہ دینا منظور کر لیا.....

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا..... ابوالعاص کو اپنے فرزند کی طرح عزیز رکھتی تھیں اللہ تعالیٰ نے جب اپنے اس محبوب بندے کو شرف نبوت سے سرفراز فرمایا تو حضرت خدیجہؓ اور آپ کی ساری صاحبزادیاں حضور ﷺ پر ایمان لے آئیں لیکن ابوالعاص اپنے آبائی عقیدہ پر قائم رہا..... حضور ﷺ نے اپنی دوسری صاحبزادی حضرت رقیہ یا ام کلثوم کی شادی اپنے چچا ابولہب کے بیٹے عتبہ سے کر دی..... نبی کریم ﷺ نے تبلیغ دین شروع کی تو مکہ کے رؤساء جو پہلے حضور ﷺ پر سو جان سے فدا تھے..... وہ خون کے پیاسے بن گئے.....

انہوں نے باہم مشورہ کیا کہ تم لوگوں نے ان بچیوں کے رشتے لے کر انہیں اس فکر سے آزاد کر دیا ہے..... اور اب فارغ ہو کر تمہارے بتوں کی بیخ کنی میں لگ گئے ہیں..... ان کی بیٹیوں کو طلاق دیکران کے گھر میں بٹھا دو جب وہ اپنی جواں بیٹیوں کو اپنے گھر اجڑ کر بیٹھے ہوئے دیکھیں گے تو خود ہی ان کا دماغ درست ہو جائے گا..... اور ہمارے عقیدہ کے خلاف جو مہم انہوں نے شدت سے شروع کر رکھی ہے وہ ماند پڑ جائے گی.....

چنانچہ ان کا ایک وفد ابوالعاص کے پاس گیا اور اسے کہا کہ تم زینب دختر محمد (ﷺ) کو طلاق دے دو..... اس کے بدلے میں خاندان قریش کی جس دوشیزہ کے رشتہ کا تم مطالبہ کرو گے اس کے ساتھ تمہارا عقد زواج کر دیا جائے گا..... اس نے دوٹوک جواب دیا کہ میں اپنی رفیقہ حیات کو کسی قیمت پر جدا کرنے کے لئے تیار نہیں اور نہ مجھے اس کے عوض کوئی دوسرا رشتہ پسند ہے..... سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے اس جواب پر اس کی تعریف فرمایا کرتے.....

پھر وہ وفد عتبہ بن ابی لہب کے پاس گیا اور یہی پیشکش اس کے سامنے پیش کی..... عتبہ نے کہا اگر تم مجھے ابان بن سعید بن العاص یا سعید بن عاصم کی لڑکی کا رشتہ دو تو میں اپنی زوجہ دختر محمد (ﷺ) کو طلاق دینے کیلئے تیار ہوں..... چنانچہ اس بدبخت نے طلاق دے دی.... اور اس کا عقد نکاح سعید بن عاصم کی بیٹی سے کر دیا گیا...

ابھی اس دختر نیک اختر کی رخصتی نہیں ہوئی تھی..... یوں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کے لخت جگر کو ان کے سنگدل مشرک سسرال کے چنگل سے رہائی کا سامان فرما دیا....

اس وقت تک یہ حکم نازل نہیں ہوا تھا کہ مومن کی بچی کا نکاح مشرک سے نہیں ہوسکتا..... یہ حکم ۶ ہجری میں صلح حدیبیہ کے بعد نازل ہوا..... اس واقعہ کے چند سال بعد حضور ﷺ نے ہجرت فرمائی..... ۲ ہجری میں واقعہ بدر رونما ہوا..... جس میں یہ

ابوالعاص جنگی قیدیوں کے ساتھ گرفتار ہو کر مدینہ طیبہ آیا.....

حضرت زینب فرماتی ہیں کہ جب مکہ سے روانہ ہونے کی تیاری کر رہی تھی تو ہند بنت عتبہ میرے پاس آئی اور کہنے لگی:.....اے میرے چچا کی بیٹی! اگر تجھے زادِ سفر کے طور پر کسی چیز کی ضرورت ہو یا اثنائے سفر کوئی رقم درکار ہو تو ذرا نہ شرماؤ..... مجھے چپکے سے بتا دو تمہارے حکم کی تعمیل کروں گی..... آپ کہتی ہیں کہ اس کی پیشکش سچی تھی.....وہ اس سے مجھ کو دھوکا نہیں دینا چاہتی تھی.....لیکن میں نے اس کے سامنے اس راز کو فاش کرنا مناسب نہ سمجھا اور بات کو ٹال دیا.....

جب آپ نے تیاری مکمل کر لی تو ان کے خاوند کا بھائی کنانہ بن ربیع سواری کے لئے ایک اونٹ لے آیا.....اس پر آپ سوار ہو گئیں..... کنانہ نے اپنی کمان اور ترکش حمائل کیا اور دن کے اجالے میں انہیں لے کر مکہ سے روانہ ہو گیا.....قریش کو جب اس واقعہ کا علم ہوا تو انہوں نے چہ مگوئیاں شروع کر دیں..... چند نوجوان آپ کے تعاقب میں نکلے..... ذی طویٰ کے مقام پر انہوں نے آپ کو آلیا..... ہبار بن اسود بن مطلب.....سب سے پیش پیش تھا.....

جس ہودج میں آپ بیٹھی تھیں اس کے قریب پہنچ کر اپنا نیزہ لہرا لہرا کر آپ کو خوفزدہ کرنا شروع کر دیا.....آپ کے خاوند کے بھائی کنانہ نے جب یہ دیکھا تو اس نے اپنا اونٹ بٹھا دیا اپنی ترکش کے تیر نکال کر سامنے رکھ دیئے اور انہیں للکار کر کہا:..... بخدا جو شخص تم میں سے میرے قریب آنے کی جسارت کرے گا میں اپنا تیر اس کے سینے میں پیوست کر دوں گا.....سب پر سکتہ طاری ہو گیا اور وہ پیچھے ہٹ گئے.....

اتنے میں ابوسفیان مکہ کے معززین کو ہمراہ لے کر وہاں پہنچ گیا.....اس نے کنانہ کو کہا:.....بس بس اب تیر نہ چلانا.....جب تک ہم تمہارے ساتھ گفتگو نہ کر لیں.....وہ رک گیا.....ابوسفیان آگے بڑھ کر اس کے قریب آگیا اور اسے کہنے لگا:.....تم نے اچھا

نہیں کیا..... دن کے اجالے میں لوگوں کے سامنے اعلانیہ اس خاتون کو لے کر تم چل پڑے ہو..... حالانکہ آج جس مصیبت میں ہم مبتلا ہیں تم اس سے بے خبر نہیں.....

ان حالات میں اگر تم اعلانیہ ان کی بیٹی کو لے کر جاؤ گے تو جو لوگ یہ بات سنیں گے وہ یہی کہیں گے کہ اب ہم بالکل عاجز اور ناکارہ ہو گئے ہیں اور یہ بات ہمارے زخموں پر نمک پاشی کا باعث بنے گی..... مجھے اپنی زندگی کی قسم! ہمیں ان کو روکنے سے کوئی دلچسپی نہیں اور نہ اس طرح ہماری آتش انتقام سرد ہو سکتی ہے..... تم سردست انہیں لے کر واپس چلے جاؤ چند روز تک یہ ہنگامہ ختم ہو جائے گا لوگ اس واقعہ کو بھول جائیں گے..... اس وقت کسی رات کو اندھیرے میں انہیں لے کر چلے جانا..... لوگ یہ دیکھ کر مطمئن ہو جائیں گے کہ ہم نے انہیں لوٹا دیا ہے..... کنانہ نے یہ تجویز مان لی..... اور حضرت زینب کو لے کر گھر واپس آ گیا.....

چند روز گزرنے کے بعد جب چہ مگوئیاں ختم ہو گئیں اور ماحول پرسکون ہو گیا تو کنانہ رات کی تاریکی میں خاموشی سے ان کو ہمراہ لے کر روانہ ہو گیا..... وادی یاجج میں حضرت زید بن حارث اپنے ایک ساتھی کے ساتھ چشم براہ تھے..... وہاں پہنچ کر حضرت زینب کو ان کے حوالے کر دیا..... حضرت زید انہیں ہمراہ لے کر وہاں سے روانہ ہوئے اور انہیں خیر و عافیت مدینہ طیبہ میں حضور ﷺ کی خدمت میں پہنچا دیا..... آپ کے دوسرے ساتھی کا نام ابن ہشام نے ابو خیمہ بتایا ہے..... جو انصار کے قبیلہ بنو سالم بن عوف کے ایک فرد تھے.....

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سریہ روانہ کیا جس میں میں بھی شریک تھا..... ہمیں رخصت کرتے ہوئے حضور ﷺ نے فرمایا:.....

”اگر ہبار بن اسود تمہارے قابو میں آ جائے تو اسے اور اس کے

دوسرے ساتھی کو جنہوں نے میری بیٹی کو اذیت پہنچائی آگ کا الاؤ جلا کر انہیں اس میں پھینک دینا تاکہ وہ جل بھن کر راکھ ہو جائیں.....“

لیکن دوسری صبح حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:....

”کل میں نے تمہیں ان دونوں کو نذر آتش کر دینے کا حکم دیا تھا لیکن میں سمجھتا ہوں کہ کسی کو آگ میں جلا کر عذاب دینا صرف اللہ عزوجل کو سزاوار ہے اگر تم ان دونوں قیدیوں پر قابو پاؤ تو ان کو قتل کر دو.....“ (حوالہ سیرت ابن ہشام وابن کثیر)

ابوالعاص کا قبول اسلام

آخر کار اللہ تعالیٰ نے ایسے حالات پیدا کر دیئے کہ ابوالعاص کفر و شرک کی عفونتوں سے گھبرا کر اور دل برداشتہ ہو کر حلقہ سرفروشان اسلام میں داخل ہو گیا..... اس کی تفصیل سیرت ابن ہشام سے بھی ماخوذ ہے.....

اس واقعہ کے بعد ابوالعاص مکہ میں مقیم رہا..... حضرت زینب رضی اللہ عنہا سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ظل عاطفت میں سکونت پذیر رہیں..... ابوالعاص بڑے متمول..... دانشمند..... دیانتدار تاجر تھا..... اس کی شہرت سارے علاقہ میں بہت اچھی تھی..... فتح مکہ سے کچھ عرصہ پہلے اس نے ایک تجارتی کاروان لے کر ملک شام جانے کی تیاری شروع کر دی..... لوگوں کو پتہ چلا تو اس کی اچھی شہرت اور کاروبار میں اس کی مہارت کی وجہ سے انہوں نے اس قافلہ میں اپنا سرمایہ لگا دیا.....

جب وہ شام میں خرید وفروخت سے فارغ ہوا تو مکہ کی طرف واپسی کا سفر شروع کیا..... راستہ میں ایک مسلمان لشکر سے اس کی مڈبھیڑ ہوگئی..... مسلمانوں نے اس کا مال واسباب تو اس سے چھین لیا لیکن ابوالعاص جان بچا کر بھاگنے میں کامیاب ہوگیا..... جب لشکر اسلام اس کا سارا مال ومتاع لے کر مدینہ طیبہ پہنچا تو رات کی تاریکی میں وہ بھی وہاں آگیا...اور حضرت زینبؓ سے پناہ کا خواستگار ہوا...آپ نے اسے اپنی پناہ میں لے لیا...

وہ اس لئے آیا تھا کہ حضور ﷺ کی خدمت میں اپنے مال کی واپسی کی درخواست کرے..... رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم جب صبح کی نماز ادا کرنے کے لئے مسجد میں تشریف لائے تو تکبیر تحریمہ کہی اور سب مقتدیوں نے بھی تکبیر تحریمہ کہہ کر اپنے ہاتھ باندھ لئے تو اس وقت صفۃ النساء سے حضرت زینب کی آواز بلند ہوئی:.....

"ایھا الناس انی قد اجرت ابا العاص"

"اے لوگو! سن لو میں نے ابوالعاص کو پناہ دے دی ہے....."

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیرا تو لوگوں سے پوچھا کیا تم نے وہ آواز سنی جو میں نے سنی ہے.....انہوں نے عرض کی یہ آواز ہم نے بھی سنی ہے..... حضور ﷺ نے فرمایا:.....اس ذات کی قسم! جس کے دست قدرت میں میری جان ہے..... مجھے اس واقعہ کے بارے میں کوئی علم نہیں میں نے بھی یہ بات اب سنی ہے جیسے تم نے سنی..... فرمایا:.....

"انه یجیر علی المسلمین ادناھم"

"کہ مسلمانوں سے ایک ادنیٰ درجے کا آدمی بھی کسی کو مسلمانوں سے پناہ دے سکتا ہے....."

یعنی اگر میری بیٹی نے ابوالعاص کو پناہ دی ہے تو اس پناہ کا احترام سب پر لازم ہے..... نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے اٹھ کر اپنی صاحبزادی کے ہاں تشریف لے آئے.....اور حضرت زینبؓ سے فرمایا:.....

"ای بنیة اکرمی مثواہ ولا یخلصن الیک فانک لا تحلین له....."

"اے میری بچی! ابوالعاص کی عزت وتکریم کرنا لیکن خیال رہے
وہ تمہارے نزدیک نہ آئے کیونکہ تم اس کے لئے حلال نہیں ہو..."

سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سریہ میں جو مجاہدین شریک تھے ان کو بلا بھیجا..... جب وہ حاضر ہوئے تو انہیں فرمایا:..... ابوالعاص کا ہمارے ساتھ جو رشتہ ہے اس کا تمہیں علم ہے اس کے مال پر تم نے قبضہ کرلیا ہے..... اگر تم احسان کرتے ہوئے اس کا مال اس کو لوٹا دو تو مجھے بڑی خوشی ہوگی..... مجھے تمہارا یہ عمل بہت پسند ہوگا اور اگر تم اس کے لئے آمادہ نہ ہو تو یہ مال فئی ہے جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں بطور غنیمت بخشا ہے تم اس کے زیادہ حقدار ہو.....

اس سلسلہ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جو بات پسند تھی اس کا ذکر فرما دیا..... لیکن ایسا کرنے پر انہیں مجبور نہیں کیا..... انہیں صاف صاف بتا دیا کہ یہ اموال غنیمت ہیں جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں بخشے ہیں وہ تمہارے لئے حلال طیب ہیں اگر تم انہیں خود لینا چاہو تو تم پر کوئی پابندی نہیں..... لیکن جانثاروں نے اپنا سب کچھ اپنے محبوب آقا کی رضاجوئی کے لئے قربان کر دیا تھا..... ان کے نزدیک اموال غنیمت کی کیا حقیقت تھی ..... سب نے عرض کیا:.. یارسول اللہ ﷺ! ہم بصد مسرت یہ اموال ابوالعاص کو لوٹانے کے لئے تیار ہیں....

چنانچہ انہوں نے جو جو چیزیں ابوالعاص کے قافلہ سے چھینی تھیں وہ لوٹا دیں.....

جس جس کے پاس جو جو چیز تھی وہ لا کر ڈھیر کرتے رہے.....حتیٰ کہ جس کے پاس پرانا ڈول تھا وہ لے آیا جس کے پاس ڈول کی بوسیدہ رسی تھی وہ لے آیا.....جس کے پاس ٹوٹا ہوا لوٹا تھا وہ بھی پیش کر دیا جس کے پاس مشکیزہ کا منہ بند کرنے کا لکڑی کا ڈاٹ تھا وہ بھی لے کر حاضر خدمت ہو گیا.....الغرض ابوالعاص کی چھوٹی بڑی تمام چیزیں اس کو لوٹا دیں.....

ابوالعاص ان تمام اموال کو لے کر مکہ واپس آیا اور ہر چیز گن گن کر ان کے مالکوں کے حوالے کر دی.....اس کے قافلہ میں جتنا سرمایہ کسی نے لگایا تھا اصل زر بمع نفع ان حصہ داروں کو پہنچا دیا اس کے بعد اس نے اعلان کیا:.....

"یا معشر قریش هل بقی لاحدمنکم عندی مال لم یاخذه"

"اے گروہ قریش! کیا کسی کا کوئی مال میرے پاس رہ گیا ہے جو اس نے نہ لیا ہو؟"

سب نے کہا:.....نہیں.....خدا تجھے جزائے خیر دے.....بے شک ہم نے تجھے حقوق کو بحسن وخوبی ادا کرنے والا اور کریم النفس پایا ہے.....جب سب قریش نے اس کی دیانت اور امانت پر مہر تصدیق ثبت کر دی تو بھرے مجمع میں ابوالعاص نے کھڑے ہو کر یہ اعلان کر دیا.....

"فانا اشهد ان لا اله الا الله وان محمد عبده ورسوله"

"لوسنو! اب میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور خدا نہیں اور محمد (ﷺ) اس کے بندے اور رسول ہیں....."

میں نے اب تک اپنے ایمان کا اعلان اس لئے نہیں کیا تھا کہ تم یہ گمان نہ کرو کہ میں نے تمہارا مال ہڑپ کرنے کے لئے یہ سوانگ رچایا ہے.....اب جب کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس ذمہ داری کو ادا کرنے سے سرخرو کیا ہے.....اب میں اعلان کرتا ہوں کہ میں نے اسلام قبول کرلیا ہے.....

ابن ہشام ابوعبیدہ سے روایت کرتے ہیں کہ ابولعاص جب مشرکین کے اموال کے ساتھ یہاں پہنچا تو اسے کسی نے مشورہ دیا کہ اپنے اسلام کا اعلان کردو..... مشرکین کے سارے اموال تجھے مل جائیں گے.....ابوالعاص نے حضرت ناصح کو بڑا پیارا اور ایمان افروز جواب دے کر خاموش کردیا.....آپ نے کہا:.....

"بئسما ابدا به اسلامی ان اخون امانتی"

"اگر میں امانت میں خیانت کا ارتکاب کر کے اپنے اسلام کا آغاز کروں تو یہ آغاز بہت برا ہوگا....." (حوالہ سیرت ابن ہشام)

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی گرفتاری اور فدیہ

غزوہ بدر کے جنگی قیدیوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباس بھی تھے.....لوگوں نے ان کی رسی بہت سخت کر کے باندھی تھی جس کی وجہ سے حضرت عباس مسلسل کراہتے رہے.....ان کی تکلیف کی وجہ سے آنحضرت ﷺ رات بھر بے چین اور بے خواب رہے..... چنانچہ آنحضرت ﷺ سے کسی نے پوچھا:.....

"یارسول اللہ ﷺ! آپ کس لئے رات بھر جاگتے رہے؟"

آپ ﷺ نے فرمایا:.....عباس کی کراہتوں کی وجہ سے.....

اسی وقت ایک شخص اٹھا اور اس نے عباس کی رسیاں ڈھیلی کردیں..... ساتھ ہی انہوں نے دوسرے تمام قیدیوں کی رسیاں اور بندشیں ڈھیلی کردیں.....

حضرت عباس کو ابوالیسر کعب ابن عمرو نے گرفتار کیا تھا..... یہ ابوالیسر ناٹے قد کے اور دبلے پتلے آدمی تھے..... جب کہ حضرت عباس بہت موٹے اور لمبے قد کے تھے..... چنانچہ کسی نے حضرت عباس سے کہا:.....

''اگر آپ ابوالیسر کو اپنے ہاتھ سے پکڑیں تو وہ آپ کی ہتھیلی میں ہی سما جائے..''

یعنی ایک اتنے مختصر اور کمزور آدمی نے آپ جیسے لحیم شحیم آدمی کو کیسے گرفتار کیا.....

حضرت عباس نے کہا:..... حقیقت یہ ہے کہ جب وہ یعنی ابوالیسر میرے سامنے آیا تو مجھے وہ خندمہ پہاڑ کے برابر نظر آیا..... جو مکے کا ایک پہاڑ تھا.....

ان ابوالیسر نے ہی مشرکوں کا جنگی پرچم چھین کر سرنگوں کیا تھا..... یہ جنگی پرچم ابو عزیز ابن عمیر کے ہاتھ میں تھا.....

ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ابوالیسر کعب سے پوچھا:.....

''تم نے عباس کو کیسے گرفتار کیا؟''

تو انہوں نے عرض کیا:.....

''یارسول اللہ ﷺ! ان کو گرفتار کرنے میں ایک مبارک فرشتے نے میری مدد کی تھی.....''

ایک روایت میں ہے کہ جب حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے ان کی گرفتاری کے متعلق وہ بات کہی گئی جو پیچھے بیان ہوئی تو انہوں نے یہ جواب دیا:.....

''خدا کی قسم اس شخص نے مجھے گرفتار نہیں کیا..... بلکہ مجھے تو ایک

بڑے خوبصورت لمبے تڑنگے آدمی نے گرفتار کیا تھا..... جو ایک سیاہ وسفید گھوڑے پر سوار تھا..... مگر میں نے پھر اس شخص کو تم لوگوں میں نہیں دیکھا.....''

اس وقت اس شخص نے جس نے ان کو قید کیا تھا یعنی ابوالیسر نے آنحضرت ﷺ سے کہا:.....

''یا رسول اللہ ﷺ! خدا کی قسم میں نے ہی تو ان کو گرفتار کیا ہے.....''

آپ ﷺ نے فرمایا:.....

''خاموش رہو..... اللہ تعالیٰ نے اس معاملے میں ایک فرشتے کے ذریعے تمہاری مدد فرمائی ہے.....''

تفسیر کشاف میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباس کو جب مسلمانوں نے گرفتار کیا تو ان کے لئے کسی کے پاس ناپ کی قمیض نہیں نکلی..... کیونکہ حضرت عباس بہت لمبے قد کے تھے..... آخر ان کو منافقوں کے سردار عبداللہ ابن ابی ابن سلول نے اپنی قمیض پہنائی..... (حوالہ سیرت حلبیہ وسیرت ابن ہشام)

ابن کثیر نے لکھا ہے کہ جنگ بدر میں جن کفار کو جنگی قیدی بنایا گیا تھا ان میں حضرت عباس بھی تھے..... سب لوگوں سے فدیہ وصول کر کے انہیں آزاد کر دیا گیا..... جب حضرت عباس کو فدیہ ادا کرنے کے لئے کہا گیا تو انہوں نے کہا:...

''ما عندی ما افتدی به''

میرے پاس تو کچھ بھی نہیں ہے جس سے فدیہ ادا کروں.....

حضور رحمت عالم ﷺ نے فرمایا:... تم فقر وافلاس کا اظہار کر رہے ہو....

"این المال الذی دفنته انت وام الفضل"

"وہ مال کہاں گیا جو تو نے اور ام فضل نے زمین میں دفن کیا تھا؟"

اور تم نے اپنی بیوی ام فضل کو کہا تھا کہ اگر میں اس جنگ میں قتل ہو جاؤں تو یہ مال میرے بیٹوں فضل اور قثم کو دینا.....

حضرت عباس کی آنکھوں سے غفلت کے پردے اٹھ گئے اور عرض کیا:.....اب مجھے یقین آ گیا ہے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں..... جو بات میں نے بڑی رازداری سے رات کی تاریکی میں اپنی رفیقہ حیات سے کہی تھی وہ مدینہ میں بیٹھے آپ نے سنی اور دیکھی بھی..... حضرت عباس کے الفاظ یہ ہیں:.....

"واللہ انی لا علم انک رسول اللہ واللہ ان هذا شیء ما علمه احد غیری و غیر ام فضل"

"بخدا مجھے یقین ہو گیا ہے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں..... بخدا جس بات کا آپ نے ذکر کیا ہے میرے بغیر اور ام فضل کے بغیر اور کسی کو معلوم نہیں تھی..... مگر آپ کو اللہ نے یہ راز بتا دیا....."

بدر میں عمیر کا اسلام

غزوۂ بدر میں اس (عمیر) کا بیٹا وہب گرفتار ہو گیا تو وہ بہت پریشان رہنے لگا....

ایک دن وہ اور صفوان مکہ میں بیٹھے بدر کی باتیں کر رہے تھے اور بڑے بڑے سرداروں کے مارے جانے پر افسوس کا اظہار کر رہے تھے..... صفوان

''واللہ! ان عظیم سرداروں کے بعد جینے کا کوئی مزا نہیں رہا.....''

عمیر نے آہ بھر کر کہا:.....

''سچ کہتے ہو.....اگر مجھ پر قرضہ نہ ہوتا اور یہ فکر نہ ہوتی کہ میرے بعد میرے بال بچوں کا کیا ہوگا تو میں اپنے بیٹے کو چھڑانے کے بہانے مدینہ جاتا اور محمد (ﷺ) کو قتل کر دیتا.....''

صفوان کا باپ اور بھائی بھی بدر میں مارے گئے تھے.....اس نے انتقام لینے کے لئے یہ موقعہ غنیمت جانا اور کہا:.....

''عمیر! اگر تم یہ کام کر دو تو میں تمہارا سارا قرضہ ادا کر دوں گا..... اور تمہارے اہل وعیال کی بھی زندگی بھر پرورش کرتا رہوں گا.....''

عمیر تیار ہو گیا.....مگر صفوان کو تاکید کی کہ اس بات کو پوشیدہ رکھنا اور کسی سے بھی ذکر نہ کرنا.....صفوان نے رازداری کا وعدہ کیا اور محفل برخاست ہو گئی.....

مدینہ منورہ میں ایک دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ بیٹھے بات چیت کر رہے تھے کہ اچانک ان کی نظر عمیر پر پڑی جس کے گلے میں تلوار حمائل تھی.....اور وہ اپنے اونٹ کو بٹھا رہا تھا.....فراست فاروقی معروف عالم ہے.....عمیر کو دیکھتے ہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ سمجھ گئے کہ اس کی نیت ٹھیک نہیں ہے.....جلدی سے اٹھ کر جان دو عالم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا:.....

''یا رسول اللہ ﷺ! اللہ کا دشمن عمیر آیا ہے.....اس کے گلے میں تلوار لٹک رہی ہے.....''

جان دو عالم ﷺ نے بے فکری سے فرمایا:.....

''آیا ہے تو آنے دو.....''

حضرت عمرؓ نے باہر آ کر عمیر کی گردن کو وہاں سے دبوچا جہاں تلوار کا پٹہ پڑا ہوا تھا اور کہا:..... چل..... مزید احتیاط کے طور پر وہاں موجود دیگر صحابہ کرام سے کہا کہ آپ بھی اندر چلے آیئے..... کیونکہ مجھے اس کی نیت میں فتور معلوم ہوتا ہے.....

جب عمیر اس حالت میں جان دو عالم ﷺ کے سامنے آیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:.....

''عمر اس کو چھوڑ دو..... عمیر آگے آ جاؤ.....''

عمیر آگے بڑھا اور کہا:.....

''انعموا صباحا'' صبح بخیر..... یہ زمانہ جاہلیت میں صبح کا سلام تھا.....

جان دو عالم ﷺ نے فرمایا:.....

''صبح بخیر کی بجائے اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس سے بہتر شے عطا فرما دی ہے اور وہ سلام ہے..... بہر حال تم بتاؤ کیسے آنا ہوا؟''

عمیر نے جواب دیا:.....

''اپنے بیٹے وہب کو رہا کرانے آیا ہوں.....''

''پھر یہ تلوار کس لئے اٹھائے پھرتے ہو؟''

''لعنت ہو تلوار پر..... ان تلواروں نے بدر کے دن ہمیں کون سا فائدہ دیا؟'' عمیر نے بات ٹالنے کی کوشش کی.....

جان دو عالم ﷺ نے فرمایا:.....

''عمیر سچی بات بتاؤ کس لئے آئے ہو؟''

عمیر نے پھر وہی وجہ بتائی:.....

''نہیں بالکل سچ کہہ رہا ہوں کہ فدیہ دے کر اپنے بیٹے کو چھڑانے

آیا ہوں...''

جان دو عالم ﷺ نے فرمایا:.....

''نہیں عمیر! تمہاری آمد کا یہ مقصد نہیں ہے.....اصل بات یہ ہے کہ تم اور صفوان فلاں جگہ بیٹھ کر بدر کی باتیں کر رہے تھے.....تم نے کہا کہ اگر مجھے قرضے اور بال بچوں کی فکر نہ ہوتی تو میں جا کر محمد کو قتل کر دیتا.....صفوان نے کہا کہ تیرا قرضہ میں ادا کر دوں گا اور تیرے اہل و عیال کی کفالت بھی کروں گا..... چنانچہ تم مجھے قتل کرنے چلے آئے.....''

جان دو عالم ﷺ کی زبان سے اپنی خفیہ ترین سازش کی تمام تفصیلات حرف بحرف سن کر عمیر دنگ رہ گیا.....اور برملا پکار اٹھا:.....

''میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے سچے رسول ہیں.....اس سے پہلے ہم آپ کو وحی کے سلسلے میں جھٹلاتے رہے ہیں مگر میری اور صفوان کی یہ گفتگو اتنی رازدارانہ تھی کہ ہم دونوں کے سوا کوئی بھی مطلع نہیں تھا... بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہی نے آپ کو اس سے آگاہ کیا ہے...الحمدللہ کہ اس بہانے میری ہدایت کا سامان ہو گیا اور مجھ پر حق واضح ہو گیا...''

جان دو عالم ﷺ نے صحابہ کرام سے فرمایا:.....

''اب یہ تمہارا بھائی ہے.....اس کو دین سکھاؤ اور مسائل وغیرہ سمجھاؤ.....''

حضرت عمیرؓ نے عرض کیا:.....

''یارسول اللہ ﷺ! اس سے پہلے میں نے اسلام کی بہت مخالفت کی ہے.....اب جی چاہتا ہے کہ بھرپور انداز میں تبلیغ کروں اور اہل مکہ کو ایمان کی دعوت دوں.....''

جان دو عالم ﷺ نے بخوشی اجازت دے دی.....

ادھر صفوان خوش ہو رہا تھا اور سب لوگوں سے کہتا پھر رہا تھا کہ تم لوگ عنقریب ایسی خوشخبری سنو گے کہ بدر کا سارا غم بھول جاؤ گے.....مگر جب حضرت عمیرؓ نے واپس جا کر اسلام کی تبلیغ شروع کر دی اور صفوان سے کہا کہ:..... ''تم ہمارے سرداروں میں سے ایک معزز سردار ہو.....تم ہی بتاؤ کہ بے جان پتھروں کو پوجنے اور ان کے لئے چڑھاوے چڑھانے کی کیا تک ہے؟ یہ بھی بھلا کوئی مذہب ہے.....''

''اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ''

صفوان کیا کر سکتا تھا.....خاموشی سے سنتا رہا.....اور اپنی تمناؤں کا خون ہوتے دیکھتا رہا..... (حوالہ سیرت النبی ابن ہشام وابن کثیر وحلبی)

غزوۂ بدر کے معجزات

بیمار اونٹ شفایاب ہو گیا

رفاعت بن رافع ؓ کا بیان ہے کہ میں اپنے بھائی خلاد بن رافع کے ساتھ جنگ بدر میں ایک اونٹ پر سوار تھا..... جب ہم میدان بدر میں پہنچے تو ہمارا اونٹ بیمار ہو گیا..... میرے بھائی نے منت مانی کہ اے خدا! اگر اس جنگ میں فتح ہو تو مدینہ پہنچ کر اس اونٹ کو قربان کروں گا.....

اچانک رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس سے گزرے اور ہمیں دیکھ کر رک گئے..... پانی منگوا کر وضو فرمایا اور کلی کی..... اور فرمایا: اونٹ کا منہ کھولو..... ہم نے منہ کھولا تو آپ نے اونٹ کے منہ میں وضو کا مستعمل پانی انڈیل دیا..... پھر اس کے سر..... گردن..... کوہان اور دم پر چھینٹے مارے..... اور ہمیں سوار ہونے کے لئے کہا..... وہ اونٹ ہمیں اٹھا کر خوب دوڑنے لگا..... جونہی ہم بدر سے لوٹے میرے بھائی نے اونٹ ذبح کر کے غرباء میں تقسیم کر دیا..... (حوالہ شواہد النبوۃ)

میدان بدر ممتاز مشرکین کا مقتل بن گیا

میدان بدر میں جنگ شروع ہونے سے پہلے ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان جگہوں کی نشاندہی فرما دی تھی جہاں بیشتر کفار کا قتل مقدر ہو چکا تھا..... آپ ﷺ نے ہاتھ کے اشارے سے فرمایا یہاں فلاں ہلاک ہوگا..... یہاں فلاں ہلاک ہوگا.....

آپ ﷺ نے جن جن مقامات کی نشاندہی کی تھی انہی پر مقتولین کی لاشیں دیکھی گئیں....

امیر المومنین حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے کہا: خدا کی قسم! اللہ نے اپنے رسول کو حق پر بھیجا ہے..... جو خط اور لکیریں کھینچی گئی تھیں ان سے سر مو تجاوز نہ ہوا..... حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب ہم مدینے پہنچے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میدان بدر کی خبر دریافت کی..... یعنی کون کہاں قتل ہوا ہے..... (حوالہ ایضاً)

مکہ میں مشرکین کی شکست کی خبریں

جب مشرکین مکہ میدان بدر میں پہنچے تو ان کے نوجوانوں کی ایک جماعت پیچھے رہ گئی..... اور وہ مکہ میں چاندنی رات میں شعر گوئی و شعر بازی کرتے رہے..... اچانک انہیں ایک آواز سنائی دی کہ کوئی شخص نزدیک ہو کر شعر پڑھ رہا ہے..... جس کا مضمون اہل اسلام کی فتح وظفر مندی پر مشتمل تھا.....

جب نوجوانوں نے اس آواز کا پیچھا کیا تو کچھ نشان نہ ملا..... وہ بہت دہشت زدہ ہوئے..... مقام حجر پر واپس آئے تو ایک جماعت سے صورت حال دریافت کرنے لگے..... مگر ایک روز بعد جب مشرکین مکہ کو شکست ہوئی تو اس خبر کی تصدیق ہو گئی.....

(حوالہ ایضاً)

میدان بدر میں دونوں لشکروں کی کیفیت

جنگ بدر سے ایک دن قبل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مجاہدوں پر نیند کا پرسکون غلبہ طاری ہوگیا..... کوئی مجاہد بھی نیند سے بیدار نہ ہوسکا..... زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میری نیند کا یہ عالم تھا کہ میں نے بارہا کوشش کی اٹھ بیٹھوں مگر نیند مجھے پھر سلا دیتی تھی..... یہی حالت دوسرے صحابہ کرام کی تھی.....

سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں مدہوشی کے عالم میں اپنی ٹھوڑی چھاتی پر رکھے بے ہوش پڑا رہا..... جب ذرا ہوش آیا تو دوسری طرف جا پڑا..... ورافعہ بن رافع رضی اللہ عنہ کہتے ہیں مجھے اس قدر گہری نیند آئی کہ احتلام ہوگیا اور علی الصبح میں نے غسل کیا.....

ادھر مشرکین مکہ پر ایک خوف کا عالم طاری تھا..... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عمار بن یاسر اور ابن مسعود رضی اللہ عنہما کو رات کے وقت صورت حال معلوم کرنے کے لئے بھیجا..... انہوں نے آکر بتایا کہ مشرکین مکہ پر اس قدر خوف ہے کہ اگر ان کا گھوڑا ہنہناتا ہے اسے منہ پر مارتے ہیں..... (حوالہ ایضاً)

میدان بدر میں اللہ کی غیبی مدد

میدان بدر میں ملائکہ نصرت خداوندی کی شکل میں ظاہر ہوئے..... امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے..... کہ میں بدر کے کنوئیں سے پانی لا رہا تھا..... کہ ہوا کا ایک شدید جھونکا آیا..... کہ ایسا جھونکا میں نے کبھی بھی محسوس نہیں کیا..... کچھ دیر

بعد پھر ایک جھونکا آیا.....اسی طرح یکے بعد دیگرے چار جھونکے آئے.....یہ دراصل چار جلیل القدر ملائکہ کی آمد تھی.....

حضرت جبرائیل علیہ السلام.....حضرت میکائیل علیہ السلام.....حضرت عزرائیل علیہ السلام.....ایک ایک ہزار فرشتوں کا لشکر لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خیمے کے دائیں طرف صف کشیدہ ہوگئے..... یہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا مقام تھا.....حضرت اسرافیل علیہ السلام میری دائیں جانب کھڑے تھے.....

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک انصاری نوجوان جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور بتانے لگا: یا رسول اللہ! میں میدانِ کارزار میں ایک کافر کے پیچھے دوڑا.....ابھی وہ میری تلوار کی زد سے باہر ہی تھا کہ اس کے سر پر ایک تازیانے کی آواز آئی.....جس نے گھوڑے کو یہ چابک مارا تھا اس کی باتیں میرے کانوں کو سنائی دیں.....جس کافر کا میں تعاقب کر رہا تھا میرے سامنے منہ کے بل گرا.....

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ ملائکہ آسمان کی امداد تھی.....میدان بدر میں ابوبزدہ رضی اللہ عنہ تین سر قلم کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے.....آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"ظفرت بیمینک"

یہ تیرے دائیں ہاتھ والے کی مدد کا نتیجہ ہے.....

ابوبزدہؓ نے کہا: یا رسول اللہ! دو آدمیوں کو میں نے قتل کیا ہے.....مگر تیسرے کو ایک خوبصورت وسفید شکل آدمی نے قتل کیا اور میں نے سر کو اٹھالیا.....جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ بھی ملائکہ آسمان کی مدد و نصرت تھی.....بہت سے صحابہ

نے بتایا کہ ہم کسی کافر کو قتل کرنے کے لئے تلوار سونتتے تھے کہ اس کا سر ہمارے وار سے پہلے ہی تن سے جدا ہو جاتا تھا..... (حوالہ شواہد النبوۃ)

بدر میں آسمانی کمک کا کشف ومشاہدہ

"وعنه قال بينما رجل من المسلمين يومئذ يشتد في اثر رجل من المشركين امامه اذا سمع ضربة بالسوط فوقه و صوت الفارس يقول اقدم حيزوم اذا نظر الى المشرك امامة خر مستلقيا فنظر اليه فاذا هو قد خطم انفه و شق وجهه كضربة السوط فاخضر ذالك اجمع فجآء الانصارى فحدث رسول الله ﷺ فقال صدقت ذالك من مدد السمآء الثالثة فقتلوا يومئذ سبعين واسروا سبعين..." (رواہ مسلم)

"اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اس دن (یعنی جنگ بدر کے دن) جب کہ ایک مسلمان ایک مشرک کا تعاقب کر رہا تھا جو آگے بھاگا جا رہا تھا..... تو اچانک اس مسلمان نے اس مشرک پر پڑتے ہوئے چابک کی آواز سنی..... پھر اس نے ایک سوار کی آواز سنی جو کہہ رہا تھا "حیزوم" اقدام کر..... پھر اس مسلمان کی نظر اپنے آگے بھاگتے ہوئے مشرک کی طرف گئی تو دیکھا کہ وہ زمین پر چت پڑا ہوا ہے..... اس نے یہ بھی دیکھا کہ اس مشرک کی ناک پر نشان پڑا ہوا تھا..... اور اس کا منہ پھٹا ہوا تھا..... چابک

کی مار کی علامت تھی اور وہ تمام جگہ جہاں چابک پڑا تھا سبز وسیاہ ہوگئی تھی..... (یعنی) جس طرح کوئی چوٹ کھا کر نیلی ہو جاتی ہے..... اسی طرح اس کی ناک کا وہ حصہ جس پر چابک کا نشان نظر آرہا تھا..... نیلا پڑ گیا تھا..... چنانچہ وہ انصاری مسلمان (جس نے اس مذکورہ مشرک کو مذکورہ حال میں دیکھا تھا) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جب آیا تو آپ ﷺ سے (یہ سارا واقعہ) بیان کیا..... آپ ﷺ نے (پورا واقعہ سن کر) فرمایا: کہ تم سچ کہتے ہو..... وہ فرشتہ (جس نے اس مشرک کو چابک مار کر ہلاک کیا) تیسرے آسمان کی فوجی کمک کا فرشتہ تھا..... اس دن (کی جنگ میں) مسلمانوں نے ستر کافروں کو قتل کیا اور ستر کو گرفتار کر لیا تھا....''

بدر میں شریک فرشتوں کی شکل وصورت

عکرمہ غلام ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ابو رافع ﷺ غلام رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا..... جب (مکہ میں) مقتولان بدر کی اطلاع آئی تو لوگوں نے ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب کو آتے دیکھا تو کہنے لگا: یہ ابوسفیان آ گیا ہے..... ابولہب نے کہا: اے میرے چچا زاد بھائی! قریب آؤ اور مجھے ساری بات سناؤ..... مجھے اپنی جان کی قسم تم سے صحیح معلومات مل سکتی ہیں.....

کہتی ہیں ابوسفیان اس کے پاس بیٹھ گیا اور لوگ کھڑے تھے..... اس نے کہا ہم قوم (مسلمین) سے ملے اور اپنے کندھے ان کے لئے ارزاں کر دیئے..... انہوں

نے جیسے چاہا ہمیں قتل کیا اور جیسے چاہا قیدی بنایا... مگر بخدا اس کے باوجود میں اپنے لوگوں کو کچھ ملامت نہیں کرتا..... کیونکہ ہم نے کچھ سفید رنگ کے آدمی آسمان سے زمین کی طرف آتے دیکھے تھے جو بھورے رنگ والے گھوڑوں پر سوار تھے..... خدا کی قسم! وہ کچھ نہ چھوڑ رہے تھے اور نہ ان کے مقابلے میں ہماری طاقت کچھ کام آرہی تھی..... ابورافع کہتے ہیں میں نے یہ سن کر اپنے حجرے (خیمے) کی طنابیں اٹھاتے ہوئے کہا: خدا کی قسم! پھر وہ فرشتے ہی تھے.....

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ غزوہ بدر میں فرشتوں کی پہچان سفید دستاریں تھیں..... جن کے شملے انہوں نے اپنی پشتوں پر ڈال رکھے تھے..... جبکہ غزوہ حنین میں ان کی دستاریں سبز تھیں..... تاہم انہوں نے بدر کے سوا کہیں لڑائی میں حصہ نہیں لیا..... حنین میں وہ صرف تعداد بڑھا کر مسلمانوں کے دل مضبوط کررہے تھے..... لڑائی میں شریک نہ تھے..... (حوالہ مدارج النبوۃ)

ابوداؤد کہتے ہیں مجھے میری قوم بنوسعد بن بکر کے ایک آدمی نے بتلایا کہ میں بدر کے دن تھک ہار چکا تھا... میں نے دیکھا کہ ایک آدمی میرے آگے جنگل سے نکل کر جارہا ہے... میں نے سوچا اس کے ساتھ جا ملتا ہوں تا کہ اس سے مانوس ہوسکوں..... وہ ایک وادی میں اترا... میں بھی اسے جا ملا... اچانک کیا دیکھتا ہوں کہ اس کا سرتن سے جدا ہوگیا ہے.... اور قریب کوئی انسان بھی نظر نہیں آرہا تھا... (حوالہ ایضاً)

امام احمد ابن سعد ابن جریر رضی اللہ عنہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بیہقی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے..... کہ جنگ بدر میں ابوالیسرؓ نے عباس رضی اللہ عنہ کو گرفتار کیا..... حالانکہ ابوالیسر بہت کمزور اور عباس رضی اللہ عنہ بہت طاقتور آدمی تھے.....

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوالیسر سے پوچھا کہ تم نے عباس ﷛ کو کیسے قید

کرلیا؟.....ابوالیسر ﷛ نے عرض کیا: کہ ان کو قید کرنے میں مجھ کو ایک ایسے شخص نے مدد کی جس کو میں نے پہلے کبھی دیکھا نہ بعد میں دیکھا.....آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: معزز فرشتہ تھا جس نے تمہاری مدد کی تھی..... (حوالہ تفسیر طبری)

ابن اسحاق اور بیہقی میں ابوواقف لیثی کی روایت ہے کہ میں بدر کی لڑائی میں ایک مشرک کو مارنے کے لئے جھپٹا.....میری تلوار اس پر پڑنے سے پہلے کیا دیکھتا ہوں کہ اس کا سر زمین پر پڑا ہوا ہے.....

حاکم بیہقی اور ابونعیم میں سہل بن حنیف سے اسی طرح کی ایک روایت ہے کہ بدر کے دن ہم تلوار کا اشارہ ہی کر رہے تھے کہ تلوار مشرکوں کے سر تک پہنچنے سے قبل ہی ان کا سر کٹ کر زمین پر پڑتا تھا.....یہ فرشتوں کی مدد تھی جو مسلمانوں کی طرف سے کفار کو قتل کرنے کیلئے بھیجے گئے تھے.....یہ نبی ﷺ کا معجزہ ہے..... (حوالہ سیرت ابن اسحاق)

عکاشہ کی لاٹھی تلوار بن گئی

میدان بدر میں عکاشہ بن محصن ﷛ لڑ رہے تھے کہ ان کی تلوار ٹوٹ گئی..... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لکڑی کی ایک لاٹھی ان کے ہاتھ میں دے دی اور حکم دیا اس سے لڑو.....جونہی مجاہد نے اس لکڑی کو پکڑا تو یہ شمشیر براں کی طرح کاٹنے لگی..... وہ بڑی خوبی سے لڑتی رہے.....حتیٰ کہ اہل اسلام کو فتح نصیب ہوئی.....عکاشہ ﷛ بن محصن اسی تلوار سے عمر بھر لڑتے رہے اور اہل ردہ کی لڑائی میں شہید ہوئے.....انہوں نے اس کا نام ''عون'' یعنی مدد و نصرت رکھا ہوا تھا..... (حوالہ شواہد النبوۃ)

خبیب رضی اللہ عنہ کا کٹا ہوا ہاتھ درست ہو گیا

اس معرکہ میں اُمیہ بن خلف نے حضرت خبیب رضی اللہ عنہ پر وار کیا..... اور ان کا بازو کندھے سے علیحدہ کر دیا..... حضرت خبیب رضی اللہ عنہ نے امیہ کو قتل کر دیا..... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ہاتھ کو اپنے دست اقدس سے جوڑ دیا..... اللہ تعالیٰ نے انہیں شفائے کاملہ بخشی..... (حوالہ ایضاً)

بدر میں حارث بن ابی ضرار کا قبول اسلام

حارث بن ابی ضرار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تاکہ اپنے قیدیوں کو رہائی دلا سکے..... فدیہ کے طور پر چند کنیزیں اور اونٹ لایا..... مگر راہ میں انہیں چھوڑ آیا.....

حضور علیہ السلام نے پوچھا: کیا یہ فدیہ لائے ہو؟

اس نے جواب دیا: میں تو خالی ہاتھ آیا ہوں.....

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: وہ کنیزیں اور اونٹ کہاں گئے؟

یہ سنتے ہی اس نے "اشهد ان لا اله الا الله و اشهد ان محمد رسول الله صلی الله علیه وسلم" پڑھا اور کہا اس وقت وہاں کوئی بھی نہ تھا اور مجھ سے پہلے بھی مدینہ میں کوئی نہیں آیا.....

غیب کی باتیں حضور ﷺ کی زبان پر

قباث بن اشیم الکنانی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میدان بدر میں میں مشرکین مکہ کی طرف تھا..... ابھی تک میری نظروں کے سامنے مسلمانوں کی قلت اور کفار کے پیادہ سواروں کی کثرت پھر رہی ہے..... مگر باینہمہ جب ہمارے لشکر کو شکست ہوئی تو میں بھاگا..... شکست خوردہ مشرکین ادھر ادھر بھاگ رہے تھے..... میں نے اپنے آپ سے کہا:

"ما رأیت مثل ھذا الامر فرمنه الانساء"

"ایسا واقعہ میں نے کبھی نہیں دیکھا..... جس میں عورتوں کے سوا سب بھاگ کھڑے ہوئے....."

جب میں مکہ پہنچا اور کچھ عرصہ قیام کیا تو اسلام کا تصور میرے ذہن میں جاگزین ہونے لگا..... میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ مدینہ میں جا کر دیکھوں تو سہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیا کہتے ہیں..... مدینہ پہنچ کر آنحضرت ﷺ کے متعلق دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ آپ مسجد کے زیر سایہ صحابیوں کے ساتھ بیٹھے ہیں..... میں بھی وہاں چلا گیا..... لیکن حضور علیہ السلام کو نہ پہچان سکا.....

میں نے سلام عرض کیا..... تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے قباث! تم ہی تھے جس نے میدان بدر میں "ما رأیت مثل ھذا لامر فرمنه الانساء" کہا..... میں نے کہا میں شہادت دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے سچے رسول ہیں..... کیونکہ یہ جملہ میں نے دوسرے کے سامنے نہیں کہا تھا..... یہ بات محض مجھی تک محدود تھی..... اگر آپ رسول خدا نہ ہوتے تو آپ کو قطعاً خبر نہ ہوتی..... اپنا ہاتھ بڑھائیں تاکہ میں بیعت کروں..... میں اس کے بعد مسلمان ہو گیا.....

اماں عائشہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی

اسی سال یعنی ۲ھ میں دو اہم شادیاں ہوئیں....ایک عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بنت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی شادی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ..... دوسری سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شادی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ.....

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی شادی تو صرف رخصتی تھی.....کیونکہ نکاح وغیرہ دو سال پہلے ہی مکہ مکرمہ میں ہو چکا تھا.....

واقدی اور حاکم نے عروہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ جب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی شریک حیات.....مشیر کار..... دینی کوششوں میں مددگار بیوی سے جدائی ہو جانے پر کافی رنجیدہ تھے.....اسی زمانے میں حضور ﷺ نے بحالت خواب دیکھا کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام جناب عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو ایک گہوارے میں لائے اور کہا:.....

"یہ زوجہ آپ کے غم کو رفع کریں گی اور ان کے اندر آپ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی خوبیاں اور محاسن پائیں گے.....ان کی قائم مقام ہوں گی....."

ابویعلیٰ.....بزاز.....ابن ابی عمر مدنی اور حاکم نے اس حدیث کو صحیح کہہ کر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح نہیں کیا تھا کہ حضرت جبرائیلؑ نے مجھ کو خواب میں دکھایا.....اور حضور ﷺ کے

ساتھ میرا نکاح کیا..... میں اس زمانے میں کم سن ہی تھی اور جب میرا نکاح ہوگیا تو اللہ نے میرے اندر شرم وحیا کو بڑی عورتوں کی طرح پیدا فرمادیا..... باوجود یہ کہ میں صغیر سِن تھی.....

اماں عائشہ رضی اللہ عنہا کا آپ سے نکاح اس طرح ہوا کہ خولہؓ نامی صحابیہ یہ رشتہ لے کر ابو بکرؓ کے گھر گئیں اور ان کی اہلیہ ام رومانؓ سے ملیں.....اور خیر و عافیت دریافت کرنے کے بعد بولیں:.....

''کیسی خیر و برکت سے اللہ نے تمہیں نوازا ہے.....''

ام رومانؓ (حیرت سے):.....''وہ کیا ہے؟''

خولہؓ:.....''مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عائشہ رضی اللہ عنہا کے لئے پیغام دے کر بھیجا ہے.....''

ام رومانؓ: ان کے والد آجائیں تو پھر ان سے بات کر کے جواب دوں گی..

خولہؓ روانہ ہوگئیں.....ابو بکرؓ گھر تشریف لائے اور ام رومانؓ نے ان سے اس بات کا تذکرہ کیا جو خولہ کہہ گئی تھیں.....تو انہوں نے کہا:.....

''عائشہ تو ان کی بھتیجی ہے.....کیا وہ ان کے لئے جائز ہے؟''

خولہ کو جب یہ بات بتائی گئی تو وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئیں اور آپ سے دریافت کیا.....جس پر آپ ﷺ نے فرمایا:.....

''ان سے کہو تم میرے دینی بھائی ہو...تمہاری بیٹی میرے لئے جائز ہے...''

خولہؓ نے جب یہ جواب ابو بکرؓ کو سنایا تو انہوں نے چند روز کی مہلت مانگی اور کہا:.....''کچھ دن انتظار کرو.....''

خولہؓ اس وقت تو خاموش رہیں لیکن جب ابوبکرؓ باہر تشریف لے گئے تو انہوں نے ام رومانؓ سے پوچھا:..... ''اس میں انتظار کی کیا ضرورت ہے؟''

ام رومانؓ:.....

''دراصل بات یہ ہے کہ کچھ عرصہ پہلے مطعم بن عدی نے اپنے بیٹے کے لئے عائشہ کو مانگا تھا.....اور خدا کی قسم ابوبکرؓ نے کبھی کسی سے وعدہ کر کے اس کی خلاف ورزی نہیں کی ہے.....اس لئے جب تک یہ الجھن دور نہیں ہو جاتی انتظار کرنا پڑے گا.....''

ابوبکرؓ کہنے کو تو یہ بات کہہ گئے تھے کہ ذرا انتظار کرو لیکن دل سے چاہتے تھے کہ عائشہ کا نکاح محمد ﷺ سے ہو جائے.....اس لئے وہ گھر سے نکل کر سیدھے مطعم بن عدی کے گھر پہنچے تو حسن اتفاق سے وہاں دونوں میاں بیوی موجود تھے.....ابوبکرؓ نے عائشہ کے نکاح کی بات چیت شروع کی تو مطعم کی بیوی بولی:.....

''اے ابوبکر! ہمیں اندیشہ ہے.....کہ اگر ہم اپنے لڑکے کا بیاہ تمہاری لڑکی سے کر دیں.....تو تم ہمارے لڑکے کو بھی آبائی دین سے پھیر دو گے.....''

ابوبکرؓ نے مطعم سے مخاطب ہو کر پوچھا:.....

''کیا تمہارا بھی یہی قول ہے جو یہ کہہ رہی ہے؟''

مطعم نے کہا:..... ''وہ تو یہی کہتی ہے اور میں اسے ٹھیک سمجھتا ہوں.....''

یہ جواب سن کر ابوبکرؓ واپس اپنے گھر آ گئے.....اللہ نے انہیں اس الجھن سے نجات دے دی تھی.....خولہ کو بتا دیا گیا کہ ابوبکرؓ راضی ہیں.....وہ محمد ﷺ کو ان کے ہاں لے آئیں اور ابوبکرؓ نے اپنی بیٹی عائشہ کا نکاح آپ ﷺ سے کر دیا.....نکاح

کے وقت عائشہ نو سال کی تھیں..... نکاح شوال ۱۰ھ بعثت میں مکہ معظمہ میں ہوا..... اور رخصتی شوال ۱ھ ہجرت میں مدینہ میں ہوئی.....

محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے عائشہ سے فرمایا تھا:.....

''میں تین شب تجھے خواب میں اس طرح دیکھتا رہا کہ ایک فرشتہ حریر سفید کے پارچے میں تیری تصویر کو میرے سامنے لاتا تھا اور کہتا تھا کہ یہ حضور کی بیوی ہے اور میں تصویر کا پردہ اٹھا کر چہرہ دیکھتا تھا جو بالکل تیرا ہی چہرہ ہوتا تھا..... میں یہ دیکھ کر کہہ دیا کرتا تھا کہ اگر یہ (اطلاع) خدا کی جانب سے ہے تو وہ خود ہی اسے پورا بھی کر دے گا.....''

یہ عائشہ رضی اللہ عنہا ہی ہیں:.....

- جنہیں سب عورتوں پر ایسی فضیلت ہے جیسے ثرید کو تمام کھانوں پر.....
- جن کے لحاف میں بھی محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوتی تھی جب کہ دوسری ازواج کے بستروں پر کبھی ایسا نہیں ہوا.....
- جنہیں جبرائیلؑ امین نے سلام کہا..... اور جواب میں انہوں نے فرمایا:..... ان پر اللہ کا سلام اور رحمت ہو.....
- جن کے صدقے میں تیمّم کی آیت نازل ہوئی.....
- جن سے بڑھ کر معانی قرآن..... احکام حلال وحرام..... اشعار عرب علم المیراث اور علم الانساب میں کوئی دوسرا نہ تھا.....
- جن کے پاس ہر مشکل اور پیچیدہ مسئلہ میں صحابہؓ رجوع کرتے اور ہر چیز کا جواب پاتے.....

❖ جنہوں نے ایک روز میں ستر ہزار درہم راہ خدا میں خیرات کر دیئے جب کہ خود ان کے جسم پر پیوند لگا ہوا کرتہ تھا.....

❖ جنہوں نے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے بھیجے ہوئے ایک لاکھ درہم اسی دن خدا کی راہ میں صدقہ کر دیئے تھے جب کہ وہ خود روزے سے تھیں اور رات کو کھانے کے لئے سالن تک نہ تھا.....

❖ جو تفقہ انہوں نے دین میں حاصل کیا.....جو تبلیغ انہوں نے امت کو فرمائی.....علم نبوت کی اشاعت میں جو مساعی انہوں نے کیں اور جو علمی فوائد انہوں نے فرزندان امت کو پہنچائے وہ ایسا اجر ہے جو امہات المومنین میں سے کسی دوسری کو حاصل نہیں ہوا.....

❖ جن سے سب سے زیادہ احادیث مروی ہیں یعنی دو ہزار دو سو دس.....

❖ جنہوں نے غزوۂ احد میں.....کندھوں پر مشک اٹھا کر مجاہدوں اور زخمیوں کو پانی پلایا.....

❖ جن کی اوڑھنی کو غزوۂ بدر میں پرچم بنایا گیا.....اور جس نشان کے تحت ملائکہ نے خدمت اسلام ادا کی.....اور جس نشان پر اللہ کی اولین نصرت و فتح نازل ہوئی.....

❖ جو فرمایا کرتی تھیں:.....

"نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے گھر میں.....میری نوبت میں..... میرے سینے اور گلے کے درمیان وفات پائی اور آخر میں اللہ نے میرے لعاب کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ملا دیا.....وہ اس طرح کہ (میرے بھائی) عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ مسواک لے کر آئے.....رسول اللہ

ﷺ کو ضعف تھا.....(یہ دیکھ کر کہ آنحضرت ﷺ مسواک فرمانا چاہتے ہیں) میں نے یہ مسواک اپنے منہ میں لے کر نرم کی اور آنحضرت ﷺ کو مسواک کرادی.....''

❖ جن کے حجرے میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوا.....

❖ جن کا حجرہ روضہ اقدس بنا.....

امت کی اس خیر و برکت اور درجات عالیہ والی ماں پر لاکھوں سلام ہوں.....

(حوالہ جان دو عالم ﷺ)

۳ھ کے واقعات

غزوۂ احد میں حضور ﷺ کے زخمی ہونے کا واقعہ

۳ھ میں غزوۂ احد کا معرکہ ہوا.....احد ایک پہاڑ کا نام ہے..... یہ مدینہ سے تین میل دور ہے.....اس غزوہ میں مسلمان ایک ہزار اور کفار تین ہزار تھے.....

(1) عتبہ بن ابی وقاص نے ایک پتھر مارا جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دو دانت ٹوٹ گئے اور نیچے کا ہونٹ پھٹ گیا.....

(2) ابن قمیہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رخ انور پر اس زور سے تلوار ماری جس سے خود کی دو کڑیاں چہرۂ اقدس میں کھب گئیں.....

(3) عبداللہ بن شہاب نے پتھر مار کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی مبارک کو زخمی کر دیا.....آپ کا بدنِ اطہر لہولہان ہو گیا.....

اس حالت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پاؤں لڑکھڑایا اور آپ ایک قریب کی گھٹی میں گر پڑے.....اس پر کافروں نے یہ مشہور کر دیا کہ محمد (ﷺ) قتل (شہید) کر دیئے گئے ..... یہ خبر سنتے ہی مسلمانوں پر سناٹا طاری ہو گیا اور ان کے ہوش خطا ہو گئے.....بعض نے تو بالکل ہمت ہار دی.....

حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ نے یہ صورت حال دیکھی تو ان کی قوت ایمانی نے جوش مارا.....وہ چلا کر بلند آواز سے بولے:.....

"مسلمانو! سنو! اگر حضور واقعی شہید ہو گئے ہیں تو لاریب انہوں نے اللہ کی راہ میں جان دے دی ہے.....اب تم زندہ رہ کر کیا کرو

گے.....اپنے آپ کو سنبھالو اور اسی راہ پر کٹ مرو.....''

یہ کہہ کر آپؓ نے دشمن پر بھرپور طاقت اور جوش سے حملہ کر دیا.....کئی کافروں کو قتل کیا اور لڑتے لڑتے نوے زخم کھا کر شہید ہو گئے.....

اس اضطراب پریشانی اور افراتفری میں تھوڑے سے جانثار جم کر مقابلہ کر رہے تھے.....لیکن اکثر بدحواس ہو کر بھاگے چلے جاتے تھے.....اسی اثنا میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کچھ افاقہ ہوا.....آپ سنبھلے اور لوگوں کو پکارا:.....

''اللہ کے بندو! ادھر آؤ.....میں اللہ کا رسول ہوں.....''

مگر وہ گھبراہٹ کے عالم میں پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھتے تھے.....آخر کار ایک صحابی کعب بن مالکؓ نے آپ ﷺ کو دیکھ لیا تو وہ چلائے:.....

''مسلمانو! بشارت حاصل کرو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں خدا کی قسم وہ یہاں موجود ہیں.....''

اس آواز کا سننا تھا کہ مسلمان ادھر سمٹنا شروع ہو گئے.....

اس وقت چونکہ خود کی کڑیاں پرنور رخساروں میں کچھ اس طرح پھنس گئی تھیں کہ حضرت ابوعبیدہ ابن جراح رضی اللہ عنہ کو دانتوں سے پکڑ کر نکالنا پڑیں.....اس طرح کڑیاں تو نکل گئیں مگر حضرت ابوعبیدہؓ کے دو دانت ٹوٹ کر گر گئے.....

ابن قمئہ نے ایک اور وار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے شانہ اقدس پر کیا.....زرہ کی وجہ سے زخم تو نہ لگا مگر آپ ﷺ توازن برقرار نہ رکھ سکے اور ایک گڑھے میں گر پڑے..... جس سے پنڈلیاں اور رانیں زخمی ہو گئیں.....

یہ صورتحال دیکھ کر دشمنوں سے نبرد آزما سرفروش جان کی بازیاں لگا کر پلٹے اور گڑھے کو گھیرے میں لے لیا.....حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ

گڑھے میں اترے..... حضرت علی ﷛ نے آپ کا روئے زیبا اپنے ہاتھوں سے سنبھالا اور حضرت طلحہ ﷛ نے آپ ﷺ کو اٹھا کر کھڑا کیا.....اور باہر نکالا.....پھر سب نے آپ کے گرد حلقہ بنالیا اور دشمنوں سے بچاتے ہوئے آپ اکو ایک گھاٹی کی طرف لے چلے.....

اس تدبیر سے آپ ﷺ کفار کے نرغے سے نکل آئے اور کسی حد تک محفوظ ہو گئے.... مگر اُبی ابن خلف نے آپ ﷺ کا پیچھا نہ چھوڑا.....تعاقب کرتا ہوا آپ ﷺ کے قریب آپہنچا..... صحابہ کرام نے اس کو واصل جہنم کرنا چاہا تو جان دو عالم ﷺ نے فرمایا:...

''اس کو آنے دو.....اس کے ساتھ میں خود مقابلہ کروں گا.....''

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حیران تو ہوئے ہوں گے کہ اس بدبخت کے ساتھ آپ خود کیوں مقابلہ کرنا چاہتے ہیں.....جب کہ بے تحاشہ خون بہنے کی وجہ سے آپ پر کافی نقاہٹ طاری تھی..... مگر تعمیل حکم کے سوا چارہ نہ تھا.....اس لئے سب ہٹ گئے اور اس کو آگے بڑھنے کے لئے راستہ دے دیا.....

اُبی پر حضور ﷺ کا نیزے سے وار

جان دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی سے نیزہ لیا اور اُبی کی گردن پر ہلکا سا وار کیا.....جس سے بہت معمولی سی خراش آپڑی..... مگر اللہ جانے اس ہلکے سے وار میں کونسی معجزانہ قوت کارفرما تھی کہ اُبی کربناک لہجے میں چلانے لگ گیا:.....

"قتلنی واللہ محمد..... قتلنی واللہ محمد"

''خدا کی قسم! مجھے محمد نے مار ڈالا.....خدا کی قسم! مجھے محمد نے مار ڈالا.....''

اسی طرح چیختا چلاتا اپنے ساتھیوں کی طرف بھاگا..... انہوں نے سمجھا کہ شاید بری طرح زخمی ہو گیا ہے..... اس لئے یوں گلا پھاڑ پھاڑ کر چلا رہا ہے..... چنانچہ سب اس کے گرد اکٹھے ہو گئے..... مگر یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ گردن پر ذرا سی خراش کے علاوہ اس کے پورے جسم پر کوئی زخم نہیں ہے اور اس کے باوجود وہ ذبح کئے ہوئے بیل کی طرح تڑپ رہا ہے اور فریادیں کر رہا ہے کہ:.. "قتلنی واللہ محمد..."

آخر وہ لوگ جھنجھلا گئے اور کہنے لگے:.....

"ذھب واللہ فؤادک..."

(اللہ کی قسم! تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے..... تم تو اپنے جسم میں لگے ہوئے تیروں کو اپنے ہاتھ سے نکال لیا کرتے تھے..... اور پھر انہی تیروں سے دشمنوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا کرتے تھے..... آج تمہیں کیا ہو گیا کہ یوں چیخ رہے ہو؟ تمہاری گردن پر یہ جو ذرا سی لکیر ہے..... یہ تو اتنی معمولی ہے کہ اگر ہماری آنکھوں میں بھی ایسی خراش پڑ جائے تو ہمیں کوئی پرواہ نہیں ہوتی..... واللہ! تم تو بالکل ٹھیک ٹھاک ہو اور خوامخواہ چلائے جا رہے ہو..... شاید تمہیں وہم ہو گیا ہے)

اُبی نے تڑپتے ہوئے جواب دیا:..... لات وعزیٰ کی قسم! مجھے اس قدر درد ہے کہ اگر میرا درد ربیعہ اور مضر کے قبیلوں پر تقسیم کر دیا جائے تو ان کا ہر فرد تڑپ تڑپ کر مر جائے..... دراصل محمد نے ایک دفعہ مجھ سے کہا تھا کہ میں تجھے قتل کر دوں گا..... آج اس نے اپنی بات پوری کر دی ہے اور مجھے یقین ہے کہ آج وہ مجھ پر تھوکتا بھی تو میں مر جاتا..... یہ تو پھر خراش ہے.....

واپسی کے سفر میں بھی اُبی اسی طرح چیختا اور تڑپتا رہا..... آخر سرف نامی جگہ پر تکلیف کی شدت سے مر گیا..... (حوالہ جان دو عالم ﷺ)

حاکم... حاطب بن بلتعہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے

دندان مبارک جب شہید ہوئے تو میں حاضر ہوا.....

پوچھا:..... یہ کس نے حرکت کی ہے؟

فرمایا:..... عتبہ بن ابی وقاص نے.....

پوچھا:..... وہ کدھر گیا ہے؟

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ سے بتایا کہ ادھر..... چنانچہ میں اس کے تعاقب میں نکلا اور جلد ہی مجھے مل گیا..... میں نے تلوار سے اس پر حملہ کیا اور اس کا سر کاٹ کر پرے پھینک دیا..... پھر میں نے اس کا سر اٹھایا اس کے گھوڑے کو پکڑا اور بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا..... یہ دیکھ کر حضور ﷺ نے مجھے دعا دیتے ہوئے دوبارہ فرمایا:.....

"رضی اللہ عنک ..... رضی اللہ عنک"

"اللہ آپ سے راضی ہو..... اللہ آپ سے راضی ہو....."

علامہ سہیلی کہتے ہیں کہ عتبہ کی اولاد سے ہر بچہ کے سامنے والے چار دانت ناپید ہوتے ہیں اور اس کے منہ سے سخت بد بو آتی ہے.....

حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ انور پر عبداللہ بن الشہاب الزہری کی ضرب سے زخم آیا اور ریش مبارک خون پاک سے رنگین ہوگئی..... یہ بعد میں مشرف بہ اسلام ہوگیا.....

ابن قمئہ کا حضور ﷺ پر وار

عبداللہ بن قمئہ جو بنو ہذیل قبیلہ کا ایک فرد تھا..... نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رخسار گل کو زخمی کر دیا خود کی دو کڑیاں رخسار میں گھس گئیں..... پھر وہ تلوار کا وار کرنے لگا..... حضور ﷺ اس کے حملہ کو روکنے کے لئے آگے بڑھے کہ سامنے ایک گڑھا تھا اس

میں گر پڑے..... یہ گڑھا ان گڑھوں میں سے ایک تھا جو ابو عامر فاسق نے میدان جنگ میں جگہ جگہ کھدوا دیئے تھے تاکہ مسلمان بے خبری میں ان میں گریں..... حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنا ہاتھ بڑھایا اور حضرت طلحہ ﷛ نے نیچے اتر کر سہارا دیا..... حضور ﷺ باہر تشریف فرما ہوئے..... حضور ﷺ کے گھٹنوں پر خراشیں آ گئی تھیں.....

طبرانی ابو امامہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب ابن قمئہ نے تیر مارا تو کہا:.....

"خذها و انا ابن قمئة" یہ لو تیر آیا.....اور میں ابن قمئہ کا بیٹا ہوں.....

سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا:.....

''اقمک اللہ'' تمہیں اللہ ذلیل و خوار کرے.....

چنانچہ کچھ عرصے بعد ایک جنگلی مینڈھے نے اس پر حملہ کر دیا اور اپنے تیز سینگوں سے اسے چھلنی کر کے پہاڑ کی بلندی سے اپنے سر سے اسے دھکا مارا..... یہ لڑھکتا لڑھکتا نیچے آ رہا.....اس کا گوشت ریزہ ریزہ ہو گیا اور ہڈیاں چور چور ہو گئیں.....

(حوالہ سبل الھدی ۴/۲۹۵)

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ یوم احد کا ذکر کرتے تو فرماتے:.....

"ذالک الیوم کله لطلحه"

یہ دن سارے کا سارا طلحہ کے حصہ میں آیا.....

پھر اس روز کے حالات یوں بیان فرماتے کہ:.....میں ان لوگوں میں سے تھا جو حضور ﷺ کے پاس لوٹ کر آ گئے تھے.....میں نے دیکھا کہ ایک شخص حضور ﷺ کے ساتھ کھڑا حضور ﷺ کا دفاع کر رہا ہے.....میں نے سوچا کہ یہ طلحہ ہی ہو سکتا ہے..... میرے درمیان اور حضور ﷺ کے درمیان ایک شخص تھا.....میں حضور ﷺ کے زیادہ قریب تھا.....میں نے غور سے دیکھا تو وہ ابو عبیدہ بن جراح ﷛ تھے.....

میں جب حضور ﷺ کے قریب پہنچا تو دیکھا کہ حضور ﷺ کے سامنے والے چار دانت ٹوٹے ہوئے ہیں اور چہرۂ انور میں خود کے دو حلقے گھس گئے ہیں..... میں نے رخسار مبارک سے وہ حلقہ نکالنے کا ارادہ کیا تو حضرت ابو عبیدہؓ نے میری منت کی کہ یہ سعادت انہیں حاصل کرنے دو..... انہوں نے ہاتھوں سے کھینچنا مناسب نہ سمجھا مبادا تکلیف ہو بلکہ اپنے دانتوں سے نکالنے لگے.....

ایک حلقہ تو نکل آیا..... لیکن اس کوشش میں آپ کے سامنے والے دو دانت بھی اکھڑ گئے..... پھر دوسرا حلقہ بھی اپنے دانتوں سے نکالا..... لیکن آپ کے سامنے والے دو دانت اور بھی اکھڑ گئے..... اگرچہ ابو عبیدہؓ کے سامنے والے چاروں دانت اس کوشش کی نذر ہو گئے..... لیکن اس کے باوجود ان کے حسن و جمال کو چار چار لگ گئے.....

حضرت طلحہؓ کا سارا جسم زخموں سے چھلنی تھا..... ہم نے ان کے زخموں کو شمار کیا تو وہ ستر سے بھی زیادہ تھے جن میں سے کچھ تلواروں کے کچھ نیزوں اور کچھ تیروں کے زخم تھے..... ان کی ایک انگلی بھی کٹ گئی تھی..... پھر ہم نے ان کے زخموں کی مرہم پٹی کی..... حضرت طلحہؓ کے سر پر تیروں کے بہت زخم لگے تھے جس سے بہت خون بہا اور آپ بے ہوش ہو گئے..... حضرت صدیقؓ نے ان کے منہ پر پانی چھڑکا تو انہیں ہوش آیا..... تو سب سے پہلے یہ سوال کیا:.....

"ما فعل رسول الله صلى الله عليه وسلم؟"

"حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہے؟"

ہم نے بتایا کہ الحمد للہ حضور بخیر و عافیت ہیں..... یہ سن کر اس جانباز صادق نے بے ساختہ کہا:.....

"الحمد للہ کل مصیبة بعدہ جلل"

"اللہ کا شکر ہے حضور سلامت ہیں..... ہر مصیبت آپ کے ہوتے ہوئے کوئی حقیقت نہیں رکھتی....." (حوالہ سیرت النبی ابن کثیر وابن ہشام)

حضور ﷺ کے زخمی ہونے پر فرشتوں کی آمد

جب غزوۂ احد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دانت مبارک شہید ہوا..... جبرائیل علیہ السلام ومیکائیل علیہ السلام نے عرض کیا:..... یارسول اللہ ﷺ! یہ دانت مبارک ہم کو عنایت کیجئے تاکہ اس کی برکت سے غضب الٰہی سے محفوظ رہیں..... رحمت عالم ﷺ نے فرمایا:..... یہ شکستہ دانت میری امت کے شکستہ دلوں کے لئے موجب بخشش ہے.....

روز محشر جب اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ تیری امت نے میری نافرمانی کی ہے..... تب میں کہوں گا کہ:..... یا الٰہی! تیرے بندوں نے میرا دانت شہید کیا..... میں نے انہیں معاف کیا اور تیری شان رحیمی وکریمی ہے تو بھی میرے امتیوں کے گناہ معاف کردے..... تو خدا تعالیٰ معاف کردے گا.....

سلام اس پر جو دشمن پر بھی رحم وفضل فرمائے
سلام اس پر کہ جس نے رحمتوں کے پھول برسائے

جبرائیل کی عرش سے فرش پر حاضری

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ جبرائیل سے پوچھا:..... اے جبرائیل! کبھی تجھے آسمان سے مشت کے ساتھ بڑی جلدی اور فوراً بھی زمین پر اترنا پڑا ہے؟ جبرائیل نے جواب دیا:..... ہاں! یارسول اللہ ﷺ! چار مرتبہ ایسا ہوا ہے..... کہ مجھے فی الفور بڑی سرعت کے ساتھ زمین پر اترنا پڑا.....

حضور ﷺ نے فرمایا:..... وہ چار مرتبہ کس کس موقعہ پر؟

جبرائیل نے جواب دیا:.....

1) ایک تو جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا..... تو میں اس وقت عرش الٰہی کے نیچے تھا..... مجھے حکم الٰہی ہوا کہ جبرائیل! خلیل کے آگ میں پہنچنے سے پہلے پہلے فوراً میرے خلیل کے پاس پہنچو..... چنانچہ بڑی سرعت کے ساتھ فوراً ہی حضرت خلیل کے پاس پہنچا.....

2) دوسری بار جب حضرت اسماعیل علیہ السلام کی گردن اطہر پر چھری رکھ دی گئی تو مجھے حکم ہوا کہ چھری چلنے سے پہلے ہی زمین پر پہنچوں اور چھری کو الٹا دوں..... چنانچہ میں چھری چلنے سے پہلے ہی زمین پر پہنچ گیا اور چھری کو چلنے نہ دیا.....

3) تیسری مرتبہ جب حضرت یوسف علیہ السلام کو بھائیوں نے کنوئیں میں گرایا تو مجھے حکم ہوا کہ میں یوسف علیہ السلام کے کنوئیں کی تہہ تک پہنچنے سے پہلے پہلے زمین پر پہنچوں اور کنوئیں سے ایک پتھر نکال کر حضرت یوسف علیہ السلام کو اس پتھر پر آرام سے بٹھا دوں..... چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا.....

4) اور چوتھی مرتبہ یارسول اللہ جب کہ کافروں نے حضور ﷺ کا دندان مبارک شہید کیا..... تو مجھے حکم الٰہی ہوا کہ میں فوراً زمین پر پہنچوں اور حضور ﷺ کے دندان مبارک کا خون مبارک زمین پر نہ گرنے دوں اور زمین پر گرنے سے پہلے ہی میں وہ خون مبارک اپنے ہاتھوں پر لے لوں..... یارسول اللہ ﷺ! خدانے مجھے فرمایا تھا:..... جبرائیل! اگر میرے محبوب کا یہ خون زمین پر گر گیا تو قیامت تک زمین میں سے نہ کوئی سبزی اُگے گی اور نہ کوئی درخت..... چنانچہ میں بڑی سرعت کے ساتھ زمین پر پہنچا اور حضور ﷺ کے خون مبارک کو اپنے ہاتھوں پر لے لیا..... (روح البیان ص ۱۴۱ ج ۳)

حضور ﷺ کی دعا نے آنکھ کو حسین بنا دیا

قتادہ بن نعمان بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک کمان ہدیہ کی گئی جو آپ نے احد کے روز مجھے دے دی..... اور میں نے نبی ﷺ کے آگے اسے اتنا چلایا کہ اس کے کنارے کھڑ کھڑانے لگے..... اور میں آپ ﷺ کے رخ انور کے سامنے کھڑے ہو کر آپ کو تیروں سے بچاتا رہا.....

میرا چہرہ آپ کے سامنے تھا..... جو آخری تیر آیا اس سے میری آنکھ باہر نکل آئی جو میں نے پکڑ لی..... کفار پیچھے ہٹ گئے اور میں اپنے ہاتھ میں اپنی آنکھ رکھے ہوئے نبی ﷺ کے پاس آیا..... آپ ﷺ نے میری آنکھ کو ہتھیلی پر دیکھا تو آپ ﷺ کے آنسو نکل آئے اور فرمایا:

"اللهم قتادة كما وقىٰ نبيك عليه السلام بوجهه

واجعلها احسن عینیه واحد هما نظرا"

"اے اللہ! قتادہ کی یوں حفاظت فرما جیسے اس نے اپنے چہرے کے ساتھ تیرے نبی کی حفاظت کی ہے..... اور اس کی یہ آنکھ دوسری سے بھی حسین اور تیز بنادے....."

منصور بن احمد المغربی کی روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ آنکھ اپنے دست مبارک سے چشم خانہ میں رکھی..... تو معلوم نہیں ہوتا تھا کہ کونسی آنکھ پھوٹی تھی..... وہ دوسری آنکھ سے بھی حسین اور روشن تر تھی.....

"فغمر عینیه براحة فکان لایدری ای عینیه اصیبت"

(خصائص ج ۲ ص ۲۱۸ حوالہ دلائل النبوۃ)

حضرت قتادۃ بن نعمان رضی اللہ عنہ کے پوتے حضرت عاصم رضی اللہ عنہ جب خلیفہ عادل حضرت عمر بن عبدالعزیز اموی رضی اللہ عنہ کے دربار خلافت میں پہنچے تو انہوں نے اپنا تعارف کراتے ہوئے اپنا یہ قطعہ پڑھا کہ۔

انا ابن الذی سالت علی الخد عینه

فردت بکف المصطفیٰ ایما ردٖ

فعادت کما کانت لاول امرها

فیاحسن ما عین ویاحسن ما ردٖ

"یعنی میں اس شخص کا بیٹا ہوں جس کی آنکھ اس کے رخسار پر بہہ آئی تھی..... تو حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتھیلی سے وہ اپنی جگہ پر کیا ہی اچھی طرح سے رکھ دی گئی..... تو پھر وہ جیسی پہلے تھی ویسی ہی

ہو گئی..... تو کیا ہی اچھی وہ آنکھ تھی..... اور کیا ہی اچھا حضور ﷺ کا اس آنکھ کو اس کی جگہ رکھنا تھا.....“ (حوالہ خصائص کبریٰ ودلائل النبوۃ)

غزوۂ احد کی لڑائی میں بدنہاد کافروں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رخسار کو گزند پہنچایا..... اور آپ کے دندان مبارک کو ضرر پہنچایا اور جسم اطہر خون آلود ہو گیا..... اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک گوشہ میں تشریف فرما ہو گئے..... جبرائیل امین نے حاضر ہو کر مزاج پرسی کی..... جبرائیل نے آپ کو غمگین پا کر عرض کیا: کیا آپ پسند فرمائیں گے کہ میں آپ کو ایک ایسی نشانی دکھاؤں جس سے حضور ﷺ کو تسلی خاطر ہو.....

اس کے بعد جبرائیل نے اس درخت پر نظر ڈالی جو وادی کے پیچھے تھا اور عرض کیا حضور اس درخت کو بلائیں..... چنانچہ حضور ﷺ نے اس درخت کو بلایا..... وہ چلتا ہوا آپ کے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا..... پھر جبرائیل نے عرض کیا اسے اپنی جگہ لوٹ جانے کا حکم دیں..... آپ نے حکم دیا تو وہ لوٹ گیا..... اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”حسبی حسبی“..... مجھے کافی ہے مجھے کافی ہے.....

اسے دارمی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے... (از مدارج النبوۃ)

کھجور کی ٹہنی عطا کی تو وہ تلوار بن گئی

سیدنا عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ یوم احد دربار رسالت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یارسول اللہ! میری تلوار چلی گئی ہے..... یہ سن کر رحمت اللعالمین ﷺ نے کھجور کی ٹہنی عطا کی..... تو ان کے ہاتھ میں ٹہنی تلوار بن گئی.....

(خصائص کبریٰ، رحمۃ للعالمین)

یہی تلوار جو کہ کھجور کی ٹہنی سے تلوار بنی تھی..... یہ تلوار سیدنا عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کے خاندان میں بطور تبرک رہی..... بعد میں معتصم باللہ کے امرا میں سے بغاترکی نے دوسو دینار دے کر خرید لی..... (زرقانی علی المواہب از سیرت رسول عربی ﷺ)

احد میں دشمن سامنے تھا اور صحابہ کو بے خوفی کی نیند آ رہی تھی

انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے احد کے روز سر اٹھایا تو ہم میں سے کوئی ایسا نہ تھا جو اپنی ڈھال کے نیچے اونگھتے ہوئے جھوم نہ رہا ہو..... چنانچہ اسی بارے میں یہ آیت ہے:

"اذ یغشیکم النعاس امنته منه"

"جب تمہیں اللہ کی طرف سے بے خوفی تھی اور تم پر اونگھ غالب تھی....."

اور ارشاد خداوندی ہے:

"ثم انزل علیکم من بعد انعم امنة نعاسا"

"پھر غم کے بعد اللہ نے تم پر بے خوفی سے اونگھ نازل کر دی....."

صحابہ کرام جب انتہائی اندوہناک حالت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر پہاڑ پر چڑھ گئے تو ایسے میں اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو مضبوط کرنے اور ہر قسم کی

پریشانی اور فکر سے آزاد کرنے کے لئے ان پر اونگھ سی طاری کر دی..... کہ جو بیٹھا تھا وہ بیٹھے سو رہا تھا..... اور جو کھڑا تھا وہ کھڑے سو رہا تھا.....

صحیحین میں روایت ہے کہ سعد بن ابی وقاص فرماتے ہیں کہ میں نے جنگ احد کے دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دائیں بائیں نہایت سفید کپڑے پہنے ہوئے دو شخصوں کو دیکھا..... جو خوب کافروں سے لڑ رہے تھے..... ان شخصوں کو نہ اس سے پہلے کبھی دیکھا تھا..... یہ جبرائیل علیہ السلام اور میکائیل علیہ السلام دو فرشتے تھے.....

اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کے لئے بہت سی لڑائیوں میں فرشتے بھیجے..... چنانچہ بدر کی لڑائی میں قرآنی ارشاد کے مطابق پانچ ہزار فرشتے مدد کو آئے..... اسی طرح جنگ حنین اور احد میں بھی آئے..... فرشتوں کا مدد کو آنا آپ ﷺ کے معجزات میں سے ہے..... (حوالہ بخاری ومسلم)

پاسباں مل گئے کعبے کو صنم خانوں سے

ایک صحابی جس کا نام قرمان تھا..... کسی وجہ سے جنگ احد میں شریک نہ ہو سکا..... اور مدینہ میں ہی پڑا رہا..... عورتوں نے اسے کہا: ہماری طرح گھر پر کیوں بیٹھے ہو؟ اس کی حمیت اس قدر جوش میں آئی کہ اسی وقت اٹھا اور شریک جہاد ہوا..... اس نے اس غضب سے تلوار چلائی کہ سب کے سب حیران و ششدر رہ گئے.....

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو فرمایا: یہ شخص جہنمی ہے..... لوگوں کو اس بات پر بڑا تعجب ہوا..... قرمان نے نعرہ مار کر کہا: بھاگنے سے موت بہتر ہے..... اسی جوش میں اس نے سات مشرکین کو ہلاک کر دیا..... چند صحابہ اس کے پاس پہنچے اور کہا: خدا تجھے شہادت نصیب کرے..... کہنے لگا: خدا کی قسم! میں اسلام کی خاطر نہیں لڑ

رہا..... میں تو اس لئے لڑ رہا ہوں کہ یہ لوگ ہمارے نخلستانوں پر کہیں قابض نہ ہو جائیں.....

اسی اثناء میں اسے ایک زخم آیا..... جس کا درد بڑھتا گیا..... چونکہ یہ درد اس کی برداشت سے باہر تھا..... بدیں وجہ وہ گھبرا گیا اور خنجر سینہ پر رکھ کر خودکشی کرلی..... چونکہ لوگوں کو حقیقت حال کی خبر نہ تھی..... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کرنے لگے کہ اس نے سات مشرکوں کو قتل کیا ہے..... اس لئے شہید ہوا.....

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "یفعل اللہ ما یشاء"

بعد ازاں جب حقیقت کھلی تو فرمایا: "اشھد انی رسول اللہ"

پھر فرمایا: بے شک! اللہ تعالیٰ نے دین اسلام کی اس فاجر کے ذریعہ مدد کی...

(حوالہ شواہد النبوۃ)

میدان احد میں عبدالرحمٰن کی غیبی مدد

حضرت حارث بن ضمہ کہتے ہیں..... جنگ احد میں جب حضور علیہ السلام گڑھے میں گرے تو میں آپ کے پاس ہی تھا..... آپ ﷺ نے دریافت فرمایا: کیا تم نے عبدالرحمٰن بن عوف کو دیکھا ہے؟.....

میں نے جواب دیا: یا رسول اللہ! وہ پہاڑ کی ڈھلوان سے نیچے اتر رہے تھے تو مشرکین نے انہیں گھیر لیا..... میں ان سے الجھنے لگا تو آپ ﷺ کو دیکھ کر ادھر آ گیا.....
آپ ﷺ نے فرمایا: ملائکہ عبدالرحمٰن بن عوف کی مدد کر رہے ہیں..... جناب حارث کہتے ہیں میں پھر وہاں گیا تو عبدالرحمٰن کے گرد سات مشرکین کے لاشے پڑے تھے.....

میں نے دو کی طرف اشارہ کر کے کہا: ان کو آپ نے قتل کیا ہے؟
انہوں نے کہا: ہاں! دو کو میں نے قتل کیا مگر باقی پانچ کو ایک نامعلوم شخص نے قتل کیا ہے.. حضرت حارث نے کہا: صدق اللّٰہ و رسولہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم.

میں نے فرشتوں کو جاگتی آنکھوں سے دیکھا

امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے..... جب میدان احد میں کھلبلی مچ گئی تو یکا یک ایک آواز بلند ہوئی "الا ان محمد قد قتل" میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تلاش کیا..... لیکن آپ نظر نہ آئے..... میں نے سوچا کہ حضور علیہ السلام بھاگ تو نہیں سکتے تھے اور نہ ہی شہید ہوئے ہیں آخر ہوا کیا ہے..... یقیناً اللہ تعالیٰ نے ہر غضب نازل فرمایا ہے اور اپنے نبی اکو ہم سے اٹھالیا ہے..... اب اس سے بڑھ کر اور کوئی کام نہیں رہا کہ لڑ مریں ..... کیونکہ حضور علیہ السلام کے بغیر اب دنیا میں رہنا فضول ہے.....

چنانچہ میں نے نیام توڑ کر پھینک دی اور نہایت بے جگری سے مشرکین سے لڑنے لگا..... میں نے ایک مجمع پر تابڑ توڑ حملے کر کے اسے منتشر کر دیا..... میری حیرت کی انتہا نہ رہی کہ حضور علیہ السلام مجھے اس مجمع میں گھرے ہوئے مل گئے..... اس حال میں کہ خدا کے فرشتے آپ کی مدد و نصرت پر کمر بند تھے.....

حضور ﷺ کے ہاتھوں کی خاک شفا بن گئی

ابو [illegible] رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں دو گھوڑے اور

دواونٹ بطور تحفہ بھیجے..... آپ ﷺ نے فرمایا: اگر مشرک کا ہدیہ میں قبول کرتا تو ابو براء کا ہدیہ بھی قبول کر لیتا..... لوگوں نے عرض کیا: حضور وہ بیمار ہیں اور شفایابی کی خاطر یہ تحفے اس نے آپ کی خدمت میں بھیجے ہیں.....

آپ ﷺ نے مٹی کا ایک ڈھیلا اٹھایا اور اپنا دہن مبارک اس سے مس کیا اور فرمایا: اسے پانی میں گھول کر اسے پلا دو..... جب اس طرح عمل کیا گیا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں شفا دے دی..... (حوالہ شواہد النبوۃ)

محبوب کے لعاب نے لکنت ختم کر دی

بشیر بن عقبہ کہتے ہیں کہ میرے والد جنگ احد میں شہید ہو گئے..... میں روتا ہوا خدمت اقدس میں حاضر ہوا..... آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:..... روتا کیوں ہے..... کیا تجھے یہ پسند نہیں کہ میں تیرا والد اور عائشہ تیری والدہ ہو جائیں؟ پھر آپ ﷺ نے اپنا دست رحمت میرے سر پر پھیرا تو میرے جن بالوں پر حضور علیہ السلام نے ہاتھ پھیرا وہ تمام عمر سیاہ رہے..... باقی سفید ہو گئے.....

"وکانت فی لسانه عقده فتفل فیها فانحلت....."

"اور میری زبان میں لکنت تھی..... آپ نے اپنا لعاب شریف میرے منہ میں ڈالا تو وہ فوراً دور ہو گئی....." (خصائص کبریٰ ۲/۸۳)

وہ کیا جود و کرم اے شہ بطحا تیرا
نہیں سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا

احد میں حضرت عبداللہ بن جحش کی تلوار ٹوٹ گئی.....

"فاعطاه النبی صلی اللہ علیہ وسلم عسیبا من نحل

فرجع فی یدہ سیفا..."

"تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ایک کھجور کی شاخ عطا فرمائی

جب وہ ان کے ہاتھ میں گئی تو ایک نہایت عمدہ تلوار تھی (جس کو

عرجون کہتے تھے اور وہ عمر بھر اسی سے جہاد کرتے رہے)"

(شفاء شریف واستیعاب واصابہ وخصائص کبریٰ ۱/۲۱۷)

میرے محبوب کے تھوک کی برکات

جنگ احد میں حضرت کلثوم بن حصین کے سینے میں ایک تیر لگا.....وہ رحمت کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور حاضر ہوئے.....

"فبصق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیہ فبرا....."

"تو حضور علیہ السلام نے ان کے زخم پر تھوک دیا.....وہ فی الفور

اچھے ہو گئے....."

(اسد الغابہ ۴/۲۵۰ وشفاء شریف)

حضور ﷺ کے دست مبارک سے

جابر رضی اللہ عنہ کا قرضہ ادا ہو گیا

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ ان کے والد غزوۂ احد میں جام شہادت نوش کر گئے اور اپنے پیچھے بیٹیاں اور مجھ پر (جابرؓ پر) قرضہ چھوڑ گئے..... جب کھجوروں کے پھل کٹنے کا موسم آیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا اور عرض کیا:..... یا رسول اللہ ﷺ! آپ جانتے ہیں کہ میرے والد احد میں شہید ہو گئے تھے اور مجھ پر بہت سا قرض ڈال کر چلے گئے..... تو میں چاہتا ہوں کہ قرض خواہوں کو آپ خود نمٹائیں.....

آپ ﷺ نے فرمایا:..... تم جاؤ اور ہر کھجور کے پھل کا علیحدہ ڈھیر لگا دو..... میں نے لگا دیا..... پھر آپ ﷺ کو بلا لایا..... جب قرض خواہوں نے آپ ﷺ کو دیکھا تو بڑھ چڑھ کر بیان کرنے لگے..... جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی یہ حالت دیکھی تو آپ نے سب سے بڑے ڈھیر کے گرد تین چکر لگائے اور اس کے پاس بیٹھ گئے..... پھر فرمایا:..... اپنے ساتھیوں کو بلا لاؤ..... پھر آپ انہیں ناپ ناپ کر دیتے رہے..... تا آنکہ میرے والد کا سارا قرضہ اتر گیا.....

جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں اسی پر راضی تھا کہ اللہ تعالیٰ قرض اتار دے..... خواہ میں اپنی بہنوں کے پاس ایک کھجور بھی نہ لے جا سکوں (تو بھی خیر ہے) مگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تو پورے کے پورے ڈھیر مجھے دے دیئے..... اور جب میں نے اس ڈھیر کو

دیکھا جس پر نبی ﷺ بیٹھے تھے..... تو یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے اس میں سے ایک کھجور بھی کم نہیں ہوئی.....

(حوالہ مدارج النبوۃ ودلائل النبوۃ)

غزوۂ احد میں جام شہادت پانے والے

مخیرؔق یہودی کی حضور ﷺ پر جاںنثاری

مخیرؔق ایک یہودی عالم تھا جو بڑا صاحب ثروت اور متمول تھا..... اگر چہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جملہ اوصاف سے باخبر تھا لیکن حب مال اور حب دین وخویش اسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے سے ہمیشہ مانع ہوتے..... جب جنگ احد شروع ہوئی تو یہ ہفتہ کا دن تھا.....

اس نے یہودیوں سے کہا: آج آنحضرت ﷺ کی مدد ونصرت تم پر واجب ہے...

وہ بولے:..... آج تو ہفتہ ہے ہم کیسے لڑ سکتے ہیں؟

اس نے کہا:..... آج ہفتہ کا حکم ختم ہو چکا ہے.....

چنانچہ مسلح ہو کر شریک جہاد ہوا..... اس نے اپنی قوم کو بتادیا تھا کہ میں جام شہادت نوش کرنے جا رہا ہوں..... میرا تمام مال و دولت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان کر دینا..... وہ خدا کے حکم کے مطابق جیسا چاہیں گے کریں گے..... وہ میدان احد میں نہایت بے جگری سے لڑا اور شہید ہو گیا..... آنحضرت ﷺ نے فرمایا:..... مخیرؔق سب یہودیوں سے بہترین تھا..... پھر آپ نے مدینہ منورہ پہنچ کر اس کی دولت غرباء میں تقسیم کر دی.....

(حوالہ شواہد النبوۃ از علامہ حلبیؒ)

احد میں عمرابن جموع رضی اللہ عنہ کی شہادت

اس غزوہ میں حضرت عمرابن جموع رضی اللہ عنہ نے بھی جام شہادت نوش کیا..... ان کے پاؤں میں لنگ تھا اور وہ بھی شدید قسم کا.....اس لئے بیٹے ان کو جنگ میں شامل نہیں ہونے دیتے تھے.....بیٹے تو یہ سب کچھ محبت کی بناء پر کرتے تھے.....مگر عمر ابن جموع رضی اللہ عنہ کو ان کی یہ روک ٹوک بہت ناگوار گزرتی تھی.....

غزوہ احد کے لئے جب روانگی ہونے لگی تو عمر ابن جموع رضی اللہ عنہ جان دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بیٹوں کی شکایت کی کہ خود تو ہر غزوے میں آپ کے ساتھ شامل ہو جاتے ہیں.....مگر مجھے اس سعادت سے محروم رکھتے ہیں..... یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! انہیں کہئے کہ مجھے نہ روکیں.....

جان دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"تمہاری معذوری کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے تمہیں جنگ میں شامل نہ ہونے کی اجازت دے رکھی ہے.....پھر تم کیوں جانے پر اصرار کرتے ہو؟..."

"یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں اپنی لنگڑاہٹ کے ساتھ جنت کی سرزمین کو روندنا چاہتا ہوں....."

یہ سن کر جان دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے اور ان کے بیٹوں سے فرمایا:

"اس کو جانے دو.... ہوسکتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو شہادت نصیب فرمادے..."

اجازت مل گئی تو خوشی خوشی تیار ہوئے اور جب مدینہ سے باہر نکلے تو روقبلہ ہو کر دعا مانگی:...

''الٰہی! مجھے شہادت نصیب کرنا اور گھر کی طرف ناکام ونامراد واپس نہ لوٹانا..''

دعا قبول ہوئی اور وہ اس غزدے میں شہید ہو گئے..... جان دو عالم ﷺ نے فرمایا:....

''میں نے دیکھا ہے کہ وہ حسب خواہش جنت کی زمین کو اپنے لنگ کے ساتھ روندرہا ہے.....''

اللہ اکبر! جنت میں داخلے کی تمنا کے بجائے ارض جنت کو پاؤں تلے روندنے کی خواہش کیسی انوکھی اور البیلی تھی.....لطف یہ کہ شہادت پاتے ہی ان کی یہ آرزو پوری بھی ہو گئی.....

احد میں ابن عمیر رضی اللہ عنہ کی شہادت

حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ نے بڑے ہی لاڈ پیار اور ناز و نعم سے پرورش پائی تھی.....ان کے والد عمیر دو دو تین تین سو درہم کا قیمتی جوڑا سلوا کر مصعب رضی اللہ عنہ کو پہنا کر خوش ہوا کرتے تھے.....لیکن اسلام لے آنے کے بعد حضرت مصعب رضی اللہ عنہ نے زہد وفقر کی زندگی بسر کرنا شروع کر دیا تھا.....حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ اب ان کے پاس صرف ایک ہی چادر تھی جو کئی جگہ سے پھٹی ہوئی تھی اور ایک جگہ چمڑے کا پیوند لگا ہوا تھا.....حضور ﷺ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے.....

اسی جنگ یعنی غزوۂ احد میں مہاجرین کا جھنڈا مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ ہی کے ہاتھ

میں تھا.....جب مسلمان پریشانی اور افراتفری کے عالم میں ادھرادھر منتشر ہو رہے تھے تو یہ اپنی جگہ پر جمے رہے.....ایک کافر نے تلوار مار کر ان کا ہاتھ کاٹ دیا تا کہ جھنڈا گر جائے اور مسلمانوں کو کھلی شکست ہو.....لیکن حضرت مصعب ﷺ نے جھنڈا فوراً دوسرے ہاتھ میں تھام لیا.....اس کافر نے دوسرا ہاتھ بھی کاٹ دیا.....

انہوں نے دونوں ٹنڈ منڈ بازوؤں کو جوڑ کر جھنڈے کو سینے سے چمٹا لیا اور پھر کسی شقی القلب نے دور سے تیر مار کر انہیں شہید کر دیا.....لیکن یہ بہادری.....دلیری اور جگری انہی کا حصہ تھا کہ جب تک جسم میں جان باقی رہی جھنڈے کو گرنے نہیں دیا.....

ان کی شہادت کے بعد بھی جھنڈے کو ان کے ٹنڈ منڈ بازوؤں کے جکڑ بند سے کھینچ کھینچ کر بڑی مشکل سے نکالا گیا.....معلوم ہوتا تھا کہ وہ مرنے کے بعد بھی جھنڈے کو ہرگز چھوڑنے کے لئے تیار نہ تھے.....شاید اس لئے کہ وہ جھنڈا حضور اکرم ﷺ نے انہیں جان سے بھی زیادہ عزیز اور سربلند رکھنے کے لئے بڑی محبت سے عطا فرمایا تھا.....

جب ان کو دفن کیا گیا تو صرف ایک چھوٹی سی پھٹی پرانی چادر ان کے بدن پر تھی جو پورے بدن پر نہیں آتی تھی.....اگر سر کو ڈھانپتے تو پاؤں برہنہ رہ جاتے اور اگر پاؤں کو ڈھانپتے تو چہرہ ننگا ہو جاتا.....

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"چادر کو سر کی جانب سے پورا کر کے چہرے کو ڈھانپ دیا جائے اور پاؤں کو ڈھانپنے کے لئے ان پر گھاس ڈال دی جائے....."

چنانچہ اسی طرح مصعب بن عمیر ﷺ کو سپرد خاک کیا گیا....

(حوالہ سیرت ابن ہشام)

ایک خاتون کا عشق نبی ﷺ

ایک خاتون کے چار انتہائی قریبی رشتہ دار مارے گئے تھے.... یعنی باپ.... بیٹا.... شوہر اور بھائی..... وہ پریشان حال آشفتہ سر بھاگی بھاگی آ رہی تھی..... اسے بتایا گیا کہ تیرا باپ شہید ہو گیا ہے.....

اس نے کہا: ''مجھے رسول اللہ ﷺ کے بارے میں بتاؤ.....''

''بھائی بھی مارا گیا ہے.....'' ایک طرف سے آواز آئی.....

''مجھے رسول اللہ ﷺ کے بارے میں بتاؤ.....''

کسی نے آ کر کہا: ''تیرا بیٹا اور شوہر بھی شہادت پا گئے ہیں.....'' مگر اس اللہ کی بندی کی ایک ہی رٹ تھی ''مجھے رسول اللہ ﷺ کے بارے میں بتاؤ.....''

آخر اس کو جان دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا گیا اور جب اس نے آپ کے نور افشاں چہرے کو دیکھا تو دل ٹھنڈا ٹھار ہو گیا اور کہا:

''کل مصيبة بعدک جلل یا رسول اللہ ﷺ''

یا رسول اللہ ﷺ! آپ سلامت ہیں تو پھر باقی ہر مصیبت ہیچ ہے..... میرے باپ آپ پر قربان..... آپ زندہ ہیں تو مجھے اپنے اقرباء کی شہادت کا کوئی غم نہیں.....

قتل کعب بن اشرف

کعب کا باپ اشرف مشرکین عرب میں سے تھا.....ایک دفعہ اس سے قتل ہو گیا تو بھاگ کر مدینہ چلا آیا..... یہاں ایک یہودی نے اپنی بیٹی اس کو بیاہ دی.....اور وہ یہیں کا ہو کر رہ گیا.....شرک و یہودیت کے اجتماع سے کعب پیدا ہوا..... باپ کی طرف سے فصاحت و بلاغت اور ماں کی طرف سے ذہانت و ذکاوت ورثے میں ملی تھی.....پھر قد کاٹھ بھی خوب نکالا تھا اور شکل و صورت بھی مثالی پائی تھی.....

ان سب عوامل نے مل کر اس کے لئے ترقی کی راہیں کھول دیں اور بہت مختصر عرصے میں اس کا شمار مدینہ کے بااثر رؤساء میں ہونے لگا..... پدری نسبت کی وجہ سے اس کی ہمدردیاں مشرکین کے ساتھ تھیں..... اور مادری تعلق کی بناء پر اس کو یہودیوں سے پیار تھا.....اس لئے دونوں فریقوں کے مذہبی پیشواؤں کو خوب نوازتا تھا اور دل کھول کر خرچ کرتا تھا.....اکثر مذہبی رہنما اس کے وظیفہ خوار تھے اور باقاعدہ تنخواہ لیتے تھے.....

جان دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ طیبہ آمد کے بعد ایک دن یہودی علماء حسب معمول اپنے وظائف وصول کرنے کعب کے پاس گئے

تو اس نے پوچھا:

''تمہاری اس شخص (یعنی جان دو عالم ﷺ) کے بارے میں کیا رائے ہے؟''

سب نے یک زبان ہو کر کہا:

"ھو الذی کنا ننتظر"

''یہی تو ہیں جن کے ہم منتظر تھے.....ہماری کتابوں میں نبی منتظر کی جو علامات مذکور ہیں.....وہ سب ان میں موجود ہیں.....''

کعب سرد لہجے میں بولا:

''اگر تمہاری رائے یہی ہے.....تو میرے پاس تمہیں دینے کے لئے کچھ نہیں ہے.....تم جا سکتے ہو.....''

افسوس کی پیشوایان یہودیت نے چند ٹکوں کی خاطر اپنا دین بیچ ڈالا اور صداقت کا گلا گھونٹ دیا..... چنانچہ اس وقت تو وہ سب اٹھ کر چلے آئے.....مگر تھوڑی ہی دیر بعد پھر حاضر ہو گئے اور کہنے لگے:

''ہم نے پہلے جو رائے دی تھی اس میں غیر ضروری عجلت سے کام لیا تھا.....بعد میں ہم نے تحقیق کی اور کتاب مقدس کا بغور مطالعہ کیا تو پتہ چلا کی یہ شخص تو نبی منتظر ہو ہی نہیں سکتا.....''

کعب خوش ہو گیا اور ان کے وظائف میں مزید اضافہ کر دیا.....

اس واقعہ سے یہودیوں کے خود ساختہ مذہب کے ساتھ کعب کی لگن کا بخوبی پتہ چل جاتا ہے.....رہے مشرکین تو ان سے کعب کی ہمدردی کا یہ عالم تھا کہ جب انہیں بدر میں ذلت آمیز شکست ہوئی.....تو کعب کو بے حد افسوس ہوا.....اور تعزیت کے لئے طویل سفر کر کے مکے گیا.....وہاں جا کر پر سوز مرثیے کہے اور خود بھی رویا.....ان کو بھی رلایا..... ساتھ ہی انتقام کی ترغیب بھی دیتا رہا.....اس کے دردناک اشعار نے جلتی پر تیل کا کام کیا.....اور مشرکین کے سینوں میں انتقام کے الاؤ بھڑک اٹھے.....

یہ تمام حرکتیں اس معاہدۂ امن کی کھلی خلاف ورزیاں تھیں.....جو جان دو عالم صلی

اللہ علیہ وسلم اور یہودیوں کے درمیان طے ہوا تھا..... کیونکہ اس کی ایک شق یہ بھی تھی کہ کوئی فریق دوسرے فریق کے دشمن کے ساتھ ساز باز نہیں کرے گا..... مگر یہودی عہد کی پاسداری کیا جانیں.....

دولت کی فراوانی نے کعب کو اس قدر مغرور کر رکھا تھا کہ وہ اپنے اشعار میں مکہ اور مدینہ کی خوبصورت عورتوں کا نام لے لے کر ذکر کرتا تھا..... اور ان پر عشقیہ غزلیں کہتا تھا..... مگر اس کے اثر ورسوخ کے سامنے کسی کو دم مارنے کی جرأت نہیں ہوتی تھی..... حد یہ ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ جیسے معزز شخص کی اہلیہ ام فضل کو بھی اس نے نہیں بخشا اور مکہ سے واپسی کے وقت اپنے آپ سے مخاطب ہو کر گویا ہوا۔

اراحل انت؟ لم ترحل بمنعة

وتارک ام الفضل بالحرم

"کیا تم جا رہے ہو؟ حالانکہ تمہارا جانا بے فائدہ ہے کیونکہ ام فضل تو حرم میں رہ جائے گی....."

اسی طرح جان دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں بھی خرافات بکتا رہتا تھا.....

غرض یہ تھا وہ آفت کا پرکالہ جس کو قتل کرنے کا بیڑہ حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے اٹھایا.....

جان دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پہلے تو اس کی زبان درازیوں سے درگزر کرتے رہے..... مگر جب اس نے مشرکین مکہ کو انتقام کی ترغیب دی اور انہیں جنگ پر ابھارا تو آپ نے اس مفسدہ پرداز شخص کو جہنم رسید کرنا ضروری سمجھا اور صحابہ کرام ﷡ سے کہا:

"ہے کوئی شخص جو کعب کو ختم کرنے کی ذمہ داری اٹھا سکے..... اس

نے اللہ اور اس کے رسول کو بہت دکھ دیئے ہیں اور کھلی عداوت پر اتر آیا ہے.....مکہ میں جا کر جو کچھ کرتا رہا ہے.....اس کی تفصیلات سے اللہ تعالیٰ نے مجھ کو آگاہ کر دیا ہے.....یہ مشرکین مکہ کو ہمارے خلاف بھڑکا کر آیا ہے.....اور اب اس انتظار میں بیٹھا ہے کہ کب مشرکین ہم پر حملہ کریں اور یہ ان کا ساتھ دے....."

یہ بہت سنگین صورت حال تھی.....کیونکہ کعب گھر کا بھیدی تھا اور اس سے مدینہ کی کوئی بات پوشیدہ نہ تھا.....اگر ایسا شخص دشمن سے مل جاتا اور اس کو اندرونی حالات سے آگاہ کر دیتا تو مسلمانوں کے لئے خاصی مشکلات پیدا ہو سکتی تھیں..... چنانچہ حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے فی الفور کہا:

"یا رسول اللہ ﷺ! میں ذمہ لیتا ہوں اس کام کا... میں کعب کا خاتمہ کر دوں گا..."

جانِ دو عالم ﷺ نے فرمایا:

"اگر ایسا کر سکتے ہو تو ضرور کرو....."

حضرت محمد ابن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے اپنے چند دوستوں کے ساتھ اس سلسلے میں گفتگو کی تو انہوں نے کہا کہ ہم بھی تمہارا ساتھ دیں گے.....اور سب مل کر اس کو قتل کریں گے.....

لیکن کعب کو قتل کرنا کوئی آسان کام نہ تھا.....کیونکہ وہ دن بھر تو اپنے حامیوں اور دوستوں کے جھرمٹ میں گھرا رہتا تھا.....اور رات کو اپنے ذاتی قلعے میں محصور ہو جاتا تھا.....اور صرف اس صورت میں برآمد ہوتا تھا جب کوئی انتہائی قابل اعتبار شخص اس سے ملنے کے لئے جاتا تھا.....

ان حالات میں ضروری تھا کہ پہلے اس کا اعتماد حاصل کیا جائے اوراس کے لئے اس کی من پسند باتیں کرنا لازمی تھا....ظاہر ہے کہ ایسی باتیں خلاف واقعہ ہوتیں..... اس لئے حضرت محمد ابن مسلمہ ﷛ نے عرض کیا:

''یا رسول اللہ! اس کو اعتماد میں لینے کے لئے اگر ہمیں کچھ غلط بیانی کرنی پڑ جائے تو...؟''

تو کر لینا...تمہیں اس کی اجازت ہے...جان دو عالم ﷺ نے جواب دیا... چنانچہ حضرت محمد ابن مسلمہ ﷛ کعب کے گھر گئے اور کہا:

''کعب! میں تمہارے پاس اس لئے آیا ہوں کہ میں اور میرے چند ساتھی اس شخص (یعنی جان دو عالم ﷺ) کی وجہ سے مشکل میں پڑ گئے ہیں.....ہم سے صدقات کا مطالبہ کیا جا رہا ہے.....حالانکہ ہمارے پاس مال ہی نہیں ہے.....سخت پریشانی کے عالم میں تمہارے پاس کچھ قرض لینے آیا ہوں.....''

کعب خوش ہو کر بولا:

''ابھی کیا ہے.....عنقریب تم اس سے مکمل طور پر بیزار ہو جاؤ گے.....''

ابن مسلمہ ﷛ نے کہا:

''بہر حال! اب تو ہم اس کی پیروی کر ہی چکے ہیں.....اس لئے فوری طور پر دست کش نہیں ہو سکتے.....تم اس طرح کرو کہ ہمیں کچھ غلہ بطور قرض دے دو.....''

''تمہارے پاس تو غلے کی فراوانی ہوا کرتی تھی.....وہ سب کیا ہوا؟''

''وہ سب ہم اس شخص پر اور اس کے ساتھیوں پر خرچ کر چکے ہیں.....''

''کیا اب بھی تم لوگوں پر حق واضح نہیں ہوا؟ بہر حال میں تمہیں قرض دینے کے لئے تیار ہوں.....مگر تمہیں اپنی کوئی چیز ضمانت کے طور پر میرے پاس رہن رکھنا پڑے گی.....''

''ٹھیک ہے.....ہم رہن رکھ دیں گے.....تم کیا چیز رکھنا چاہتے ہو؟''

کعب نے نہایت بے باکی سے کہا: ''تمہاری عورتیں.....''

اس بے ہودہ اور شرمناک مطالبے پر حضرت محمد ابن مسلمہ ﷛ کو غصہ تو بہت آیا ہوگا.....مگر ضبط کر گئے اور کہا:

''یہ تو مشکل ہے.....کیونکہ تم سارے عرب میں خوبصورت انسان ہو.....اگر ہم نے عورتیں تمہارے پاس رہن رکھ دیں تو پھر وہ تمہیں چھوڑ کر ہمارے پاس واپس جانے کے لئے کب تیار ہوں گی؟.....''

کعب نے دوسری صورت بتائی:

''اگر یہ نہیں کر سکتے ہو تو پھر اپنے بچوں کو رہن رکھو.....''

''یہ بھی مشکل ہے.....اس طرح ہماری اولاد کا مستقبل برباد ہو جائے گا.....اور عمر بھر ان کو طعنے ملتے رہیں گے کہ یہ تھوڑے غلے کے عوض رہن رکھ دیئے گئے تھے..... ہاں البتہ ہم تمہارے پاس اپنا اسلحہ رہن رکھیں گے.....حالانکہ تم جانتے ہی ہو کہ ہمیں آج کل اس کی کس قدر شدید ضرورت ہے.....''

''چلو ٹھیک ہے..... اسلحہ ہی لا کر رہن رکھ دو.....''

محمد ابن مسلمہ رضی اللہ عنہ کا مقصد پورا ہو چکا تھا..... وہ چاہتے ہی یہی تھے کہ کوئی ایسی صورت بن جائے کہ ہمارا اسلحہ کے ساتھ کعب کے پاس جانا اس کو چونکا نہ دے..... کعب نے اجازت دے کر گویا خود ہی اپنی موت پر دستخط کر دیئے.....

رات خاصی بیت چکی تھی کہ غدار کعب کو موت کے گھاٹ اتارنے کے لئے تین افراد کا قافلہ جس کے امیر محمد ابن مسلمہ رضی اللہ عنہ تھے..... روانہ ہوا..... میدان بقیع تک خود جان دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم انہیں رخصت کرنے آئے اور فرمایا:

''اللہ کا نام لے کر آگے بڑھو! اے اللہ ان کی امداد فرمانا.....''

کعب کا قلعہ قریب آیا تو محمد ابن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے ساتھیوں کو بتایا کہ جب وہ باہر آئے گا تو میں اس کے بالوں کو پکڑ لوں گا..... اور تم لوگ اس کا کام تمام کر دینا..... دروازے پر پہنچ کر محمد ابن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے کعب کو آواز دی..... کعب اٹھنے لگا تو بیوی نے کہا: کہاں چلے ہو؟...

''میرے دوست نیچے بلا رہے ہیں..... ان سے ملنے جا رہا ہوں.....''

''اس وقت نہ جاؤ..... مجھے اس آواز سے خطرے کی بو آ رہی ہے.....''

''نہیں ایسی کوئی بات نہیں... یہ تو محمد ابن مسلمہ اور میرا بھائی ابو نائلہ ہیں..''

دراصل کعب کی آنکھوں میں وہ اسلحہ گھوم رہا تھا جسے رہن رکھنے کا محمد ابن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے وعدہ کیا تھا..... چنانچہ بیوی کے منع کرنے کے باوجود اس نے دروازہ کھول دیا ..... کعب عطریات بہت استعمال کرتا تھا..... اس لئے جونہی اس نے دروازہ کھولا خوشبو سے فضا مہک اٹھی..... محمد ابن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا:

''واہ کیا عمدہ خوشبو ہے! میں نے زندگی بھر ایسی خوشبو نہیں سونگھی.....''

کعب عیاش آدمی تھا..... لوفروں والے لہجہ میں گویا ہوا:

''ہاں ہاں کیوں نہیں! میرے پاس عرب کی سب سے حسین اور مہکتی ہوئی عورت ہے...اسی کے پاس سے اٹھ کر آ رہا ہوں...''

محمد ابن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا:

''اگر اجازت ہو تو میں تمہارے بال سونگھ لوں.....''

کعب کو کیا اعتراض ہوسکتا تھا.....وہ تو خوش ہو رہا تھا کہ میرے معطر بالوں سے یہ لوگ اس قدر متاثر ہو رہے ہیں..... چنانچہ محمد ابن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے اس کے بال سونگھے اور تعریف کی.....پھر اپنے ساتھیوں سے کہا: ''لو تم لوگ بھی سونگھ لو.....''

ساتھیوں نے بھی سونگھنا شروع کر دیا.....اسی دوران محمد ابن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے اس کے بالوں کو مضبوطی سے پکڑ لیا.....اور اسی لمحے کئی تلواریں کعب کے جسم سے آر پار ہوگئیں.....اس طرح اس دشمن رسول کا خاتم ہو گیا.....جس کی زبان درازیوں سے ہر شریف انسان ترساں رہتا تھا.....

کعب کو واصل جہنم کرنے کے بعد جب مجاہدین تکبیریں کہتے ہوئے واپس آئے اور جان دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو خوشخبری سنائی تو آپ بہت مسرور ہوئے اور انہیں داد دیتے ہوئے فرمایا:

''افلحت الوجوه'' یہ چہرے ہمیشہ کامیاب رہیں.....

مجاہدین نے عرض کیا:

''ووجهک یا رسول اللہ ﷺ''

اور آپ کا روئے انور بھی یا رسول اللہ ﷺ...

(حوالہ سیرت ابن ہشام وابن کثیر وحلبی والرحیق المختوم)

ابورافع یہودی کا قتل

کعب بن اشرف کے مارے جانے کے بعد ابورافع یہودی نے سراٹھایا... بنونضیر میں ابورافع سب سے بڑا تاجر تھا..... یہ یہودی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے بڑا دشمن تھا اور لوگوں کو آپ کے خلاف ابھارتا..... اور اپنا مال پانی کی طرح خرچ کرتا تاکہ لوگ آپ سے نفرت کریں..... چنانچہ قبیلہ خزرج کے پانچ افراد نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ابورافع کے قتل کی اجازت چاہی..... آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت مرحمت فرمادی اور عبداللہ بن عتیک کو ان کا امیر مقرر فرما کر انہیں دعا دیتے ہوئے مہم پر روانہ فرمادیا.....

یہ لوگ خیبر کی طرف چلے ..... چند روز سفر کرنے کے بعد غروب آفتاب کے قریب خیبر پہنچے..... لوگ اپنے مویشی چرا کر قلعہ بند ہو رہے تھے اور قلعے کے دروازے کے چوکیدار دروازہ بند کرنے کے انتظار میں کھڑے تھے..... یہ حضرات بھی قلعہ قموص کے قریب جا پہنچے..... جہاں ابورافع رہتا تھا..... ان کے امیر عبداللہ بن عتیک نے اپنے ساتھیوں سے کہا: تم یہیں ٹھہرو..... میں دربان کے پاس جا کر اس سے نرمی سے باتیں کرتا ہوں شاید اندر جاسکوں.....

عبداللہ دروازہ کے قریب ہو کر اس طرح کپڑا اوڑھ کر بیٹھ گئے گویا قضائے حاجت کر رہے ہیں..... جب سب لوگ اندر چلے گئے تو دربان نے آواز دے کر کہا: اے فلاں اگر اندر آنا چاہتا ہے تو آجا ورنہ میں دروازہ بند کرنے لگا ہوں..... عبداللہ اندر چلے گئے، اور جلدی سے ایک گلی میں مڑ کر چھپ کر دیکھنے لگے کہ دربان، دروازے کی کنجیاں کہاں رکھتا ہے.....

جب چابی رکھتے دیکھ لیا تو تھوڑی دیر کے لئے ایک ویران غیر آباد مکان میں جا چھپے..... اس کے بعد قلعے کے دروازے پر آئے اور چابیاں اٹھا کر دروازہ کھول دیا اور پھر ابورافع کے محل سرائے چلے..... محل سرائے روشنیوں سے جگمگا رہا تھا..... لوگ ان کے پاس بالاخانے میں بیٹھے باتیں کر رہے تھے.....

یہ چکر لگاتے رہے..... جب ابورافع کے پاس سے تمام لوگ اٹھ کر اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے اور روشنیاں گل کر دی گئیں تو انہوں نے اس کے محل پر چڑھنا شروع کیا جو دروازہ کھولتے اسے اندر سے بند کر دیتے..... اگر یہ اندازہ ہوتا کہ اندر کوئی خادم ہے اس کے پہنچنے سے پہلے ہی اسے قتل کر دیتے..... حتیٰ کہ اس کمرے تک جا پہنچے جہاں وہ آرام کر رہا تھا..... اندھیرا اس قدر تھا کہ کچھ پتہ نہیں چل رہا تھا کہ وہ کمرے میں کس طرف سو رہا ہے.....

چنانچہ انہوں نے آواز دی: ابورافع.....

وہ بولا: یہ کون ہے؟

عبداللہ آواز کی طرف لپکے اور تلوار کا وار کیا..... تلوار اس کو لگی تو نہیں مگر وہ دہشت زدہ ہو گیا اور اس نے چیخ ماری..... عبداللہ جلدی سے کمرے سے نکلے اور کچھ ٹھہر کر دوبارہ اندر گئے اور آواز بدل کر کہا:

ابورافع یہ کیسی آواز تھی؟

وہ بولا: تیری ماں مرے کسی نے ابھی ابھی مجھ پر تلوار کا وار کیا ہے.....

عبداللہ نے آگے بڑھ کر ایک کاری ضرب لگائی..... جس سے اس کا خون بہہ پڑا اور وہ رونے چیخنے لگا..... عبداللہ نے تلوار اس کے پیٹ پر رکھ کر زور دیا تو اس کی کمر سے نکل گئی اور انہیں یقین ہو چکا کہ وہ قتل ہو چکا ہے.....

اب عبداللہ نے جلدی سے نکلنے کی کی..... لہٰذا ایک ایک دروازہ کھولتے ہوئے

آیا..... جب آخری دروازے پر پہنچے تو جلدی میں سیڑھیوں سے لڑھکتے ہوئے زمین پر آگرے جس کی وجہ سے ان کی پنڈلی کی ہڈی ٹوٹ گئی..... اپنا عمامہ کھول کر پاؤں پر باندھ لیا اور دروازے کے قریب جا بیٹھے کہ جب تک اچھی طرح نہ جان لوں گا کہ وہ قتل ہو چکا ہے تب تک نہیں جاؤں گا..... یہ گھڑیاں بڑی کٹھن تھیں..... عبداللہ یہاں اندر انتظار میں تھے اور ان کے ساتھی قلعے سے باہر ان کے منتظر تھے..... عبداللہ بڑی بے تابی سے اس کے اعلان مرگ کا انتظار کر رہے تھے.....

حتیٰ کہ ایک اعلان کرنے والے نے صبح صادق سے قبل ہی تاریکی میں اعلان کیا:

''اہل حجاز کا تاجر ابورافع قتل ہو چکا.....''

عبداللہ نے خوشی خوشی یہ خبر سنی اور اپنے ساتھیوں کے پاس آکر خوشخبری سنائی..... کہنے لگے: ''نجات کا مژدہ ہوا! اللہ نے ابورافع کو قتل کر دیا.....''

یہ بہادر مدینہ منورہ آئے اور رسول اللہ کو سارا قصہ سنایا.....

آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ چہرے کامیاب ہوئے.....''

وہ عرض کرنے لگے: اور آپ کا چہرہ بھی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم..... اس کے بعد آپ ﷺ نے عبداللہ کے پاؤں پر اپنا دست مبارک پر پھیرا تو بالکل درست ہو گیا..... جیسے کچھ ہوا ہی نہ تھا..... (حوالہ سیرت ابن ہشام وابن کثیر وحلبی)

۴ھ کے واقعات

خبیبؓ اور زیدؓ کی عاشقانہ موت

جدہ اور رابغ کے درمیان..... رجیع کے چشمے سے ذرا ہٹ کر عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ کی لاش پڑی ہے..... بھڑیں اس کا احاطہ کئے ہوئے ہیں..... کفار کا ایک ٹولہ اس فکر میں ہے کہ ان کا سر تن سے جدا کر کے سلافہ کے پاس لے جائیں تاکہ سو اونٹوں کا انعام حاصل کر سکیں.....

عاصمؓ نے اپنی زندگی میں ہمیشہ یہ آرزو کی تھی کہ اس کی لاش پر کافر غالب نہ آنے پائیں..... اللہ جل شانہ' نے اپنے اس پیارے کی لاش کو بچانے کے لئے بھڑوں کو حکم دے دیا ہے..... انہوں نے لاش کا حلقہ باندھ رکھا ہے..... اور کسی کو قریب آنے کی جرأت نہیں ہوتی..... چنانچہ مایوس ہو کر اس امید پر پیچھے ہٹ جاتے ہیں..... کہ رات کی تاریکی میں جب یہ بھڑیں کہیں اور چلی جائیں گی تو لاش پر قبضہ کر لیں گے.....

لیکن قادر مطلق نے رات کی تاریکی میں بارش کا ایسا زبردست ریلا بھیجا کہ اس شہید کی لاش کو اپنے ساتھ بہا کر لے گیا اور پھر کسی کو کچھ معلوم نہ ہو سکا کہ لاش کہاں غائب ہو گئی ہے..... کافروں کی امیدوں پر اوس پڑ گئی..... سلافہ کی حسرت دل کی دل ہی میں رہ گئی کہ وہ عاصمؓ کی کھوپڑی میں شراب پیئے گی..... اللہ جل شانہ' اپنی قدرت کے نظارے دکھاتا رہتا ہے..... لیکن دل کے اندھے ان سے کبھی عبرت حاصل نہیں کرتے.....

مکہ سے باہر..... حدود حرم سے ذرا آگے..... تنعیم کے مقام پر قریشیوں کا ایک ہجوم نظر آتا ہے..... جن کے درمیان ایک نورانی چہرے والا آدمی..... ابھی ابھی دو رکعت نفل پڑھ کر فارغ ہوا ہے اور حاضرین سے کہہ رہا ہے:

''اگر دشمنوں کو یہ گمان نہ ہوتا کہ خبیب رضی اللہ عنہ نے موت کے خوف سے نماز کو طول دیا ہے..... تو جی چاہتا ہے کہ دیر تک نماز پڑھتا رہوں.....''

ان کا یہ فعل بارگاہ رب العزت میں اس قدر مقبول ہوا کہ سزائے موت سے قبل دو رکعت نفل پڑھنے کا طریقہ اب تک جاری ہے.....

اب انہیں ایک ٹکٹکی کے ساتھ باندھا گیا ہے..... چالیس نیزہ باز ان کا جسم چھلنی کرنے کے لئے تیار کھڑے ہیں..... خبیب رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ سے تبلیغ اسلام کے لئے اپنے آپ ﷺ کے حکم سے روانہ ہوئے تھے..... لیکن دغا بازوں نے اب انہیں مشق ستم کے لئے جکڑ رکھا ہے.....

قریش کا ایک آدمی کہتا ہے:

''اگر تم اسلام چھوڑ دو تو تمہاری جان بخشی ہو سکتی ہے.....''

خبیب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''جب اسلام ہی باقی نہ رہا تو جان کو سلامت رکھ کر کیا کروں گا؟''

اب نیزہ بازوں کو حکم دیا گیا ہے کہ ان کے جسم کے ایک ایک حصہ میں نیزہ کی انی سے چھید کیا جائے..... ظالموں کا دستہ بڑھتا ہے..... اور چالیس نیزے ان کے جسم میں چالیس چھید کر دیتے ہیں..... اور ہجوم اس کارروائی کو دیکھ کر خوشی سے تالیاں پیٹتا ہے..... لیکن آپ نے صبر و سکون سے صلیب پر لٹکے ہوئے یہ اشعار فی البدیہہ بڑے

سوز و گداز سے پڑھے:

اس کے بعد نہایت بلند آواز سے یہ دعا کرتے ہیں:

''اے خدا! ہم نے تیرے رسول ﷺ کے احکام ان لوگوں کو پہنچا دیئے..... اب تو اپنے رسول ﷺ کو ہمارے حال کی اور ان کے کرتوتوں کی خبر فرمادے.....''

کوئی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دل سے پوچھے کہ اپنے ان جانثاروں اور محبوب مبلغوں کی اس شہادت کا کس قدر صدمہ ہوا ہوگا.....

یہ روشن شمعیں تھیں..... لیکن ظالموں نے اپنی دلوں کی تاریکی کو دور کرنے کیلئے ان سے اکتساب نور کرنے کی بجائے انہیں گل کرنے میں ہی خوشی محسوس کی...

ناظرین کے اس مجمع میں سعید بن عامر رضی اللہ عنہ موجود ہیں..... جو بعد میں کسی طریقے سے بچ کر مدینہ پہنچے اور انہوں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سانحہ کی اطلاع دی..... یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں حمص کے گورنر تھے اور کبھی کبھی یک لخت بے ہوش ہو جایا کرتے تھے..... ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب ان سے اس کی وجہ پوچھی تو بتایا:

''مجھے نہ کوئی مرض ہے..... نہ کوئی شکایت ہے..... بلکہ جب خبیب رضی اللہ عنہ کو صلیب پر چڑھایا گیا تو میں اس مجمع میں موجود تھا..... مجھے اب بھی جس وقت خبیب رضی اللہ عنہ کی باتیں یاد آتی ہیں تو کانپ کر بے ہوش ہو جاتا ہوں.....''

خبیب رضی اللہ عنہ کی شہادت کے دوسرے روز تنعیم میں ہی زید رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے کے لئے لاتے ہیں..... اور صفوان اپنے غلام نسطاس کو حکم دیتا ہے کہ زید کی

گردن اڑا دو..... تو ابوسفیان آگے بڑھ کر زید رضی اللہ عنہ سے پوچھتا ہے:

"سچ کہو زید! اگر اس وقت تمہارے بدلے میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) قتل کئے جاتے تو کیا تم اسے اپنی خوش قسمتی نہ سمجھتے؟"

زید رضی اللہ عنہ نے جوش محبت سے تڑپ کر کہا:

"چپ رہ ظالم..... خدا کی قسم! میں تو یہ بھی پسند نہیں کرتا کہ میرے بچاؤ کے بدلے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پائے مبارک میں ایک کانٹا بھی چبھ جائے....."

ابوسفیان جرأت ایمانی اور حرارت عشق دیکھ کر دنگ رہ جاتا ہے اور اس کی زبان سے بے اختیار نکلتا ہے:

"واللہ! میں نے کسی شخص کو کسی دوسرے آدمی سے ایسی محبت کرتے نہیں دیکھا..... جیسی اصحاب محمد کو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے ہے....."

(بحوالہ سیرت النبی ابن کثیر)

واقعہ بئر معونہ: ۷۰ قراء صحابہ کا قتل

اس واقعہ کی مختصر تاریخ اور وضاحت یہ ہے کہ غزوۂ احد سے چار ماہ بعد بئر معونہ کا حادثہ وقوع پذیر ہوا..... بیر معونہ بلد ہذیل میں مکہ اور عسقان کے درمیان ایک موضع ہے..... وہاں کا ایک بااثر باشندہ ابو براء عامر بن مالک جو کہ نیزوں سے کھیلنے والے کے لقب سے مشہور تھا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا..... آپ نے اس پر اسلام پیش کیا.....

اس نے کہا میں خوب جانتا ہوں کہ آپ کا دین سچا ہے..... مگر میں اکیلا اسلام لا کر اپنی قوم کی مخالفت مول نہیں لے سکتا..... آپ اپنے ساتھیوں کو میرے ساتھ بھیج دیں شاید کہ وہ اسلام لے آئیں..... پھر اس نے کوئی ہدیہ پیش کیا جو آپ نے قبول نہ کیا..... اور فرمایا کہ میں مشرک کا ہدیہ نہیں لیتا..... آپ ﷺ نے اس کی درخواست کے جواب میں فرمایا:

"انی اخشی علیهم اهل النجد..."

مجھے تمہاری قوم سے ڈر ہے کہ وہ میرے صحابہ کو کہیں نقصان نہ دیں..... تاہم آپ نے باختلاف روایات چالیس یا ستر اصحاب صفہ کو جو قاری قرآن تھے روانہ فرمایا..... منذر بن عمرو ساعدی رضی اللہ عنہ کو ان کا امیر مقرر فرمایا.....

منذر بن رمو جو بنو ساعدہ سے تعلق رکھتے تھے اور "معتق للموت" (موت کے لئے آزاد کردہ) کے لقب سے مشہور تھے..... ان کا امیر بنا دیا..... یہ لوگ فضلاء..... قراء اور سادات واخیار صحابہ تھے..... دن میں لکڑیاں کاٹ کر اس کے عوض اہل صفہ کے لئے غلہ خریدتے اور قرآن پڑھتے پڑھاتے تھے..... اور رات میں خدا کے حضور مناجات ونماز کے لئے کھڑے ہو جاتے تھے..... اس طرح چلتے چلاتے معونہ کے کنوئیں پر جا پہنچے.....

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خط عامر بن طفیل کے نام (جو قوم بنی عامر کا رئیس اور ابو براء کا بھتیجا تھا) لکھوا کر حضرت انس کے ماموں حرام بن ملحان کے سپرد فرمایا.....

عامر بن طفیل اسلام کا بدترین دشمن تھا..... جب اس کو یہ علم ہوا تو وہ سلیم..... عصبہ رعل اور ذکوان وغیرہ قبائل کو ساتھ لے کر صحابہ سے جنگ کے لئے آ گیا.....

جب یہ کبار صحابہ بئر معونہ پر پہنچے تو حرام بن ملحان ؓ کو آپ کا والا نامہ دے کر

عامر بن طفیل کے پاس بھیجا..... عامر بن طفیل نے خط دیکھنے سے پہلے ہی ایک شخص کا ان کے قتل کا اشارہ کیا..... اس نے پیچھے سے ایک نیزہ مارا جو پار ہو گیا..... حضرت حرما بن ملحان رضی اللہ عنہ کی زبان مبارک سے اس وقت یہ الفاظ نکلے:

"اللہ اکبر فزت ورب الکعبة"

"اللہ اکبر! قسم ہے کعبہ کی پروردگار کی میں کامیاب ہو گیا....."

اور بنی عارم کو بقیہ صحابہ کے قتل پر ابھارا..... لیکن عامر کے چچا ابو براء کے پناہ دے دینے کی وجہ سے بنی عامر نے امداد دینے سے انکار کر دیا.....

اس کے بعد فوراً ہی دشمن خدا عامر نے باقی صحابہ پر حملہ کرنے کے لئے اپنے قبیلہ بنی عامر کو آواز دی..... مگر انہوں نے ابو براء کی پناہ کے پیش نظر اس کی آواز پر کان نہ دھرے..... ادھر سے مایوس ہو کر اس شخص نے بنو سلیم کو آواز دی..... بنو سلیم کے تین قبیلوں عصیہ..... رعل اور ذکوان نے اس پر لبیک کہا..... اور جھٹ آ کر ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا محاصرہ کر لیا..... جواباً صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی لڑائی کی مگر سب کے سب شہید ہو گئے.....

صرف حضرت کعب بن زید نجار رضی اللہ عنہ زندہ بچے..... انہیں شہداء کے درمیان زخمی حالت میں اٹھالایا گیا اور وہ جنگ خندق تک حیات رہے..... ان کے علاوہ مزید دو صحابہ حضرت عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ اور حضرت منذر بن عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ اونٹ چرا رہے تھے..... انہوں نے جائے واردات پر چڑیوں کو منڈلاتے دیکھا تو سیدھا جائے واردات پر پہنچے.....

پھر حضرت منذر تو اپنے رفقاء کے ساتھ مل کر مشرکین سے لڑتے ہوئے شہید ہو گئے اور حضرت عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ کو قید کر لیا گیا..... لیکن جب بتایا گیا کہ ان کا

تعلق قبیلہ مضر سے ہے تو عامر نے ان کی پیشانی کے بال کٹوا کر اپنی ماں کی طرف سے.....جس پر ایک گردن آزاد کرنے کی نذر تھی.....آزاد کر دیا.....

اس حادثہ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام عامر بن فہیر ہ رضی اللہ عنہ بھی شہید ہوئے.....جب دشمن اس شہید کی لاش کی بے حرمتی کرنے لگے تو اللہ تعالیٰ نے کفار کی آنکھوں کے سامنے آسمان پر اٹھالیا.....کفار خوفزدہ ہو کر بھاگ گئے.....یہ معجزہ دیکھ کر عامر بن فہیر ہ کے قاتل جبار سلمی ایمان لے آئے.....

چنانچہ عامر بن طفیل نے لوگوں سے دریافت کیا:

”من الرجل منهم لما قتل رايته رفع بين السماء والارض حتى رايت السماء من دونه.....“

”مسلمانوں میں وہ کون مرد ہے کہ قتل ہوا تو میں نے دیکھا کہ وہ آسمان اور زمین کے مابین اٹھایا گیا... یہاں تک آسمان نیچے رہ گیا...“ (طبری ج ۳ ص ۳۵)

اور بخاری کی روایت میں ہے کہ عامر بن طفیل نے کہا:

”لقد رايت بعد ما قتل رفع الى السماء حتى انى لا نظر الى السماء بنيه وبين الارض ثم وضع.....“

میں نے اس شخص کو قتل ہونے کے بعد خود اور خوب دیکھا کہ اس کی لاش آسمان کی طرف اٹھائی گئی کہ آسمان اور زمین کے درمیان معلق رہی اور پھر زمین پر رکھ دی گئی.....

جبار بن سلمیٰ جو عارم بن فہیر ہ کے قاتل ہیں.....وہ خود راوی ہیں کہ جب میں نے

عامر بن فہیرہ کے نیزہ مارا تو اس وقت ان کی زبان سے یہ لفظ نکلا.....

"فزت واللہ" خدا کی قسم مراد کو پہنچ گیا.....

میں یہ سن کر حیران ہوگیا اور دل میں کہا کہ کیا مراد کو پہنچے..... ضحاک بن سفیان رضی اللہ عنہ سے آ کر یہ واقعہ بیان کیا..... ضحاک رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مراد یہ ہے کہ جنت کو پالیا..... یہ سن کر مسلمان ہوگیا.....

"ودعا انی ذلک مارأیت من عامر بن فهیره من دفعه الی السماء علوا....."

"اور میرے اسلام لانے کا باعث یہ ہوا کہ میں نے عامر بن فہیرہ کو دیکھا کہ وہ آسمان کی طرف اٹھائے گئے....."

ضحاک رضی اللہ عنہ نے یہ واقعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لکھ کر بھیجا..... آپ ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا:

"ان الملائکة وارت جثته فی علیین....."

"فرشتوں نے ان کے جثہ کو چھپالیا اور علیین میں اتارے گئے....."

اور ایک روایت میں ہے کہ ان کی لاش کو فرشتوں نے چھپالیا اور پھر مشرکین نے نہیں دیکھا کہ وہ لاش کہاں گئی.....

حضرت عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ کو عامر بن طفیل نے یہ کہہ کر چھوڑ دیا کہ میری ماں نے ایک غلام آزاد کرنے کی منت مانی تھی..... اس لئے میں تم کو آزاد کرتا ہوں..... یہ کہا اور ان کی چوٹی کا بال کاٹ کر ان کو چھوڑ دیا..... حضرت عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ وہاں سے چل کر جب مقام "قرقرہ" میں آئے تو ایک درخت کے سائے

میں ٹھہرے.... وہیں قبیلہ بنو کلاب کے دو آدمی بھی ٹھہرے ہوئے تھے.....

جب وہ دونوں سو گئے تو حضرت عامر بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ نے ان دونوں کافروں کو قتل کر دیا اور یہ سوچ کر دل میں خوش ہو رہے تھے کہ میں نے صحابہ کرام کے خون کا بدلہ لے لیا ہے..... مگر ان دونوں شخصوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم امان دے چکے تھے..... جس کا حضرت عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ کو علم نہ تھا.....

جب مدینہ پہنچ کر انہوں نے سارا حال دربار رسالت میں بیان کیا تو اصحاب بئر معونہ کی شہادت کی خبر سن کر سرکار رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کو اتنا عظیم صدمہ پہنچا کہ تمام عمر شریف میں کبھی بھی اتنا رنج وصدمہ نہیں پہنچا تھا..... چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مہینہ بھر تک قبائل رعل وذکوان اور عصیہ و بنولحیان پر نماز فجر میں لعنت بھیجتے رہے.....اور حضرت عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ نے جن دو شخصوں کو قتل کر دیا تھا..... حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کے خون بہا ادا کرنے کا اعلان فرمایا... (بخاری ج ا ص ۱۳۶ اور زرقانی ج ۲ ص ۷۴ تا ۷۸)

بنونضیر کی سازش کی اطلاع

ایک دفعہ ایک ضروری کام کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چند رفقائے خاص کے ساتھ بنونضیر کے قلعہ میں تشریف لے گئے..... یہود بنی نضیر نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر اکابر اسلام کے خفیہ قتل کا اس کو بہترین موقع سمجھا.....

چنانچہ جس دیوار کے نیچے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے تھے..... اس کی چھت پر ایک شخص چڑھ گیا کہ اوپر سے ایک بھاری پتھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر گرا دے کہ دب کر مر جائیں..... اللہ تعالیٰ جو اپنے پیغمبر کی حفاظت کا کفیل تھا..... اس نے بروقت اطلاع دی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم فوراً ان کے دام سے باہر نکل آئے اور ان کو اس ارادۂ فاسد کی اطلاع بھیج دی..... اس

پراللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

"یا ایھا الذین امنوا اذکروا نعمت اللہ علیکم اذھم قوم ان یبسطوا الیکم ایدیھم فکف ایدیھم عنکم واتقوا اللہ ط وعلی اللہ فلیتوکل المومنون o"

"اے مسلمانو! خدا کے اس احسان کو جو اس نے تم پر کیا یاد کرو کہ جب ایک گروہ نے تم پر دست درازی کا قصد کیا تو خدا نے تم سے ان کے ہاتھوں کو روک دیا اور اللہ سے ڈرتے رہو اور مسلمانوں کو چاہئے کہ اللہ ہی پر بھروسہ رکھیں....." (حوالہ دلائل النبوۃ و مدارج النبوۃ)

۵ھ کے واقعات

غزوۂ خندق کے حیران کن واقعات

غزوۂ خندق میں کفار ۱۰ ہزار تھے..... صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ۳ ہزار تھے..... چونکہ اس غزوۂ میں کفار کا مدینہ پر حملہ کرنا تھا تو ایرانی صحابہ سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے مشورہ دیا کہ مدینہ کے تینوں اطراف خندق گڑھا کھود دیا جائے..... حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سلمان رضی اللہ عنہ کی یہ تجویز پسند آئی..... صحابہ خندق کھودنے میں لگ گئے..... یہ خندق اتنی چوڑی تھی کہ گھوڑا بھی اس کو پار نہ کر سکتا تھا..... (حوالہ صحیح بخاری ونسائی)

غزوۂ خندق میں تمام صحابہ رضی اللہ عنہم نے مل کر مدینہ کے چاروں طرف دشمنوں سے بچنے کے لئے خندق کھود رہے تھے..... اتفاق سے ایک جگہ بہت سخت چٹان نکل آئی..... لوگوں نے ہر چند اس کو توڑنا چاہا مگر وہ نہ ٹوٹی..... کدالیاں اس پر پڑ پڑ کر اچٹ جاتی تھیں..... آخر لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آ کر صورت حال عرض کی..... آپ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھ کر خود تشریف لائے..... اور کدال ہاتھ میں لے کر ایک ضرب لگائی تو وہ چٹان ریگ ہو کر چور چور ہو گئی... (صحیح بخاری ونسائی)

خندق کی وجہ سے دست بدست لڑائی نہیں ہو سکتی تھی اور کفار حیران تھے کہ اس خندق کو پار کریں..... مگر دونوں اطراف سے روزانہ برابر تیر اور پتھر چلا کرتے تھے..... آخر ایک روز عمرو بن عبدود..... عکرمہ بن ابو جہل..... ہبیرہ بن وہب..... ضرار بن الخطاب وغیرہ کفار کے چند بہادروں نے بنو کنانہ سے کہا کہ اٹھو آج مسلمانوں سے جنگ کر کے بتادو کہ شہسوار کون ہے؟ چنانچہ یہ ُن خندق کے پاس آ گئے اور ایک ایسی

جگہ سے جہاں خندق کی چوڑائی کچھ کم تھی گھوڑا کودا کر خندق کو پار کرلیا.....

عمرو بن عبدود مارا گیا

سب سے آگے عمرو بن عبدود تھا..... یہ اگرچہ نوے برس کا خرانٹ بڈھا تھا مگر ایک ہزار سواروں کے برابر بہادر مانا جاتا تھا..... جنگ بدر میں زخمی ہوکر بھاگ نکلا تھا اوراس نے یہ قسم کھا رکھی تھی کہ جب تک مسلمانوں سے بدلہ نہ لے لوں گا بالوں میں تیل نہ ڈالوں گا..... یہ آگے بڑھا اور چلا چلا کر مقابلہ کی دعوت دینے لگا..... تین مرتبہ اس نے کہا کہ کون ہے جو میرے مقابلہ کو آتا ہے؟ تینوں مرتبہ حضرت علی اللہ کے شیر نے اٹھ کر جواب دیا کہ ''میں'' حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے روکا کہ اے علی! یہ عمرو بن عبدود ہے.....

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ جی ہاں میں جانتا ہوں یہ عمرو بن عبدود ہے لیکن میں اس سے لڑوں گا یہ سن کر تاجدار نبوت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی خاص تلوار ذوالفقار اپنے دست مبارک سے حیدر کرار کے مقدس ہاتھ میں دے دی اور اپنے مبارک ہاتھوں سے ان کے سرانور پر عمامہ باندھا اور یہ دعا فرمائی کہ یا اللہ! تو علی کی مدد فرما..... حضرت اسد اللہ الغالب علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ مجاہدانہ شان سے اس کے سامنے کھڑے ہوگئے اور دونوں میں اس طرح مکالمہ شروع ہوا.....

حضرت علی رضی اللہ عنہ: ''اے عمرو بن عبدود! تو مسلمان ہوجا.....''

عمرو بن عبدود : ''یہ مجھ سے کبھی ہرگز ہرگز نہیں ہوسکتا.....''

حضرت علی رضی اللہ عنہ: ''لڑائی سے واپس چلا جا.....''

عمرو بن عبدود : ''یہ مجھے منظور نہیں.....''

حضرت علی رضی اللہ عنہ: ''تو پھر مجھ سے جنگ کر.....''

عمرو بن عبدود : ''میں کبھی یہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ دنیا میں کوئی مجھ کو جنگ کی دعوت دے گا.....''

حضرت علی رضی اللہ عنہ: ''لیکن میں تجھ سے لڑنا چاہتا ہوں.....''

عمرو بن عبدود : ''آخر تمہارا نام کیا ہے؟''

حضرت علی رضی اللہ عنہ: ''علی بن ابی طالب.....''

عمرو بن عبدود : ''اے بھتیجے! تم ابھی بہت ہی کم عمر ہو.....میں تمہارا خون بہانا پسند نہیں کرتا.....''

حضرت علی رضی اللہ عنہ: ''لیکن میں تمہارا خون بہانے کو پسند کرتا ہوں.....''

عمرو بن عبدود نے خون کھولا دینے والے یہ گرم گرم جملے سن کر مارے غصہ کے آپے سے باہر ہو گیا.....حضرت علی رضی اللہ عنہ پیدل تھے اور یہ سوار تھا.....اس پر جو غیرت سوار ہوئی تو گھوڑے سے اتر پڑا.....اور اپنی تلوار سے گھوڑے کے پاؤں کاٹ ڈالے اور ننگی تلوار لے کر بڑھا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ پر تلوار کا بھر پور وار کیا.....

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تلوار کے اس وار کو اپنی ڈھال پر روکا.....

یہ وار اتنا سخت تھا کہ تلوار ڈھال اور عمامہ کو کاٹتی ہوئی پیشانی پر لگی.....گو بہت گہرا زخم نہیں لگا مگر پھر زندگی بھر یہ طغریٰ آپ کی پیشانی پر یادگار بن کر رہ گیا.....حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تڑپ کر للکارا کہ اے عمرو! سنبھل جا.....اب میری باری ہے یہ کہہ کر اسد اللہ الغالب نے ذوالفقار کا ایسا جچا تلا ہاتھ مارا کہ تلوار دشمن کے شانے کو کاٹتی ہوئی کمر سے پار ہو گئی اور وہ زمین پر گرا.....اور دم زدن میں مر کر فی النار ہو گیا.....

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کو قتل کیا.....اور منہ پھیر کر چل دیئے.....حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اے علی! آپ نے عمرو بن عبدود کی زرہ کیوں نہیں اتار

لی..... سارے عرب میں اس سے اچھی کوئی زرہ نہیں ہے..... آپ نے فرمایا کہ اے عمر! ذوالفقار کی مار سے وہ اس طرح بے قرار ہو کر زمین پر گر پڑا کہ اس کی شرمگاہ کھل گئی اس لئے حیاء کی وجہ سے میں نے منہ پھیر لیا.....

نوفل کی لاش

اس کے بعد نوفل غصہ میں بپھرا ہوا میدان میں نکلا..... اور پکارنے لگا کہ میرے مقابلہ کے لئے کون آتا ہے؟ حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ اس پر بجلی کی طرح جھپٹے اور ایسی تلوار ماری کہ وہ دو ٹکڑے ہو گیا اور تلوار زین کو کاٹتی ہوئی گھوڑے کی کمر تک پہنچ گئی..... لوگوں نے کہا: اے زبیر! تمہاری تلوار کی تو مثال نہیں مل سکتی.....

آپ نے فرمایا کہ تلوار کیا چیز ہے؟ کلائی میں دم خم اور ضرب میں کمال چاہئے..... ہبیرہ اور ضرار بھی بڑے طنطنہ سے آگے بڑھے مگر جب ذوالفقار کا وار دیکھا تو لرزہ براندام ہو کر فرار ہو گئے..... کفار کے باقی شہسوار بھی جو خندق کو پار کر کے آگئے تھے وہ سب بھی بھاگ کھڑے ہوئے اور ابوجہل کا بیٹا عکرمہ تو اس قدر بدحواس ہو گیا کہ اپنا نیزہ پھینک کر بھاگا اور خندق کے پار جا کر اس کو قرار آیا.....

خندق میں حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ شدید زخمی ہو گئے..... جب لوگوں نے دیکھا تو حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے زخم سے خون بہہ رہا تھا..... اسی زخم میں ان کی وفات ہو گئی.....

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سعد بن معاذ کی موت سے عرش الٰہی ہل گیا اور ان کے جنازہ میں ستر ہزار ملائکہ حاضر ہوئے اور جب ان کی قبر کھودی گئی تو اس میں مشک کی خوشبو آنے لگی..... عین وفات کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے سرہانے

تشریف فرما تھے.....انہوں نے آنکھ کھول کر آخری بار جمال نبوت کا نظارہ کیا اور کہا السلام علیک یارسول اللہ.....پھر بہ آواز بلند یہ کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اور آپ نے تبلیغ رسالت کا حق ادا کر دیا.....

خندق میں حضور ﷺ کی دعا کے اثرات

خندق میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کفار کے لئے بددعا فرماتے رہے آخر تیسرے روز فتح کی خوشخبری دی گئی.....اللہ تعالیٰ نے فرشتے بھیج دیئے جنہوں نے میخیں اکھاڑ دیں.....خیموں کی طنابیں کاٹ دیں.....آگ بجھادی اور دیگیں الٹادیں.....گھوڑے ایک دوسرے پر چڑھ دوڑے.....اللہ تعالیٰ نے کفار کے دلوں میں رعب ڈال دیا.....

لشکر کے اطراف میں فرشتوں کی تکبیریں گونجنے لگیں.....ہر قوم کا سردار لوگوں کو اپنی طرف بلا کر کہنے لگا بھاگو بچو.....اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ایمان والو! اللہ کی نعمتوں کو یاد کرو جو تم پر ہوئیں جب لشکر تم پر چڑھ آئے تھے تو ہم نے آندھی اور ایسا لشکر بھیجا جسے تم دیکھ نہ سکتے تھے.....غزوہ خندق میں نصرت خداوندی کے نزول اور کفار کی شکست کی منظر کشی کرتے ہوئے حفیظ جالندھری کہتے ہیں۔

اڑتی.....دوڑتی.....اٹھتی ہوئی.....بڑھتی ہوئی آندھی
زمین کو روندتی افلاک پر چڑھتی ہوئی آندھی

توے الٹے اندھی چولہوں میں ہنڈیاں بجھ گئیں آگیں
جھلس کر رہ گئے منہ اور کپڑوں میں لگی آگیں

نہ چولہا تھا.....نہ ہنڈیا تھی.....نہ خیمہ تھا.....نہ ڈیرا تھا
فقط دہشت ہی دہشت تھی.....اندھیرا ہی اندھیرا تھا

یہی وہ آندھی ہے..... جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن میں اس طرح بیان فرمایا ہے:...

"یا ایھا الذین آمنوا ذکروا نعمت اللہ علیکم اذجاء تکم جنود فارسلنا علیھم ریحا وجنودا لم تروھا... وکان اللہ بما تعملون بصیرا..."

اے ایمان والو! اللہ کی اس نعمت کو یاد کرو جب تم پر فوجیں آپڑیں تو ہم نے ان پر آندھی بھیج دی اور ایسی فوجیں بھیجیں جو تمہیں نظر نہیں آتی تھیں اور اللہ تمہارے کاموں کو دیکھنے والا ہے.....

ابوسفیان نے اپنی فوج میں اعلان کرادیا کہ راشن ختم ہو چکا ہے..... موسم انتہائی خراب ہے..... یہودیوں نے ہمارا ساتھ چھوڑ دیا ہے..... لہٰذا اب محاصرہ بے کار ہے..... یہ کہہ کر کوچ کا نقارہ بنا دینے کا حکم دے دیا اور بھاگ نکلا..... قبیلہ غطفان کا لشکر بھی چل دیا..... بنو قریظہ بھی محاصرہ چھوڑ کر اپنے قلعوں میں چلے آئے اور ان لوگوں کے بھاگ جانے سے مدینہ کا مطلع کفار کے گرد و غبار سے صاف ہو گیا.....

جانِ دو عالم ﷺ کی دعائے رحمت

جب لیلۃ الاحزاب میں حذیفہ بن الیمان کو لشکر احزاب کی طرف روانہ کیا گیا..... تو جانے سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھ ان کے سینے اور کندھوں پر پھیرے اور یہ دعائیں کیں:

"اللھم احفظ من بین یدیه ومن خلفه وعن یمینه وعن شماله"

اس رات سخت سردی تھی..... حذیفہ ؓ کہتے ہیں جب میں روانہ ہوا تو مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میں گرم حمام میں ہوں..... مجھے سردی کا احساس تک نہ ہوا..... میں احزاب پہنچا اور خبریں فراہم کر کے واپس آ گیا اور صحابہ کو ملا..... اس کے بعد مجھے سردی کا کچھ احساس ہوا..... (حوالہ شواہد النبوۃ)

جنگ احزاب میں مخالفین کی تباہی

جب حذیفہ روانہ ہوئے تو حضور علیہ السلام نے نماز ادا کی اور پھر یہ دعا مانگی:

"یا صریح المکروبین یا مجیب الدعوۃ المضطرین

اکشف ھمتی و کربی فقد تری حالی ومن معی"

بعد ازیں جبرائیل علیہ السلام نیچے آئے اور کہنے لگے خدا تعالیٰ آپ کو فتح دے گا..... کفار پر آسمانوں سے ایک طوفان آئے گا..... نیز آسمان چہارم سے ان پر سنگباری ہوگی..... حضرت حذیفہ ؓ فرماتے ہیں جب میں وہاں پہنچا تو ٹھنڈی ہوا مخالفین کے لشکر میں گھس چکی تھی اور ان کے چولہے ٹھنڈے ہو رہے تھے..... اور ایک دوسرے سے کہہ رہے تھے ہمیں سردی نے تباہ کر دیا..... ادھر طوفان کے دوران ان پر یہاں تک سنگباری ہوئی کہ وہ اپنی ڈھالوں سے اپنے سروں کو بچانے کی کوشش کر رہے تھے..... ان کے لشکر میں کھلبلی مچ گئی..... وہ بھاگ کھڑے ہوئے..... اس آیت میں یہی اشارہ ہے:

"واذکروا نعمت اللہ علیکم اذجاءتکم جنود فارسلنا

علیھم ریحا وجنودا لم تروھا" (حوالہ شواہد النبوۃ)

قریش جنگ سے بھاگ اٹھے

جب قریش میدان جنگ سے بھاگے تو حضور علیہ السلام نے فرمایا:

"لم يغزوكم قريش بعد عامهم ولكنكم نغزونهم"

"یعنی اس کے بعد قریش تم سے جنگ نہیں کر سکیں گے..... بلکہ تمہیں قریش کے ساتھ جنگ کرنی ہوگی....."

یقیناً قریش کوئی جنگ نہ کر سکے..... حتیٰ کہ مکہ فتح ہو گیا.....

جنگ خندق کی چٹان کی چنگاریاں

روم وصنعاء کے محلات پر گریں

غزوۂ خندق میں اصحاب کرام خندق کھود رہے تھے..... کہ ایک سخت چٹان نمودار ہوئی جس کی شکست وریخت ناممکن تھی..... حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر کی تو آپ خندق میں اترے..... سلمان ﷺ بھی ہمراہ تھے..... بعض صحابہ کرام کنارے کھڑے تھے.....

آپ ﷺ نے سلمان ﷺ سے کدال لی اور چٹان پر اس زور سے ماری کہ چٹان پارہ پارہ ہوگئی..... اور ایک ایسا شعلہ نکلا جس سے سارا شہرہ جگمگا اٹھا..... حضور علیہ

السلام نے نعرۂ تکبیر بلند کیا اور سب نے اس نعرہ کا جواب بھی نعرہ ہی سے دیا..... دوسری ضرب لگائی تو اور شعلہ نکلا..... پھر سب نے نعرہ بلند کیا..... تیسری ضرب لگائی تو پھر برقی روشنی نمودار ہوئی.....

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا: یارسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان یہ کیا چیز ہے؟..... آپ ﷺ نے صحابہ سے پوچھا: جو کچھ سلمان نے دیکھا ہے کیا تمہیں بھی نظر آیا ہے؟.....

سب نے کہا: ہاں یارسول اللہ!.....

آپ ﷺ نے فرمایا: پہلی روشنی میں حیرہ کے محلات کو کسریٰ کی زمین سے دیکھا گیا..... جبرائیل نے مجھے خبر دی کہ آپ کی امت کی وہاں تک دسترس ہونے والی ہے..... دوسری ضرب پر روم کے سرخ محلات کو دیکھا گیا..... جبرائیل نے مجھے اطلاع دی کہ میری امت یہاں تک غالب آئے گی..... تیسری ضرب کی روشنی میں صنعاء کے محلات نظر آئے..... جبرائیل نے بتایا کہ آپ کی امت ان محلات پر قابض ہوگی....

(حوالہ شواہد النبوۃ)

حضرت جبرائیلؑ اور فرشتوں کی مدد کا معجزہ

"وعن عائشہ قالت لما رجع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من الخندق ووضع السلاح واغسل اتاہ جبر ائیل و ھو ینفض راسہ من الغبار فقال قد وضعت السلاح واللہ ما وضعتہ اخرج الیھم فقال النبی ﷺ فاین فاشار الی بنی قریظۃ فخرج النبی

ﷺ الیھم متفق علیه وفی روایة للبخاری قال انس کانی انظر الی الغبار ساطعا فی زقاق بنی غنم موکب جبرائیل علیه السلام حین سار رسول اللہ ﷺ الیٰ بنی قریظة“

اور حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ خندق سے واپس آ کر (اپنے جسم سے) ہتھیار اتارے اور غسل (کا ارادہ) کیا تھا کہ آپ ﷺ کی خدمت میں حضرت جبرائیل آئے..... یہاں تک کہ وہ اپنے سر سے (غزوہ خندق میں پڑی ہوئی) گردوغبار جھاڑ رہے تھے..... اور کہنے لگے کہ آپ ﷺ نے تو ہتھیار اتار کر رکھ دیئے اور قسم اللہ کی میں نے ابھی ہتھیار نہیں اتارے ہیں (جیسا کہ آپ ﷺ مجھے دیکھ ہی رہے ہیں) چلئے ابھی تو ان کافروں کی لشکر کشی کرنی ہے..... آنحضرت ﷺ نے پوچھا: کہاں چلنا ہے..... کس کی لشکر کشی کرنی ہے؟..... حضرت جبرائیل نے بنی قریظہ کی طرف اشارہ کیا اور آنحضرت ﷺ (فوراً مسلح ہو کر اپنے صحابہ کے ساتھ بنی قریظہ کی طرف روانہ ہو گئے (جہاں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو فتح عطا فرمائی) (بخاری) .....اور بخاری کی ایک روایت میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ الفاظ بھی منقول ہیں کہ..... گویا میں اس غبار کو اب بھی دیکھ رہا ہوں جو بنو غنم کے کوچہ میں حضرت جبرائیل کے ہمراہ چلنے والی (سوار فرشتوں کی) جماعت کے سبب اس وقت اٹھ رہا تھا..... جب رسول اللہ ﷺ بنو قریظہ کی طرف جا رہے تھے.....“

(حوالہ مشکوٰۃ شریف)

حضور ﷺ کے تیر کی برکت سے کنواں بھر گیا

ہجرت کے چھٹے سال میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کے ساتھ عمرہ کا ارادہ کر کے مکہ کی طرف کوچ کیا..... حدیبیہ کے علاقہ میں ایک کنوئیں پر ڈیرہ ڈالا ..... اس کنوئیں میں پانی کم تھا..... تھوڑا سا پانی کھینچنے کے بعد ختم ہو گیا..... لوگ تشنگی و پیاس کی شکایت لے کر آپ ﷺ کے پاس آئے..... آپ ﷺ نے ترکش سے تیر نکالا اور فرمایا اسے کنوئیں میں پھینک دیا جائے..... اسدیؓ کہتے ہیں کہ خدا کی قسم تیر پھینکنے کے بعد چودہ سو نفوس نے سیر ہو کر پانی پیا.....

صحیح بخاری کی روایت میں درج ہے کہ مقام حدیبیہ میں لوگوں نے پیاس کی شدت اور پانی کی شکایت کی..... حضور علیہ السلام کنوئیں کے کنارے پر تشریف لائے اور ایک ڈول پانی طلب فرمایا..... اس سے وضو فرمایا..... اور پانی کنوئیں میں ڈال دیا..... ابھی چند لمحے بھی نہ گزرنے پائے تھے کہ کنوئیں کا پانی جوش مارنے لگا..... تمام صحابہ کرام سیراب ہوئے اور تمام مویشیوں نے بھی خوب پانی پیا.....

تکثیر طعام

انجیل مقدس میں لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ایک بار تھوڑی سی روٹی اور مچھلی میں کئی سو آدمیوں کو شکم سیر کر دیا..... لیکن سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے دست تقدس سے ایک مرتبہ نہیں بلکہ کئی بار اس قسم کے برکات ظاہر ہوئے..... چنانچہ اب ہم تکثیر طعام کے چند واقعات نقل کرتے ہیں.....

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی دعوت کا ایمان افروز واقعہ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جنگ خندق کے موقع پر ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھدائی میں مصروف تھے.....تین دن تک ہم کھانا نہ کھا سکے اور نہ اس کی طاقت تھی.....کھدائی کے دوران ایک مضبوط چٹان آ گئی.....میں نے جا کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی خندق میں چٹان رکاوٹ بن گئی ہے.....

چنانچہ ہم نے اس پر پانی چھڑکا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے آپ کے بطن مبارک پر پتھر بندھا ہوا تھا آپ نے کدال اٹھایا اور تین مرتبہ بسم اللہ شریف پڑھ کر اس چٹان پر ضرب لگائی تو وہ ریت کے تودے کی طرح ٹوٹ پھوٹ گئی.....میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حالت دیکھ کر آپ سے اجازت چاہی اور اجازت پا کر اپنے گھر آیا اور بیوی سے کہا تجھے تیری ماں روئے میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حالت (کرسنگی) دیکھی ہے جو میرے لئے ناقابل برداشت ہے تمہارے پاس کچھ کھانا ہے؟ اس نے کہا میرے پاس کچھ جو ہیں اور بکری کا چھوٹا سا بچہ ہے.....

چنانچہ ہم نے جو پیسے.....بکری کا میمنا ذبح کیا اور اس کا گوشت بنا کر ہنڈیا میں ڈال دیا پھر میں نے آٹا گوندھا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلا گیا کچھ دیر وہاں (کام کرتا) رہا.....پھر دوبارہ اجازت چاہی اور اجازت لے کر گھر آیا.....تو آٹے کی حالت اچھی ہو چکی تھی میں نے بیوی سے اس کی روٹیاں پکانے کو کہا اور خود ہنڈیا چولہے پر چڑھا دی.....

پھر میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا اور چپکے سے آپ کے کان میں کہا کہ ہمارے پاس کچھ تھوڑا سا کھانا موجود ہے اگر آپ مناسب خیال کریں تو آپ خود

اور ایک دو آدمی اپنے ساتھ لے کر تشریف لائیں..... آپ نے فرمایا کھانا کیا ہے اور کتنا ہے؟ میں نے کہا تقریباً چار سیر جو ہیں اور ایک بکری کا میمنا..... آپ نے فرمایا تم اپنی بیوی کے پاس جاؤ اور اس سے کہو کہ ہمارے آنے تک ہنڈیا کو چولہے سے نہ اتارے اور روٹیاں تنور سے نہ نکالے..... پھر آپ نے لوگوں میں اعلان فرمایا چلو جابر کے گھر چلیں.....

جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں یہ سن کر مجھے اتنی حیاء آئی جسے اللہ ہی جانتا ہے..... میں نے اپنی بیوی سے کہا: تجھے تیری ماں روئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے تمام صحابہ کو لے کر تمہارے گھر آ رہے ہیں..... وہ کہنے لگی: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے کھانے کے متعلق پوچھا تھا؟..... میں نے کہا: ہاں!..... تو اس نے کہا: پھر اللہ جانے اور اس کا رسول..... آپ نے تو بتلا دیا تھا کہ کتنا کھانا ہے..... جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں بیوی کی باتوں سے میری ساری پریشانی ختم ہوگئی..... میں نے کہا تم سچ کہتی ہو.....

اتنے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور صحابہ سے فرمایا اژدہام نہ کرو (کھلے ہو کر بیٹھو)

"فاخرجت له عجین فبصق فیها وبارک ثم عمدالی برمتنا فبصق وبارک فاقسم باللہ لقد اکلوا وهم الف حتی ترکوه وانحرفوا وان برمتنا لتغط کما هی وان عجینا لیخبز کما هو"

پھر آپ نے تنور اور ہنڈیا میں اپنا لعاب دہن ڈال دیا..... اور ہم برتنوں میں روٹیوں کے ٹکڑے ڈال کر ان پر شوربہ ڈال کر آپ کے قریب لا کر رکھنے لگے..... نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دسترخوان پر سات یا آٹھ آدمی بیٹھیں.....

سات آٹھ آدمیوں کے فارغ ہونے کے بعد جب ہم نے تنور اور ہنڈیا کو دوبارہ

کھولا تو وہ پہلے کی طرح پھر بھر چکے تھے..... ہم نے روٹیوں کے ٹکڑے بنائے اور برتنوں میں ڈال کران پر شوربہ ڈالا اور قریب لے آئے..... ہم ہر بار ایسے ہی کرتے رہے اور ہر بار تنور اور ہنڈیا کو کھولنے پر انہیں پہلے کی طرح بھرا ہوا پاتے رہے..... یہاں تک کہ سب صحابہ کرام سیر ہو گئے اور کھانا ابھی بچا ہوا تھا.....

پھر آپ نے ہمیں فرمایا لوگوں کو بھوک لگی تھی (اس لئے انہیں پہلے کھلایا گیا تھا) اب تم کھاؤ اور کھلاؤ پھر ہم اس سارے دن میں وہی کھانا کھاتے رہے اور کھلاتے رہے..... راوی کہتا ہے کہ مجھے حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے بتلایا کہ اس دن صحابہ کرام آٹھ سو یا تین سو تھے (راوی کو شک ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے آٹھ سو کہا تھا یا تین سو)..... (خصائص ج ۲ ص ۲۳۸)

ساق شکستہ

حضرت امام قاضی عیاض المتوفی ۵۴۴ھ فرماتے ہیں:

"فبصق رسول اللہ ﷺ علیٰ ساق علی ابن الحکم یوم الخندق اذ انکسرت فبریء مکانہ وما نزل عن فرسہ..."

"کہ غزوۂ خندق کے دن حضرت علی بن حکم کی پنڈلی ٹوٹ گئی..... حضور علیہ السلام نے اس پر تھوک دیا تو وہ اسی وقت اسی جگہ اچھے ہو گئے..... حالانکہ وہ اپنے گھوڑے سے بھی نہ اتر سکتے تھے..." (شفاء شریف)

آپؐ کے در سے مریضوں کو شفا ملتی ہے
جام صحت جو مرے آقاؐ پلا دیتے ہیں

اونٹ چوروں کے تعاقب میں سفر غابہ

مدینہ منورہ سے تقریباً ۱۲ کلومیٹر دور ایک چراگاہ تھی جس کا نام غابہ تھا..... اس میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اونٹ اور بکریاں چرا کرتی تھیں..... ایک رات وہاں بنو غطفان کے ایک سردار نے اپنے چالیس سواروں کے ہمراہ شب خون مارا..... وہ بیس اونٹنیاں ہنکا کر بھاگ نکلا..... اس نے ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ کے لڑکے کو بھی شہید کر دیا..... جو چراگاہ غابہ میں جانوروں کی دیکھ بھال پر متعین تھے.....

رسالت مآب ﷺ ربیع الثانی ۶ھ کو پانچ سو صحابہ کرام ؓ کو لے کر اونٹ چوروں کے تعاقب میں نکلے..... صحابہ کرام ؓ کے اس دستہ میں سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے..... جو بڑے منجھے ہوئے تیر انداز تھے..... آپ نے ایک ٹیلے پر کھڑے ہو کر اونٹ چوروں کو للکارا اور ان پر باآواز بلند تین نعرے بھی لگائے..... آپ ان پر تیر برساتے جاتے تھے اور ساتھ ہی یہ شعر بھی پڑھتے جاتے تھے:

"میں اکوع کا بیٹا ہوں اور آج معلوم ہو جائے گا کہ کس نے
شریف عورت کا دودھ پیا ہے اور کون کمینہ ہے....."

سخت تعاقب کے بعد اونٹ چوروں کو پانی کے ایک قریبی چشمے پر پکڑ لیا گیا..... تمام اونٹ چھڑا لئے گئے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں صلوٰۃ الخوف بھی پڑھی..... پھر پانچ دن بعد آپ مدینہ منورہ لوٹ آئے..... (حوالہ سیرت النبی ابن کثیر)

دوسرا حادثہ... واقعہ افک

یہ واقعہ اس طرح ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی غزوہ سے واپسی میں مدینہ کے قریب ایک جگہ پڑاؤ ڈالا پھر رات ہی میں کوچ کا اعلان کر دیا.... حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی آپ کے ہمراہ تھیں..... وہ ضرورت کے لئے نکلیں اور واپس آ کر سینہ ٹٹولا تو ہار غائب تھا..... لہٰذا جہاں غائب ہوا تھا وہیں تلاش کرنے واپس گئیں اور پا بھی لیا.....

لیکن اس دوران لشکر کوچ کر گیا اور آپ کا ہودج بھی یہ سمجھتے ہوئے اونٹ پر لاد دیا کہ آپ اس میں موجود ہیں..... چونکہ ہودج اٹھانے والی ایک جماعت تھی اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ابھی ہلکی پھلکی تھیں..... اس لئے ہودج کے ہلکے پن پر یہ لوگ نہ چونکے..... حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا واپس آئیں تو وہاں کوئی نہ تھا..... لہٰذا وہیں بیٹھ گئیں کہ لوگ انہیں نہ پائیں گے تو پلٹ کر وہیں تلاش کرنے آئیں گے..... پھر ان کی آنکھ لگ گئی اور وہ سو گئیں.....

ادھر ایک صحابی حضرت صفوان بن معطل سلمی رضی اللہ عنہ جو لشکر کے پیچھے رہتے تھے تاکہ لشکر کی گری ہوئی چیز ملے تو اسے اٹھالیں..... وہ مزید آگے بڑھے تو ایک سوئے ہوئے انسان کا ڈھانچہ دیکھا..... قریب پہنچے تو پہچان گئے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہیں کیونکہ وہ پردے کا حکم آنے سے پہلے انہیں دیکھ چکے تھے..... دیکھ کر کہا: ”انا للہ وانا الیہ راجعون..... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی؟ اس کے سوا کچھ نہ کہا....

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ان کی آواز سن کر بیدار ہو گئیں اور دوپٹے سے چہرہ

ڈھانک لیا.... حضرت صفوان رضی اللہ عنہ نے سواری قریب کر کے بٹھائی اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس پر سوار ہو گئیں.... حضرت صفوان رضی اللہ عنہ سواری کی نکیل تھامے آگے آگے پیدل چلتے ہوئے لشکر میں آگئے.... یہ ٹھیک دوپہر کا وقت تھا اور لشکر پڑاؤ ڈال چکا تھا....

یہ دیکھ کر اللہ کے دشمن عبداللہ بن ابی کو نفاق و حسد کے کرب سے ٹھنڈی سانس لینے کا موقع ملا.... اس نے جھوٹ اور بہتان کے طور پر دونوں کے خلاف بدکاری کی تہمت تراشی.... پھر اس میں رنگ بھرتا.... پھیلاتا.... بڑھاتا اور ادھیڑتا بُنتا شروع کیا.... اس کے ساتھی بھی اس کو بنیاد بنا کر اس کا تقرب حاصل کرنے لگے.... جب مدینہ آئے تو اس کا خوب خوب پروپیگنڈہ کیا.... یہاں تک کہ چند اہل ایمان بھی دھوکے میں آگئے....

ادھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا مدینہ آکر بیمار پڑ گئیں اور بیماری نے تقریباً ایک مہینہ تک گھیرا.... اب مدینہ تہمت تراشوں کے پروپیگنڈہ سے گونج رہا تھا لیکن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو کچھ خبر نہ تھی.... انہیں صرف یہ بات کھٹکتی تھی کہ بیماری کے دوران رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ لطف و کرم نہ دیکھا کرتی تھیں جو آپ کی پہلی بار دیکھ رہی تھیں.... آپ آکر سلام کرتے اور یہ پوچھ کر واپس ہو جاتے کہ یہ کیسی ہیں؟ ٹھہرتے نہ تھے....

پھر اس پورے عرصے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے.... کوئی [illegible] جب کافی عرصے تک وحی نہ آئی تو آپ نے اپنے خاص اصحاب سے مشورہ کیا.... حضرت علی رضی اللہ عنہ وغیرہ نے اشاروں اشاروں میں مشورہ دیا کہ انہیں [illegible].... لیکن حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے مشورہ دیا کہ انہیں [illegible]

[illegible]

اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر کھڑے ہو کر اس شخص سے نجات دلانے کی طرف توجہ دلائی جس کی ایذا رسانیاں آپ کے اہل خانہ تک کے بارے میں پہنچ چکی ہیں..... اشارہ عبداللہ بن ابی کی طرف تھا..... اس پر اوس کے سردار نے رغبت ظاہر کی کہ اسے قتل کر دیں لیکن خزرج کے سردار پر حمیت غالب آ گئی کیونکہ عبداللہ بن ابی اسی قبیلے سے تھا..... نتیجہ یہ ہوا کہ دونوں قبیلے بھڑک اٹھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں مشکل سے خاموش کیا.....

ادھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیماری سے اٹھ چکیں تو رات میں قضائے حاجت کے لئے نکلیں..... ساتھ میں ام مسطح رضی اللہ عنہا بھی تھیں..... وہ چادر میں پھسلیں تو اپنے بیٹے مسطح کو بددعا دی..... حضرت عائشہؓ نے انہیں ٹوکا تو انہوں نے سارا قصہ کہہ سنایا اور بتلایا کہ ان کا بیٹا مسطح بھی یہی بات کہتا ہے.....

حضرت عائشہؓ نے واپس آ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لی اور اپنے والدین کے پاس چلی گئیں..... جب یقینی طور سے بات کا علم ہو گیا تو رونے لگیں اور خوب خوب روئیں..... دو رات اور ایک دن روتے روتے گزر گیا..... اس دوران نہ نیند کا سرمہ لگایا نہ آنسوؤں کی جھڑی رکی..... انہیں اور ان کے والدین کو محسوس ہوتا تھا کہ روتے روتے کلیجہ شق ہو جائے گا.....

دوسری رات کی صبح ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے..... بیٹھ کر خطبہ پڑھا اور پھر فرمایا: امابعد! عائشہ! مجھے تمہارے بارے میں ایسی اور ایسی بات معلوم ہوئی ہے..... اگر تم بے گناہ ہو تو اللہ تمہاری براءت ظاہر کر دے گا اور اگر تم نے کسی گناہ کا ارتکاب کیا ہے تو اللہ سے مغفرت مانگو اور توبہ کرو..... کیونکہ بندہ جب اپنے گناہ کا اقرار کر کے اللہ سے توبہ کرتا ہے تو اللہ اس کی توبہ قبول فرماتا ہے.....

سے کہا کہ: جواب دیں..... مگر انہیں سمجھ نہ آیا کہ وہ کیا کہیں..... لہٰذا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے خود ہی کہا: واللہ میں جانتی ہوں کہ یہ بات سنتے سنتے آپ لوگوں کے دلوں میں اچھی طرح بیٹھ گئی ہے اور آپ لوگوں نے اسے سچ سمجھ لیا ہے..... اس لئے اب اگر میں یہ کہوں کہ میں بے گناہ ہوں اور اللہ خوب جانتا ہے کہ میں بے گناہ ہوں..... تو آپ لوگ میری بات سچ نہ مانیں گے.....

اگر میں کسی بات کا اعتراف کرلوں..... اور اللہ خوب جانتا ہے کہ اس سے پاک ہوں..... تو آپ لوگ صحیح مان لیں گے..... اس لئے میں اپنے اور آپ لوگوں کے لئے وہی مثل پاتی ہوں جسے حضرت یوسف علیہ السلام کے والد نے کہا تھا:

"فصبر جمیل واللہ المستعان علیٰ ما تصفون..."

"صبر ہی بہتر ہے اور تم لوگ جو کچھ کہتے ہو..... اس پر اللہ کی مدد مطلوب ہے..."

اس کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پلٹ گئیں اور اسی وقت وحی نازل ہوئی ..... جب نزول وحی کی کیفیت ختم ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا رہے تھے.....

آپ نے پہلی بات جو فرمائی وہ یہ تھی کہ: اے عائشہ! اللہ نے تمہاری براءت کردی.....

اس پر ان کی ماں نے کہا: حضور ﷺ کی طرف اٹھو! (شکریہ ادا کرو).....

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: واللہ! میں ان کی طرف نہیں اٹھتی..... میں تو صرف اللہ کی حمد کروں گی.....

اس موقع پر ان کی براءت کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ نے جو آیات نازل کیں وہ سورۂ نور کی آیات ہیں:

”ان الذین جاء بالآفک عصبة منکم لاتحسبوہ شرا

لم علیه ھو خیرا لکم لکل امری منھم ما اکتسب من

الاثم والذی تولیٰ کبرہ منھم له... عذاب عظیم...“

اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام ﷺ کے پاس تشریف لائے.... انہیں خطبہ دیا اور براءت کے سلسلے میں اللہ نے جو آیات نازل فرمائی تھیں.....ان کی تلاوت کی.....اس کے بعد منبر سے اتر کر مومنین خالصین میں سے دو مردوں اور دو ایک عورت کے متعلق حکم دیا کہ انہیں اسی اسی کوڑے مارے گئے..... یہ تھے حضرت حسان بن ثابت..... مسطح بن اثاثہ اور حمنہ بنت جحش رضی اللہ عنہم ان کے قدم پھسل گئے اور انہوں نے بھی تہمت تراشی میں حصہ لیا تھا.....

باقی رہا اس جھوٹ کا پیشوا عبداللہ بن ابی اور اس کے رفقاء تو انہیں اس دنیا میں سزا نہ دی گئی لیکن وہ قیامت کے روز اللہ کے حضور کھڑے ہوں گے..... جہاں نہ مال کام دے گا نہ اولاد صرف وہ کامیاب ہوں گے جو اللہ کے پاس قلب سلیم لے کر جائیں گے.....

(حوالہ سیرت ابن ہشام تفسیر ابن کثیر وطبری وقرطبی و در منثور و سیرت النبی ابن کثیر)

۶ھ کے واقعات

صلح حدیبیہ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب ہم حدیبیہ میں پہنچے اور ہمیں مکہ مکرمہ میں داخل ہونے سے مشرکین نے روک دیا تو وہاں پانی کی قلت کا مسئلہ پیش آیا..... حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے چمڑے کا ایک چھوٹا سا ڈول رکھا تھا جس میں حضور ﷺ وضو فرما رہے تھے.....لوگ بڑی تیزی سے وہاں پہنچے.....

حضور ﷺ نے پوچھا: ''تم نے بھگدڑ کیوں مچا رکھی ہے؟''

عرض کیا: ''یا رسول اللہ ﷺ! ہمارے پاس تو پانی کا ایک قطرہ بھی نہیں جس سے ہم پیاس بجھا سکیں یا وضو کر سکیں.....''

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دستِ مبارک اس چمڑے کے ڈول میں ڈال دیا اور فوراً اس میں آپ کی انگلیوں سے پانی کے چشمے جاری ہو گئے.....ہم سب نے اس سے خوب سیر ہو کر پیا اور بڑی تسلی سے وضو کیا.....سالم کہتے ہیں کہ میں نے جابر سے پوچھا: تمہاری تعداد کتنی تھی؟ آپ نے فرمایا:

"لو کنا مائة الف لکفانا کنا خمس عشرة مائة"

''اگر ہم ایک لاکھ بھی ہوتے تب بھی وہ پانی کافی ہوتا لیکن اس وقت ہماری تعداد پندرہ سو تھی....'' (بخاری)

حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی معاونت کے لئے

دس آدمی بھی ساتھ کر دیئے..... چنانچہ گیارہ افراد پر مشتمل یہ وفد مکہ پہنچا اور اہل مکہ کو جان دو عالم ﷺ کے موقف سے آگاہ کیا..... مگر اہل مکہ اپنی ہٹ پر اڑے رہے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کہنے لگے:

''محمد (ﷺ) کو تو ہم زندگی بھر یہاں نہیں آنے دیں گے..... اسلئے اس کی بات چھوڑ دو... ہاں! اگر تم طواف کرنا چاہو تو کر سکتے ہو...''

اللہ اکبر! اللہ کا گھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے سامنے ہے..... جسے دیکھ کر ہی دل طواف کے لئے مچلنے لگتا ہے..... جان دو عالم ﷺ کی طرف سے طواف کی کوئی ممانعت بھی نہیں ہے اور اہل مکہ خود اجازت دے رہے ہیں..... غرضیکہ طواف جیسی عظیم سعادت سے بہرہ ور ہونے کے جملہ اسباب مہیا ہو چکے ہیں.....

ایسے میں عقل کا فیصلہ تو یہی ہے کہ ایسے مواقع بار بار نہیں آتے..... اس لئے فوراً طواف شروع کر دینا چاہئے..... مگر عشق نے اس تجویز کو یکسر مسترد کر دیا..... اور جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بولے تو ان کی زبان سے عشق بول رہا تھا..... انہوں نے کہا:

''یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کے بغیر طواف کر لوں....

واللہ! جب تک رسول اللہ ﷺ طواف نہیں کریں گے... میں بھی نہیں کروں گا.....''

ادھر حدیبیہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی قسمت پر رشک کر رہے تھے..... کہ انہیں مکہ کے اندر جانے کا موقعہ مل گیا ہے..... اب وہ جی بھر کر طواف کریں گے اور بیت اللہ کا دیدار کریں گے..... جان دو عالم ﷺ نے فرمایا:

''وہ ہمارے بغیر طواف نہیں کرے گا.....''

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حیرت سے کہا:

''کیسے نہیں کریں گے..... یارسول اللہ ﷺ! جب کہ وہ بیت اللہ کے پاس جا چکے ہیں.....''

''بس میرا اس کے بارے میں یہی گمان ہے کہ وہ ہمارے بغیر طواف نہیں کرے گا... خواہ اسے پورا سال مکہ میں گزارنا پڑ جائے...''

سبحان اللہ! اگر ایک طرف حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا عشق مثالی تھا.....تو دوسری طرف ان کے محبوب آقا کا ان پر اعتماد بھی اپنی مثال آپ تھا.....

بہر حال مشرکین کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا یہ رویہ ناگوار گزرا اور انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو ان کے ساتھیوں سمیت گرفتار کر لیا.....

عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کی افواہ

نہ جانے ماہرین نفسیات کے نزدیک اس کی وجوہات کیا ہیں.....مگر یہ ایک حقیقت ہے کہ بے اعتمادی کی فضا میں افواہیں بہت پھیلتی ہیں.....حدیبیہ میں بھی یہی ہوا.....حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کہ گرفتاری سے حدیبیہ میں یہ افواہ پھیل گئی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید کر دیئے گئے ہیں..... جان دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سخت صدمہ پہنچا.....اور جان دو عالم ﷺ نے فرمایا:

''اب ہم لڑائی کئے بغیر ایک قدم پیچھے نہیں ہٹیں گے.....''

قتل عثمان کی افواہ پر بیعت رضوان

اس موقعہ پر جان دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے وہ مشہور بیعت

لی..... جو بیعت رضوان کے نام سے مشہور ہے..... یہ بیعت موت پر تھی..... یعنی جب تک دم میں دم ہے لڑتے رہیں گے..... اور کسی صورت میں بھی پیچھے نہیں ہٹیں گے.....

صحابہ کرام جوق در جوق بیعت ہونے لگے..... ایک جماعت فارغ نہیں ہوتی تھی کہ دوسری تیار کھڑی ہوتی تھی..... رفتہ رفتہ سب اس سعادت سے بہرہ ور ہوگئے..... مگر ایک جانثار محروم رہ گیا..... اور اس کی یہ محرومی ہی اس کے لئے ایک انوکھی خوش نصیبی کی نوید بن گئی..... اس خوش نصیب ''محروم'' کا نام عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ہے.....

یہ بیعت چونکہ ایک بہت بڑا اعزاز تھا..... اس لئے جان دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے گوارا نہ کیا کہ جان ہتھیلی پر رکھ کر مکہ میں جانے والا اور اب تک کی اطلاعات کے مطابق شہید ہو جانے والا عثمان ﷺ اس سعادت سے محروم رہ جائے..... چنانچہ آپ ﷺ نے بارگاہ الٰہی میں عرض کی:

''یا الٰہی! چونکہ عثمان اللہ اور اس کے رسول کی خدمت گزاری کے سلسلے میں مکہ گیا ہوا ہے..... اور آج کی بیعت میں شامل نہیں ہوسکا..... اس لئے میں خود ہی اس کی طرف سے بیعت لے رہا ہوں.....''

اس کے بعد آپ ﷺ نے اپنا بایاں ہاتھ عثمان ﷺ کا ہاتھ قرار دیا اور اس کو اپنے ہی دائیں ہاتھ میں لے کر خود ہی عثمان ﷺ سے بیعت لے لی.....

من تو شدم تو من شدی... من جاں شدم تو تن شدی
تاکس نگوید بعد ازیں... من دیگرم تو دیگری

حدیبیہ میں مشرکین سے جھڑپ

رات کے وقت مشرکین کا ایک چھوٹا سا دستہ اہل ایمان کی قیام گاہ کے گرد چپکے چپکے چکر لگانے لگا..... تاکہ اگر موقعہ ملے تو شب خون مارا جائے..... اور لوٹ مار کی جائے..... مگر مسلمانوں کی حفاظت پر حضرت محمد ابن مسلمہ رضی اللہ عنہ جیسا جہاندیدہ شجاع متعین تھا..... چنانچہ بجائے اس کے کہ مشرکین حملہ کرتے..... الٹا حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے ان کو چاروں طرف سے گھیر کر پکڑ لیا اور سوائے ایک آدمی کے کوئی بھی بھاگنے میں کامیاب نہ ہو سکا.....

مشرکین کو اس بات کا پتہ چلا تو انہوں نے اپنے آدمیوں کو چھڑانے کے لئے مزید جمعیت روانہ کر دی..... ان لوگوں نے آتے ہی مسلمانوں پر حملہ کر دیا..... مگر مسلمان ایسی چھوٹی چھوٹی جمعیتوں کو کہاں خاطر میں لانے والے تھے..... انہوں نے ایسا بھرپور جوابی حملہ کیا کہ بارہ آدمی مزید گرفتار کر لئے اور باقی بھاگ گئے.....

ایک بار پھر صلح کی کوشش

جب مشرکین نے دیکھا کہ ہماری کوئی پیش نہیں جاتی تو صلح پر آمادہ ہو گئے..... اب کی بار اس مقصد کے لئے سہیل ابن عمرو کو بھیجا گیا..... سہیل نے نسبتاً اچھے انداز میں گفتگو کا آغاز کیا..... اور کہا کہ: ہماری طرف سے مسلمانوں پر حملہ کرنے کی جو غلطی سرزد ہوئی ہے وہ چند جلد باز اور سرپھرے نوجوانوں کی کارستانی ہے..... ورنہ سمجھدار لوگ ان کی اس حرکت سے ناخوش ہیں..... بہرحال جو ہوا سو ہوا..... اب آپ کے ساتھیوں نے جو ہمارے آدمی پکڑ رکھے ہیں ان کو رہا کر دیجئے.....

جان دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''تم نے بھی ہمارے ساتھی گرفتار کرر کھے ہیں..... اگر تم ان کو چھوڑ دو تو ہم بھی رہا کر دیں گے.....''

سہیل نے تبادلے کی یہ تجویز منظور کر لی اور اس طرح دونوں طرف کے گرفتار شدگان کو رہائی مل گئی.....

جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ رہا ہو کر حدیبیہ پہنچے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ان سے کہا:

''آپ نے تو خوب مزے لوٹے ہوں گے..... اور جی بھر کر طواف کیے ہوں گے؟...''

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ہو بہو ویسا ہی جواب دیا..... جیسا جان دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں گمان کیا تھا..... انہوں نے کہا:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہاں چھوڑ کر میں طواف کرنے کا تصور بھی نہیں کر سکتا..... واللہ! اگر میں ایک سال بھی وہاں رہتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر ہرگز طواف نہ کرتا.....''

سہیل کی دوبارہ آمد

سہیل چونکہ دونوں طرف کے گرفتار شدگان کو رہائی دلوانے میں کامیاب رہا تھا..... اور فریقین کے دلوں میں اس کے لئے نرم گوشہ موجود تھا..... اس لئے اہل مکہ نے صلح کے بارے میں مذاکرات کرنے کے لئے بھی اسی کا انتخاب کیا..... اور صلح کے لئے جانے والے دورکنی وفد کی قیادت اس کو سونپ دی.....

سہیل ایک بار پھر جان دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور بسلسلہ صلح بات چیت شروع کی..... دوران تکلم اس کی آواز بلند ہونے لگی... تو ایک صحابی نے کہا:

"اخفض صوتک عند رسول اللہ ﷺ"

"رسول اللہ ﷺ کے روبرو اپنی آواز کو نیچا رکھ....."

بہر حال گفتگو جاری رہی..... سہیل نے کہا:

"محمد (ﷺ) ہمیں تمہارے عمرہ پر کوئی اعتراض نہیں ہے..... تم آئندہ سال بے شک عمرہ کر لینا..... مگر اس دفعہ ہم اس کی اجازت نہیں دے سکتے... کیونکہ پورے عرب میں یہ بات مشہور ہو جائے گی کہ اہل مکہ نے محمد (ﷺ) کو روکنے کی بہت کوشش کی... مگر کامیاب نہ ہو سکے اور محمد (ﷺ) جبراً مکہ میں داخل ہو گیا....."

جان دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم تو تھے ہی صلح جو اور نرم خو..... آپ ﷺ نے نہ صرف یہ شرط منظور کر لی بلکہ بعض ایسی شرائط بھی مان لیں جو چند پر جوش صحابہ کرام کے لئے وقتی طور پر سخت صدمے کا سبب بنیں..... مگر جان دو عالم ﷺ نے ان کے اعتراضات مسترد کر دیئے.....اور معاہدے کو ضبط تحریر میں لانے کا حکم دے دیا.....

اس معاہدے کے کاتب حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے..... انہوں نے حسب معمول تحریر کا آغاز "بسم اللہ الرحمن الرحیم" سے کیا تو سہیل نے کہا:

"اللہ تو ٹھیک ہے لیکن رحمٰن کے بارے میں ہمیں کچھ پتہ نہیں..... یہ کون ہے.... اس لئے پرانے عرب دستور کے مطابق باسمک اللھم لکھو....."

صحابہ نے اصرار کیا:

"نہیں! ہم بسم اللہ الرحمن الرحیم ہی لکھیں گے....."

لیکن یہ کوئی ایسی اہم بات نہیں تھی..... کیونکہ مقصود تو اللہ کے نام سے آغاز کرنا ہے.....اور یہ مقصد باسمک اللھم سے بھی حاصل ہو جاتا ہے.....اس لئے جان دو عالم ﷺ نے فرمایا:

''جس طرح سہیل کہتا ہے.....اسی طرح لکھ دو.....''

چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے باسمک اللھم لکھ دیا.....اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے معاہدے کا عنوان لکھنا شروع کیا:

''یہ وہ فیصلہ ہے جو محمد رسول اللہ.....''

ابھی اتنا ہی لکھا تھا کہ سہیل نے پھر اعتراض کیا اور جان دو عالم ﷺ سے کہا:

''اگر ہم تمہیں اللہ کا رسول تسلیم کر لیں تو پھر جھگڑا ہی کیا تھا.....اس صورت میں تو ہم نہ صرف یہ کہ تمہیں عمرے کی اجازت دے دیتے..... بلکہ تم پر ایمان لاتے اور تمہاری پیروی کرتے ..... محمد رسول اللہ کی بجائے محمد ابن عبداللہ لکھو.....''

جان دو عالم ﷺ نے فرمایا:

''اگرچہ تم میری تکذیب کرتے ہو.....لیکن اس میں کوئی شبہ نہیں کہ میں اللہ کا سچا رسول ہوں.....''

پھر آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

''محمد رسول اللہ مٹا دو اور محمد ابن عبداللہ لکھو.....''

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

''یا رسول اللہ ﷺ! میں کسی صورت میں آپ کا نام مٹانے کی

جرأت نہیں کر سکتا....."

چنانچہ جان دوعالم ﷺ نے خود اپنے دست مبارک سے **محمد رسول اللہ** مٹا کر **محمد ابن عبداللہ** لکھ دیا.....

اس معاہدۂ صلح کی چھ شرائط لکھی گئیں.....

(1) اس سال مسلمان واپس چلے جائیں.....

(2) آئندہ سال آئیں اور صرف تین دن رہ کر واپس چلے جائیں.....

(3) ہتھیار لگا کر نہ آئیں.....البتہ ہر آدمی ایک عدد تلوار ساتھ لا سکتا ہے.....وہ بھی اس طرح کہ نیام میں بند ہو اور نیام تھیلے میں پڑی ہو.....

(4) مسلمانوں میں سے اگر کوئی شخص مکہ میں رہنا چاہے تو رہ سکتا ہے.....لیکن جو مسلمان مکہ میں پہلے سے موجود ہیں.....وہ اگر مسلمانوں کے ساتھ مدینہ جانا چاہیں تو نہیں جا سکتے.....

(5) اگر کوئی مسلمان مکہ سے بھاگ کر مسلمانوں کے پاس چلا جائے تو اس کو واپس کرنا ہوگا.....لیکن اگر کوئی مسلمان مدینہ سے بھاگ کر مکہ چلا آئے تو اسے واپس نہیں کیا جائے گا.....

(6) عرب کے دیگر قبائل کو اختیار ہوگا کہ اس معاہدہ کے جس فریق کے ساتھ چاہیں شامل ہو جائیں.....

ان میں سے بیشتر شراط بظاہر مسلمانوں کے خلاف تھیں.....خصوصاً یہ شرط کہ "مسلمان مکہ سے بھاگ کر مسلمانوں کے پاس چلا جائے.....اس کو واپس کرنا پڑے گا" کیونکہ مکہ سے جو بھی بھاگتا تھا.....وہ مشرکین کے ظلم وستم سے تنگ آکر بھاگتا تھا.....ایسے مظلوم کو واپس لوٹانا تو اس کو اپنے ہاتھوں اذیتوں کی بھٹی میں جھونکنے کے مترادف تھا.....

(حوالہ جان دوعالم ﷺ وسیرت النبی وسیرت ابن ہشام وسیرت النبی واقدی)

اللہ کے عاشق کی موت

ابھی معاہدہ لکھا جا رہا تھا کہ کفار کے نمائندے سہیل بن عمرو کا لڑکا ابو جندل جو مسلمان ہو چکا تھا اور جسے زنجیروں میں جکڑ دیا گیا تھا..... زنجیروں کو گھسیٹتا ہوا حدیبیہ کے میدان میں پہنچ گیا..... مسلمانوں نے دیکھا تو ان کی خوشی کی حد نہ رہی..... بڑے تپاک سے ابو جندل کو خوش آمدید کہا.....

اس کا باپ سہیل ابھی وہیں تھا..... اس نے اپنے بیٹے کو دیکھا تو غصہ سے بے تاب ہو گیا..... ایک خار دار ٹہنی پکڑی اور اس کے منہ پر پیہم ضربیں لگانا شروع کر دیں..... اسے گریبان سے پکڑ کر گھسیٹنے لگا اور کہنے لگا:

"یا محمد (ﷺ) یہ پہلا آدمی ہے... اس کی واپسی کا میں آپ سے مطالبہ کرتا ہوں..."

حضور ﷺ نے فرمایا:

"ابھی معاہدہ لکھا جا رہا ہے... اس پر دستخط بھی نہیں ہوئے... معاہدہ اس وقت واجب العمل ہوتا ہے جب فریقین اس پر دستخط کر دیں..."

اس نے کہا:

"اگر آپ میرے لڑکے کو واپس نہیں کریں گے تو میں سارے معاہدہ کو کالعدم قرار دے دوں گا....."

حضور ﷺ نے سہیل کو کہا:

''سہیل میرے لئے تو اس کو معاف کردے اور ہمارے پاس

رہنے دے...''

لیکن اس نے اس منت کی بھی پرواہ نہ کی.....ابوجندل نے دیکھا کہ مجھے پھر ظالم باپ کی تحویل میں دے دیا جائے گا اور وہ مجھ سے پہلے سے بھی زیادہ مشق ستم کرے گا تو اس نے فریاد کرنا شروع کی.....

غریب پرور نبی نے ابوجندل کو اپنے پاس بلایا اور اسے فرمایا:

''اے ابوجندل! صبر کرو اور اس کے اجر کی اللہ سے امید رکھو.....

یقیناً اللہ تعالیٰ تیرے لئے اور تیرے کمزور ساتھیوں کے لئے نجات کا راستہ بنانے (ہی) والا ہے.....ہم نے قوم کے ساتھ صلح کی اور ان کے ساتھ عہد و پیمان کیا ہے.....اب ہم عہد شکنی نہیں کر سکتے.....''

اس چیز نے صحابہ کے زخمی جذبات پر نمک پاشی کا کام کیا لیکن کسی کو دم مارنے کی مجال نہ تھی..... حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہیں احرام کھول دیا اور اپنی قربانی کے جانوروں کو ذبح کیا.....

ابو بصیر کی مدینہ طیبہ آمد

بڑے اشتعال انگیز حالات میں جنہوں نے بڑے بڑے ژرف نگاہوں اور عالی نظروں کو ہلا کر رکھ دیا تھا..... حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صلح کا معاہدہ کر کے سرزمین حرم کو انسانی خونریزی سے بچالیا.....اور صلح وامن کے اس معاہدہ کو پایہ تکمیل تک پہنچانے

کے بعد رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے غلامان وفا شعار اور عاشقان دلفگار کے ہمراہ مدینہ طیبہ میں مراجعت فرما ہوئے.....

ابھی چند روز ہی گزرے تھے کہ مکہ سے ایک نوجوان جو دعوت حق قبول کرنے کی پاداش میں عرصہ دراز سے اپنے خاندان کے جور وستم کا تختہ مشق بن ہوا تھا.....اور جسے انہوں نے آہنی زنجیروں میں جکڑ کر ایک تنگ وتاریک کوٹھڑی میں قید کر رکھا تھا.....

کسی طرح اپنی زنجیروں کو کاٹ کر ان کے عقوبت خانہ سے نکل جانے میں کامیاب ہوگیا.....راہ عشق ووفا کا یہ آبلہ پا مسافر سینکڑوں میلوں کی مسافت پاپیادہ طے کر کے اپنے محبوب کے قدموں میں حاضر ہوگیا.....روئے جاناں دیکھ کر قید وبند کی صعوبتیں اور راہ کی کوفتیں سب فراموش ہوگئیں.....گویا وہ دوزخ سے نکل کر فردوس برس میں آ گیا ہو.....

اسے یہاں آئے ہوئے بمشکل تین دن گزرے ہوں گے کہ ایک نئی آزمائش نے اس کے دروازے پر دستک دی اور اسے چونکا دیا.....اس کے دو قریبی رشتہ داروں اخنس بن شریق اور ازہر بن عبد عوف الزہری نے اپنا خط دے کر خنیس بن جابر کو بھیجا .....یہ خط انہوں نے نبی مکرم کی طرف لکھا تھا کہ ہمارا ایک عزیز ابوبصیر ہماری اجازت کے بغیر یہاں سے بھاگ کر آپ کے پاس پہنچ گیا ہے.....طے شدہ معاہدہ کے مطابق اسے ہمارے ان دو آدمیوں کے ہمراہ بھیج دیں.....خنیس عامری کے ساتھ جو دوسرا آدمی آیا اس کا نام کوثر تھا.....

حضرت ابی بن کعب نے وہ خط پڑھ کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سنایا نبی مکرم نے ابوبصیر کو بلایا اور ان دو آدمیوں کے حوالے کر دیا اور فرمایا تم ان دونوں کے ساتھ چلے جاؤ.....اس نے عرض کیا:

''یارسول اللہ ﷺ! آپ مجھے کافروں کے پاس بھیج رہے ہیں....

وہ مجھے آزمائش میں مبتلا کر کے مجھے میرے ایمان سے محروم نہ کر دیں...''

رحمت عالم ﷺ نے بڑے پیارے انداز سے اپنے عاشق دلفگار کو فرمایا:

''اے ابو بصیر! تم جانتے ہو ہم نے اس قوم کے ساتھ جو معاہدہ کیا ہے اور ہمارا دین ہمیں غداری کی اجازت نہیں دیتا..... اللہ تعالیٰ تمہارے لئے اور تمہارے ساتھ جو مسلمان ہیں ان کے لئے نجات کا راستہ ہموار کر دے گا.....''

اس نے پھر عرض کی:

''یا رسول اللہ! آپ مجھے مشرکین کے حوالے کر رہے ہیں.....''

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''ابو بصیر چلے جاؤ..... اللہ تعالیٰ بہت جلد تیری نجات اور رہائی کا دروازہ کھول دے گا.....''

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو سرکار دو عالم ﷺ کے راز دان تھے..... حضور ﷺ کے ارشادات کے دوررس معانی پر جن کی نگاہ تھی..... وہ چپکے چپکے اسے بشارتیں دے رہے تھے کہ آقا نے فرما دیا ہے یقیناً تیری نجات کا بہت جلد انتظام ہونے والا ہے.....

وہ دونوں آدمی ابو بصیر کو اپنی نگرانی میں لے کر روانہ ہو گئے اور ظہر کے وقت ذوالحلیفہ پہنچے..... ابو بصیر نے مسجد میں دو رکعت نماز ظہر ادا کی..... ان کے پاس زادراہ کے طور پر کچھ کھجوریں تھیں وہ نکالیں اور اپنے ساتھیوں کو بھی دعوت دی کہ وہ بھی آ کر کھائیں..... انہوں نے بھی اپنا توشہ دان کھولا جس میں روٹی کے چند ٹکڑے تھے سب

نے جو کچھ تھا مل کر کھایا..... خنیس عامری نے اپنی تلوار دیوار سے لٹکا دی تھی اور باتیں کرنے لگے.....

عامری نے اپنی تلوار نیام سے نکالی اور اسے لہرا کر کہنے لگا:

''میں اپنی اس تلوار سے صبح سے شام تک اوس و خزرج کا قتل عام کروں گا.....''

ابوبصیر نے کہا: ''تمہاری تلوار کاٹتی بھی ہے یا یوں ہی شیخی بگھار رہے ہو؟''

اس نے کہا: ''بے شک اس کی دھار بڑی تیز ہے.....''

ابوبصیر نے کہا: ''ذرا مجھے دو میں بھی دیکھوں.....''

جب تلوار ابوبصیر کے ہاتھ میں آئی تو انہوں نے بجلی کی سرعت کے ساتھ وار کر کے خنیس کا کام تمام کر دیا..... پھر وہ کوثر پر جھپٹے لیکن وہ بھاگ نکلا..... انہوں نے اس کو پکڑنے کی کوشش کی لیکن وہ قابو نہ آیا..... وہاں سے بھاگ کر سیدھا مدینہ طیبہ پہنچا..... نبی مکرم ﷺ نماز عصر سے فارغ ہو کر صحابہ کرام کے ساتھ ہمکلام تھے کہ کوثر دکھائی دیا..... سانس پھولا ہوا..... پسینہ بہہ رہا ہے اور چہرہ پر ہوائیاں اڑ رہی ہیں.....

جب خدمت اقدس میں پہنچا تو حضور ﷺ نے دریافت کیا:

"ویحلک مالک" کیا بنی؟

وہ کہنے لگا: آپ کے آدمی نے میرے ساتھی کو قتل کر دیا ہے اور میں بڑی مشکل سے جان بچا کر یہاں آیا ہوں..... وہ بھی آ رہا ہے..... وہ مجھے زندہ نہیں چھوڑے گا..... رحمت عالم سے جان کی امان مانگی..... حضور نے اس کو پناہ دے دی.... اتنے میں ابوبصیر بھی پہنچ گیا..... وہ عامری کے اونٹ پر سوار تھا..... مسجد کے دروازے پر اونٹ بٹھایا اور اس کی تلوار گلے میں حمائل کئے ہوئے حاضر ہو گیا..... اور عرض کیا:

''یا رسول اللہ! آپ نے اپنا وعدہ پورا کر دیا تھا آپ نے مجھے دشمن کے ہاتھ میں دے دیا..... میں اپنا دین بچا کر پھر حاضر ہو گیا ہوں.....''

حضور علیہ السلام نے فرمایا:

''ویل امة مسعر حرب لو کان معه رجال.....''

یعنی اگر اسے آدمی مل جائیں تو یہ جنگ کی آگ خوب بھڑکا سکتا ہے.....

ابو بصیر نے مقتول عامری کے کپڑے ہتھیار اور اونٹ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیئے تاکہ اس سے پانچواں حصہ لے لیں..... حضور ﷺ نے لینے سے انکار کر دیا اور فرمایا:

''اگر میں خمس لوں تو وہ کہیں گے کہ میں نے وعدہ پورا نہیں کیا... تو جان اور یہ سامان یہاں سے جدھر تیرا جی چاہتا ہے چلا جا.....''

وہ مدینہ طیبہ سے نکل کر سیف البحر کے مقام پر آ کر قیام پذیر ہو گیا..... بعض کہتے ہیں کہ قبیلہ جہینہ کے علاقہ العیص اور ذی المروہ کے درمیان آ کر قیام کیا..... یہ جگہ سیف البحر کے قریب ہے اور مکہ کے تجارتی راستہ پر واقع ہے.....

جب سہیل بن عمرو نے یہ سنا کہ ابو بصیر نے عامری کو قتل کر دیا تو اسے بڑا رنج ہوا.... وہ غصہ سے کہنے لگا کہ ہم نے اس لئے تو محمد (ﷺ) کے ساتھ معاہدہ نہیں کیا تھا....دوسرے قریشیوں نے سنا تو کہا کہ حضور نے اپنا وعدہ پورا کر دیا.....ہمارے آدمی کو تمہارے آدمیوں کے حوالے کر دیا.....راستہ میں اگر اس نے تمہارے آدمی کو قتل کر دیا تو اس کی ذمہ داری حضور پر عائد نہیں ہوتی.....

ابو بصیر جب مدینہ طیبہ سے نکلے تھے تو ان کے پاس مٹھی بھر کھجوریں تھیں..... تین دن تک ان پر گزارا کیا..... جب ساحل پر پہنچے تو مچھلیاں مل گئیں جو سمندر کی موجوں نے ساحل پر پھینکی تھیں..... انہیں بھون بھون کر پیٹ بھرتے رہے..... اس بات کی اطلاع مظلوم مسلمانوں کو پہنچی جو ابھی تک مکہ میں اپنے رشتہ داروں کے ظلم وستم کی چکی میں پس رہے تھے..... آہستہ آہستہ لوگ کھسک کر ان کے پاس پہنچنے لگے..... واقدی کہتے ہیں کہ حضرت فاروق اعظم نے ان مظلوموں تک ابو بصیر کے بارے میں جو فقرہ زبان رسالت سے نکلا تھا وہ پہنچا دیا آپ نے انہیں یہ بھی بتایا کہ وہ فلاں جگہ اقامت گزین ہے.....

ابو جندل جس کو اس کا باپ حضور سے زبردستی لے آیا تھا..... وہ بھی ستر دیگر مسلمانوں کے ساتھ سیف البحر پہنچ گیا..... ابو جندل کے پہنچنے سے پہلے ان لوگوں کا امیر ابو بصیر تھا..... جب ابو جندل پہنچ گئے تو اس گروہ کی قیادت ان کے سپرد کر دی گئی کیونکہ وہ قریشی تھے..... اس کے بعد مسلمانوں کی امامت ابو جندل کرایا کرتے..... ان کے بارے میں گردونواح کے لوگوں نے سنا تو وہ بھی ان کے ساتھ شامل ہو گئے..... بنی غفار... اسلم اور جہینہ قبائل کے طالع آزما بھی آ کر ان کے ساتھ مل گئے یہاں تک کہ ان کی تعداد تین سو ہو گئی.....

اکا دکا قریشی اگر ان کے ہتھے چڑھ جاتا تو وہ اسے قتل کر دیتے..... کوئی تجارتی قافلہ گزرتا تو اسے لوٹ لیتے..... اگر کوئی مقابلہ کرتا تو اسے موت کے گھاٹ اتار دیتے..... ان کی روزمرہ کی کاروائیوں سے اہل مکہ کے اوسان خطا ہو گئے..... آخر لاچار مجبور ہو کر انہوں نے کفر وشرک کے سالار اعظم ابو سفیان بن حرب کو مجبور کیا کہ وہ حاضر خدمت ہو کر عرض کرے کہ آپ اپنے آدمیوں کو اپنے پاس بلا لیں..... ہم کوئی اعتراض نہیں کریں گے اور اس کے بعد جو آدمی آپ کے پاس جائے اسے آپ اپنے

پاس رکھئے.....ہم صلح نامے کی اس شرط کو منسوخ کرتے ہیں.....

ابوسفیان اپنے وفد کے ساتھ بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا..... بڑی منت و سماجت اور عجز و نیاز سے یہ درخواست پیش کی..... کہ اس شرط کو منسوخ کردیں اور ابو بصیر اور ابوجندل کو واپس بلالیں.....

رحمت عالم نے ان کی درخواست کو شرف قبولیت بخشا.....اور اپنے دونوں مجاہدوں ابوجندل اور ابوبصیر کی طرف نوازش نامہ لکھا..... کہ وہ اپنے مسلمان ساتھیوں کو ہمراہ لے کر مدینہ طیبہ پہنچ جائیں.....اور باقی لوگوں کو اپنے اپنے گھروں کو واپس چلے جانے کی ہدایت کردیں.....آج کے بعد کسی قریشی پر اور ان کے کسی کاروان پر دست تعدی دراز نہ کریں.....

جب سرور عالم کا گرامی نامہ ابوبصیر اور ابوجندل کے پاس پہنچا.....تو اس وقت ابو بصیر حالت نزع میں تھے.....انہوں نے اپنے آقا کا عاطف نامہ اپنے ہاتھ میں لے کر پڑھنا شروع کیا کہ روح قفس عنصری سے پرواز کرگئی.....انا للہ وانا الیہ راجعون.....ابو جندل نے تجہیز و تکفین کے بعد نماز جنازہ پڑھائی.....اس جگہ آپ کی قبر کھودی گئی..... اور اس کشتہ ناوک جمال مصطفوی ﷺ کو لحد میں رکھ کر سپرد خاک کردیا گیا.....

تقریباً تمام سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ..... ”**وجعل عنده قبره مسجد**“ ..اور ان کے مزار پرانوار کے پاس ہی مسجد تعمیر کردی تا کہ اللہ تعالیٰ کے مخلص بندے جب اس مسجد میں اپنے پروردگار کو سجدہ کرنے سے فارغ ہوں تو انہیں ایک عاشق رسالت مآب کی مرقد منور کی زیارت ہوجائے.....

”صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ الہ واصحابہ ومن احبہ واتبعہ وسلم الیٰ یوم الدین...“

حضرت ابوبصیر ابتلاء و آزمائش اور رنج و محن کی قلیل مدت بسر کرنے کے بعد اب وہ ابدی وصال کے مزے لوٹ رہے ہیں..... (حوالہ ایضاً)

آب دہن کی برکت سے خشک کنواں بھر ہو گیا

حضرت براء ابن عازب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حدیبیہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہم چودہ سو افراد تھے:

"والحدیبیه بئر فنزحناها فلم نترک فیها قطرة فبلغ النبی صلی اللہ علیه وسلم فاتاها فجلس علی شفیرها ثم دعا باناء من ماء فتوضا ثم مضمض ودعا ثم صبه فیها ثم قال دعوها ساعة فاروا انفسهم ورکابهم حتیٰ ارتحلوا" (رواه البخاری)

"حدیبیہ میں ایک کنواں تھا جس کا پانی ہم سب نے کھینچ کر استعمال کر لیا تھا....اور اس میں ایک قطرہ بھی پانی نہیں رہا تھا....جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ معلوم ہوا (کہ کنواں خشک ہو گیا ہے اور پانی ختم ہو جانے کی وجہ سے لشکر کے تمام لوگ پریشان ہیں) تو آپ ﷺ کنوئیں پر تشریف لائے اور اس کے کنارے بیٹھ گئے.....پھر آپ ﷺ نے وضو کے پانی کا برتن منگا کر وضو کیا اور وضو کے بعد منہ میں پانی لیا اور دعا مانگی.....اس کے بعد آپ ﷺ نے وہ آب دہن کنوئیں میں ڈال دیا.....اور فرمایا کہ ساعت بھر کنوئیں کو چھوڑ دو.....اور پھر (ایک ساعت کے بعد کنوئیں میں اتنا پانی ہو گیا کہ) تمام لشکر والے

خود بھی اور ان کے مویشی بھی خوب سیراب ہوئے.....اور جب تک وہاں سے کوچ کیا اسی کنوئیں سے پانی لیتے رہے.....'' (بخاری شریف)

انگلیوں سے پانی نکلنے کا معجزہ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مقام حدیبیہ میں (ایک دن ایسا ہوا کہ پانی شدید قلت کے سبب) لوگوں کو سخت پیاس کا سامنا کرنا پڑا:

''بین یدیہ رکوۃ فتوضا منھا ثم اقبل الناس نحوۃ قالوا لیس عندنا ماء نتوضا بہ و نشرب الا ما فی رکوتک فوضع النبی صلی اللہ علیہ وسلم یدہ فی الرکوۃ فجعل المآء یفور من بین اصابعہ کامثال العیون قال فشربنا وتوضانا قیل لجابر کم کنتم قال لو کنا مائۃ الف لکفانا کنا خمس عشرۃ مائۃ ''

''اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک لوٹا تھا جس سے آپ ﷺ نے وضو فرمایا (اور اس میں بہت تھوڑا سا پانی بچا) لوگوں نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ ہمارے لشکر میں پینے اور وضو کرنے کے لئے بالکل پانی نہیں ہے.....بس وہی تھوڑا سا پانی ہے جو آپ ﷺ کے لوٹے میں بچ گیا ہے (اور ظاہر ہے) کہ اس سے سب لوگوں کا کام نہیں چل سکتا) آپ ﷺ نے (یہ سن کر) اپنا دست مبارک اس لوٹے (کے اندر یا اس کے منہ) میں ڈال دیا اور آپ ﷺ کی انگلیوں کے درمیان سے

اس طرح پانی ابلنے لگا جیسے چشمے جاری ہو گئے ہوں..... حضرت جابرؓ کا بیان ہے کہ ہم سب لوگوں نے خوب پانی پیا اور وضو کیا..... حضرت جابرؓ سے پوچھا گیا کہ اس موقع پر تم سب کتنے آدمی تھے؟ تو انہوں نے کہا کہ اگر ہم ایک لاکھ (آدمی) ہوتے تب بھی وہ پانی کافی ہوتا..... ویسے اس وقت ہماری تعداد پندرہ سو تھی....." (بخاری و مسلم)

حضور ﷺ کے بال مریضوں کیلئے شفاء

مقام حدیبیہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حجامت بنوا کر تمام بال ایک سبز درخت پر پھینک دیئے..... تمام اصحاب اسی درخت کے نیچے جمع ہو گئے اور بالوں کو ایک دوسرے سے چھیننے لگے..... حضرت ام عمارہ کہتی ہیں کہ میں نے بھی چند بال حاصل کر لئے..... آنحضرت ﷺ کے بعد جب کوئی بیمار ہوتا تو میں ان مبارک بالوں کو پانی میں ڈبو کر پانی مریض کو پلاتی تو رب العزت اسے صحت عطا کر دیتا.....

آپ ﷺ کے خطوط مبارک

اس وقت دنیا بھر میں پائے جانے والے تبرکات نبوی کی تعداد اور ان کے مسکن کا علم صرف اللہ تعالیٰ ہی کو ہے..... انسانی کوشش بہرحال ناساز رہتی ہے..... ہماری معلومات کے مطابق ان تبرکات میں سب سے زیادہ تعداد موئے مبارک اور مکتوبات

گرامی کی ہے....مندرجہ بالا مضمون محترم جناب نثار احمد فاروقی صاحب شعبہ عربی دہلی یونیورسٹی دہلی نے لکھا ہے.....

آپ لکھتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خطوط اور دستاویزات جواب تک مختلف مصادر سے ہمیں ملتی ہیں ان کی تعداد اڑھائی سو سے زیادہ ہے.....اور ان کا متن حواشی کے ساتھ ''الوثائق السیاسۃ'' میں جاملتا ہے.....دنیا کے تمام بانیاں مذاہب میں یہ امتیاز بھی فخر موجودات صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی ہے کہ آپ کے مکتوبات کی کم از کم چار اصلیں دریافت ہو چکی ہیں.....ہمارے قدیم مورخ بھی بعض خطوط کو اصل شکل میں دیکھنے کی شہادت دیتے ہیں.....ایک خط اسپین کے عیسائی بادشاہوں کے قبضے میں تھا ایک اور خط کے دیکھنے کا حال ابن فضل اللہ العمری نے کتاب المسالک الابصار میں لکھا ہے.....

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک اصل مکتوب اسکاٹ لینڈ کے ایک مستشرق ڈنلاپ (D.M.Dunlop) ساکن برائڈ کرک کو فلسطین کے ایک پادری سے ملا تھا.....اس کا عکس پہلے جرنل آف رائل ایشیاٹک سوسائٹی لندن (جنوری ۱۹۴۰ء) میں شائع ہوا.....اس خط کی جو روایات دوسری کتابوں میں مثلاً طبری.....ابن القیم قسطلانی اور قلقشندی میں ملتی ہیں.....ان میں بعض الفاظ کم و بیش ہیں اس پر تحقیقانہ بحث ڈاکٹر محمد حمید اللہ نے اپنے فاضلانہ مضمون میں کی ہے اس خط کے جواب میں نجاشی ملک حبشہ نے جو خط بھیجا تھا وہ بھی ابن اسحاق اور طبری وغیرہ کے ہاں محفوظ ہے.....

نجاشی کے نام رسالت مآب کے مکتوب گرامی کے بارے میں ڈاکٹر محمد حمید اللہ لکھتے ہیں: ''ابھی حال ہی میں حبشی اطالوی جنگ کی ابتداء میں اخباروں نے (ہمدم نے مصر کے اخبار البلاغ سے اور اس نے اولیس ابابا کے اخبار برہان الاسلام سے نقل کر کے) یہ خبر شائع کی تھی کہ نجاشی نے اپنے خزانے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا

یہ خط جواب تک محفوظ ہے نکال کر مسلمانوں کے ایک وفد کو دکھایا.....''

قدیم روایات میں بھی یہی ملتا ہے کہ نجاشی نے اس خط کو ہاتھی دانت کے ایک ڈبے میں مہر بند کر کے ایک کنیز کو دے دیا تھا کہ وہ اسے محفوظ کردے.....ڈنلاپ نے اس اصل مکتوب کی کیفیت تفصیل سے لکھی ہے.....یہ اکتوبر ۱۹۳۸ء میں دمشق میں کسی شخص نے حبشہ کے ایک پادری سے خریدا تھا.....اور برٹش میوزیم وغیرہ کے ماہرین نے اس کی جانچ کرلی تھی.....آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دو اور خطوط پچھلی صدی میں دریافت ہوئے تھے.....یہ خط مقوقس والی اسکندریہ اور المنذر بن ساوی کے نام ہیں.....

کسریٰ شاہ ایران کے نام نبی ﷺ کا خط

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کسریٰ کو خط لکھا.....جسے پڑھ کر اس نے پھاڑ ڈالا.....ابن شہاب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میرا خیال ہے کہ ابن مسیب رضی اللہ عنہ فرماتے تھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل ایران کے لئے یہ بددعا کی کہ اللہ ان کی حکومت کو پارہ پارہ کردے.....(جیسے انہوں نے خط کو پارہ پارہ کیا)

محمد بن اسحاق کہتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (حضرت) عبداللہ بن حذافہ بن قیس بن عسکری بن سعد بن سہم کو کسریٰ بن ہرمز شاہ فارس کے پاس خط دے کر بھیجا.....جس کا متن یہ تھا:

''بسم اللہ الرحمن الرحیم''

نبی امی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے کسریٰ عظیم فارس کے نام

''سلام ہو اس پر جو ہدایت کی اتباع کرے اور اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاتے ہوئے یہ گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ تنہا ولاشریک ہے.....اور یہ کہ محمد (ﷺ) اس کا بندہ اور رسول ہے.....

اے کسریٰ! میں تجھے خدائی دعوت پہنچا رہا ہوں میں تمام نسل انسانیت کے لئے اللہ کی طرف سے بھیجا گیا ہوں تا کہ ہر زندہ انسان کو عذاب آخرت سے ڈراؤں اور کافروں پر حجت قائم ہو جائے....اے کسریٰ! تم ایمان لے آؤ امن میں رہو گے اگر تم ایمان نہ لائے تو سب مجوس کی گمراہی کے ذمہ دار ہو گے....''

کسریٰ نے جب رسول خدا کا یہ خط دیکھا تو اسے پھاڑ کر پھینک دیا اور کہا: میرا غلام ہو کر مجھے ایسی تحریر بھیجتا ہے.....

محمد بن اسحاق کہتے ہیں: مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے (خط پھاڑے جانے کا ذکر سن کر) فرمایا خدا نے اس کے ملک کے ٹکڑے کر دیئے جیسے اس نے میرے خط کے ٹکڑے کئے ہیں.....

بعد ازاں کسریٰ نے فرمانروائے یمن باذان کو یہ حکم بھیجا کہ حجاز میں ظاہر ہونے والے اس شخص (نبی ﷺ) کے پاس دو طاقتور آدمی بھیجو جو اسے پکڑ کر میرے پاس لے آئیں.....تو باذان نے اپنے معتمد خاص ابا بوہ کو جو اس کا نگران منشی تھا کسریٰ کا خط دے کر بھیجا اور خرخسرو نامی ایک آدمی بھی اسے ساتھ دیا...اور رسول کریم صلی اللہ علیہ

وسلم کو حکم نامہ بھیجا کہ آپ ان کے ساتھ کسریٰ کے دربار میں حاضر ہو جائیں....

یہ دونوں آدمی روانہ ہوئے.... یمن پہنچے..... وہاں ان کی چند قریشی لوگوں سے ملاقات ہوئی انہوں نے آپ کے متعلق ان سے پوچھا انہوں نے بتایا کہ آپ تو مدینہ طیبہ چلے گئے ہیں..... پھر وہ قریشی خوش ہو کر ایک دوسرے سے کہنے لگے مبارک ہو اب بادشاہوں کے بادشاہ کسریٰ نے اسے پکڑنے کا فرمان جاری کر دیا ہے اب تمہارا کام تو ہو گیا.....

پھر وہ دونوں وہاں سے مدینہ پہنچے..... ابابوہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ بادشاہوں کے بادشاہ کسریٰ نے باذان بادشاہ کو فرمان بھیجا ہے کہ آپ کے پاس آدمی بھیجے جائیں جو آپ کو لے کر کسریٰ کے پاس پہنچیں..... تو اس کام کیلئے میں آیا ہوں تا کہ آپ میرے ساتھ چلیں..... اگر آپ میرے ساتھ چلتے ہیں تو باذان آپ کی حمایت میں کسریٰ کے نام خط لکھ دے گا اور آپ سزا سے بچ جائیں گے ورنہ آپ جانتے ہیں کہ وہ آپ کو آپ کے ساتھیوں سمیت ہلاک کر دے گا اور تمہارا علاقہ برباد کر ڈالے گا.....

جب وہ دونوں رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو ان کی داڑھیاں منڈی ہوئی تھیں اور لمبی مونچھیں رکھی ہوئی تھیں.....

آپ نے فرمایا:

''تمہاری بربادی ہو تمہیں ایسا حلیہ بنانے کا حکم کس نے دیا ہے؟''

کہنے لگے: ہمیں ہمارے رب یعنی کسریٰ نے یہ حکم دیا ہے.....

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''مگر میرے رب نے تو مجھے داڑھی بڑھانے اور مونچھیں

کتروانے کا حکم دیا ہے....."

پھر آپ نے ان سے فرمایا: "اب تم چلے جاؤ.....کل میرے پاس آنا!"
ادھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آسمان کے پاس خبر آ گئی کہ اللہ تعالیٰ نے کسریٰ پر اس کے بیٹے شرویہ کو مسلط کیا اور اس نے اسے فلاں ماہ میں فلاں رات کو اتنے بجے قتل کر دیا ہے.....

آپ ﷺ نے ان فرستادوں کو بلا کر کسریٰ کے قتل سے آگاہ کیا.....
وہ کہنے لگے:

"تم کو معلوم ہے کیا کہہ رہے ہو؟ ہم اس بری خبر کا تم سے بڑی آسانی کے ساتھ انتقام لے سکتے ہیں.....کیا ہم اپنے فرمانروا کو تمہارے حوالے سے یہ خبر پہنچا دیں؟"

آپ ﷺ نے فرمایا:

"اسے میری طرف سے اطلاع کر دو اور اسے یہ بھی کہہ دو کہ میرا دین اور میری حکومت عنقریب کسریٰ کی ساری سلطنت کو اپنی آغوش میں لینے کی ہے.....اور جہاں تک انسانوں کے پاؤں اور گھوڑوں کے سم پہنچ سکتے ہیں وہاں تک میرا دین بھی جا پہنچے گا اور اسے یہ بھی کہہ دو کہ اگر تم اسلام لے آؤ تو میں تمہاری حکومت تمہارے ہاتھ میں رہنے دوں گا اور اپنی قوم کے تم ہی فرمانبروا ہو گے....."

پھر آپ ﷺ نے خرخسرو کو ایک ہمیانی دی جس میں کچھ سونا چاندی تھی اور وہ کسی بادشاہ نے آپ کو ہدیہ بھیجی تھی..... چنانچہ وہ دونوں یہاں سے رخصت ہو کر

فرمانروائے یمن باذان کے پاس پہنچے اور اسے سارا ماجرا کہہ سنایا..... وہ کہنے لگا: خدا کی قسم! یہ کسی بادشاہ کا کلام نہیں ہوسکتا اور میں سمجھتا ہوں کہ اپنے دعویٰ کے مطابق یہ نبی ہے اور ہم اس کی خبر کی تصدیق کے منتظر ہیں..... اگر وہ صحیح ثابت ہوئی تو پھر اس میں کچھ کلام نہیں کہ وہ سچا رسول ہے..... اور اگر خلاف واقعہ نکلی تو پھر ہم اس کے بارے میں کچھ سوچیں گے..... ابھی یہی باتیں ہو رہی تھیں کہ شیرویہ کی طرف سے باذان کو یہ خط آ پہنچا.....

امابعد! میں نے کسریٰ کو قتل کر دیا ہے اور اس لئے کیا ہے کہ وہ اہل فارس کے شرفاء کے قتل کا خوگر تھا اور ان کے لشکروں کو ناحق تباہ کر رہا تھا..... جب تمہارے پاس میری تحریر پہنچے تو اپنے اہل ملک سے میری اطاعت کا عہد لو اور جس حجازی شخص کے بارہ میں کسریٰ نے تمہیں خط میں پیغام بھجوایا تھا اس کے بارے میں میری طرف سے دوسرا آرڈر آنے تک کچھ اقدام نہ کیا جائے.....

شیرویہ کہ یہ تحریر پڑھ کر باذان پکار اٹھا کہ بلاشک یہ آدمی سچا رسول ہے تو اسی وقت فرمانرائے یمن نے کلمہ اسلام پڑھ لیا اور اس کے ہاں جتنے اہل فارس رہتے تھے وہ بھی حلقہ بگوش اسلام ہو گئے..... (حوالہ مدارج النبوۃ و حجۃ اللہ)

ذی الکلاع کے نام حضور ﷺ کا خط

ذی الکلاع طائف کے رؤسا میں سے ایک رئیس تھا..... نام اس کا یمفع تھا اور تعلّی وفرعونیت میں انتہا کو پہنچ چکا تھا حتیٰ کہ ربوبیت کا دعویٰ کر رکھا تھا..... حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ خط مبارک روانہ فرمایا اور حضرت جریر کے واپس پہنچنے سے پہلے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا.....

ایک لاکھ آدمی سجدہ کرتے

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت تک ذوالکلاع اپنی فرعونیت اور بے دینی پر قائم رہا..... پھر اسلام کی طرف راغب ہوا اور آٹھ سو غلاموں کے ہمراہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضری دی..... خود اور اس کے تمام غلام مشرف بہ اسلام ہو گئے.....

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے عرض کرنے لگا:

''میرا اتنا بڑا گناہ ہے..... کہ میرا گمان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے معاف نہیں فرمائے گا.....''

آپ نے فرمایا: وہ کیا ہے؟

اس نے عرض کیا: کہ ایک مرتبہ میں ان لوگوں کی نظروں سے اوجھل ہوا جو میرے بندے بن چکے تھے اور جب ظاہر ہوا..... اور ان کی نظر مجھ پر پڑی تو ایک لاکھ کے قریب افراد میرے سامنے سجدے میں گر پڑے..... (یہ ہے میرا گناہ عظیم کہ میں ربوبیت والوہیت میں شراکت کا مدعی بنا رہا)

ایک وقت ایسا بھی آیا وہ سڑا ہوا کھانا کھاتا

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''جب اخلاص کے ساتھ توبہ کر لی جائے تو عظیم سے عظیم گناہ کی مغفرت سے بھی ناامید نہیں ہوا جاسکتا..... بلکہ کرم کریم سے مغفرت کی امید کرنی چاہیے.....''

علوان بن داؤد اپنی قوم کے ایک فرد سے ناقل ہیں کہ مجھے میری قوم نے زمانہ جاہلیت میں ہدیہ وتحفہ دے کر ذوالکلاع کی طرف بھیجا.....میں پورا ایک سال وہاں ٹھہرا رہا مگر اس تک نہ پہنچ سکا.....ایک دن اس نے محل سے جھانکا تو جس نے بھی اسے دیکھا سجدہ میں گر پڑا.....

جب وہ مشرف بہ اسلام ہوا تو پھر میں نے اس کو دیکھا اس نے بازار سے ایک درہم کا گوشت خریدا.....اس کے ساتھ کوئی شخص ایسا نہیں تھا جو اس کو اٹھاتا.....اس نے خود ہی باندھ کر گھوڑے کی زین کے ساتھ لٹکا لیا اور یہ اشعار کہتا ہوا چل دیا۔

ان الدنیا اذا کانت کذا

کل یوم انا منها فی اذی

افسوس ہے دنیا کے لئے جب وہ ایسی ہو جائے کہ ہر دن اس سے مجھے نئی نئی تکالیف اور مصیبتیں پیش آئیں.....

ولقد کنت اذا ماقیل من

انعم الناس معاشا قیل ذا

ایک وقت میری حالت یہ تھی کہ جب دریافت کیا جاتا کہ سب سے زیادہ خوشحال کون ہے تو کہا جاتا یہ ذوالکلاع.....

بدلتنی بعد عزی شقوة

جتذا نیک شقای حبذا

اس دنیا نے عزت کے بعد مجھے ذلت اور مشقت کی حالت میں بدل دیا ہے مگر اے مالک وخالق تیری خاطر پیش آنے والی ذلت ومشقت میرے لئے مبارک ہے اور لائق صد مرحبا.....

آپ ﷺ کا خط جبلہ بن ایہم کے نام

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ملک غسان جبلہ بن ایہم کو دعوت اسلام دی اور خط روانہ فرمایا..... اس نے جوابی عریضہ لکھا اور اپنے اسلام لانے کے متعلق عرض کیا ..... حضرت عمرو بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے دور خلافت تک وہ مسلمان رہا..... حج کے لئے حاضر ہوا..... طواف کرر ہا تھا کہ بنی فزارہ کے ایک آدمی کا پاؤں اس کی چادر پر آ گیا اور اس کی چادر کھل گئی..... اس نے اس شخص کو اس زور سے تھپڑ مارا کہ اس کی ناک ٹوٹ گئی.....

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں اس کے خلاف شکایت کی گئی..... آپ نے اسے فرمایا: تو اس شخص کو راضی کر لو یا تجھ سے قصاص لوں گا..... اس نے کہا: (اگر اسلام میں بادشاہ اور غلام میں کوئی امتیاز نہیں ہے تو) میں نصرانی بن جاتا ہوں.....

آپ نے فرمایا: یہ ارتداد ہے اور مرتد ہونے کی صورت میں تمہیں قتل کر دیا جائے گا..... اس نے کہا: مجھے آج رات غور و فکر کی مہلت دی جائے اور رات ہی را وہ اور اس کے تمام ساتھی ساز و سامان لے کر سوار ہوئے اور قسطنطنیہ کی راہ لی..... اس نے نصرانیت اختیار کر لی اور اسی حالت میں مر گیا..... (العیاذ باللہ)

والی مصر مقوقش کے نام حضور ﷺ کا خط

۶ ہجری میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑوسی ملکوں کے سربراہوں کے نام تبلیغی مکتوب روانہ فرمائے..... تو حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کو مقوقش والی مصر کے

نام مکتوب دے کر روانہ فرمایا..... وہ قدیم الاسلام اور سچے عاشق رسول ﷺ تھے..... تعمیل حکم کے لئے فوراً مصر کی طرف روانہ ہو گئے اور مصر کے دارالخلافت اسکندریہ میں پہنچ کر انہوں نے اپنی آمد کی اطلاع مقوقس کو پہنچائی ...

مقوقس نے اپنے افسروں کو حکم دیا کہ عرب کے اس سفیر سے عزت واحترام سے پیش آئیں اور ان کے قیام وطعام کے لئے بہترین بندوبست کریں..... پھر تیسرے دن حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کو اس وقت دربار میں باریابی کی اجازت دی جب تمام عمائدین سلطنت اور مذہبی پیشوا وہاں جمع ہو چکے تھے..... جب آپؓ دربار میں پہنچے تو مقوقس نے خندہ پیشانی سے آپ کا استقبال کیا اور انہیں اس جگہ بٹھایا جہاں بڑے بڑے بادشاہوں کے سفیروں کو بٹھایا جاتا تھا.....

تھوڑی دیر تک گفتگو ہوتی رہی..... مقوقس نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نامہ مبارک کو بڑی تعظیم سے آنکھوں سے لگایا اور اس کو بغور پڑھا پھر تھوڑی دیر تک سوچنے کے بعد اس موضوع پر گفتگو کی.....

حضرت حاطب رضی اللہ عنہ نے اسلام کی تبلیغ کا حق ادا کر دیا..... مقوقس اس سے بے حد متاثر ہوا..... مگر اپنے درباریوں کے خوف سے اسلام قبول کرنے کی جرأت نہ کر سکا..... البتہ اس نے نامہ مبارک کو بڑے احترام کے ساتھ ہاتھی دانت کے ایک ڈبے میں بند کر کے اس پر اپنی مہر لگائی اور پھر اپنی خاص کنیز کے حوالے کر دیا..... اس نے تیسرے دن پھر آپ کو بلا کر پوچھا:

"اگر آپ کے پیغمبر سچے تھے تو جب ان کی قوم نے ان کو اپنے آبائی وطن سے نکالا تھا تو انہوں نے دشمنوں کے لئے بددعا کیوں نہ کی؟"

جواب میں آپؓ نے فرمایا:

''اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام سچے پیغمبر تھے..... تو جب ان کو صلیب پر چڑھایا گیا تو انہوں نے اپنی قوم کے لئے بددعا کیوں نہ کی؟''

مقوقش یہ جواب سن کر دنگ رہ گیا اور بے اختیار پکار اٹھا:

''بے شک تم خود بھی عقل مند آدمی ہو اور جن کی طرف سے تمہیں بھیجا گیا ہے وہ بھی حکمت و دانش کے مالک ہیں.....''

قیصر... شاہ روم کے نام خط

اس کے نام آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خط لکھا:

''بسم اللہ الرحمن الرحیم''

اللہ کے بندے اور اس کے رسول ﷺ کی جانب سے ہرقل: عظیم روم کی طرف

''اس شخص پر سلام جو ہدایت کی پیروی کرے..... تم اسلام لاؤ..... سالم رہو گے..... اسلام لاؤ..... اللہ تمہیں تمہارا اجر دو بار دے گا.... اگر تم نے روگردانی کی تو تم پر اریسیوں (رعایا) کا (بھی) گناہ ہوگا.....''

''قل یا اھل الکتاب تعالوا الیٰ کلمة سوآء بیننا وبینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک به شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ فان تولوا فقولوا اشھدوا بانا مسلمون O''

''اے اہل کتاب! ایک ایسی بات کی طرف آؤ جو ہمارے اور
تمہارے درمیان برابر ہے کہ اللہ کے سوا کسی اور کی عبادت نہ
کریں.....اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور ہم میں سے
بعض..... بعض کو اللہ کے سوا رب نہ بنائے..... پس اگر وہ منہ
موڑیں تو کہہ دو کہ گواہ رہو ہم مسلمان ہیں...'' (آل عمران:۶۴)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خط کو دحیہ بن خلیفہ کلبی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ بھیجا.....انہیں حکم دیا کہ یہ خط عظیم بصریٰ کے حوالے کر دیں اور وہ اسے قیصر کے پاس پہنچا دے گا.....قیصر اس وقت اس بات پر اللہ تعالیٰ کا شکر بجالانے کے لئے حمص سے پیدل چل کر بیت المقدس آیا تھا.....کہ اللہ تعالیٰ نے اسے اہل فارس پر فتح و نصرت عطا کی ہے.....

جب یہ خط ملا تو اس نے اپنے ہر کارے دوڑائے کہ عرب کا کوئی ایسا آدمی لائیں جو نبی ﷺ کو پہچانتا ہو.....انہیں ابوسفیان کی سربراہی میں قریش کا ایک قافلہ مل گیا..... انہوں نے قافلے کو ہرقل کے پاس حاضر کیا..... ہرقل نے انہیں اپنے دربار میں بلایا.....اس وقت روم کے بڑے بڑے لوگ اس کے گرد اگرد موجود تھے.....

اس نے پوچھا: نسب کے لحاظ سے کون شخص آپ ﷺ کے زیادہ قریب ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ ابوسفیان..... ہرقل نے ابوسفیان کو اپنے قریب کیا..... بقیہ لوگوں کو پیچھے بٹھایا اور کہا: میں اس سے.....اس شخص (نبی ﷺ) کے بارے میں پوچھوں گا..... اگر یہ جھوٹ بولے تو تم لوگ اسے جھٹلا دینا.....اس پر ابوسفیان کو شرم آئی کہ جھوٹ بولے.....اس کے بعد ہرقل اور ابوسفیان میں گفتگو ہوئی.....

ہرقل: تم لوگوں میں اس کا نسب کیا ہے؟

ابوسفیان: وہ اونچے نسب والا ہے.....

ہرقل: تو کیا یہ نبوت کا دعویٰ اس سے پہلے بھی تم میں سے کسی نے کیا تھا؟

ابوسفیان: نہیں.....

ہرقل: کیا اس کے باپ دادا میں سے کوئی بادشاہ گزرا ہے؟

ابوسفیان: نہیں.....

ہرقل: اچھا تو بڑے لوگوں نے اس کی پیروی کی ہے یا کمزوروں نے؟

ابوسفیان: بلکہ کمزوروں نے.....

ہرقل: یہ لوگ بڑھ رہے ہیں یا گھٹ رہے ہیں؟

ابوسفیان: بلکہ بڑھ رہے ہیں.....

ہرقل: تو کیا اس دین میں داخل ہونے کے بعد کوئی شخص اس دین سے برگشتہ ہو کر مرتد بھی ہوا ہے؟

ابوسفیان: نہیں.....

ہرقل: اس نے جو بات کہی ہے کیا اسے کہنے سے پہلے لوگ اس کو جھوٹ سے مہتم کرتے تھے؟

ابوسفیان: نہیں.....

ہرقل: کیا وہ بدعہدی بھی کرتا ہے؟

ابوسفیان: نہیں (اور یہاں ابوسفیان کو ایک مشکوک بات کہنے کا موقع ملا..... چنانچہ اس نے مزید کہا) البتہ ہم لوگ اس وقت اس کے ساتھ صلح کی ایک مدت گزار رہے ہیں..... معلوم نہیں اس میں وہ کیا کرے گا؟

ہرقل: کیا تم لوگوں نے اس سے جنگ کی ہے؟

ابوسفیان: جی ہاں.....

ہرقل: تو تمہاری اور اس کی جنگ کیسی رہی؟

ابوسفیان: جنگ ہمارے اور اس کے درمیان ڈول ہے.....وہ ہمیں زک پہنچا لیتا ہے اور ہم اسے زک پہنچا لیتے ہیں.....

ہرقل: وہ تمہیں کن باتوں کا حکم دیتا ہے؟

ابوسفیان: وہ کہتا ہے صرف اللہ کی عبادت کرو.....اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرو.....تمہارے باپ دادا جو کچھ کہتے تھے اسے چھوڑ دو...وہ ہمیں نماز...سچائی... پرہیزگاری.. پاک دامنی اور صلہ رحمی کا حکم دیتا ہے...

اس کے بعد ہرقل نے اس گفتگو پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا:

☆ تم نے بتایا کہ وہ اونچے نسب والا ہے.....تو دستور یہی ہے کہ پیغمبر اپنی قوم کے اونچے نسب میں بھیجے جاتے ہیں.....

☆ اور تم نے بتایا کہ اس سے پہلے تم میں سے کسی نے یہ بات نہیں کہی.....تو میں کہتا ہوں کہ اگر ایسا ہوتا تو میں کہتا یہ شخص ایک ایسی بات کی نقل کر رہا ہے جو اس سے پہلے کہی جا چکی ہے.....

☆ تم نے بتایا کہ اس کے باپ دادوں میں کوئی بادشاہ نہیں گزرا ہے.....میں کہتا ہوں کہ اس کے باپ دادوں میں اگر کوئی بادشاہ گزرا ہوتا تو میں کہتا وہ شخص اپنے باپ دادا کی بادشاہت طلب کر رہا ہے.....

☆ تم نے بتایا کہ جو بات اس نے کہی اس سے پہلے تم اسے جھوٹ سے متہم نہیں کرتے تھے.....تو میں نے یہ جان لیا کہ ایسا نہیں ہو سکتا کہ وہ لوگوں پر تو جھوٹ نہ بولے اور اللہ پر جھوٹ بولے.....

☆ تم نے یہ بھی بتایا کہ کمزور لوگ اس کی پیروی کر رہے ہیں اور یہ حقیقت یہ ہے کہ یہی لوگ پیغمبروں کے پیروکار ہوتے ہیں.....

☆ تم نے بتایا کہ یہ لوگ زیادہ ہو رہے ہیں اور ایمان کا معاملہ ایسا ہی ہے..... یہاں تک کہ وہ مکمل ہو جائے.....

☆ اور تم نے بتایا کہ ان میں سے کوئی مرتد نہیں ہوتا اور حقیقت یہ ہے کہ ایمان کی بشاشت جو دلوں میں گھر کر جاتی ہے تو ایسا ہی ہوتا ہے.....

☆ تم نے بتایا کہ وہ بدعہدی نہیں کرتا اور پیغمبر ایسے ہی ہوتے ہیں کہ وہ بدعہدی نہیں کرتے.....

☆ اور تم نے بتایا کہ وہ تمہیں صرف اللہ کی عبادت کرنے اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرانے کا حکم دیتا ہے..... بت پرستی سے منع کرتا ہے... نماز... سچائی... پرہیزگاری اور پاک دامنی کا حکم دیتا ہے.....

☆ تو جو کچھ تم نے بتایا ہے اگر وہ برحق ہے تو یہ شخص بہت جلد میرے ان دونوں قدموں کی جگہ کا مالک ہو جائے گا..... میں جانتا تھا کہ یہ نبی آنے والا ہے لیکن میرا یہ گمان نہ تھا کہ وہ تم میں سے ہوگا اور اگر مجھے یقین ہوتا کہ میں اس کے پاس پہنچ سکوں گا تو اس سے ملاقات کی زحمت اٹھاتا اور اگر اس کے پاس ہوتا تو اس کے دونوں پاؤں دھوتا.....

اس کے بعد ہرقل نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خط منگوا کر پڑھا تو آوازیں بلند ہو گئیں اور بہت شور مچا..... چنانچہ اس نے ابوسفیان اور اس کے ساتھیوں کو باہر کرا دیا..... باہر آ کر ابوسفیان نے اپنے ساتھیوں سے کہا:

''ابو کبشہ کے بیٹے کا معاملہ بہت زور پکڑ گیا..... اس سے تو بنواصفر (رومیوں) کا بادشاہ ڈرتا ہے.....''

اس کے بعد ابوسفیان کو برابر یقین رہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دین غالب آ کر رہے گا..... یہاں تک کہ اللہ نے اسے اسلام کی توفیق دی.....

ہرقل نے نامہ بر حضرت دحیہ بن خلیفہ رضی اللہ عنہ کو مال اور پارچہ جات سے نوازا اور پھر حمص واپس چلا گیا..... وہاں ایک بڑے ہال میں عظمائے روم کو باریابی بخشی اور اس کے دروازے بند کرا دیئے..... پھر کہا:

"اے جماعت روم! کیا تم لوگ فلاح و رشد چاہتے ہو اور یہ چاہتے ہو کہ تمہاری بادشاہت برقرار رہے تو اس نبی ﷺ کی پیروی کرلو..."

اس پر وہ وحشی گدھوں کی طرح بدک کر دروازوں کی طرف بھاگے..... مگر دروازوں کو بند پایا..... ادھر قیصر نے ان کی نفرت دیکھی تو کہا: "نہیں میرے پاس پلٹ آؤ....."

پھر ا سے کہا: "میں نے جو بات کہی تھی اس سے تمہارے دین میں تمہاری پختگی آزما رہا تھا..... جسے میں نے دیکھ لیا....." اس پر ان عظماء نے اسے سجدہ کیا اور اس سے خوش ہو گئے.....

اس تفصیل سے ظاہر ہوتا ہے کہ قیصر نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اور آپ کی نبوت کی سچائی کو پوری طرح جان اور پہچان لیا تھا..... لیکن بادشاہت کی محبت غالب آگئی اور وہ اسلام نہ لایا..... چنانچہ اپنا گناہ بھی اٹھایا اور اپنی رعایا کا بار گناہ بھی..... جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نامہ ارک میں تحریر فرمایا تھا.....

(حوالہ سیرت النبی ابن کثیر و سیرت حلبیہ و سیرت ابن ہشام و دلائل النبوۃ و مدارج النبوۃ)

۷ھ کے واقعات

خیبر کے قلعہ کی علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں فتح

علامہ ابن کثیر نے اپنی کتاب ''السیرۃ النبویہ'' میں علامہ مقریزی نے ''امتاع الاسماع'' میں اور دیگر متعدد سیرت نگاروں نے اپنی اپنی تالیفات میں لکھا ہے کہ مرحب اپنے بھائیوں کے ہمراہ اسی قلعہ میں موجود تھا.....اور سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے اس کی جنگ اسی قلعہ کے دروازے کے سامنے ہوئی جس کی تفصیل درج ذیل ہے.....

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی کبھی درد شقیقہ کی تکلیف ہوتی تھی..... یہ تکلیف ایک دو روز جاری رہتی تھی.....جب حضور خیبر میں تشریف لائے تو پھر اس درد شقیقہ کی تکلیف ہوگئی.....جس کی وجہ سے آپ باہر تشریف نہ لاسکے.....حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنا پرچم عطا فرما کر بھیجا..... جنہوں نے ان کے ساتھ شدید جنگ کی لیکن قلعہ فتح نہ ہوا.....

دوسرے روز حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا پرچم لے کر قلعہ پر حملہ کیا اور شدید جنگ کی جو پہلے دن سے بھی زیادہ سخت تھی لیکن قلعہ فتح نہ ہوا.....

صبح کا وقت تھا.....دیکھا کہ یہودی لوگ کسیاں اور پھاوڑے لے کر کھیتوں کی طرف نکلے ہیں.....حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھ کر نعرۂ تکبیر بلند فرمایا اور فرمایا:

''اللہ اکبر خربت خیبر انا اذا نزلنا بساحۃ قوم فساء

صباح المنذرین"

"یعنی "اللہ اکبر" خیبر تباہ ہوگا..... کیونکہ ہم جب کسی قوم کے آنگن میں اترتے ہیں تو اس ڈرائی ہوئی قوم کی خیر نہیں ہوتی....."

سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی دن تک خیبر کا محاصرہ کیے رکھا..... باری باری صحابہ کرام کو فتح کرنے کے لئے بھیجتے رہے..... لیکن خیبر فتح نہ ہوا..... تو ایک دن حضور ﷺ نے فرمایا:

"لا عطین رایة غدا رجلا یفتح اللہ علیه لیس بفرار...
یحب اللہ ورسوله یاخذها عنوة..."

"کل میں یہ جھنڈا اس شخص کو دوں گا جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ اس قلعہ کو فتح فرمائے گا..... وہ شخص فرار نہیں ہوگا..... وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرنے والا ہوگا..... اور قوت بازو سے اس قلعہ پر قابض ہو جائے گا....."

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی سب مجاہدین نے سن لیا..... ان کی یہ رات پیچ و تاب کھاتے گزری..... ہر ایک کی خواہش تھی کہ یہ سعادت اس کو نصیب ہو.....
جب صبح ہوئی تو سارے مجاہدین بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے..... وہ یہ جاننے کے لئے از حد بے قرار تھے کہ وہ کون خوش نصیب ہے جس کو آج پرچم عطا کیا جائے گا.....

سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ آشوب چشم کی تکلیف کے باعث مدینہ طیبہ سے حضور ﷺ کے ہم رکاب خیبر کی طرف روانہ نہیں ہو سکے تھے..... جب سرکار دو عالم ﷺ مدینہ طیبہ سے روانہ ہو گئے تو علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنے دل میں کہا کہ رسول اللہ ﷺ جہاد

پر تشریف لے جائیں اور میں پیچھے رہ جاؤں؟ بخدا ایسا ہر گز نہیں ہوگا.....

چنانچہ دکھتی ہوئی آنکھوں کے ساتھ اپنے آقا کے پیچھے روانہ ہو گئے..... یہاں تک کہ خیبر میں حضور ﷺ کے قریب جا کر اپنی اونٹنی بٹھائی اور حالت یہ تھی کہ آنکھوں پر پٹی بندھی تھی.....اس روز جب حضور ﷺ نماز جمعہ ادا فرما چکے تو جھنڈا منگوایا اور کھڑے ہو کر لوگوں کو وعظ فرمایا.....پھر پوچھا:

"این علی؟" علی کہاں ہیں؟

عرض کیا گیا: "ان کی دونوں آنکھیں دکھتی ہیں...اسلئے یہاں موجود نہیں..."

حضور ﷺ نے انہیں بلا بھیجا..... حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ کو بلانے کے لئے میں گیا..... میں آپ کا ہاتھ پکڑ کر حضور ﷺ کی خدمت میں لے آیا.....

رحمت عالم ﷺ نے پوچھا: "علی تمہیں کیا ہے؟"

عرض کیا:

"یا رسول اللہ ﷺ! آنکھیں دکھنے لگی ہیں اور مجھے اپنے سامنے کچھ دکھائی نہیں دیتا....."

آپ ﷺ نے فرمایا: "میرے نزدیک آجاؤ....."

سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نزدیک ہوا..... حضور ﷺ نے میرا سر اپنی گود مبارک میں رکھا..... پھر اپنا لعاب دہن ہاتھوں پر لگا کر میری آنکھوں پر ملا تو میں اسی وقت صحت یاب ہو گیا گویا مجھے کبھی آشوب چشم کی تکلیف ہوئی ہی نہ تھی.....

حضرت علی حیدر کرار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "فما اشتکیتھما حتی الساعۃ" اس لعاب دہن کی برکت سے ساری عمر آپ کی آنکھوں کو کبھی تکلیف نہ ہوئی.... پھر حضور ﷺ نے انہیں پرچم عطا فرمایا.....

آپ نے عرض کیا:

''یارسول اللہ ﷺ! میں ان سے اس وقت تک جنگ جاری رکھوں جب تک کہ وہ مسلمان نہ ہو جائیں؟''

حضور ﷺ نے فرمایا:

''آہستہ آہستہ ان کے میدان میں جاؤ اور وہاں پہنچ کر انہیں اسلام قبول کرنے کی دعوت دو..... نیز انہیں بتاؤ کہ اگر وہ مسلمان ہو جائیں گے تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے کون سے حقوق ان پر واجب الادا ہوں گے..... اے علی! بخدا! اگر اللہ تعالیٰ تمہارے ذریعے ایک شخص کو بھی ہدایت دے دے تو وہ تمہارے لئے اس سے بدرجہا بہتر ہے کہ تمہیں سرخ اونٹ دیئے جائیں.....''

حضرت علی رضی اللہ عنہ رخصت ہو کر قلعہ کے سامنے تشریف لے گئے اور جا کر اپنا جھنڈا گاڑ دیا..... ایک یہودی نے اس قلعہ کی چھت سے جھانکا اور آپ کو دیکھ کر پوچھا: آپ کون ہیں؟ آپ نے فرمایا: میں علی ہوں..... یہودی کے منہ سے نکلا کہ اس خدا کی قسم! جس نے موسیٰ پر تورات نازل کی..... آپ یہودیوں پر غالب آ جائیں گے.....

یہودیوں کی طرف سے قلعہ سے جو شخص پہلے نکلا وہ مرحب کا بھائی حارث تھا..... اس نے آ کر دعوت مبارزت دی..... سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ اس کا مقابلہ کرنے کے لئے نکلے..... آپ نے پلک جھپکنے میں اس کا کام تمام کر دیا اور جو یہودی حارث کے ساتھ گئے تھے..... وہ لوٹ کر اپنے قلعہ میں آ گئے.....

پھر ایک دوسرا یہودی جو طویل القامت اور بھرے ہوئے جسم کا تھا..... اس کا نام ''عامر'' تھا..... وہ مقابلہ کے لئے نکلا تو حضور ﷺ نے فرمایا: اس پانچ گزے کو تم دیکھ

رہے ہو؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ اس کے مقابلہ کے لئے نکلے.....آپ نے اس پر کئی وار کئے لیکن اس کا کچھ نہ بگڑا.....پھر آپ نے اس کی پنڈلیوں پر تلوار کا وار کیا وہ گھٹنوں کے بل گر پڑا اور آپ نے اس کو جہنم رسید کیا اور اس کے ہتھیاروں پر قبضہ کر لیا.....

اس کے بعد ایک اور یہودی میدان میں نکلا.....اس کا نام "یاسر" تھا اور اس نے رجزیہ اشعار پڑھنے شروع کئے..... یہ یہود کے بڑے طاقتور اور بہادر سپاہیوں میں سے تھا.....اس کے ہاتھ میں ایک چھوٹا نیزہ تھا جس سے وہ لوگوں کو ہانکتا تھا.....اس کے مقابلے کے لئے بھی شیر خدا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ میدان میں آئے.....حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے آپ کو کہا کہ میں آپ کو خدا کی قسم دیتا ہوں کہ آپ میرے اور اس کے درمیان حائل نہ ہوں.....

چنانچہ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ درمیان سے ہٹ گئے.....حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی والدہ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی حضرت صفیہ نے جب دیکھا کہ ان کا لخت جگر اس پیل تن یہودی کے سامنے نکل آیا ہے.....تو عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا یہ شخص میرے بیٹے کو قتل کر دے گا؟

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"بل ابنک یقتلہ ان شاء اللہ"

"اس کی کیا مجال کہ آپ کے بیٹے کا بال بیکا کر سکے.....آپ کا بیٹا اس کو قتل کر دے گا ان شاء اللہ....."

چنانچہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ رجز کہتے ہوئے اس کے ساتھ نبرد آزما ہوئے.....آپ نے اپنی تلوار کی ایک ہی ضرب سے اس کا کام تمام کر دیا.....جب حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے یاسر کو واصل جہنم کیا تو رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرا چچا اور خالو تم پر قربان ہوں.....

پھر فرمایا:

''ہر نبی کا ایک حواری ہوتا ہے اور میرا حواری میری پھوپھی کا لڑکا

زبیر ہے...''

امام مسلم نے سلمہ بن اکوع سے روایت کیا ہے کہ مرحب اپنی تلوار ہوا میں لہراتا ہوا میدان میں نکلا.....اس کے سر پر زرد رنگ کا خود تھا جو یمن کا بنا ہوا تھا.....اس نے یہ رجز پڑھتے ہوئے مسلمانوں کو دعوت مبارزت دی:

''قد علمت خیبر انی مرحب

شاکی السلاح بطل مجرب

اذا اللیوث اقبلت تلھب

''خیبر کے در و دیوار جانتے ہیں کہ میں مرحب ہوں.....ہتھیاروں

سے مسلح ہوں.....بہادر ہوں اور تجربہ کار ہوں.....جب شیر مجھ پر حملہ

کرتے ہیں تو میں جوش سے بھڑک اٹھتا ہوں...''

اس کے مقابلہ میں عامر بن اکوع رضی اللہ عنہ نکلے اور آپ نے یہ رجز پڑھا:

''قد علمت خیبر انی عامر

شاکی السلاح بطل مغامر

''خیبر جانتا ہے کہ میرا نام عامر ہے....میں اسلحہ سے مسلح ہوں....

بہادر ہوں اور خطرات میں کود جانے والا ہوں.....''

انہوں نے ایک دوسرے پر وار کئے.....مرحب کی تلوار حضرت عامر رضی اللہ عنہ کی ڈھال پر لگی.....عامر نے جھک کر اس پر اپنی تلوار کا وار کیا.....آپ کی تلوار زیادہ لمبی نہ

تھی اور وہ آپ کے گھٹنے کی ہڈی پر جا لگی جس کے باعث وہ شہید ہو گئے.... مرحب پھر شیر کی طرح دھاڑتا ہوا میدان میں آیا.... رجز پڑھا اور مد مقابل کا مطالبہ کیا....

اب اس کے سر غرور کو خاک میں ملانے کے لئے اللہ کے شیر سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ تشریف لے آئے.... آپ نے سرخ رنگ کا جبہ پہنا ہوا تھا اور آپ یہ رجز پڑھ رہے تھے:

انا الذی سمتنی امی حیدرا

کلیث غابات کریہ المنظر

اوفیھم بالصاع کیل السندرہ

''میں وہ ہوں جس کا نام اس کی ماں نے حیدر رکھا ہے..... جنگل کے شیروں کی طرح میں بڑا خوفناک ہوں..... میں ان کو ایک صاع کے بدلے بہت بڑے پیالے سے ماپ کر دوں گا.....''

آپ نے اپنی شمشیر خارہ گداز کا وار مرحب کے سر پر کیا..... آپ کی تلوار اس کے فولادی خود کو کاٹتی ہوئی اس کے دانتوں تک اتر گئی..... پھر آپ نے اس کے سر کو کاٹ کر تن سے جدا کر دیا.....

امام احمد سے مروی ہے کہ سیدنا علی مرتضیٰ ؓ نے فرمایا:

''جب میں نے مرحب کو قتل کیا تو میں اس کا سر کاٹ کر لے آیا اور بارگاہ رسالت میں پیش کیا.....''

حضرت جابر ؓ کی ایک روایت میں ہے کہ مرحب کو محمد بن مسلمہ نے قتل کیا تھا..... لیکن صحیح مسلم میں سلمہ بن اکوع ؓ کی روایت سے مروی ہے کہ مرحب کو موت کے گھاٹ اتارنے والے سیدنا علی مرتضیٰ ؓ تھے.....

حدیث بریدہ بن الحصیب اور ابی نافع کی حدیث سے اس قول کی تائید ہوتی ہے اور جابر کی روایت سے امام مسلم کی حدیث زیادہ قوی اور اس پر دو وجوہ سے مقدم ہے .....ایک وجہ تو یہ ہے کہ جس سند سے صحیح مسلم کی حدیث مروی ہے وہ دوسری سند سے اصح ہے.....دوسری وجہ یہ ہے کہ حضرت جابر خیبر کی جنگ میں شریک نہ تھے.....ان کی روایت دید پر نہیں شنید پر موقوف ہے.....

لیکن حضرت سلمہ.....بریدہ اور ابورافع رضی اللہ عنہم یہ تینوں اس جنگ میں شریک تھے اور انہوں نے چشم دید واقعہ بیان کیا ہے.....ابوعمر نے بھی اسی روایت کی تصحیح کی ہے کہ سیدنا علی مرتضیٰ ؓ نے مرحب کو قتل کیا تھا.....اور علامہ ابن اثیر کا یہی قول ہے..... (حوالہ سیرت النبی ابن کثیر)

تلوار کے زخم کا اچھا ہونا

غذوہ خیبر میں حضرت سلمہ بن اکوع کی ٹانگ میں تلوار کا زخم لگ گیا.....حضرت سلمہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے.....

"فنفث فیه ثلاثة نفثات فما استکیتها حتی الساعة"

حضور ﷺ نے تین مرتبہ دم فرمایا.....زخم اسی وقت اچھا ہو گیا...(بخاری غزوہ خیبر)

سورج الٹے پاؤں پلٹ آیا

اسماء بن عمیس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ہم صحرائے خیبر میں تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سر انور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جھولی میں تھا..... دوران وقت وحی نازل ہوئی اور آفتاب غروب ہوگیا..... حضرت علی ﷛ کی نماز قضا ہوگئی..... جب وحی کے آثار ختم ہوگئے تو حضور علیہ السلام نے دعا کی کہ:

''اے اللہ! اگر علی ﷛ تیرے اور تیرے رسول کی اطاعت میں تھے تو سورج کو حکم دے کہ وہ واپس لوٹ آئے.....''

اسماء ﷛ کہتے ہیں کہ سورج غروب ہو چکا تھا..... لیکن ہم نے دیکھا کہ وہ پھر طلوع ہوا اور دشت جبل اس کی کرنوں سے چمکنے لگے.....

طحاویؒ نے کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں..... احمد بن صالح فرماتے ہیں کہ اہل علم کے لئے مناسب نہیں کہ اس حدیث کی مخالفت کریں کیونکہ یہ معجزات ونشانات نبوت میں سے ہے..... (حوالہ دلائل النبوۃ)

تیری مرضی پا گیا سورج پھرا الٹے قدم
تیری انگلی اٹھ گئی چاند کا کلیجہ چر گیا

ایک سیاہ فام غلام کا اسلام قبول کرنا

امام بیہقی نے حضرت جابر و حضرت انس... عروہ اور موسیٰ بن عقبہ رضی اللہ عنہم سے

مندرجہ ذیل واقعہ نقل کیا ہے.....

اہل خیبر میں سے کسی یہودی کا ایک سیاہ فام غلام تھا جو اس کا ریوڑ چرایا کرتا تھا..... جب اس نے دیکھا کہ اس کے مالک کے قبیلہ والوں نے ہتھیار سجا لئے ہیں اور جنگ کے لئے تیار ہو گئے ہیں..... تو اس نے ان سے پوچھا: تمہارا کیا ارادہ ہے؟..... انہوں نے اسے بتایا کہ ہم اس شخص سے لڑنا چاہتے ہیں جو یہ خیال کرتا ہے کہ وہ نبی ہے.....

ان یہودیوں کی زبان سے اس حبشی غلام نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر سنا..... اس نے اپنا ریوڑ لیا اور اسے چرانے کے لئے باہر لے گیا..... مسلمانوں نے اس کو پکڑ لیا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے آئے..... ابن عقبہ کہتے ہیں کہ وہ خود اپنی بھیڑوں کو لے کر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گیا..... سرکار دو عالم ﷺ نے اس سے گفتگو فرمائی.....

اس آدمی نے پوچھا:

''آپ کیا کہتے ہیں اور کس بات کی دعوت دیتے ہیں؟''

حضور ﷺ نے فرمایا:

''میں تمہیں اسلام قبول کرنے کی دعوت دیتا ہوں اور کہتا ہوں کہ تم یہ گواہی دو کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی خدا نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں اور یہ کہ تو اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کی عبادت نہ کرنا.....''

اس غلام نے پوچھا:

''اگر میں یہ شہادت دے دوں اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لے آؤں تو مجھے کیا ملے گا؟''

رحمت عالم ﷺ نے فرمایا:

''اگر تو ایمان لے آیا تو تجھے جنت ملے گی.....''

وہ غلام مسلمان ہو گیا اور عرض کیا:

''اے اللہ کے پیارے رسول ﷺ! میں ایسا شخص ہوں جس کی رنگت کالی ہے.... جس کا چہرہ بدصورت ہے.... جسم سے بدبو اٹھ رہی ہے.... میرے پاس کوئی مال بھی نہیں .... اگر میں ان یہودیوں کے ساتھ جنگ کروں اور قتل کر دیا جاؤں تو کیا جنت میں داخل ہو جاؤں گا؟''

حضور ﷺ نے فرمایا:

''بے شک اگر تو شہید ہو گیا تو میں تجھے جنت کی بشارت دیتا ہوں...'' (حوالہ بیہقی)

امام بخاری نے اپنی صحیح میں یزید بن ابی عبید سے روایت کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں ایک روز میں نے سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کی پنڈلی میں تلوار کی ضرب کا نشان دیکھا۔ میں نے پوچھا اے ابا مسلم! یہ ضرب تمہیں کب لگی ہے؟ انہوں نے بتایا کہ غزوۂ خیبر میں مجھے یہ ضرب لگی تھی۔

لوگوں کو جب پتہ چلا وہ سمجھے کہ سلمہ اس ضرب سے جانبر نہ ہو سکے گا..... میں فوراً اپنے آقا کی خدمت میں حاضر ہوا..... اپنی پنڈلی جس پر تلوار کا گہرا زخم تھا پیش کیا..... رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ اس زخم پر پھونک ماری..... میرا زخم اسی وقت مندمل ہو گیا..... نہ درد رہا اور نہ زخم رہا..... اس وقت سے لے کر آج تک مجھے اس کی کبھی کوئی تکلیف نہیں ہوئی..... (حوالہ بخاری شریف)

ایک روز یہودی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اطہر میں حاضر ہوئے اور کہا اگر آپ ہماری مرضی کے مطابق ہمیں معجزہ دکھائیں تو ہم ایمان لے آئیں گے..... اس

وقت حضور ﷺ حوالی قباء میں ٹھہرے ہوئے تھے..... انہوں نے کھجور کی گٹھلیاں "بوسیدہ ناکارہ کی ہوئی" پیش کردی.... آج ہمارے سامنے بودیں اور علی الصبح یہ ایک سرسبز باغ ہو... جس میں کھجوروں کے خوشے لٹک رہے ہوں تو ہم کھائیں....

ایمان کا بیج قلب مومن میں بونے والے رسول اللہ ﷺ نے ان گٹھلیوں کو زمین میں..... قطار در قطار اپنے دست مبارک سے بودیا اور واپس مدینہ منورہ تشریف لے آئے..... انہوں نے بعد میں یہ گٹھلیاں نکال لیں اور چلے گئے..... قدرت الٰہی! جب سب علی الصبح پہنچے تو وہاں ایک عجیب عالی شان باغ لہلہا رہا تھا اور کھجوروں کے گچھے لٹک رہے تھے.... تو نبی مختار ﷺ نے معہ حاضرین کھجوریں تناول فرمائیں..... لیکن ان کے اندر گٹھلیاں نہیں تھیں..... یہود حیران رہ گئے کہ یہ کیا؟

انہوں نے کہا: "یارسول اللہ ﷺ! ان میں گٹھلیاں نہیں؟"

فرمایا:

"گٹھلیاں تو تم کل ہی نکال کر لے گئے تھے..... اگر تم ایسا نہ کرتے تو ان میں گٹھلیاں بھی ہوتیں....."

خوش نصیب گدھا

فتح خیبر کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم واپس آرہے تھے کہ راستے میں آپ کی خدمت میں ایک گدھا حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا:

"حضور ﷺ! میری عرض بھی سنتے جایئے....."

حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس مسکین جانور کی عرض سننے کو ٹھہر گئے اور فرمایا:

"بتاؤ کیا کہنا چاہتے ہو؟"

وہ بولا:

''حضور ﷺ! میرا نام یزید بن شہاب ہے اور میرے دادا کی نسل

سے خدا نے ساٹھ خر پیدا کئے ہیں ان سب پر اللہ کے نبی سوار

ہوتے رہے اور حضور ﷺ! میرے دل کی یہ تمنا ہے کہ مجھ مسکین پر

حضور ﷺ سواری فرمائیں اور یا رسول اللہ ﷺ! میں اس بات کا

مستحق بھی ہوں اور وہ اس طرح کہ میرے دادا کی اولاد میں سے

سوائے میرے کوئی باقی نہیں رہا اور اللہ کے رسولوں میں سے

سوائے آپ کے کوئی باقی نہیں رہا...''

حضور ﷺ نے اس کی یہ خواہش سن کر فرمایا: اچھا ہم تمہیں اپنی سواری کے لئے منظور فرماتے ہیں اور تمہارا نام بدل کر ہم ''یعفور'' رکھتے ہیں.... (حجۃ العالمین ص ۴۶۰)

جس دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوا اس دن یعفور کا رونا دیکھنے والا تھا..... وہ بے قرار ہو کر کبھی ادھر بھاگتا اور کبھی ادھر بھاگتا.....حتیٰ کہ اسے چین نہ آیا اور ایک کنوئیں میں چھلانگ لگا کر جان دے دی.....

رسول اللہ ﷺ جنت کا راستہ بتانے آئے.....

رسول اللہ ﷺ دوزخ سے بچانے آئے.....

بحر و بر جس کی نبوت کے سامنے سر جھکا گیا.....جس دن آپ ﷺ پیدا ہوئے اس دن ایک سمندر کی مچھلیوں نے دوسرے سمندر کی مچھلیوں کو جا کر مبارکباد دی کہ کائنات کا سردار آ گیا.....

ساری دنیا کے بت زمین پر گر گئے.....

بادشاہوں کے تخت الٹے ہو گئے.....کیونکہ دو جہان کا سردار آ گیا.....

کائنات کا سردار آ گیا..... (حوالہ دلائل النبوۃ و حجۃ اللہ)

۸ھ کے واقعات

فتح مکہ

(رمضان ۸ھ مطابق جنوری ۶۳۰ء)

رمضان ۸ ہجری تاریخ نبوت کا نہایت ہی عظیم الشان عنوان ہے اور سیرت مقدسہ کا یہ وہ سنہرا باب ہے کہ جس کی آب وتاب سے ہر مومن کا قلب قیامت تک مسرتوں کا آفتاب بنا رہے گا..... کیونکہ تاجدار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس تاریخ سے آٹھ سال قبل انتہائی رنجیدگی کے عالم میں اپنے یارِ غار کو ساتھ لے کر رات کی تاریکی میں مکہ سے ہجرت فرما کر اپنے وطن عزیز کو خیر باد کہہ دیا تھا اور مکہ سے نکلتے وقت اللہ کے مقدس گھر خانہ کعبہ پر ایک حسرت بھری نگاہ ڈال کر یہ فرماتے ہوئے مدینہ روانہ ہوئے تھے کہ:

"اے مکہ! اللہ کی قسم! تو میری نگاہ محبت میں تمام دنیا کے شہروں سے زیادہ پیارا ہے..... اگر میری قوم مجھے نہ نکالتی تو میں ہرگز تجھے نہ چھوڑتا....."

لیکن آٹھ برس کے بعد یہی وہ مسرت خیز تاریخ ہے کہ آپ نے ایک فاتح اعظم کی شان وشوکت کے ساتھ اسی شہر مکہ میں نزول اجلال فرمایا اور کعبۃ اللہ میں داخل ہو کر اپنے سجدوں کے جمال وجلال سے اللہ کے مقدس گھر کی عظمت کو سرفراز فرمایا.....

۱۰ رمضان المبارک ۸ ھ ہے..... دس ہزار قدوسیوں کا ایک لشکر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت میں مکہ کی طرف رواں دواں ہے..... اس لشکر کے کوچ کو اہل مکہ سے مخفی رکھا گیا ہے تاکہ وہاں کسی کو اس کا وہم گمان تک نہ ہو سکے اور قوم میں خونریزی نہ ہونے پائے..... یوں بھی محمد ﷺ کی عادت مبارکہ یہ ہے کہ آپ ﷺ دشمن کے سر پر اچانک پہنچ کر اسے بدحواس کر دیتے ہیں.....

لشکر اسلام میں مدینہ منورہ کے مجاہدین کے علاوہ قبائل اسلم..... اشجع..... سلیم وغیرہ کے تقریباً دو ہزار جوان مرد شامل ہیں.....

امہات المومنین میں سے ام المومنین حضرت ام سلمہؓ اور حضرت میمونہؓ آپ ﷺ کے ہمراہ ہیں..... یہ لشکر مدینہ سے روانہ ہو کر منزلیں طے کرتا ہوا مرالظہران میں خیمہ زن ہو جاتا ہے.....

ان ہی ایام میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ مکہ سے ہجرت کر کے اپنے اہل وعیال سمیت مدینہ کی طرف روانہ ہو جاتے ہیں..... اور ذوالحلیفہ میں ان کی ملاقات حضور ﷺ سے ہوتی ہے جہاں وہ خود تو لشکر اسلام کے ساتھ ٹھہر جاتے ہیں لیکن اہل وعیال کو مدینہ بھیج دیتے ہیں.....

مرالظہران میں پڑاؤ کرنے کے بعد سالار لشکر محمد ﷺ نے حکم دے دیا کہ آج لشکری دور دور تک پھیل جائیں اور ہر دستہ کھانا پکانے کے لئے الگ الگ آگ روشن کرے تاکہ دور سے دیکھنے والے کو فوج کی تعداد زیادہ نظر آئے اور دشمن پر ان کی کثرت تعداد کی وجہ سے دہشت طاری ہو جائے.....

فوجی حکمت عملی اس دانائے راز سے پوچھئے جس نے حکیم مطلق سے حکمت و دانائی کا سب سے زیادہ حصہ پایا ہے..... جس نے وہ تمام گتھیاں سلجھا دی ہیں جو صدیوں سے انسانی ذہن میں کلبلا رہی ہیں..... فوج کی نمائش کا یہ کس قدر احسن اور

آسان طریقہ ہے..... جو دشمن پر سراسیمگی طاری کرسکتا ہے اور جس سے خاطر خواہ نتائج حاصل کئے جاسکتے ہیں.....

ادھر اہل مکہ کے کانوں میں یہ بھنک پڑ گئی ہے کہ مسلمانوں کا ایک لشکر مکہ سے بالکل قریب آپہنچا ہے.....اس لئے انہوں نے تحقیق حال کی خاطر ام المومنین حضرت خدیجہؓ کے بھتیجے حکیم بن حزام.....ابوسفیان اور بدیل بن ورقا کو مکہ سے لشکر اسلام کے پڑاؤ کی طرف روانہ کردیا ہے.....وہ رات کی تاریکی میں چھپتے چھپاتے جب مقام اراک میں پہنچتے ہیں تو ایک پہاڑی کی چوٹی سے یہ دیکھ کر دنگ رہ جاتے ہیں کہ وادی فاطمہ میں دور دور تک الاؤ روشن ہیں اور آگ کی اس روشنی میں آدمی چلتے پھرتے نظر آئے ہیں.....

بدیل کہتا ہے: ''یہ بنوخزاعہ کی آگ ہے.....''

ابوسفیان جھلا کر کہتا ہے:

''بنوخزاعہ قلیل وذلیل ہیں.....یہ آگ ان کی نہیں ہوسکتی...'' (حوالہ سیرت المصطفیٰ)

اتفاقاً نگہبانی پر مامور دستے کی ان پر نظر پڑ گئی.....انہوں نے ان تینوں کو گرفتار کرلیا اور جان دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے چلے.....راستے میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوگئی.....حضرت عباسؓ اور ابوسفیان کے مکہ میں بہت اچھے تعلقات رہے تھے.....اس لئے انہوں نے ابوسفیان اور اس کے ساتھیوں کو اپنی تحویل میں لے لیا اور جان دو عالم ﷺ کی خدمت میں پیش کرنے کے لئے لے جانے لگے.....

جب حضرت عمرؓ کے الاؤ کے پاس سے گزرے اور حضرت عمرؓ کی ابوسفیان پر نظر پڑی تو ان کے غصے کی انتہا نہ رہی.....کیونکہ مسلمانوں کی بیشتر مشکلات کا سبب یہی شخص تھا.....چنانچہ اس کو دیکھتے ہی بآواز بلند گویا ہوئے:

''یہ رہا اللہ کا دشمن ابوسفیان..... الحمد للہ کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو ہمارے قابو میں دے دیا ہے.... جب کہ ہمارا نہ اس کے ساتھ کوئی پیمان ہے.... نہ کوئی معاہدہ....''

یعنی اس کو قتل کرنے میں ہم بالکل آزاد ہیں..... پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اٹھے اور جان دو عالم ﷺ کو یہ خوشخبری سنانے جلدی سے چل پڑے..... حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے یہ دیکھ کر اپنی رفتار بھی تیز کر دی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پہلے جان دو عالم ﷺ کے پاس پہنچ گئے.....اسی دوران حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی آپہنچے اور عرض کیا:

''یا رسول اللہ ﷺ! اللہ تعالیٰ نے دشمن خدا ابوسفیان کو ہمارے ہاتھوں میں دے دیا ہے..... اس لئے مجھے اجازت دیجئے کہ میں اس کا سر قلم کر دوں.....''

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ! میں اس کو پناہ دے چکا ہوں... مگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی بات پر اصرار جاری رکھا..... آخر حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو غصہ آگیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہو کر گویا ہوئے:

''ابوسفیان میرے قبیلے کا آدمی ہے نا..... اس لئے تم بڑھ چڑھ کر بول رہے ہو.... اگر تمہارے قبیلے بنی عدی کا فرد ہوتا تو یوں باتیں نہ کرتے....''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا:

''نہیں عباس رضی اللہ عنہ! یہ بات نہیں ہے..... خدا کی قسم! جس دن آپ اسلام لائے تھے..... اس روز مجھے اتنی خوشی ہوئی کہ اگر میرا باپ زندہ ہوتا اور اسلام لاتا..... تب بھی اتنی مسرت نہ ہوتی اور اس کی

وجہ محض یہ تھی کہ رسول اللہ ﷺ کو جس قدر آپ کے اسلام لانے
سے خوشی حاصل ہوئی تھی اتنی مسرت میرے والد کے ایمان لانے
پر یقیناً نہ ہوتی.....''

قصد یہ کہ میں تو رسول اللہ ﷺ کی خوشیوں کا متلاشی رہتا ہوں.....وہ مسرور ہوں تو میں بھی خوش ہو جاتا ہوں.....وہ ملول ہوں تو میں بھی آزردہ ہوں.....اس لئے میں جو بات بھی کرتا ہوں وہ رضائے رسول ﷺ کو مدنظر رکھ کر کرتا ہوں.....تعلقات اور رشتہ داریوں کے پیش نظر میں نے کبھی کوئی بات نہیں کی.....

بہر حال حضرت عباس رضی اللہ عنہ چونکہ ابوسفیان کو پناہ دے چکے تھے.....اس لئے جان دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے قول کی لاج رکھ لی اور فرمایا:

''فی الحال تو اس کو لے جائیں اور اپنی تحویل میں رکھیں.....صبح
میرے پاس لائیں.....''

صبح ہوئی اور لوگ نماز کے لئے بیدار ہونے لگے تو ابوسفیان نے پوچھا: یہ کیا کرنے لگے ہیں؟ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ نماز کی تیاری ہو رہی ہے..... ابوسفیان نے لوگوں کو انتہائی نظم و ضبط سے اٹھ کر وضو کرتے اور باجماعت نماز پڑھتے دیکھا تو وہ بہت متاثر ہوا اور کہنے لگا:

''عجیب طاعت کا مظاہرہ ہے.....محمد (ﷺ) جس کام کا بھی حکم
دیتا ہے.....سب بلا چوں و چرا اس پر عمل کرنے لگتے ہیں.....
اطاعت کا ایسا منظر تو میں نے کسی بڑے سے بڑے شاہی دربار
میں بھی نہیں دیکھا.....''

حضرت عباس ﷺ نے کہا:

''یہ لوگ تو رسول اللہ ﷺ کے ایسے فرمانبردار ہیں کہ اگر رسول اللہ ﷺ انہیں کھانے پینے سے منع کردیں تو یہ بھوکے پیاسے مرجائیں گے... مگر رسول اللہ ﷺ کے حکم سے سرتابی نہیں کریں گے...''

عباسؓ کی حضورؐ کے سامنے پیشی

جان دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ابوسفیان اور دوسرے دو قیدی آپ کے روبرو پیش کئے..... جان دو عالم ﷺ نے پوچھا:

''کیا ابھی وہ لمحہ نہیں آیا کہ تم اس بات کی گواہی دو..... کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے؟''

سب نے کہا کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ اللہ وحدہٗ لاشریک ہے.....ابوسفیان نے مزید کہا:

''اب اس میں کیا شک رہ گیا ہے؟.....اگر اور کوئی خدا ہوتا تو آج ہمارے کام نہ آتا؟.....''

اس اعتراف کے باوجود چونکہ مدتوں سے دلوں میں بتوں کی عظمت بیٹھی ہوئی تھی....خاص طور پر ابوسفیان تو عزیٰ دیوی کا پرجوش پجاری تھا.....

اس لئے کہنے لگا:...

''اب عزیٰ کا کیا کروں گا؟.....''

جان دو عالم ﷺ نے تو کوئی جواب نہ دیا.... البتہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ خیمے کے دروازے سے لگے کھڑے تھے.....اور باتیں سن رہے تھے.....انہوں نے ابوسفیان کی یہ بات سن کر باہر ہی سے ہانک لگائی:

''اب عزیٰ پر بیٹھ کر قضائے حاجت کیا کر.....''

ابوسفیان کھسیانا ہو کر بولا:

''عمر! تو بڑا بدزبان اور فحش گو آدمی ہے.....چپ کر اور مجھے محمد (ﷺ) سے باتیں کرنے دے.....''

جان دو عالم ﷺ نے فرمایا: ''یہ بھی گواہی دو کہ میں اللہ کا رسول ہوں.....''

حکیم ابن حزام اور بدیل ابن ورقاء نے تو بلاتوقف یہ شہادت بھی دے دی.....

البتہ ابوسفیان کہنے لگا کہ:

''اس بات میں ابھی مجھے کچھ تامل ہے...اس لئے فی الحال رہنے دیجئے...''

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا:

''یہ گواہی بھی جلدی سے دے دے.....ایسا نہ ہو کہ رسول اللہ ﷺ کو تیرا سر قلم کرنے کا حکم دینا پڑے.....''

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی تحریص وترغیب پر ابوسفیان نے پورا کلمہ شہادت پڑھ لیا اور مشرف بہ اسلام ہو گیا.....

حضرت عباسؓ کے لئے معافی کا اعلان

اسلام لانے کے بعد ابوسفیان نے پوچھا:

''یارسول اللہ ﷺ! اگر قریش آپ کے مقابلے پر نہ آئیں اور کسی قسم کی مزاحمت نہ کریں تو ان کو امان مل جائے گی؟''

جان دو عالم ﷺ نے فرمایا:

''ہاں! جو شخص ہمارے مزاحم نہ ہو اس کے لئے امان ہے.....''

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے سرگوشی کی:

''یارسول اللہ ﷺ! ابوسفیان جاہ پسند آدمی ہے..... اگر اس موقع پر آپ اس کی کچھ عزت افزائی فرمادیں تو خوش ہو جائے گا.....''

دریائے رحمت جوش میں آیا اور فرمایا:

''من دخل دار ابی سفیان فھو اٰمن...''

''جو شخص ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو جائے اس کیلئے بھی امان ہے.....''

اللہ اکبر! جس شخص نے اب تک مدینہ منورہ میں جان دو عالم ﷺ کو چین نہ لینے دیا..... کبھی یہودیوں کو بھڑکایا..... کبھی عربوں کو مدینہ پر چڑھا لایا..... آج وہی شخص ایک قیدی کی طرح بے بس ہے اور اس کے لئے یہی انعام بس ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے صدقے اس کی جان بخشی ہوگئی ہے..... مگر..... واہ! کیا جود و کرم ہے شہ بطحا تیرا..... کہ تو نے اسی دشمن جان اور عدو امن و امان کے گھر کو دارالامان قرار دے دیا..... **''فصلی اللہ علیک عدد کل ذرۃ الف الف مرۃ.....''**

دخول مکہ کا منظر

دوسرے دن جان دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ میں داخل ہونے کے لئے کوچ کا ارادہ کیا.....تو حضرت عباس ﷺ سے فرمایا: کہ جس پہاڑی کے سامنے سے لشکر گزرے گا.....اس پر آپ ابوسفیان کو لے کر کھڑے ہو جائیں.....تاکہ ابوسفیان جیش الٰہی کے جاہ و جلال اور شان و شوکت کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لے.....حضرت عباس ﷺ نے ایسا ہی کیا اور بلندی پر کھڑے ہو کر حضرت ابوسفیان کو قدسیوں کی اس عظیم جماعت کی روانگی کا منظر دکھانے لگے.....

یہ ایک عجیب روح پرور اور دلکشا نظارا تھا.....بہت بڑا لشکر تھا.....مختلف قبائل کے لوگ تھے.....ہر قبیلہ اپنی نمایاں علامت کی وجہ سے واضح طور پر پہچانا جاتا تھا.....جب یہ قبائل مرکزی کمان کے احکام کے مطابق ایک خاص ترتیب و تنظیم سے یکے بعد دیگرے مکہ کے لئے روانہ ہونے لگے تو ان کا جوش و خروش دیدنی تھا.....

نیزوں کی انیوں اور صقیل شدہ تلواروں کی چمک دمک آنکھوں کو خیرہ کئے دے رہی تھی.....رجزیہ اشعار پڑھتے.....نعرہ ہائے تکبیر بلند کرتے اور اللہ کی حمد و ثنا کے ترانے گاتے ہوئے جب یہ لوگ حضرت ابوسفیان کے سامنے سے گزرے تو حضرت ابوسفیان حیران و ششدر رہ گئے اور حضرت عباس ﷺ سے کہنے لگے:

''عباس! تیرا بھتیجا تو واقعی بہت بڑا بادشاہ بن گیا ہے.....''

حضرت عباس ﷺ نے کہا: ''یہ بادشاہی کا نہیں.....نبوت کا کمال ہے.....''

(بحوالہ جان دو عالم اور سیرت حلبیہ و سیرت ابن ہشام)

جذبہ رحم کی عجیب مثال

مکہ مکرمہ میں داخل ہونے سے پہلے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فوج کو جو ہدایات جاری کی ہیں انہیں پڑھنے سے وہ تمام شک وشبہات جو غیر مسلم اقوام کی طرف سے اسلام پر ظاہر کئے جاتے ہیں سب ختم ہو جاتے ہیں.....

1) ہتھیار ڈال دینے والے کو قتل نہ کیا جائے.....
2) خانہ کعبہ کے اندر داخل ہونے والے کو قتل نہ کیا جائے.....
3) ابوسفیان کے گھر پناہ لینے والے کو قتل نہ کیا جائے.....
4) حکیم بن حزام کے گھر جانے والے کو قتل نہ کیا جائے.....
5) بھاگ جانے والے کا تعاقب نہ کیا جائے.....
6) زخمی کو قتل نہ کیا جائے.....
7) قیدی کو قتل نہ کیا جائے.....
8) اپنے گھر کے اندر بیٹھنے والے کو قتل نہ کیا جائے..... (رحمۃ اللعالمین ص ۱۵۳ ج ۱)

غیر مسلم کو سوچنا چاہیئے کہ اس قسم کے مشفق ومہربان قائد..... سراپا رحمت قائد..... عفو درگزر کرنے والے قائد پر بیجا الزامات تشدد عائد کرنا کہاں تک صحیح ہے....

امام بیہقی اور ابو نعیم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا..... جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم مکہ معظمہ میں داخل ہوئے تو اس وقت بیت اللہ میں تین سو ساٹھ بت تھے..... حضور ﷺ نے اپنے عصا مبارک سے ان تمام بتوں کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا:...

"وقل جاء الحق و زھق الباطل ط ان الباطل کان

زھوقاo" (بنی اسرائیل: ۸۱)

"اور آپ (اعلان) فرمادیجئے آگیا ہے حق اور مٹ گیا ہے باطل.... بے شک باطل تھا ہی مٹنے والا....."

آپ ﷺ جس بت کی طرف بھی اشارہ کرتے وہ بغیر چھوئے نیچے گر پڑتا....

(حوالہ دلائل النبوۃ)

فتح مکہ کے دن حضرت عیسیٰؑ کا ہدیہ تبریک

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ فتح مکہ کے دن ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ طواف کعبہ کر رہے تھے کہ ایک کپڑا اور ہاتھ نمودار ہوئے.....

میں نے پوچھا: یارسول اللہ ﷺ! یہ ہاتھ اور کپڑا کیسا ہے؟

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم نے انہیں دیکھا ہے؟

میں نے کہا: نہیں حضور.....

آنحضرت ﷺ نے فرمایا: یہ عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام تھے جو مجھے سلام کہہ رہے تھے...

(شواہد النبوت)

خفیہ گفتگو بھی جان دو عالم ﷺ نے سن لی

امام ہشام لکھتے ہیں کہ محبوب کریم..... رؤف الرحیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم فتح مکہ کے موقعہ پر کعبہ معظمہ میں داخل ہوئے..... حضرت بلال رضی اللہ عنہ آپ کے ساتھ

تھے..... آپ ﷺ نے ان کو اذان کہنے کا حکم فرمایا..... حضرت ابوسفیان بن حرب..... عتاب بن اُسید..... حارث ابن ہشام (جو اس وقت مسلمان نہ تھے) صحن کعبہ میں بیٹھے تھے.....

عتاب بن اُسید نے کہا کہ:

''میرے باپ اُسید کو اللہ تعالیٰ نے اس آواز کے سننے سے بچا لیا..... ورنہ وہ (اپنے دین کے خلاف آواز سن کر) غضبناک ہوتے.....''

حارث بن ہشام بولے:

''خدا کی قسم! میں اگر یہ سمجھتا کہ یہ (محمد ﷺ) حق پر ہے تو میں اس کا پیروکار ہو جاتا.....''

ابوسفیان بولے:

''میں کوئی بات نہیں کہتا کیونکہ اگر میں نے کوئی بات کہہ دی تو یہ کنکریں جو ہمارے آس پاس ہیں محمد (ﷺ) کو خبر کر دیں گی.....''

اتنے میں حضور علیہ السلام ان کے پاس تشریف لائے اور فرمایا:

''جو کچھ تم نے یہاں کہا..... مجھے معلوم ہو گیا ہے.....''

پھر آپ ﷺ نے ان کی کہی ہوئی ایک ایک بات بیان کر دی..... حارث و عتاب کی زبان سے بے ساختہ نکلا:

''نشهد انک رسول الله والله ما اطلع علی هذا احد کان معنا فنقول اخبرک.....''

''ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں..... خدا کی قسم ہمارے ساتھ کوئی غیر نہ تھا..... جس نے یہ بات سن کر آپ کو بتائی ہو...''

(ابن کثیر ۲/۳۷۴ والبدایہ والنہایہ ص ۴/۳۰۳)

فتح مکہ کے وقت بت شکنی کا منظر

فتح مکہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اب مکے کے لئے قیامت تک کبھی جنگ نہیں ہوگی.....''

اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مکہ میں اعلان کیا گیا:

''جو شخص اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے وہ اپنے گھر میں بت کو باقی نہ چھوڑے بلکہ اسے توڑ ڈالے.....''

ابو سفیان کی بیوی ہندہ جب مسلمان ہوگئیں تو وہ اپنے گھر میں اس بت کی طرف بڑھیں جوان کا نجی بت تھا..... ہندہ اس بت کو ٹھوکریں مارنے لگیں اور ساتھ ہی کہتی جاتی تھیں:

''ہم لوگ تیری وجہ سے بڑے دھوکہ اور غرور میں تھے.....''

اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکے کے نواحی علاقوں میں صحابہ کی مختلف فوجی مہمیں روانہ کیں تاکہ گردوپیش میں جو بڑے بڑے بت ہیں ان کو توڑ دیا جائے..... کیونکہ مشرکوں نے کعبہ کے بتوں کے علاوہ اور بھی بہت سے بت بنا رکھے تھے جن کے لئے انہوں نے باقاعدہ عبادت گاہیں تعمیر کر رکھی تھیں اور ان میں وہ بت رکھے گئے تھے.....

مشرکین ان بتوں اور عبادت گاہوں کی بھی اتنی ہی تعظیم اور اتنا ہی احترام کرتے تھے جتنا کعبہ کا کرتے تھے..... ان میں بھی وہ اسی طرح جانور قربانی کیا کرتے تھے جس طرح کعبہ کے لئے کرتے تھے اور ان کا ابھی اسی طرح طواف کرتے تھے جس طرح کعبہ کا طواف کرتے تھے.....

غرض ہر خاندان کا ایک علیحدہ بت تھا جیسا کہ بیان ہوا یعنی عزیٰ..... سواع اور منات وغیرہ..... جن کے متعلق تفصیلی بیان آگے آئے گا جہاں صحابہ کی فوجی مہموں کا ذکر ہوگا..... انشاء اللہ.....

حضور ﷺ کا مثالی انصاف

فتح مکہ کے بعد کا واقعہ ہے کہ بنی مخزوم میں سے ایک عورت فاطمہ بنت الاسود چوری کے جرم میں پکڑی گئی..... ثبوت جرم کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دے دیا..... شرفائے قریش کو یہ ناگوار گزرا..... انہوں نے چاہا کہ سفارش کر کے اس عورت کو سزا سے بچالیں مگر سفارش کرنے کی جرأت نہ ہوئی..... آخر حضرت اسامہ بن زید ؓ کو کہہ سن کر آمادہ کرلیا..... انہوں نے آپ ﷺ سے سفارش کی.....

تو آپ ﷺ نے فرمایا:

"اسامہ تم اللہ کی مقرر کردہ سزا میں سفارش کو دخل دیتے ہو....."

پھر آپ ﷺ اٹھے اور لوگوں کے مجمع میں تقریر فرماتے ہوئے کہا:

"اے لوگو! تم سے پہلے کی قومیں اسی لئے تباہ ہوگئیں کہ جب ان

میں کوئی بڑا خاندانی شخص چوری کرتا تھا تو لوگ اسے چھوڑ دیتے تھے اور جب کوئی کمزور چوری کرتا تو اسے سزا دیتے تھے..... خدا گواہ ہے کہ اگر فاطمہ بنت محمد (ﷺ) نے چوری کی ہوتی تو یقیناً میں اس کا بھی ہاتھ کاٹ ڈالتا.....''

ایک کافرہ کا قبول اسلام

حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے بعد ایک دن مکہ معظمہ کی ایک کافرہ عورت کے مکان کی دیوار سے تکیہ لگا کر کسی اپنے غلام سے گفتگو فرما رہے تھے.....اس مکان والی کافرہ کو جب پتہ چلا کہ محمد (ﷺ) میرے مکان کی دیوار سے تکیہ لگائے کھڑے ہیں تو بغض وعداوت سے اس نے اپنے مکان کی سب کھڑکیاں بند کر ڈالیں تاکہ حضور ﷺ کی آواز نہ سن پائے.....

اسی وقت جبرائیل امین حاضر ہوئے اور عرض کیا:

''یارسول اللہ ﷺ! خدا فرماتا ہے کہ اگرچہ یہ عورت کافرہ ہے مگر آپ کی شان بڑی ارفع و بلند ہے..... چونکہ اس کافرہ کے مکان کی دیوار کے ساتھ آپ ﷺ کی پشت انور لگ گئی ہے اس لئے میں نہیں چاہتا کہ یہ مکان والی اب جہنم میں جلے.....اس عورت نے تو اپنے مکان کی کھڑکیوں کو بند کیا ہے مگر میں نے اس کے دل کی کھڑکی کھول دی ہے اور یہ صرف اس کی دیوار سے آپ ﷺ کے

تکیہ لگا کر کھڑے ہونے کی برکت سے ہے....."

اتنے میں وہ عورت بے چین ہو کر گھر سے نکلی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں گر گئی اور سچے دل سے پکار اٹھی... "اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد انک رسول اللہ..." (نزہۃ المجالس ص ۸۷ ج۲)

حاکم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مجھے لے کر روانہ ہوئے کچھ دیر بعد ہم کعبہ مشرفہ پہنچ گئے.....آپ ﷺ نے فرمایا: بیٹھ جاؤ.....میں کعبہ کے ساتھ بیٹھ گیا.....حضور ﷺ میرے کندھوں پر چڑھ گئے.....پھر آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: اٹھو.....میں اٹھنے لگا.....جب آپ ﷺ نے میرے کمزوری ملاحظہ فرمائی تو فرمایا: بیٹھ جاؤ.....پھر فرمایا: اے علی! میرے کندھے پر سوار ہو جاؤ.....

جب میں حضور ﷺ کے مبارک شانے پر سوار ہو گیا تو آپ ﷺ کھڑے ہو گئے.....مجھے ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ اگر میں چاہوں تو آسمان کو چھو سکتا ہوں.....میں کعبہ کی چھت پر چڑھ گیا.....حضور ﷺ نیچے سے ہٹ گئے.....آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: ان کے بڑے بت کو نیچے پھینک دو.....وہ تانبے کا بت تھا.....جو لوہے کی کیلوں کے ساتھ نصب کیا گیا تھا.....

آپ ﷺ نے فرمایا: اسے ہلا کر اکھیڑ پھینکو.....میں اسے مسلسل ہلاتا رہا حتیٰ کہ وہ اکھڑ گیا.....میں نے اسے زمین پر پھینک کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا.....آپ ﷺ مسلسل اس آیت کی تلاوت فرماتے رہے:

"وقل جاء الحق و زھق الباطل ط ان الباطل کان زھوقا۝" (بنی اسرائیل: ۸۱)

''اور آپ (اعلان) فرمادیجئے آگیا ہے حق اور مٹ گیا ہے

باطل....بے شک باطل تھا ہی مٹنے والا.....''

الطبرانی نے اوسط میں ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فتح مکہ کے دن فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اسی فتح کا میرے ساتھ وعدہ کیا تھا.....پھر آپ ﷺ نے اس آیت مبارکہ کی تلاوت فرمائی:

''اذا جآء نصر اللہ والفتح'' (النصر: ۱)

''جب اللہ کی مدد آپہنچے اور فتح (نصیب ہو جائے)''

(حوالہ مدارج النبوۃ وحجۃ اللہ)

فتح مکہ میں آپ ﷺ کی رحم دلی کے مظاہرے

عکرمہ رضی اللہ عنہ کی حاضری

عکرمہ بن ابی جہل ان افراد میں سے ایک ہیں جن کا خون مباح کر دیا گیا تھا..... فتح مکہ کے بعد بھاگ کر یمن چلے گئے تھے.....ان کی بیوی بنت حارث اسلام لے آئیں اور دربار رسالت میں حاضر ہو کر اپنے شوہر کی امان چاہی.....حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی بیوی کی درخواست کو قبول فرمالیا.....

عکرمہ مکہ مکرمہ سے بھاگ کر یمن کے ساحل پر پہنچ چکے تھے.....ابھی کشتی میں سوار ہی ہوئے تھے کہ طوفان میں پھنس گئے.....عکرمہ نے لات وعزیٰ کو پکارا مگر بات نہ بنی.....کشتی والوں نے کہا: عزیٰ کام نہیں دے سکے گا.....ایک خدا کو پکارو.....تو

عکرمہ نے کہا:

"اللھم لک عھد ان عافیتنی مما انا فیہ ان اٰتی محمدا حتی اضع یدی فی یدہ..."

"اے اللہ! اگر تو اس مصیبت سے بچالے تو میں تیرے حضور عہد کرتا ہوں کہ (حضور ﷺ کے ہاں) حاضر ہو کر مسلمان ہو جاؤں گا..."

ادھر بیوی نے اپنے شوہر عکرمہ سے کہا اپنے آپ کو ہلاک مت کرو..... میں نے تیرے لئے دربار رسالت سے امان حاصل کر لی ہے..... چلو دربار رسالت میں حاضری دو..... عکرمہ بیوی کے ساتھ روانہ ہو گئے..... ادھر حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے پہلے ہی فرما دیا:

"یاتیکم عکرمة مومنا..." عکرمہ مومن ہو کر حاضر ہو رہا ہے.....

میاں بیوی نے حاضری دی اور حلقہ بگوش اسلام ہوئے..... برملا صداقت مصطفیٰ کا اعلان کیا..... پھر دعا کی درخواست کی..... حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعائے مغفرت فرمائی..... بس گزر گیا جو گزر گیا..... اس کے بعد ساری زندگی دین متین کی خدمت کے لئے کمربستہ رہے..... روحانی انقلاب کا عالم یہ تھا کہ تلاوت قرآن کریم کرتے تو غشی طاری ہو جاتی اور فرماتے: یہ میرے رب کا کلام ہے.....

جب حضرت صدیق اکبر ﷛ نے مرتدین کے خلاف صف آرائی فرمائی تو سیدنا عکرمہ ایک جماعت کے سالار قافلہ کی حیثیت سے بڑھ رہے تھے..... جنگ اجنارین میں شہید ہوئے... جسم اطہر پر ستر سے زیادہ زخم لگے تھے...

(الاستیعاب لابن عبدالبر ص ۱۵۰ ج ۳)

فتح مکہ کے موقعہ پر حضرت عکرمہ کے ہاتھوں ایک شخص شہید ہوا تھا..... حضور ﷺ

نے خبر ملنے پر فرمایا: قاتل اور مقتول دونوں جنتی ہیں... (مدارج النبوۃ ص ۳۹۳ ج ۳)

حضرت عکرمہ کے قبول اسلام اور ایمان پر موت کی طرف اشارہ ہے.....

وحشی بن حرب کی ندامت

یہ بھی ان لوگوں میں سے تھے جن کا خون مباح قرار دیا گیا تھا.....یہی وحشی تھے جنہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس چچا سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کو شہید کیا.....یہ جبیر بن مطعم کا حبشی غلام تھا..... جنگ بدر میں جبیر کا چچا طعیمہ حضرت حمزہ ﷺ کے ہاتھوں قتل ہوا تھا.....جبیر اپنے چچا کا بدلہ لینا چاہتا تھا.....وحشی سے کہا اگر تو حمزہ کو قتل کردے تو تجھے آزادی ہوگی.....فتح مکہ کے بعد طائف کے لوگوں کے ساتھ دربار رسالت میں حاضر ہوئے.....

لوگوں نے عرض کی حضور وحشی آ گیا ہے جس نے آپ کے چچا کو قتل کیا تھا...

آپ ﷺ نے فرمایا:

''چھوڑ دو ایک شخص کا مسلمان ہونا میرے نزدیک ہزار کافروں کے قتل سے کہیں زیادہ اچھا ہے.....

حضور سید عالم ﷺ نے حضرت وحشی سے حضرت حمزہ کی شہادت کا واقعہ دریافت فرمایا.....حضرت وحشی نے نہایت ندامت وشرمندگی سے سنایا اور یہ محض تعمیل حکم تھی۔

موتی سمجھ کے شان کریمی نے چن لئے

قطرے جو تھے میرے عرق انفعال کے

قبول اسلام کے بعد حضور علیہ السلام نے حضرت وحشی سے فرمایا:

''تم میرے سامنے نہ آیا کرو.....تمہیں دیکھ کر مجھے اپنے عم محترم حضرت حمزہ کا صدمہ تازہ ہو جاتا ہے.....''

حضرت وحشی اسی وقت محفل سے اٹھ کر باہر آ گئے اور پھر ساری زندگی سامنے نہ جا سکے..... چونکہ حضور سید عالم ﷺ کو ایذاء دینے سے بچتے تھے..... جب کبھی محفل میں حاضر ہوتے تو پس پشت بیٹھ جاتے..... اور ہمیشہ کسی ایسے موقعہ کی تلاش میں رہتے کہ اس گناہ کا کفارہ ادا کرسکیں.....

حضور سید عالم ﷺ کے وصال کے بعد جب مسیلمہ کذاب نے نبوت کا دعویٰ کیا تو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اس سے ٹکر لی..... آپ کی کمان میں یہ حضرت وحشی بھی تھے..... اچانک حضرت وحشی کی نظر مسیلمہ پر پڑی جو ایک دیوار سے ٹیک لگائے کھڑا تھا..... گویا ایک بھورے رنگ کا اونٹ کھڑا تھا..... آپ نے فوراً حملہ کر کے ہلاک کر دیا.....

آپ فرمایا کرتے تھے:

"دور جاہلیت میں مجھ سے خیر الناس شہید ہوا..... تو دور اسلام میں میں نے شر الناس کو بھی ہلاک کیا ہے جس طرح حضرت وحشی نے حضرت حمزہ کو نیزہ مارا تھا اسی طرح اسے بھی مارا....."

(ابن ہشام و زرقانی و سیرۃ المصطفیٰ)

حضرت وحشی فرمایا کرتے تھے:

"الحمد لله الذی اکرمه بیدی ولم یهنی بیدة..."

"اللہ کا شکر ہے جس نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو میرے ہاتھوں شہادت کی عزت بخشی..... اور مجھے ان کے ہاتھوں ذلیل نہیں کیا..... اس لئے اگر وحشی سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں مارے جاتے تو کفر کی موت تھی جو ذلت و رسوائی ہے....."

ہبار بن اسود کے لئے معافی کا اعلان

اس نے بھی اسی قسم کی نازیبا حرکت کی..... حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا جب ہجرت کر کے مکہ سے مدینہ عازم سفر تھیں..... تو ہبار نے بھی آپ کے اونٹ کی بغلوں میں اپنے عصا سے کھجلایا..... جس سے آپ کا اونٹ بدکا اور آپ گر پڑیں..... آپ کا حمل ضائع ہو گیا..... آپ بیمار ہو گئیں اور اسی بیماری سے آپ کی وفات ہوئی.....

یہ اس قسم کے بدبخت لوگ تھے کہ انہیں خاندان نبوت کی ان معصوم شہزادیوں پر بھی رحم نہیں آتا تھا..... نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو بھی مباح الدم قرار دیا..... وہ اپنے بارے میں یہ فیصلہ سن کر وہاں سے بھاگ گیا..... جب رحمت عالم ﷺ جعرانہ کے مقام پر تشریف فرما تھے..... یہ ہبار حاضر ہوا.....

لوگوں نے دیکھا تو عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! یہ ہے ہبار ابن اسود.....

حضور ﷺ نے فرمایا: میں نے اسے دیکھ لیا ہے.....

کوئی صحابی اٹھے تاکہ اس کا کام تمام کر دے..... مگر حضور ﷺ نے اسے اشارہ سے منع کیا..... فرمایا: بیٹھ جاؤ..... ہبار بارگاہ رسالت میں دست بستہ کھڑا ہو کر عرض پیرا ہوا:

"السلام علیک یا نبی اللہ... اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمد رسول اللہ..."

میں یہاں سے بھاگ کر چلا گیا تھا..... میں نے ارادہ کیا کہ عجمیوں کے ملک میں چلا جاؤں اور وہاں رہائش اختیار کر لوں..... پھر مجھے حضور ﷺ کی عنایات..... صلہ رحمی ..... عفو و درگزر کی صفات جمیلہ کا خیال آیا..... اے اللہ کے رسول ﷺ! حضور کی بعثت

سے پہلے ہم لوگ مشرک تھے..... آپ کے صدقے اللہ تعالیٰ نے ہمیں ہدایت دی اور ہلاکت سے ہمیں نجات دی.....

مجھ سے جو غلطیاں ہوئیں ان سے درگزر فرمائیے..... جو میری باتیں حضور کے لئے اذیت کا باعث بنیں..... انہیں معاف فرمائیے..... میں اپنی غلطیوں اور بدکاریوں کا اقرار کرتا ہوں..... اپنے گناہوں کا معترف ہوں.....

اس سراپا رافت ورحمت نبی نے اس کی عرض داشت کو مسترد نہیں کیا..... فرمایا:..

"قد عفوت عنک....." اے ہبار! میں نے تجھے معاف فرمادیا.....

اللہ تعالیٰ نے تجھ پر احسان فرمایا کہ اس نے اسلام قبول کرنے کی تجھے ہدایت دی..... اور جب انسان اسلام قبول کرتا ہے تو اسلام اس کی سابقہ بدکرداریوں اور خطاؤں کو ملیامیٹ کردیتا ہے..... (حوالہ ضیاء النبیؐ)

کعبہ کی کنجی عثمانؓ بن طلحہ کے نام

عثمان بن طلحہ کلید بردار کعبہ سے یہ واقعہ ان کی زبانی سنئے..... وہ کہتے ہیں:

ہجرت مکہ سے پہلے ایک روز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے میری ملاقات ہوئی..... حضور ﷺ نے مجھے اسلام قبول کرنے کی دعوت دی.....

میں نے کہا:

"یا محمد ﷺ! آپ کیسی عجیب وغریب باتیں کررہے ہیں؟ آپ مجھ سے یہ توقع رکھتے ہیں کہ میں آپ کا پیروکار بن جاؤں..... حالانکہ آپ نے اپنی قوم کے دین کو ترک کردیا ہے..... اور ایک نیا

دین لے کر آئے ہیں؟.....''

وہ کہتا ہے کہ عہد جاہلیت میں ہمارا یہ دستور تھا کہ ہم زائرین کے لئے ہفتے اور جمعرات کو کعبہ شریف کا دروازہ کھولا کرتے تھے.....ایک مرتبہ حضور ﷺ تشریف لائے تاکہ دوسرے لوگوں کی معیت میں کعبہ میں داخل ہوں.....میں نے آپ کے ساتھ بڑی بدخلقی کا مظاہرہ کیا اور نہایت ناشائستہ انداز میں گفتگو کی.....لیکن حضور ﷺ نے کسی قسم کی برہمی کا اظہار نہ کیا بلکہ بڑے حلم اور بردباری سے میری بدکلامی کو برداشت کیا.....

البتہ بڑی نرمی سے مجھے فرمایا:

''یا عثمان لعلک ستریٰ هذا المفتاح یوما بیدی أضعه حیث شئت.....''

''اے عثمان! یاد رکھو ایک دن آنے والا ہے جب تو دیکھے گا کہ یہ کنجی میرے ہاتھ میں ہوگی اور میں جس کو چاہوں گا عطا کرونگا...''

میں یہ سن کر بوکھلا گیا اور میں نے کہا:

''کیا اس روز قریش کی عزت و آبرو خاک میں مل چکی ہوگی تبھی تو یہ انقلاب رونما ہو سکتا ہے؟''

حضور ﷺ نے فرمایا:

''اے عثمان! جس دن یہ کنجی میرے ہاتھ میں ہوگی اس روز قریش ذلیل وخوار نہیں ہوں گے بلکہ ان کی عزت وشوکت کا آفتاب نصف النہار پر چمک رہا ہوگا...''بل عمرت یومئذ وعزت''

عثمان کہتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد میری لوح قلب پر نقش ہو گیا.....
مجھے یقین ہو گیا کہ ایسا ہی ہوگا.....ان کی زبان پاک سے جو بات نکلتی ہے وہ لامحالہ ہو کر رہتی ہے.....میں نے سوچا کہ میں مسلمان ہو جاؤں لیکن میری قوم کو میرے اس ارادہ کی کہیں بھنک پڑ گئی.....انہوں نے مجھے سختی سے جھڑکا.....اس لئے میں نے ایمان لانے کا ارادہ ترک کر دیا.....

جس روز مکہ فتح ہوا تو حضور ﷺ نے مجھے حکم دیا کہ کعبہ کی کلید پیش کرو.....میری کیا مجال تھی کہ انکار کرتا.....فوراً گھر سے چابی لے آیا اور بصد ادب بارگاہ رسالت میں پیش کر دی.....حضور ﷺ نے فرمایا:

''عثمان! تمہیں وہ دن یاد ہے جب میں نے تمہیں کہا تھا کہ ایک روز یہ کلید میرے ہاتھ میں ہوگی اور میں جس کو چاہوں گا عطا کر دوں گا....''

میں نے عرض کیا:

''یا رسول اللہ ﷺ! بے شک آپ نے ایسا ہی فرمایا تھا.....میں گواہی دیتا ہوں کہ حضور اللہ کے رسول ہیں.....''

سرکار دو عالم ﷺ نے وہ چابی مجھے عطا فرمائی.....ساتھ ہی فرمایا:

''خذوھا خالدۃ تالدۃ لاینزعھا منکم الا ظالم...''

''یعنی یہ چابی لے لو اور میں یہ تمہیں ابد تک کے لئے دے رہا ہوں اور جو تم سے یہ کلید چھینے گا وہ ظالم ہوگا.....''

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور عبدالرزاق کی روایت کے مطابق حضور ﷺ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

"یا رسول اللہ ﷺ! اجمع لنا الحجابۃ والسقایۃ"

"اے اللہ کے رسول ﷺ! کعبہ کے زائرین کو پانی پلانے کی خدمت کے ساتھ ساتھ ہمیں کعبہ کی کلید برداری کا شرف بھی مرحمت فرمائیے...."

لیکن رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے محترم چچا کی اس عرضداشت کوشرف قبول نہیں بخشا بلکہ فرمایا:

"آج کا دن انتقام لینے کا دن نہیں.....آج کا دن میرے ابر کرم و وفا کے برسنے کا دن ہے....."

اس وقت چابی سیدنا علی مرتضیٰ ؓ کے ہاتھ میں تھی ان کے ہاتھ سے لے کر حضرت عثمان ؓ کو دے دی.....اور فرمایا:

"خذوھا خالدۃ تالدۃ لا ینزعھا منکم الا ظالم....."

"اے عثمان! یہ کلید میں صرف تمہیں نہیں دے رہا بلکہ قیامت تک آنے والی تیری نسلوں کو بخش رہا ہوں.....میری عطا کی ہوئی یہ کلید جو تم سے چھینے گا وہ ظالم ہوگا....."

چودہ صدیاں بیت چکی ہیں.....ابھی تک وہ کلید جو مصطفیٰ کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے انہیں دی تھی انہی کی نسل میں ہے اور یقیناً قیامت تک ان کی نسل میں ہی باقی رہے گی اور کعبہ مشرفہ کی کلید برداری کا شرف انہیں ہی حاصل رہے گا.....

امام بیہقی نے ابوالطفیل سے روایت کیا ہے کہ جب رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ فتح فرمایا تو آپ ﷺ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو نخلہ کی طرف

بھیجا..... وہاں عزیٰ نامی بت نصب تھا..... حضرت خالد بن ولید ﷛ اس کے پاس آئے..... وہ بت کیلوں کے ساتھ نصب تھا..... آپ نے ان کیلوں کو کاٹا اور اس کے کمرہ کو گرادیا.....

پھر آپ بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے اور آپ ﷺ کو تمام واقعہ کی خبر دی.... آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے خالد! ابھی تک کام مکمل نہیں ہوا.....'' حضرت خالد ﷛ دوبارہ تشریف لے گئے..... جب اس بت کے پجاریوں نے آپ کو دیکھا تو وہ پہاڑ پر چڑھ گئے..... وہ بلند آواز سے پکارنے لگے: ''اے عزیٰ! اسے عریاں کردے اگر تو ایسا نہیں کرسکتی تو پھر ذلت ورسوائی کے ساتھ مرجا.....''

حضرت خالد ﷛ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک عریاں عورت کو دیکھا اس کے بال بکھرے ہوئے تھے وہ اپنی سر پر مٹی ڈال رہی تھی..... حضرت خالد ﷛ نے اسے تلوار مار کر ہلاک کردیا..... پھر بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے اور تمام واقعہ کی خبر دی..... آپ ﷺ نے فرمایا: ''وہ عورت ہی تو عزیٰ تھی.....''

(حوالہ دلائل النبوۃ ومدارج النبوۃ وسیرت ابن ہشام وابن کثیر)

جوق در جوق آغوش اسلام میں

فتح مکہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صفا پہاڑ پر جا کر بیٹھے اور وہاں آپ نے لوگوں کو بیعت کرنا شروع کیا..... چنانچہ اس وقت آپ کے پاس تمام بڑے چھوٹے اور مرد وعورت آ آکر اسلام پر بیعت دے رہے تھے..... یعنی یہ گواہی دے رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ ہے اور یہ کہ محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے بندے اور رسول ہیں.....

اس وقت لوگ بے تحاشہ فوج در فوج آکر آپ کے ہاتھ پر اسلام قبول کررہے تھے (یعنی

مشرکین مکہ آپ کے پاس آکر آپ کے دست مبارک پر بیعت اور اپنے اسلام کا اعلان کر رہے تھے اور جوق در جوق لوگ اللہ کے دین میں داخل ہوکر اسے قوت دے رہے تھے)

اسی وقت ایک شخص آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کے سامنے پہنچ کر خوف و دہشت اور ادب کی وجہ سے کانپنے لگا..... آپ ﷺ نے اس کی یہ حالت دیکھ کر فرمایا:

"گھبراؤ مت..... میں کوئی شہنشاہ نہیں ہوں بلکہ میں تو قریش کی ایک ایسی عورت کا بیٹا ہوں جو قدید یعنی خشک کیا ہوا گوشت..... مراد ہے معمولی کھانا کھایا کرتی تھی....."

اس وقت جن لوگوں نے آپ کے سامنے کلمہ شہادت پر اور اسلام پر بیعت دی ان میں معاویہ ابن ابوسفیان بھی تھے..... چنانچہ خود امیر معاویہ سے روایت ہے کہ معاہدۂ حدیبیہ کے موقعہ پر ہی اسلام کی محبت میرے دل میں گھر کر چکی تھی..... میں نے اس بات کا ذکر اپنی والدہ سے کیا تو انہوں نے کہا:

"خبردار! اپنے والد کی خلاف ورزی ہرگز مت کرنا..... ورنہ تمہاری ساری قوت توڑ دیں گے....."

(ان کے والد ابوسفیان تھے جو حدیبیہ کے وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے)

امیر معاویہ ؓ کہتے ہیں کہ ماں کی نصیحت کے باوجود میں نے اسلام قبول کرلیا مگر اپنے مذہب کو سب سے پوشیدہ راز میں رکھا.....

مگر کسی طرح ابوسفیان کو میرے مسلمان ہوجانے کا شبہ ہوگیا..... چنانچہ ایک دن انہوں نے مجھ سے کہا:

"تمہارا بھائی تم سے کہیں زیادہ بہتر ہے کہ وہ میرے دین پر قائم ہے۔" (حوالہ سیرت حلبیہ)

۱۴۳ آدمیوں کے برابر آنکھ والی مچھلی

اس کے بعد ماہ رجب ۸ھ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کو تین سو آدمیوں پر امیر مقرر کر کے سیف البحر (ساحل بحر) کی طرف قبیلہ جہینہ پر حملہ کرنے کے لئے روانہ کیا..... اس لشکر میں عمر بن الخطاب اور جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہم بھی تھے اور چلتے وقت توشہ کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک تھیلا کھجوروں کا مرحمت فرمایا.....

جب وہ کھجوریں ختم ہو گئیں تو کھجوروں کی گٹھلیاں چوس چوس کر اور پانی پی پی کر جہاد کیا..... اور جب یہ بھی نہ رہا تو درختوں کے پتے جھاڑ کر پانی میں تر کر کے کھانے لگے ..... اسی وجہ سے اس سریہ کو ''سریۃ الخبط'' بھی کہتے ہیں..... اس لئے کہ خبط کے معنی لغت میں درخت سے پتے جھاڑنے کے ہیں..... درختوں کے پتے کھانے سے ہونٹ اور منہ زخمی ہو گئے.....

بالآخر ایک روز دریا کے کنارے پہنچے اور بھوک سے بے چین اور بے تاب تھے کہ یکا یک ایک غیبی عنایت کا کرشمہ ظاہر ہوا کہ دریا نے اپنے اندر سے باہر ایک اتنی بڑی مچھلی پھینکی جس سے تمام لشکر نے اٹھارہ دن تک کھایا..... صحابہ کہتے ہیں کہ اسے کھا کر ہمارے جسم توانا اور تندرست ہو گئے..... اس مچھلی کا نام عنبر تھا..... (حوالہ سیر الصحابہ)

یہ مچھلی اتنی عظیم الشان اور زبردست تھی کہ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے اس کے سینے کی ہڈیوں میں سے ایک دائرہ نما ہڈی زمین پر نصب کرائی اور پھر ایک سب سے لمبے آدمی یعنی حضرت قیس ابن سعد ابن عبادی کو لشکر کے سب سے اونچے اونٹ پر بٹھا کر اس ہڈی کے اندر سے گزارا..... حضرت قیس آرام کے ساتھ اس طرح ہڈی کے

نیچے سے گزر گئے کہ ان کا سر ہڈی سے نہیں چھوا.....

اسی طرح حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں اور پانچ فلاں فلاں آدمی اس مچھلی کی ایک آنکھ کے سوراخ میں گھس گئے تو ہم کسی کو نظر نہیں آ رہے تھے.....

ایک روایت میں یوں ہے کہ حضرت ابوعبیدہ ﷺ نے اس کی آنکھ کے سوراخ میں تیرہ آدمی بٹھا دیئے تھے.....

غرض مسلمانوں نے بہت دن تک یعنی تقریباً ایک مہینے تک اس مچھلی کا گوشت کھایا.....جبکہ لشکر میں تین سو آدمی تھے..... چنانچہ ایک روایت میں ہے کہ درختوں کے پتے کھاتے کھاتے ہمارے ہونٹ زخمی ہو چکے تھے اور ہماری باچھیں پھٹ چکی تھیں.....ہم لوگ سمندر کے ساحل کے ساتھ ساتھ چل رہے تھے کہ اچانک سمندر کی موجوں سے کوئی عظیم الشان چیز اچھل کر باہر آ گری جو دور سے ایک بہت بڑا ٹیلہ معلوم ہو رہی تھی.....ہم لوگ اس کی طرف بڑھے اور قریب آ کر معلوم ہوا کہ وہ عنبر مچھلی تھی.....

حضرت ابوعبیدہ ﷺ نے اسے دیکھ کر کہا کہ یہ مردہ ہے.....پھر کہا:

''چونکہ تم لوگ پریشان حال اور اضطرار کی حالت میں ہو اس لئے اسے کھا سکتے ہو.....''

چنانچہ ہم لوگوں نے تقریباً ایک مہینہ اس کا گوشت کھایا.....جبکہ ہماری تعداد تین سو تھی.....اس کا گوشت اتنی مقدار میں تھا کہ ہم اسے کھا کھا کر موٹے ہو گئے.....ہم لوگ اس کی آنکھ کے ڈھیلے میں سے پیالے بھر بھر کا چکنائی نکالتے تھے.....

ایک روایت میں یوں ہے.....کہ ہم لوگ اس کی آنکھ سے ایسے ایسے پیالوں میں چکنائی نکالتے تھے.....پھر ہم اس کا کچھ گوشت بچا کر اپنے ساتھ مدینہ لے گئے....

(ام السیر علامہ حلبی)

عنبر کے متعلق تفصیلات

اس مچھلی کو عنبر اس لئے کہا جاتا ہے کہ یہ عنبر کو نگل لیتی ہے..... چنانچہ امام شافعی سے روایت ہے کہ میں نے ایک شخص سے سنا کہ میں نے سمندر میں اگا ہوا عنبر دیکھا جو بکری کی گردن کی طرح مڑا ہوا تھا..... ادھر سمندر میں ایک جانور ہوتا ہے جو اس عنبر کو کھالیتا ہے مگر یہ عنبر اس کے لئے زہر اور سم قاتل ہوتا ہے..... اس لئے وہ جانور عنبر کو نگلنے کے بعد مر جاتا ہے..... پھر اس جانور کا مردہ جسم موجوں کے تھپیڑوں سے ساحل پر آ گرتا ہے اور اس کے پیٹ سے عنبر نکال لیا جاتا ہے.....

ایک قول ہے کہ عنبر سمندر کی ایک مخصوص مچھلی کا نام ہے جو اپنی لمبائی چوڑائی میں بھیانک حد تک عظیم الشان ہوتی ہے..... مجھے بعض سیاحوں نے بتایا کہ ایک دفعہ سمندر کے کنارے ایک اونٹ مر گیا اس کو سمندر کے اندر پھینک دیا گیا جسے ایک مچھلی نے نگل لیا..... مگر اونٹ کے اگلے دونوں کھر مچھلی کے حلق میں اٹک گئے.....

اسی وقت ایک دوسری (اس سے بھی بڑی) مچھلی آئی اور اس نے اس سے پہلی مچھلی کو نگل لیا..... غالباً اس کے بعد یہ مچھلی مر گئی اور موجوں کے ساتھ سمندر کے کنارے آ گری تب اس کے پیٹ میں سے وہ مچھلی برآمد ہوئی جس کے پیٹ میں اونٹ تھا اور اس کے اگلے کھر مچھلی کے حلق میں اٹکے ہوئے تھے.....

خلیفہ حاکم بامر اللہ کے زمانے میں میں نے دمیاط میں ایک مچھلی دیکھی جس کی لمبائی دو سو گز اور چوڑائی ایک سو ساٹھ گز تھی..... اس کے حلق کے اندر پچاس آدمی کھڑے ہو کر بیلچوں سے چربی کھرچ رہے تھے اور پورے شہر دمیاط کے لوگ پانچ مہینے تک اس کا گوشت کھاتے رہے.....

صحابہ فرماتے ہیں جب ہم مدینہ واپس آئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا تذکرہ کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

"رزق اللہ اخرجہ اللہ لکم....."

"یہ اللہ کی طرف سے رزق تھا جو اس نے تمہارے لئے بھیجا تھا....."

اگر اس میں کا کچھ گوشت باقی ہو تو لاؤ..... چنانچہ اس میں کا گوشت آپ کے سامنے لایا گیا اور آپ نے اس میں سے تناول فرمایا.....اور اس سفر میں کسی قتال کی نوبت نہیں آئی.....لشکر اسلام بلا کسی قتال کے مدینہ واپس ہوا..... (حوالہ البدایہ والنہایہ)

غزوۂ موتہ کے معجزات

حدیث شریف میں ہے کہ جس وقت موتہ میں جنگ ہو رہی تھی اور مدینے میں بیٹھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کو بچشم خود دیکھ رہے تھے تو اچانک آپ ﷺ نے فرمایا: جنگ کی آگ بہت بھڑک گئی ہے.....

پھر آپ ﷺ نے فرمایا:

"میرے سامنے جعفر اور زید ابن حارثہ اور عبداللہ ابن رواحہ کو پیش کیا گیا جو موتیوں کے بنے ہوئے ایک خیمہ میں ہیں اور تینوں میں سے ہر ایک شخص ایک ایک تخت پر بیٹھا ہوا ہے.....

میں نے دیکھا کہ زید ابن حارثہ اور عبداللہ ابن رواحہ کی گردنوں میں ٹیڑھا اور ترچھا پن ہے.....جبکہ جعفر کی گردن بالکل سیدھی ہے.....اس میں کوئی ٹیڑھا پن نہیں

ہے..... میں نے اس کے بارے میں پوچھا تو مجھے بتلایا گیا کہ زید اور عبداللہ ابن رواحہ جب بالکل موت کے منہ میں پہنچ گئے تو اس وقت انہوں نے میدان سے اپنے منہ پھیر لئے تھے جبکہ جعفر نے ایسا نہیں کیا.....“ (حوالہ ام السیر علامہ حلبی)

ان دیکھے واقعہ کی خبر دینے کا معجزہ

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے زید..... جعفر اور ابن رواحہ کی شہادت کا حال..... ان تینوں کے بارے میں خبر آنے سے پہلے ہی لوگوں کو سنا دیا تھا..... جب لشکر اسلام اور لشکر کفار آمنے سامنے ہوئے تو حضور انے مدینہ شریف میں بیٹھے بیٹھے فرمایا:

”فقال اخذ الرایه زید فاصیب ثم اخذ جعفر فاصیب ثم اخذ ابن رواحة فاصیب وعیناه تذر فان حتیٰ اخذالرایة سیف من سیوف الله یعنی خالد بن الولید حتیٰ فتح الله علیهم“

آپ ﷺ نے فرمایا: میں دیکھ رہا ہوں کہ زیدؓ نے جھنڈا اٹھالیا اور وہ شہید ہو گئے..... پھر جعفرؓ نے جھنڈا لیا اور وہ بھی شہید ہو گئے..... پھر ابن رواحہؓ نے جھنڈا لیا اور وہ بھی شہید ہو گئے..... آپ ﷺ یہ بیان کر رہے تھے اور (ان شہداء کے غم میں) آنکھوں سے آنسو جاری تھے..... پھر آپ ﷺ نے فرمایا: آخرکار اس شخص نے جھنڈا لیا جو اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہے..... (حضرت انس ﷺ یا بعد کے کسی راوی کا بیان ہے کہ) اس سے

آنحضرت ﷺ کی مراد خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی ذات تھی..... یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح عطا فرمادی..... (بخاری شریف)

یہ واقعہ جنگ موتہ کا ہے..... موتہ ایک جگہ کا نام ہے جو ملک شام میں واقع ہے..... یہ جنگ سن ۸ ہجری میں رومیوں سے ہوئی تھی اور آنحضرت ﷺ نے وہاں لشکر بھیجتے ہوئے مذکورہ بالا تینوں جلیل القدر صحابہ کو نامزد فرمایا تھا..... کہ اگر جنگ کے دوران امیر لشکر زید بن حارث رضی اللہ عنہ شہید ہو جائیں تو ان کے بعد جعفر رضی اللہ عنہ امیر لشکر ہوں گے اور اسلام کا جھنڈا ان کے ہاتھ میں ہوگا.....

چنانچہ اس جنگ میں ایسا ہی ہوا کہ یہ تینوں حضرات یکے بعد دیگرے شہید ہو گئے..... اور پھر اسلامی لشکر نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو اپنا امیر چن لیا..... اور اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھ پر فتح عطا فرمائی..... پس آنحضرت ﷺ کے پاس ان کی شہادت کی کوئی اطلاع نہیں آئی تھی..... مقام موتہ سے ایک ماہ کی مسافت کے فاصلہ پر (مدینہ منورہ میں) بیٹھے بیٹھے اس واقعہ کی خبر دے دی تھی..... یہ آپ ﷺ کا معجزہ ہوا..... نیز اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ موت کی خبر پہنچانا جائز ہے.....

''جو اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہے'' کا مطلب یہ ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کے بہادر ترین بندوں میں سے ایک بہادر تر بندہ ہے..... اور اسی مناسبت سے ان کا لقب سیف اللہ (اللہ کی تلوار) ہے..... پس اس جملہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف تلوار کی نسبت..... دراصل حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی عظمت اور ان کی بے مثال شجاعت کو ظاہر کرنے کے لئے ہے..... چنانچہ منقول ہے کہ وہ دشمن کے ایک ایک ہزار سپاہیوں پر تنہا حملہ کر کے ان کو پچھاڑ دیتے تھے اور اس دن لڑتے لڑتے ان کے ہاتھ میں آٹھ تلواریں ٹوٹی تھیں.....

جعفر رضی اللہ عنہ کی روزہ میں شہادت

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے پاس شام کے وقت پہنچا..... جبکہ وہ میدان جنگ میں زخموں سے چور پڑے تھے..... میں نے ان کو پانی پیش کیا تو انہوں نے فرمایا کہ میں روزے سے ہوں..... تم یہ پانی میرے ترکش میں میرے منہ کے پاس رکھ دو اگر میں سورج غروب ہونے تک زندہ رہا تو اس سے روزہ افطار کرلوں گا.....

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ وہ پھر روزے ہی کی حالت میں سورج غروب ہونے سے پہلے ہی فوت ہو کر شہادت پا گئے..... اس وقت ان کی عمر اکتالیس سال تھی..... ایک قول ہے کہ تینتیس سال تھی..... مگر اس قول میں یہ اختلاف ہے..... جیسا کہ پیچھے بیان ہو چکا ہے وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے دس سال بڑے تھے اور عقیل حضرت جعفر رضی اللہ عنہ سے دس سال بڑے تھے اور طالب..... عقیل سے دس سال بڑے تھے.....

میں نے اس سلسلے میں تاریخ ابن کثیر دیکھی..... جس میں ہے کہ اگر یہ قول صحیح ہے کہ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے دس سال بڑے تھے تو اس کے مطابق قتل کے وقت حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی عمر انتالیس سال ہونی چاہیے..... کیونکہ مشہور قول کے مطابق جب حضرت علی رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے تو اس وقت ان کی عمر آٹھ سال تھی.....

پھر وہ تیرہ سال مکے میں رہے اور پھر جب انہوں نے مکے سے مدینہ منورہ کو ہجرت کی تو ان کی عمر اکیس سال تھی اور غزوۂ موتہ ہجرت کے آٹھویں سال میں پیش آیا (لہٰذا غزوۂ موتہ کے وقت، حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عمر انتیس سال ہوئی اور حضرت جعفر رضی اللہ عنہ ان سے دس سال بڑے تھے..... لہٰذا اس وقت ان کی عمر انتالیس سال ہونی

چاہئے)...

جہاں تک اس قول کا تعلق ہے کہ شہادت کے وقت جعفر ﷺ روزے سے تھے..... اس کے لحاظ سے یہ بات درست نہیں معلوم ہوتی کہ ان کے جسم کے دو حصے کردیئے گئے تھے.....

حضرت ابن عمر ﷺ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے..... اچانک آپ نے آسمان کی طرف منہ اٹھایا اور وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ فرمایا..... لوگوں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! یہ بات آپ کی عادت کے خلاف ہے..... آپ نے فرمایا:

"ابھی میرے پاس سے جعفر ابن ابو طالب فرشتوں کے جمگھٹ میں گزرے ہیں اور انہوں نے مجھے سلام کیا تھا....."

جب غزوۂ موتہ سے واپس آنے والا لشکر مدینہ کے قریب پہنچا تو وہیں پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں نے ان سے ملاقات کی..... شہر میں بچوں نے گیت گا کر انہیں خوش آمدید کہا..... اس وقت رسول اللہ ﷺ اپنی سواری پر سوار لوگوں کے ساتھ تشریف لا رہے تھے..... بچوں کو دیکھ کر آپ ﷺ نے فرمایا:

"ان بچوں کو اٹھا کر سواریوں پر بٹھالو..... اور جعفر کے بچے کو مجھے دے دو..."

چنانچہ عبداللہ ابن جعفر کو آپ کے پاس لایا گیا تو آپ نے انہیں اپنے آگے سواری پر بٹھالیا..... خود عبداللہ ابن جعفر سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا:

"خوش ہوجاؤ! تمہارے باپ فرشتوں کے ساتھ آسمانوں پر اڑتے پھرتے ہیں....."

(حوالہ سیرت النبی ابن کثیر)

جعفر رضی اللہ عنہ کا غیبی پروں کے ذریعے اڑنے کا واقعہ

طبرانی میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ایک مرفوع روایت ہے کہ (رسول اللہ ﷺ نے فرمایا) گزشتہ رات میں جنت میں داخل ہوا تو وہاں میں نے جعفر ابن ابوطالب کو دیکھا جو فرشتوں کے ساتھ اڑتے پھرتے تھے.....

ایک روایت میں یوں ہے کہ جبرائیل و میکائیل کے ساتھ اڑتے پھرتے تھے .....ان کے دو پنکھ ہیں جو اللہ تعالیٰ نے انہیں ان دونوں بازوؤں کے بدل میں دیئے ہیں (کیونکہ جنگ میں ان دونوں ہاتھ کٹ گئے تھے اور آخر میں وہ پرچم اسلام کو اپنی گود میں رکھے جسم کے سہارے سے بلند کئے ہوئے تھے) ایک روایت میں ہے کہ ان کو دو یاقوتی پنکھ دیئے گئے ہیں.....

(عربی میں اڑنے کو اور پرندوں کو طیر کہتے ہیں اور اڑنے والی چیز کو طیارہ کہتے ہیں.....ان ہی روایات اور احادیث کی وجہ سے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کو جعفر طیار کہا جاتا ہے کہ وہ فرشتوں کے ساتھ جنت میں اور دنیا میں اڑتے پھرتے ہیں)

(حوالہ طبرانی)

حضور ﷺ کی خاندان جعفر طیار سے تعزیت

شہید اہل بیت حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی رفیقہ حیات حضرت اسماء بنت عمیس فرماتی ہیں کہ جس روز موتہ کے میدان جنگ میں حضرت جعفر رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں نے شہادت کا شرف حاصل کیا.....اس روز رحمت عالمیان صلی

اللہ علیہ وسلم میرے ہاں تشریف لائے اور فرمایا:

''جعفر کے بیٹوں کو میرے پاس لے آؤ.....''

میں انہیں لے کر خدمت اقدس میں حاضر ہوئی تو حضور ﷺ نے انہیں پیار سے سونگھا..... حضور ﷺ کی آنکھوں میں آنسوؤں کے قطرے ٹپکنے لگے یہاں تک کہ ریش مبارک بھیگ گئی.....

میں نے عرض کیا:

''یارسول اللہ ﷺ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں..... حضور ﷺ کیوں رو رہے ہیں؟ کیا جعفر اور ان کے ساتھیوں کے بارے میں کوئی اطلاع ملی ہے؟''

فرمایا: ''ہاں! وہ آج شہید ہو گئے ہیں.....''

یہ سن کر بے ساختہ میری چیخ نکل گئی..... میری چیخ سن کر بہت سی عورتیں جمع ہو گئیں..... ہادی برحق ﷺ نے اس وقت مجھے ارشاد فرمایا:

''یا اسماء لا تقولی هجرا ولا تضربی خدا.....''

اے اسماء! کوئی بے ہودہ بات زبان پر نہ لانا اور اپنے رخساروں کو طمانچے نہ مارنا.....''

پھر سرور عالم ﷺ نے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے لئے اس طرح دعا فرمائی:

''وقال اللهم قدمه یعنی جعفر الی احسن الثواب و اخلفه فی ذریته باحسن ما خلفت احدا من عبادک فی ذریته...''

(السیرہ النبویۃ)

''اے اللہ! جعفر کو بہترین ثواب عطا فرما اور اے اللہ! تو جعفر کی اولاد کے لئے اس کا بہترین قائم مقام بن جس طرح اپنے بندوں میں سے اپنے کسی بندے کا ان کی اولاد کے لئے قائم مقام ہوا ہے.....''

اس کے بعد نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کاشانہ اقدس میں تشریف لے گئے اور اپنے اہل خانہ کو فرمایا:

''جعفر کے گھر والوں کے لئے کھانا تیار کرنے میں غفلت نہ کرنا..... آج انہیں کھانا پکانے کا ہوش نہیں ..... ایسا نہ ہو کہ وہ بھوکے رہ جائیں...'' (حوالہ امام السیر)

قیدیوں میں سردار یمامہ کی رہائی کا فیصلہ

سریہ محمد ابن سلمہ میں مسلمانوں نے جو قیدی بنائے تھے ان میں ثمامہ ابن اثال حنفی بھی تھا..... جو بنی حنیفہ میں سے تھا اور اہل یمامہ کا سردار تھا..... مسلمان اس کو پہچانتے نہیں تھے بلکہ ایک عام آدمی سمجھ کر پکڑ لائے تھے.....

جب اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں پیش کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:...

''کیا تم جانتے ہو تم کس کو گرفتار کر کے لائے ہو؟ یہ ثمامہ ابن اثال حنفی ہے..... اس قیدی کے ساتھ اچھا سلوک کرو.....''

چنانچہ اس کو مسجد کے ستونوں میں سے ایک ستون کے ساتھ باندھ دیا گیا...

ایک قول یہ ہے کہ ثمامہ کو اس سریہ والوں نے گرفتار نہیں کیا تھا بلکہ اصل میں وہ عمرہ کرنے کے لئے مکہ جا رہا تھا..... رہا میں وہ مدینہ میں آیا مگر مدینہ پہنچ کر وہ کچھ دن ٹھہر گیا.....

وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مسلیمہ کذاب کا قاصد بن کر بھی آیا تھا اور دھوکہ سے آنحضرت ﷺ پر حملہ کرنا چاہتا تھا..... آنحضرت ﷺ نے دعا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ اس پر آپ ﷺ کو قابو عطا فرمائے.....

چنانچہ (آنحضرت ﷺ کی دعا قبول ہوئی) وہ پکڑا گیا اور اسے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں لایا گیا..... پھر اسے مسجد نبوی کے ایک ستون کے ساتھ باندھ دیا گیا..... اسی وقت آنحضرت ﷺ اپنی ازواج میں سے ایک کے پاس تشریف لائے اور آپ ﷺ نے ان سے فرمایا:...

"تمہارے پاس جو کچھ کھانا ہو وہ جمع کر کے اس کے یعنی ثمامہ کے پاس بھیج دو....."

ساتھ ہی آپ ﷺ نے حکم دیا کہ ایک اونٹنی کا دودھ صبح شام اس کے پاس پہنچا دیا جایا کرے مگر یہ دودھ ثمامہ کو کافی نہیں ہوتا تھا..... پھر آنحضرت ﷺ خود اس کے پاس تشریف لائے اور اس سے فرمایا:

"ثمامہ! کیا بات ہے..... آخر اللہ تعالیٰ نے تم پر قابو عطا فرما ہی دیا....."

ثمامہ نے کہا: "ہاں محمد (ﷺ) ایسا ہی ہونا تھا....."

اس کے بعد آنحضرت ﷺ اس کے پاس آتے اور فرماتے کہ ثمامہ تمہارے پاس اب کیا ہے؟ وہ کہتا:

''محمد (ﷺ) میرے پاس خیر ہی ہے..... اگر آپ ﷺ مجھے قتل کرتے ہیں تو آپ ﷺ ایک شریف آدمی کو قتل کریں گے.....''

ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ:...

''تو آپ ﷺ ایسے آدمی کو قتل کردیں گے جس کا خون قیمتی ہے (یعنی جس کے خون کا بدلہ لینے والے بہت ہیں) اور اگر آپ ﷺ مجھے معاف کردیتے ہیں تو آپ ﷺ مجھے ایک شکر گزار آدمی پائیں گے... اور اگر آپ ﷺ میرے بدلے مال چاہتے ہیں تو جو چاہے مانگئے آپ ﷺ کو منہ مانگا دیا جائے گا...''

آنحضرت ﷺ تین دن تک اسی طرح اس سے پوچھتے رہے..... حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آخر ہم مساکین یعنی اصحاب صفہ رسول اللہ ﷺ سے عرض کرنے لگے:

''ثمامہ کے خون کا ہم کیا کریں گے..... خدا کی قسم! اگر ہمیں ثمامہ کے بدلے میں ایک موٹے تازے اونٹ کی غذا بھی مل جائے تو وہ ہمیں اس کے خون سے زیادہ عزیز ہے.....''

کتاب استیعاب میں یوں ہے کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ثمامہ کے پاس سے یہ فرماتے ہوئے لوٹے کہ: اے اللہ! موٹے تازے اونٹوں کی خوراک مجھے ثمامہ کے خون سے زیادہ عزیز ہے (یعنی بجائے اس کے کہ ثمامہ کو قتل کرکے اس کا خون بہا دیا جائے ہمارے نزدیک یہ کہیں زیادہ بہتر ہے کہ اس کی رہائی کے بدلے میں اونٹ وغیرہ حاصل کرلئے جائیں) چنانچہ اس کے بعد آنحضرت ﷺ کے حکم پر ثمامہ کو رہا کردیا گیا.....

یعنی تیسرے دن آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

''ثمامہ کو چھوڑ دو! ثمامہ میں نے تمہیں معاف کردیا.....''

چنانچہ ثمامہ کو رہا کر دیا گیا تو وہ مسجد نبوی کے قریب چلتے ہوئے پانی کے ایک چشمہ پر آیا..... یہاں اس نے غسل کیا اپنے کپڑے پاک کئے اور پھر مسجد میں داخل ہو کر اعلان کیا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور گواہی دیتا ہوں محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں.....

ادھر کتاب استیعاب میں بھی ہے کہ پھر ثمامہ نے اسلام قبول کیا اور اس کے بعد آنحضرت ﷺ نے ان کو غسل کرنے کا حکم فرمایا..... جیسا کہ ایک دوسری روایت بھی ہے کہ ثمامہ نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا:

''اے محمد ﷺ! خدا کی قسم اب سے پہلے روئے زمین پر میرے نزدیک آپ سے زیادہ قابل نفرت کوئی دوسرا نہیں تھا..... مگر اب آپ ﷺ کے روئے انور سے زیادہ دنیا کا کوئی چہرہ مجھے محبوب نہیں ہے اور خدا کی قسم اب آپ ﷺ کے دین سے زیادہ دنیا کا کوئی دین مجھے محبوب نہیں ہے..... اور خدا کی قسم اب سے پہلے تمام روئے زمین پر میرے نزدیک آپ ﷺ کے شہر سے زیادہ قابل نفرت شہر کوئی دوسرا نہیں تھا مگر اب آپ ﷺ کے شہر سے زیادہ دنیا کا کوئی شہر مجھے محبوب نہیں ہے.....''

یہ کہنے کے بعد ثمامہ نے کلمہ شہادت پڑھا..... شام ہوئی تو ان کے سامنے وہی سب کھانا لایا گیا جو روزانہ لایا جاتا تھا مگر اب انہوں نے اس میں سے بہت تھوڑا سا لیا

اور اسی طرح اونٹنی کے دودھ میں سے بے حد ذرا سا دودھ لے کر چھوڑ دیا.....
مسلمانوں کو یہ دیکھ کر بہت تعجب ہوا.....

ثمامہ کو عمرہ کا حکم

پھر ثمامہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا:

''یا رسول اللہ ﷺ! میں عمرہ کے ارادہ سے جا رہا تھا..... آپ ﷺ کے سواروں نے مجھے اس وقت گرفتار کر لیا جب میں عمرہ کی نیت سے جا رہا تھا..... اب آپ ﷺ کا کیا حکم ہے؟''

آنحضرت ﷺ نے ان کو عمرہ کرنے کا حکم دیا (ثمامہ عمرہ کے لئے روانہ ہو گئے).....

جب وہ مکہ کے علاقے میں پہنچے..... تو انہوں نے تلبیہ یعنی ''لبیک اللھم لبیک'' پڑھنا شروع کیا..... اس طرح وہ پہلے آدمی ہیں جو لبیک پڑھتے ہوئے مکہ میں داخل ہوئے.....

قریش کے ہاتھوں ثمامہ کی دوبارہ گرفتاری

اسی وقت قریش نے انہیں پکڑ لیا اور کہا:

''تم ہمارے مدمقابل آ رہے ہو..... ثمامہ تم بددین ہو گئے ہو.....''

حضرت ثمامہ نے کہا:

''میں مسلمان ہو چکا ہوں اور میں نے محمد ﷺ کا بہترین دین اختیار کر لیا ہے..... خدا کی قسم! اب سرزمین یمن میں یمامہ سے تم

ایک گیہوں کا دانہ بھی نہیں ملے گا..... جو مکہ والوں کے لئے غلہ

حاصل کرنے کا مرکز تھا..... جب تک رسول اللہ ﷺ اجازت نہ

دیں...."

اس پر قریش کے لوگ انہیں قتل کرنے کے لئے بڑھے مگر اسی وقت کسی نے انہیں روکتے ہوئے کہا:

"اسے چھوڑ دو کیونکہ تم ہمیشہ یمامہ کے محتاج ہو....."

اس پر انہیں چھوڑ دیا گیا اور یہ وہاں سے یمامہ چلے گئے..... جہاں انہوں نے یمامہ والوں کو اس سے روک دیا کہ کوئی چیز بھی مکہ لے کر نہ جائیں..... نتیجہ یہ ہوا کہ مکہ میں لوگ بھوکوں مرنے لگے اور قریش گندگی اور علہز تک کھانے پر مجبور ہو گئے..... علہز اس خون کو کہتے ہیں جو اونٹ کے بالوں کے ساتھ ملا ہوا ہو... اس کو آگ پر بھون کر کھایا جانے لگا...

آخر مجبور ہو کر قریش نے رسول اللہ ﷺ (سے فریاد کی اور آپ ﷺ) کو لکھا:...

"کیا آپ ﷺ یہ دعویٰ نہیں کرتے کہ آپ کو رحمۃ اللعالمین یعنی

سارے عالم اور مخلوق کیلئے رحمت بنا کر بھیجا گیا ہے..... مگر آپ

ﷺ نے باپ دادا کو تلواروں سے فنا کر دیا اور ان کی اولادوں کو

بھوکوں مار کر ہلاک کر دیا..... آپ ﷺ صلہ رحمی یعنی رشتہ داروں کی

خبر گیری کا حکم دیتے ہیں اور خود ہم سے رشتہ داری کے سب

بندھن کاٹ ڈالے...."

رحمت عالم ﷺ کی صلہ رحمی

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فوراً ہی حضرت ثمامہ کو لکھوایا کہ مکہ والوں کے لئے جو رسد یمامہ سے جایا کرتی ہے اس پر سے پابندی اٹھادیں.....

ایک روایت کے مطابق آپ ﷺ نے ثمامہ کو یہ لکھوایا کہ میری قوم کی رسد پر سے پابندی اٹھالیں..... حضرت ثمامہ نے فوراً اس حکم کی تعمیل کی..... اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں:

"ولقد اخذنھم بالعذاب فما استکانوا لربھم وما یتضرعون."

"اور ہم نے ان کو گرفتار عذاب بھی کیا ہے سو ان لوگوں نے نہ اپنے رب کے سامنے پورے طور سے فروتنی کی اور نہ عاجزی اختیار کی....."

ادھر کتاب استیعاب میں اس واقعہ کی تفصیل اس طرح ہے کہ ثمامہ جب مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے اور قریش نے ان کی آمد کی خبر سنی تو انہوں نے ثمامہ سے آکر کہا:...

"ثمامہ! تم بد دین ہو گئے اور تم نے اپنے باپ دادا کا مذہب چھوڑ دیا....."

ثمامہ نے جواب دیا:...

"میں نہیں سمجھ سکتا کہ تم لوگ کیا کہہ رہے ہو..... سوائے اس کے کہ میں نے اس عمارت یعنی کعبہ کے رب کی قسم کھائی ہے کہ جب تک تم میں سے ایک ایک آدمی محمد ﷺ کی اطاعت اور اتباع نہیں

کرلے گا تمہیں یمامہ کی ان چیزوں یعنی رسد میں سے کچھ نہیں ملے گا جن سے تم فائدہ اٹھاتے رہے ہو....."

حضرت ثمامہ یمامہ میں ہی رہتے تھے..... جب یمامہ والوں میں ارتداد کا فتنہ پھیلا اور وہ مرتد ہونے شروع ہوئے تو حضرت ثمامہ اپنی قوم کے درمیان اسلام پر ثابت قدم رہے اور قوم کے لوگوں کو مسیلمہ کذاب یعنی اس جھوٹے نبی کی پیروی سے روکتے رہے..... ثمامہ اپنی قوم سے کہتے:

"خدا کے لئے اس ظلمت و گمراہی سے بچو جس میں کوئی نور اور روشنی نہیں ہے..... یہ بدبختی ہے جو اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کا مقدر کردی ہے جو تم میں اس جھوٹے نبی کی پیروی کرتا ہے....."

(حوالہ سیرت النبی ابن ہشام وابن کثیر وعلامہ حلبی وواقدی)

حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کا خط کفار کے نام

حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ جو ایک معزز صحابی تھے..... انہوں نے قریش کو ایک خط اس مضمون کا لکھ دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنگ کی تیاریاں کررہے ہیں..... لہٰذا تم لوگ ہوشیار ہو جاؤ..... اس خط کو انہوں نے ایک عورت کے ذریعہ مکہ بھیجا.....

اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو علم غیب عطا فرمایا تھا..... آپ ﷺ نے اپنے اس علم غیب کی بدولت یہ جان لیا کہ حضرت حاطب بن ابی بلتعہ نے کیا کاروائی کی ہے..... چنانچہ آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ و حضرت زبیر رضی اللہ عنہ و حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کو

فوراً ہی روانہ فرمایا کہ تم لوگ ''روضہ خاخ'' میں چلے جاؤ وہاں ایک عورت ہے اور اس کے پاس ایک خط ہے اس سے وہ خط چھین کر میرے پاس لاؤ.....

چنانچہ یہ تینوں اصحاب کبار تیز رفتار گھوڑوں پر سوار ہو کر ''روضہ خاخ'' میں پہنچے اور اس عورت کو پا لیا..... جب اس سے خط طلب کیا تو اس نے کہا میرے پاس کوئی خط نہیں ہے..... حضرت علی ﷛ نے فرمایا:

''اللہ کی قسم! رسول اللہ ﷺ کبھی کوئی جھوٹ بات نہیں کہہ سکتے.....

نہ ہم لوگ جھوٹے ہیں..... لہٰذا تو خط نکال کر ہمیں دے دے ورنہ

ہم تجھ کو ننگی کر کے تلاشی لیں گے.....''

جب عورت مجبور ہو گئی تو اس نے اپنے بالوں کے جوڑے میں سے وہ خط نکال کر دے دیا..... جب یہ لوگ خط لے کر بارگاہ رسالت میں پہنچے تو آپ نے حضرت حاطب بن ابی بلتعہ ﷛ کو بلایا اور فرمایا:

''اے حاطب! یہ تم نے کیا کیا؟''

انہوں نے عرض کیا:

''یا رسول اللہ ﷺ! آپ میرے بارے میں جلدی نہ فرمائیں.....

نہ میں نے اپنا دین بدلا ہے نہ مرتد ہوا ہوں..... میرے اس خط

کے لکھنے کی وجہ صرف یہ ہے کہ مکہ میں میرے بیوی بچے ہیں مگر مکہ

میں میرا کوئی رشتہ دار نہیں ہے جو میرے بیوی بچہ کی خبر گیری و

نگہداشت کرے..... میرے سوا دوسرے تمام مہاجرین کے عزیز

و اقارب مکہ میں موجود ہیں جو ان کے اہل و عیال کی دیکھ بھال

کرتے رہتے ہیں.....اس لئے میں نے یہ خط لکھ کر قریش پر ایک

اپنا احسان رکھ دیا ہے.....تاکہ میں ان کی ہمدردی حاصل کرلوں

اور وہ میرے اہل وعیال کے ساتھ کوئی برا سلوک نہ کریں.....

یارسول اللہ ﷺ! میرا ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ ضرور ان کافروں کو

شکست دے گا اور میرے اس خط سے کفار کو ہرگز ہرگز کوئی فائدہ

حاصل نہیں ہوسکتا.....''

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کے اس بیان کو سن کر ان کے عذر کو قبول فرمالیا.....مگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس خط کو دیکھ کر اس قدر طیش میں آگئے کہ آپے سے باہر ہوگئے اور عرض کیا:

''یارسول اللہ ﷺ! مجھے اجازت دیجئے کہ میں اس منافق کی گردن

اڑادوں...''

دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی غیظ وغضب سے بھر گئے.....لیکن رحمت عالم ﷺ کی جبین رحمت پر اک ذرا شکن بھی نہیں آئی اور آپ ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا:...

''اے عمر! کیا تمہیں خبر نہیں کہ حاطب اہل بدر میں سے ہے اور

اللہ تعالیٰ نے اہل بدر کو مخاطب کر کے فرمادیا ہے کہ تم جو چاہو کرو تم

سے کوئی مواخذہ نہیں.....''

یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی آنکھیں نم ہوگئیں اور وہ یہ کہہ کر بالکل خاموش ہوگئے کہ اللہ اور اس کے رسول کو ہم سب سے زیادہ علم ہے.....اسی موقعہ پر قرآن کی یہ آیت

نازل ہوئی کہ:

"یا ایھا الذین آمنوا لا تتخذوا عدوی و عدولکم اولیاء..."

اے ایمان والو! میرے اور اپنے دشمن کافروں کو دوست نہ بناؤ....."

بہرحال حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کو معاف فرمادیا..... (بخاری ج ۲ص ۶۱۲ غزوہ الفتح)

جنگ حُنَین

براداران اسلام! فتح مکہ کے بعد شوال ۸ ھ میں جنگ حنین ہوئی..... "حنین" مکہ اور طائف کے درمیان ایک وادی کا نام ہے..... تاریخ اسلام میں حق و باطل کا یہ معرکہ بھی بڑا ہی عجیب اور عبرت خیز ہے..... اس جنگ میں مسلمانوں کی تعداد بارہ ہزار تھی..... اور کفار صرف چار ہزار تھے.....

بعض صحابہ کی زبان سے یہ نکل گیا کہ جب جنگ بدر و احد میں باوجود اقلیت اور بے سروسامانی کے ہم فتح یاب ہوگئے تو آج جب کہ ہم اکثریت میں ہیں اور ہتھیار و سامان کی بھی کوئی کمی نہیں ہے..... بھلا کون ہم پر غالب آسکتا ہے؟..... آج تو ہماری فتح یقینی ہے.....

خداوند کریم کو مسلمانوں کا اپنی اکثریت پر گھمنڈ کرنا پسند نہیں آیا اور مسلمانوں کو یہ سبق دینے کے لئے کہ مسلمان تعداد اور ہتھیار و سامان کی کثرت سے فتح نہیں

پاتا..... بلکہ مسلمان ہمیشہ خداوند قدوس کی امداد و نصرت سے فتح یاب ہوتا ہے.....

اچانک خداوند عالم نے کچھ ایسے اسباب پیدا فرمادیئے کہ لشکر اسلام کو شکست فاش ہوگئی..... اور بارہ ہزار اسلامی فوجیں قبیلۂ ہوازن کی تیراندازی و ناگہانی حملوں کی تاب نہ لاکر بھاگ نکلیں..... قرآن مجید نے لشکر اسلام کی بدحواسی اور بھگدڑ کا نقشہ ان لفظوں میں کھینچا ہے:

”ویوم حنین اذ اعجبتکم کثرتکم فلم تغن عنکم شیئا و ضاقت علیکم الارض بما رحبت ثم ولیتم مدبرین“

”یعنی تم لوگ جنگ حنین کے دن کو یاد کرو..... جب کہ تمہاری کثرت تعداد نے تم لوگوں کو گھمنڈ میں ڈال دیا تھا..... لیکن تمہاری اکثریت نے تم کو کچھ فائدہ نہیں پہنچایا..... اور چوڑی زمین تمہارے لئے تنگ ہوگئی اور تم لوگ پیٹھ پھیر کر بھاگ نکلے.....“

برادران ملت! جنگ حنین میں تیروں کا مینہ برس رہا ہے اور بارہ ہزار فوجیں فرار ہوچکیں ہیں..... لیکن اس حالت میں بھی ایک پیکر مقدس ثابت قدم ہے..... جو تنہا ایک فوج..... ایک عالم..... بلکہ مجموعہ کائنات ہے..... آپ عین میدان جنگ میں اپنے سفید خچر پر سوار ہیں اور عباس بن عبدالمطلب خچر کی لگام مضبوطی کے ساتھ پکڑے ہوئے ہیں..... آپ برابر آگے بڑھ رہے ہیں اور زبان مبارک پر رجز کا یہ شعر جاری ہے ۔

انا النبی لا کذب

انا ابن عبدالمطلب

”یعنی میں نبی ہوں یہ جھوٹ نہیں ہے..... میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں.....“

عین اسی حالت میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس بن عبدالمطلب کو حکم دیا کہ تم انصار و مہاجرین کو آواز دو..... حضرت عباس ﷺ نہایت بلند آواز تھے..... انہوں نے نعرہ مارا کہ "یا معشر الانصار" (اے گروہ انصار) "یا اصحاب الشجرة" (اے درخت کے نیچے بیعت کرنے والو) اس پکار کا کانوں میں پڑنا تھا کہ بھاگی ہوئی تمام فوج دفعۃً پلٹ پڑی.....

اور رسول کی اس پکار پر لوگ اس تیزی سے واپس پلٹے کہ جن لوگوں کے گھوڑے کشمکش کی وجہ سے نہ دوڑ سکے..... وہ گھوڑوں سے اتر کر دوڑے..... جو زرہوں کے بوجھ سے جلدی جلدی نہ دوڑ سکے وہ زرہوں کو اتار پھینکتے ہوئے اتنی تیزی سے دوڑے کہ جس طرح نیل گائے اپنے بچے کی آواز پر بے قرار ہو کر دوڑتی ہے.....

دم زدن میں بارہ ہزار کا بھاگا ہوا لشکر ماہِ رسالت کے گرد ہالہ کی طرح پرے جما کر کھڑا ہو گیا اور ایسی جانثاری کے ساتھ جم کر لڑنے لگا کہ چشم زدن میں لڑائی کا رنگ بدل گیا اور آسمان سے فرشتوں کی فوج فتح مبین کا تحفہ لے کر اتر پڑی..... بہت سے کفار قتل ہوئے..... کچھ بھاگ نکلے..... جو رہ گئے گرفتار کر کے رسیوں میں جکڑ دیئے گئے..... جس کا منظر قرآن کریم نے ان لفظوں میں پیش فرمایا:

"ثم انزل الله سكينة علىٰ رسوله وعلى المومنين وانزل جنودا لم تروها وعذب الذين كفروا وذالك جزاء الكافرين" (توبه)

"یعنی شکست کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے سکون قلب کا سامان اپنے رسول پر اور مومنین پر نازل فرما دیا اور ایسے لشکروں کو اتار دیا جن کو تم لوگوں نے نہیں دیکھا اور کافروں کو عذاب دیا.....

اور یہی کافروں کا بدلہ ہے"

برادران اسلام! غور کیجئے کہ بارہ ہزار کا لشکر جب دشمنوں کی تیراندازی اور اچانک حملوں سے پسپا ہوکر انتہائی بے ترتیبی کے ساتھ بھاگ نکلا اور ایسی بھگدڑ مچ گئی تھی کہ چوڑی زمین تنگ ہو چکی تھی..... اور کسی کو بھاگنے کا راستہ نہیں ملتا تھا..... پریشانی و بدحواسی میں ایک دوسرے کو خبر نہیں تھی.....

مگر اس بدحواسی اور بھگدڑ کی حالت میں بھی جب خدا کے رسول کی پکار ان کے کانوں میں پڑی تو بغیر ایک لمحہ تاخیر کئے ہوئے دفعۃً بارہ ہزار کا لشکر اس تیزی کے ساتھ پلٹ پڑا کہ گھوڑے سے اتر کر پیدل دوڑے..... یہاں تک کہ ہلکے بدن کے ہونے کے لئے زرہ اور سامان جنگ کو بھی پھینک دیا..... تاکہ رسول کی پکار پر دوڑ پڑنے میں ایک سیکنڈ کی بھی تاخیر نہ ہونے پائے..... کیونکہ خدا کے اس فرمان پر ان کا ایمان تھا کہ:.....

"یا ایھا الذین آمنوا استجیبوا للہ وللرسول"

"یعنی اے ایمان والو! تم جہاں بھی رہو اور جس حال میں بھی رہو..... لیکن جب اللہ اور رسول تمہیں پکاریں تو تم دوڑ پڑو اور حاضر ہو جاؤ....."

غزوۂ حنین میں ہونے والے معجزات

حضور ﷺ کے ہاتھ سے پھینکی گئی مٹی نے اندھا کر دیا

امام مسلم..... ابوعوانہ اور امام نسائی نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ حنین کے دن مٹھی بھر کنکریاں لیں اور انہیں کفار کی طرف پھینک دیا..... پھر فرمایا وہ شکست کھا گئے..... رب محمد ﷺ کی قسم! جونہی آپ نے وہ کنکریاں پھینکیں وہ کفار شکست کھا کر واپس جانے لگے.....

امام مسلم نے سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ غزوۂ حنین کے دن جب کفار نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا گھراؤ کر لیا تو آپ ﷺ اپنی خچر سے نیچے تشریف لے آئے پھر مٹھی بھر مٹی لی اور اسے کفار کی طرف پھینک دیا..... اور فرمایا:

"شاھب الوجوہ" چہرے برباد ہو گئے.....

وہاں موجود تمام کفار کی آنکھیں مٹی سے بھر گئیں..... اور وہ پیٹھ پھیر کر بھاگ گئے... (حوالہ مسلم شریف)

ابونعیم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ غزوۂ حنین کے دن مسلمانوں میں شکست کے آثار نمودار ہوئے..... اس وقت نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی خچر پر سوار تھے..... اس کا نام دلدل تھا..... آپ ﷺ نے فرمایا: نیچے

جھک جا..... دلدل نیچے جھک گئی اس کا پیٹ زمین کو چھونے لگا..... آپ ﷺ نے مٹھی بھر مٹی لی اور اسے مشرکین کی طرف پھینکا اور فرمایا: "حم لا ینصرون"

اسی وقت مشرکین کو شکست ہو گئی..... حالانکہ ہم نے اس وقت نہ تو تیر اندازی کی تھی اور نہ ہی نیزہ بازی کی تھی..... (حوالہ خصائل کبریٰ)

نقل اتارنے پر اسلام کی دولت مل گئی

حضرت ابو محذورہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں ایک جماعت کے ساتھ حنین کے راستے پر جا رہا تھا..... اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جنگ حنین فتح کر کے واپس اسی راستے پر تشریف لا رہے تھے.....

ایک جگہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہماری ملاقات ہو گئی (تو ہم کچھ ایک طرف ہو کر ٹھہر گئے) حضور علیہ السلام کے مؤذن نے آپ کے پاس کھڑے ہو کر نماز کے لئے اذان دی..... ہم نے مؤذنوں کی آواز سنی تو اس کی نقل اتارنے اور مذاق کرنے لگے.....

ہماری اس نقلی اذان کی آواز اور مذاق اڑانے کو حضور علیہ السلام نے سن لیا..... آپ نے ہمیں اپنے پاس بلوایا اور فرمایا کہ: نقلیں کون اتار رہا تھا؟ میرے ساتھیوں نے میری طرف اشارہ کیا..... کیونکہ اس بدتمیزی میں میں ہی پیش پیش تھا..... آپ نے سب کو چھوڑ دیا اور مجھے فرمایا:

"قم فاذن" کھڑے ہو اور اذان کہو.....

میں کھڑا ہوا..... اس وقت میرے دل میں حضور علیہ السلام سے نفرت تھی اور جس

بات کا مجھے حکم دیا تھا.....اس سے بڑھ کر میرے دل میں کوئی ناپسند بات نہ تھی.....
(لیکن ڈر کے مارے میں کھڑا رہا)

آپ ﷺ نے فرمایا:

''جیسے میں اذان کہلواؤں تم ویسے ہی کہتے جاؤ.....''

جب میں اذان کہہ چکا تو آپ ﷺ نے مجھے اپنے قریب بلایا اور ایک تھیلی عطا فرمائی.....اس میں کچھ چاندی تھی.....پھر آپ ﷺ نے اپنا دست مبارک میری پیشانی پر رکھا اور میرے منہ اور چھاتی پر پھیرا.....حتیٰ کہ آپ ﷺ کا دست مبارک میری ناف تک پہنچا.....پھر فرمایا:

''بارک اللہ فیک وبارک علیک''

''اللہ تجھ میں برکت فرمائے اور تجھ پر برکتیں فرمائے.....''

آپ ﷺ کے دست مبارک پھیرنے سے میری دنیا ہی بدل گئی.....

''وذهب کل شی کان لرسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم من کراهة دعاد ذلک کله محبة لرسول اللہ ﷺ...''

''یعنی جس قدر حضور علیہ السلام کے خلاف میرے دل میں نفرت وکراہت تھی.....یکسر جاتی رہی اور آپ کی محبت میرے دل میں ایسی سما گئی کہ میرے جسم کا رونگھٹا رونگھٹا محبت رسول ﷺ سے سرشار ہوگیا...''

اور میرے دل میں آپ ﷺ سے بڑھ کر کسی کی محبت نہ تھی.....پھر میں نے عرض کیا:...

"یارسول اللہ ﷺ! مجھے مکہ معظمہ میں بھیج کر وہاں کا مؤذن مقرر کر دیجئے..."

چنانچہ رحمت کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے مکہ کے گورنر حضرت عتاب بن اسید کے پاس بھیج کر وہاں کا مؤذن مقرر کر دیا.....

سنن بیہقی شریف میں ہے کہ حضرت ابو محذورہ کی اولاد کئی پشتوں تک مکہ معظمہ کی مؤذن رہی..... (سنن نسائی ص ۲ ج ۵ وسنن البیہقی ص ۲/۳۹۲ وص ۲/۴۱۸ وتفسیر ابن کثیر ص ۲/۷۲)

میرے محبوب ﷺ ہمیں صرف آپ درکار ہیں

غزوۂ حنین میں کامیابی حاصل کرنے کے بعد لشکر اسلام نے جب جعرانہ میں پڑاؤ ڈالا تو سالار لشکر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجاہدین حاضرین..... مولفۃ القلوب اور اپنے اتحادیوں داد و دہش کے لئے دربار منعقد کیا.....اور نومسلموں سمیت سب کو اس قدر نوازا .....کہ اہل مکہ پر ان نوازشات کی بارش دیکھ کر انصار کے چند اوباش نوجوانوں کی زبان پر شکوہ وشکایت کے الفاظ جاری ہو گئے.....اور وہ آپس میں چہ مگوئیاں کرنے لگے.....

آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

"اے انصار! کیا تمہیں یہ پسند نہیں کہ دوسرے لوگ اونٹ اور بکریاں لے جائیں اور تم محمد کو اپنے گھر لے جاؤ....."

انصار دھاڑیں مار مار کر رونے لگے ..... روتے روتے ان کی ڈاڑھیاں تر ہو گئیں.....وہ رو رو کر پکار رہے تھے:

"ہمیں صرف محمد صلی اللہ علیہ وسلم درکار ہیں.....آقا ہمیں صرف آپ درکار ہیں....."

حضور ﷺ کا مثالی عفو ودرگزر

حضرت عبداللہ ابن ابوبکر کسی عرب سے روایت کرتے ہیں جو بیان کرتا ہے کہ غزوۂ حنین کے موقعہ پر ایک مرتبہ دھکا پیل میں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ٹکرا گیا اور میرا بھاری جوتا آپ ﷺ کے پیر پر پڑ گیا..... آپ ﷺ کے ہاتھ میں اس وقت ایک کوڑا تھا..... آپ ﷺ نے (بے اختیاری میں) وہ کوڑا میرے مارا اور فرمایا: بسم اللہ! تم نے بڑے زور سے میرا پیر کچل دیا.....

راوی کہتا ہے کہ مجھ پر اپنی غلطی کا اتنا اثر ہوا کہ میں ساری رات اپنے آپ کو ملامت کرتا رہا کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پیر کچل کر آپ ﷺ کو تکلیف پہنچائی.....

اگلے دن صبح کو میں نے کسی کو اپنا نام پکارتے ہوئے سنا کہ فلاں شخص کہاں ہے؟ میں یہ سنتے ہی آنحضرت ﷺ کی طرف چلا اور دل میں بہت ڈر رہا تھا..... آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا:

"تمہارے جوتے سے میرا پیر کچلا گیا تھا جس سے مجھے بہت تکلیف ہوئی اور اسی تکلیف کی شدت میں میں نے تمہارے کوڑا مار دیا تھا..... اب یہ اَسّی بھیڑیں تمہارے لئے ہیں ..... تم اس کوڑے کی چوٹ کے بدلے میں انہیں لے لو....."

(حوالہ سیرت ابن ہشام وابن کثیر)

سر لینے آیا تھا: سر دے گیا

شیبہ بن عثمان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ حنین پر تشریف لے گئے تو میرے سینے میں وہ زخم ہرا ہو گیا جو حضرت علی ﷺ اور حمزہ ﷺ نے میرے باپ اور چچا کو قتل کر کے لگایا تھا..... میں نے کہا آج میں محمد (ﷺ) کو قتل کر کے خون کا بدلہ لوں گا.....

میں (جنگ کے دوران) آپ ﷺ کے پیچھے سے آیا اور آپ کے قریب ہوتا چلا گیا..... یہاں تک کہ صرف اتنا فاصلہ رہ گیا کہ میں تلوار اٹھا کر آپ کو مار ڈالوں..... مگر اچانک بجلی کی طرح چمکتا ہوا آگ کا ایک شعلہ میری طرف لپکا میں نے سمجھا کہ یہ مجھے بھسم کر دے گا..... تو میں الٹے پاؤں بھاگ کھڑا ہوا.....

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے میری طرف دیکھ کر ارشاد فرمایا: او شیبہ! اور ساتھ ہی اپنا ہاتھ میرے سینے پر رکھ دیا..... اللہ نے فوراً میرے سینے سے شیطان کو نکال باہر کیا.....

"فرفعت الیہ بصری و ھو ارحب الی من سمعی وبصری ومن کذا"

اب جو میں نے آپ ﷺ کی طرف نگاہ اٹھائی تو آپ مجھے اپنے وجود سے بھی زیادہ عزیز لگ رہے تھے.....

(حوالہ دلائل النبوۃ)

غزوۂ طائف کے معجزات

واقدیؒ سے روایت ہے کہ عروہ بن مسعود اور غیلان بن سلمہ رضی اللہ عنہم دونوں طائف کے تاجر تھے..... یہ دونون یمن کے علاقہ جرش کو روانہ ہوئے..... جبکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی فتح مکہ کے لئے (مدینہ طیبہ سے) روانہ ہو چکے تھے..... یہ دونوں وہاں قلعہ دوز مشینوں اور چھوٹی بڑی منجنیقوں کے بنانے اور استعمال کرنے کا طریقہ سیکھتے رہے... جب تک یہ اپنے کام میں ماہر ہوئے نبی کریم ﷺ نے مکہ فتح کر لیا تھا..... پھر یہ دونوں واپس طائف آ گئے اور قلعہ طائف کے اندر منجنیق نصب کی اور پتھر انداز مشینیں بنا بنا کر لڑائی کا سامان تیار کرنے لگے.....

ادھر جب عروہ فارغ ہو گئے اور اپنی اور اپنی قوم کی دانست کے مطابق تمام سامان جنگ مہیا ہو گیا تو اللہ نے ان کے دل میں اسلام کی محبت ڈال دی..... وہ غیلان بن سلمہ سے ملے اور کہا:

"تم دیکھتے نہیں ہو اللہ تعالیٰ نے اس آدمی (نبی ﷺ) کو کیسے کامیابی دی ہے؟ اور اس کے سب آدمی مکہ میں داخل ہو چکے ہیں تو اس کے بارے میں سوچو اور آنے والے وقت کی فکر کرو..... آج ہمیں لوگ عرب کا دانا و مدبر سمجھتے ہیں..... اور ہمارے جیسا آدمی محمد ﷺ کی دعوت و نبوت سے جاہل نہیں رہنا چاہئے....."

غیلان نے کہا:

"ابو یعقوب ایسا نہ کہو اور آئندہ تمہارے منہ سے ایسی بات سنائی نہ

دے..... مجھے تمہارے متعلق بنو ثقیف سے خطرہ محسوس ہونے لگا

ہے..... اگرچہ ان کے ہاں تمہاری شرافت مسلمہ ہے.....“

عروہ بن مسعود آخر نے کہا:

”میں تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کر چکا ہوں اور ان کے پاس

جا رہا ہوں.....“

غیلان نے کہا: ”جلدی نہ کرو اچھی طرح غور و فکر کر لو.....“

عروہ کہنے لگے:

”محمد ﷺ کی صداقت سے بڑھ کر کون سی چیز واضح تر ہو سکتی ہے؟

میں تجھے ایک بات بتاتا ہوں جو قبل ازیں میں نے کسی کو نہیں

بتلائی..... اور تمہیں اب بتا رہا ہوں.....“

غیلان نے کہا: ”وہ کیا ہے؟“

عروہ نے بتایا:

”میں ایک بار بغرض تجارت نجران گیا تھا..... یہ محمد ﷺ کے مکہ

میں ظہور سے قبل کی بات ہے..... وہاں ایک پادری میرا دوست

تھا..... اس نے مجھے کہا: ابو یعقوب! تمہارے علاقہ میں اس نبی کا

ظہور وقوع میں آنے والا ہے..... جو تمہارے حرم سے ظاہر

ہوگا..... میں نے کہا: تم کیا کہہ رہے ہو؟ اس نے کہا: مجھے مسیح کی

قسم! وہ آخری نبی ہوگا..... وہ اپنی قوم (کے کفار) کو قوم عاد کی

طرح تہ تیغ کر دے گا جب وہ ظاہر ہو اور دعوت حق دے تو تم اس

کی اتباع کرنا او سب سے پہلے اس پر ایمان لانا.....مگر میں نے آج تک اس با ے میں ایک بھی حرف بنوثقیف یا دوسرے کسی شخص سے نہیں کہا کیونکہ میں ان کی شدید بداعتقادی سے واقف ہوں اوراس پادری سے یہ سب کچھ سننے کے باوجود میں آپ ﷺ کا سخت مخالف رہا ہوں.....مگر اللہ نے اب میرا دل پھیر دیا ہے.....اور میں آپ ﷺ کی اطاعت کرنا چاہتا ہوں.....تو اے غیلان! تم ان بدعقیدہ لوگوں سے میرے یہاں سے چلے جانے کو خفیہ رکھنا کسی سے ذکر نہ کرنا.....''

چنانچہ عروہ وہاں سے چل دیئے.....اور جب تک مدینہ طیبہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ نہیں گئے کسی کو ان کے بارے میں معلوم نہ تھا.....ان کا معاملہ خفیہ رہا .....تو وہ اسلام لے آئے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سارا قصہ کہہ سنایا کہ وہ کیا چاہتے تھے.....پھر انہوں نے کیا کچھ سامان جنگ تیار کیا.....پھر اللہ نے ان کے دل میں محبت اسلام کیسے ڈال دی.....پادری کی بات بتلائی.....نبی ﷺ نے فرمایا:

''اللہ کی تعریف ہے جس نے تمہیں ہدایت دی اور جو کچھ تم اپنے لئے چاہتے تھے اللہ نے تمہارے لئے اس سے بہتر چاہا.....''

پھر عروہ رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی قوم میں واپس جانے کی اجازت طلب کی اور عرض کیا:

''یارسول اللہ ﷺ! اس دین سے بڑھ کر ہمارے لوگوں کے لئے ابھی تک غیر معروف کوئی دین نہیں.....تو کیا میں اپنی قوم کے

پاس ایک بہترین چیز (اسلام) لے کر نہ جاؤں؟ ایسی بہتر کہ کوئی
آدمی اپنی قوم کے پاس اس سے بہتر چیز لے کر کبھی نہ گیا ہوگا؟
اور یا رسول اللہ ﷺ! میں کتنے ہی اچھے مواقع (جہاد) سے اب
تک محروم رہا ہوں....."

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "وہ تمہیں دیکھتے ہی قتل کر دیں گے....."
انہوں نے کہا: "یارسول اللہ ﷺ! میں ساری قوم کو اپنی نوجوان اولاد سے بھی عزیز تر ہوں....." پھر انہوں نے دوبارہ اجازت چاہی..... تو آپ ﷺ نے پھر فرمایا:

"ایسے میں وہ تجھے قتل کر دیں گے....."

انہوں نے کہا: "اگر وہ مجھے سوتا پائیں گے تو بیدار تک نہیں کریں گے....." پھر تیسری بار اجازت مانگی..... تو آپ ﷺ نے فرمایا: "اگر تم چاہتے ہو تو جاؤ....." تو وہ طائف چلے گئے..... وہاں اپنی قوم کو دعوت حق دی اور انہوں نے انہیں قتل کر دیا.....

فاروق خطابی کی روایت میں ہے کہ عروہ رضی اللہ عنہ کو نبی ﷺ نے اجازت دے دی تو وہ طائف لوٹے..... وہ عشاء کے وقت وہاں پہنچے..... بنو ثقیف ان کے پاس آئے..... آپ نے انہیں صورت حال سے آگاہ کیا..... اسلام کی طرف بلایا اور انہیں نصیحت کی..... تو انہوں نے عروہ پر الزامات تراشنے..... انہیں جھوٹا قرار دینے اور برا بھلا کہنے کا سلسلہ شروع کر دیا اور اٹھ کر چل دیئے..... یہاں تک کہ جب صبح ہوئی تو عروہ رضی اللہ عنہ نے اپنے گھر میں اذان کہی اور کلمہ شہادت پڑھا تو ثقیف کے ایک آدمی نے تیر چلا کر آپ کو شہید کر دیا..... روایات کے مطابق جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کے قتل کی اطلاع پہنچی تو آپ ﷺ نے فرمایا:

"عروہ کی مثال سورہ یٰسین والے آدمی کی ہے..... جس نے اپنی
قوم کو اللہ کی طرف بلایا مگر قوم نے اسے قتل کر دیا....."

لالچی بڑھیا

غزوۂ طائف میں مال غنیمت میں بنی ہوازن کو ان کے تمام قیدی واپس کر دیئے گئے اور سوائے ایک بڑھیا کے کوئی قیدی باقی نہیں رہا..... یہ بڑھیا عیینہ ابن حصن فزاری کے حصہ میں آئی اور اس نے دینے سے انکار کر دیا تھا..... جیسا کہ بیان ہوا جب عیینہ نے اس بڑھیا کو لیا تو کہا:

"یہ اگرچہ بڑھیا ہے مگر میں سمجھتا ہوں کہ قبیلہ میں نسب کے اعتبار سے یہ بڑھیا اونچے درجے کی ہے (یعنی کسی بڑے گھرانے سے) اس لئے ممکن ہے اس کے گھر والوں سے اس کا بڑا فدیہ یعنی معاوضہ حاصل ہو جائے (یعنی چونکہ اونچے گھرانے کی ہے اس لئے اس کے خاندان والے ضرور اس کی رہائی کی کوشش کریں گے اور بڑے بڑے معاوضہ پر بھی اس کو آزاد کرائیں گے..... جس سے مجھے فائدہ ہوگا)"

پھر بعد میں عیینہ نے اس بڑھیا کو دس اونٹوں کے معاوضہ میں رہا کیا تھا.....ایک قول ہے کہ بیس اونٹوں کے بدلے میں آزاد کیا تھا اور یہ معاوضہ عیینہ کو اس بڑھیا کے بیٹے سے ملا تھا..... جب اس کے بیٹے نے ماں کی رہائی کے لئے عیینہ سے بات کی تو پہلے عیینہ نے اس کے ساتھ خالص سودے بازی کی اور معاوضہ میں سو اونٹ مانگے.....اس پر اس بڑھیا کے بیٹے نے کہا:

"خدا کی قسم! نہ تو اس کی چھاتیاں ابھری ہوئی اور سخت ہیں (یعنی

وہ کوئی پُرشباب دوشیزہ نہیں ہے) نہ اس کا پیٹ بچہ جننے کے قابل ہے (یعنی وہ بہت عمر رسیدہ ہے) نہ اس کے منہ میں ٹھنڈک اور تسکین کا سامان ہے (یعنی اس میں کوئی جنسی دلکشی نہیں ہے) نہ ایسی ہے کہ اس کا شوہر اس کی جدائی میں بے قرار ہو.....اور نہ اس کی چھاتیوں میں دودھ اتر آتا ہے (یعنی وہ جوانی کی عمر سے گزر چکی ہے)"

ایک قول ہے کہ یہ بات زہیر نے کہی تھی جو بنی ہوازن کے وفد کا امیر تھا.....مگر اس سے کوئی فرق پیدا نہیں ہوتا کیونکہ ممکن ہے زہیر ہی اس بڑھیا کا بیٹا رہا ہو.....غرض یہ سن کر عیینہ نے کہا:

"اچھا لے جاؤ! خدا تمہیں اس بڑھیا کے ذریعہ کوئی برکت نہ دے....."

عیینہ کی نافرمانی اور آپ ﷺ کی بددعا

یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی برکت تھی.....کیونکہ جن لوگوں نے اپنے قیدیوں کو بلا قیمت بنی ہوازن کو واپس کر دینے سے انکار کر دیا تھا.....ان کے لئے رسول اللہ ﷺ نے بددعا فرمائی تھی کہ اللہ تعالیٰ انہیں ان باندیوں کی فروخت میں کوئی مالی فائدہ نہ دے.....بلکہ وہ مندہ اور کساد بازاری کا شکار ہوں (چنانچہ عیینہ نے اس بڑھیا کا معاوضہ سو اونٹ مانگا تھا مگر صرف دس اونٹ ملے)

اور یہ بھی اس طرح کہ سب سے پہلے اس بڑھیا کے بیٹے نے خود ہی عیینہ کو اپنی ماں کے معاوضہ میں سو اونٹوں کی پیشکش کی مگر اس وقت عیینہ نے اور زیادہ کے لالچ میں سو اونٹ کے بدلے بڑھیا کو دینے سے انکار کر دیا اور چلا گیا (کہ بڑھیا کا بیٹا یعنی زہیر خود ہی اونٹوں کی تعداد بڑھا کر ماں کو چھڑانے آئے گا مگر زہیر خاموش ہو کر بیٹھ رہا)

آخر عیینہ کچھ انتظار کے بعد پھر خود ہی زہیر کے پاس گیا اور بولا کہ اچھا لاؤ سو اونٹ ہی دے دو اور اپنی ماں کو لے جاؤ..... مگر اب زہیر نے سو اونٹ دینے سے انکار کر دیا اور کہا:

''اب میں پچاس اونٹوں سے زائد کچھ نہیں دوں گا.....''

عیینہ پھر وہاں سے چلا گیا اور انتظار میں بیٹھ گیا کہ کچھ دیر میں زہیر سو اونٹوں کے بدلے ہی ماں کو لینے آئے گا..... مگر زہیر نے پھر بے نیازی کا ثبوت دیا اور خاموش رہا..... آخر اب پھر عیینہ خود اس کا انتظار کرنے کے بعد دوبارہ زہیر کے پاس گیا اور کہنے لگا کہ اچھا لاؤ پچاس اونٹ ہی دو اور ماں کو لے جاؤ..... مگر اب زہیر نے پچاس اونٹ بھی دینے سے انکار کر دیا اور کہا:

''نہیں! اب میں پچیس اونٹوں سے زیادہ بالکل نہیں دے سکتا''

عیینہ نے اب بھی لالچ کو نہ چھوڑا اور یہ سمجھا کہ کچھ دیر میں یہ پچاس اونٹوں پر راضی ہو جائے گا..... لہٰذا وہ پھر وہاں سے چلا گیا اور زہیر کے آنے کا انتظار کرنے لگا..... مگر زہیر نے پھر خاموشی اختیار کر لی..... آخر کار انتظار کے بعد عیینہ پھر زہیر کے پاس گیا اور کہنے لگا کہ اچھا پچیس اونٹ ہی دو اور بڑھیا کو لے جاؤ..... مگر زہیر نے کہا:

''اب میں دس اونٹ سے زائد نہیں لے سکتا..... ایک روایت میں یوں ہے کہ چھ اونٹ سے زائد نہیں دے سکتا.....''

آخر تنگ آکر عیینہ نے کہا:

''اچھا لے جاؤ خدا تمہیں اس سے کوئی برکت نہ دے...''

جیسا کہ بیان ہوا.....اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا پوری ہوئی.....
اور عیینہ کو سخت نقصان اور مندے کا شکار ہونا پڑا.....کہ سو کے بجائے صرف چھ یا دس
اونٹ ملے..... (حوالہ سیرت حلبیہ)

حضور ﷺ کی راحت کیلئے درخت دو ٹکڑے ہو گیا

غزوۂ طائف میں حضور علیہ السلام ایک جگہ سے پیدل چلتے چلتے اونگھ رہے
تھے.....کہ راستے میں ایک بیری کا درخت تھا.....حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو آتے دیکھ کر
دو ٹکڑے ہو گیا تا کہ آپ کی نیند میں خلل نہ آئے (اور آپ کو تکلیف نہ پہنچے)
یہ حدیث لکھ کر امام ماوردیؒ نے لکھا ہے کہ ''وہ بیری دو حصوں میں ہمارے زمانہ
تک موجود رہی اور اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیری کے نام سے پکارتے
تھے.....اور ہر گزرنے والا وہاں سے تبرک لے کر جاتا تھا.....'' (اعلام النبوۃ ص ۱۲۶)

۹ھ کے واقعات

غزوۂ تبوک

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے تبوک میں پہنچ کر لشکر کو پڑاؤ کا حکم دیا مگر دور دور تک رومی لشکروں کا کوئی پتہ نہیں چلا..... واقعہ یہ ہوا کہ جب رومیوں کے جاسوسوں نے قیصر کو خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ تیس ہزار کا لشکر لے کر تبوک میں آ رہے ہیں..... تو رومیوں کے دلوں پر اس قدر ہیبت چھا گئی کہ وہ جنگ سے ہمت ہار گئے اور اپنے گھروں سے باہر نہ نکل سکے.....

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیس دن تک تبوک میں قیام فرمایا..... اور اطراف و جوانب میں افواج الٰہی کا جلال دکھا کر کفار کے دلوں پر اسلام کا رعب بٹھا کر..... مدینہ واپس تشریف لائے اور تبوک میں کوئی جنگ نہیں ہوئی.....

سفر تبوک کے واقعات

جان دو عالم ﷺ کا تبوک کی طرف سفر جاری تھا..... کہ راستے میں قوم ثمود کی تباہ شدہ بستی کے کھنڈر آئے.....

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ لوگ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ثمود کے علاقے حجر میں پہنچے..... تو ہم نے وہاں کے کنوئیں سے پانی نکالا اور اس سے آٹا گوندھا..... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ وہاں سے جتنا بھی پانی نکالا گیا ہے اسے پھینک دیا جائے..... اور اس سے جو آٹا گوندھا گیا ہے وہ اونٹوں کو کھلا دیا جائے.....

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ تبوک کے لئے جاتے ہوئے حجر میں اترے تو لوگوں کو حکم دیا کہ یہاں کے کنوئیں سے پانی نہ پئیں..... نہ پینے کے لئے نکال کر رکھیں..... لوگوں نے عرض کی کہ ہم تو پانی نکال چکے ہیں..... اور اس سے آٹا بھی گوندھ چکے ہیں..... رسول اللہ ﷺ نے ان کو حکم دیا کہ آٹا پھینک دیں اور پانی گرا دیں...

(بخاری ج ا کتاب الانبیاء باب قول اللہ عزوجل والی ثمود اخاھم ھودا ص ۴۷۸)

ان دو روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ جان دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں کم از کم اتنا قیام ضرور فرمایا تھا کہ لوگوں نے کنوئیں سے پانی نکال کر برتنوں میں بھرا تھا..... اور اس سے آٹا بھی گوندھ لیا تھا..... مگر صحیح بخاری ہی کی دوسری روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ٹھہرنا تو درکنار..... آپ ﷺ نے وہاں ایک لمحے کے لئے رکنا بھی گوارا نہیں کیا تھا..... بلکہ انتہائی تیزی سے اس مغضوب علیہ خطے کو عبور کیا تھا.....

حضرت عبداللہ ابن عمر ؓ راوی ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم حجر سے گزرے تو فرمایا: ان لوگوں کے گھروں میں داخل مت ہونا..... جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا تھا..... مگر روتے ہوئے..... کہیں تمہیں بھی وہ عذاب نہ آ پہنچے جو انہیں پہنچا تھا..... پھر آپ ﷺ نے اپنا سر ڈھانپ لیا اور رفتار تیز کر دی..... یہاں تک کہ اس وادی سے گزر گئے..... (بخاری ج ۲ کتاب المغازی باب نزول النبی صلی اللہ علیہ وسلم الحجر ص ۶۳۷)

تبوک میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم تھوڑا آگے بڑھے تو ایک کنواں آیا..... جان دو عالم ﷺ نے فرمایا:

"یہی وہ کنواں ہے جس سے حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی پانی پیا کرتی تھی..... اس راستے سے آیا کرتی تھی اور اس راستے سے واپس جایا کرتی تھی..... تم بھی چاہو تو اس کنوئیں سے پانی پی سکتے ہو....." (حوالہ تفسیر ماجدی ۱/۱۳۴۱)

حضور ﷺ نے ہاتھ اٹھائے اور بارش برس گئی

سفر کے دوران ایک دفعہ پانی ختم ہو گیا اور لوگ پیاس کی شدت اور گرمی کی حدت سے مرنے کے قریب ہو گئے..... یہاں تک کہ چند افراد نے اپنے اونٹ ذبح کر دیئے اور ان کے پیٹ سے پانی نکال کر پینے لگے..... یہ دیکھ کر صدیق اکبر ؓ نے عرض کیا:

"یارسول اللہ ﷺ! اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ آپ کی دعا سے ہم پر برکتیں نازل فرمائی ہیں..... آج بھی دعا فرما دیجئے..... کیونکہ لوگ ہلاک ہونے کو ہیں....."

جان دو عالم ﷺ نے پوچھا: "کیا تمہاری بھی یہی خواہش ہے؟"

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: ”جی ہاں یا رسول اللہ ﷺ!“

جان دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی وقت ہاتھ اٹھا دیئے اور ابھی ہاتھ اٹھے ہوئے تھے کہ بادل گھر آئے اور موسلا دھار بارش شروع ہوگئی..... چند ہی لمحوں میں جل تھل ہوگیا اور خشک ندی نالوں میں پانی رواں ہوگیا..... صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جی بھر کر پیاس بجھائی اور برتن بھر لئے.....

ایک صحابی بیان کرتے ہیں کہ بارش تھمنے کے بعد ہم گھومنے کے لئے ادھر ادھر نکلے تو یہ دیکھ کر ہمیں سخت حیرت ہوئی کہ بارش صرف اس حصے میں ہوئی تھی جہاں لشکر مقیم تھا..... باقی صحرا بدستور خشک پڑا تھا.....

اونٹنی کی گمشدگی پر منافق کی باتیں

ایک بار جان دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی گم ہوگئی..... تو ایک منافق زید ابن لصیت نے کہا:

”حیرت ہے کہ محمد (ﷺ) پیغمبری کا دعویٰ کرتا ہے اور آسمانوں کی خبریں سناتا ہے..... مگر اپنی اونٹنی سے لاعلم ہے.....“

یہ بات اگرچہ اس بدبخت نے اپنی جگہ پر کہی تھی..... مگر جان دو عالم ﷺ اپنے خداداد علم سے اس پر مطلع ہوگئے..... اور فرمایا:

”ایک منافق کہتا ہے کہ محمد آسمانوں کی خبریں تو سناتا ہے... مگر اپنی اونٹنی سے لاعلم ہے... میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں اتنا ہی جانتا ہوں جتنا میرے رب نے مجھے علم دیا ہے اور اسی نے مجھے اونٹنی

کے بارے میں مطلع کر دیا ہے... اس کی مہار ایک درخت کے

ساتھ اٹک گئی ہے اور وہ فلاں وادی کی گھاٹی میں موجود ہے...''

اسی وقت چند افراد جان دو عالم ﷺ کی بتائی ہوئی جگہ پر گئے تو واقعی اونٹنی وہاں کھڑی ہوئی تھی اور اس کی مہار ایک درخت میں پھنسی ہوئی تھی.....

بعد میں چند صحابہ نے تحقیق کر کے معلوم کر لیا کہ مذکورہ بالا بکواس کس نے کی تھی..... چنانچہ انہوں نے زید ابن لصیت کو پہلے تو اچھی طرح مارا پیٹا..... پھر لشکر بھگا دیا... (حوالہ سیرت جان دو عالم ﷺ)

تبوک میں عثمان رضی اللہ عنہ کی بے مثال فیاضی

اس غزوہ کے لئے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے پنا مال و دولت پانی کی طرح بہا دیا..... انہوں نے اس قدر دولت لٹائی کہ کوئی دوسرا شخص اس بارے میں ان کا ہمسر نہیں بن سکا..... کیونکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے دس ہزار لشکر کی تیاری میں مدد دی اور ان پر دس ہزار دینار خرچ کئے..... جو اونٹوں اور گھوڑوں کے علاوہ تھے..... انہوں نے جو اونٹ دیئے ان کی تعداد نو سو تھی اور جو گھوڑے پیش کئے ان کی تعداد یک سو تھی..... اس کے علاوہ بے شمار زاد راہ کا سامان اور اس کی ضروریات دیں..... یہاں تک کہ پانی کے کچھال باندھنے کی رسیاں تک فراہم کیں.....

بعض علماء نے کہا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے تین سو اونٹ معہ ساز و سامان یعنی ان کی جھولوں اور پالانوں کے دیئے تھے اور پچاس گھوڑے دیئے تھے..... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی اس فیاضانہ امداد اور بلند حوصلگی سے اس قدر

خوشی ہوئی کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

''اے اللہ! میں عثمان سے راضی اور خوش ہوں.....تو بھی اس سے راضی ہوجا.....''

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے اس روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ شروع رات سے صبح تک دونوں ہاتھ اٹھائے ہوئے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے لئے دعائے خیر فرماتے رہے اور حق تعالیٰ کی بارگاہ میں یہ عرض کرتے رہے کہ اے اللہ! عثمان سے راضی ہوجا کیونکہ میں اس سے راضی ہوں.....

ایک حدیث میں آتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''میں نے اپنے رب سے دعا کی کہ ہے کہ وہ شخص جس سے میرا سسرالی رشتہ ہو یا جس کا مجھ سے سسرالی رشتہ ہو.....یعنی جس کی سسرال میں ہوں یا جو میری سسرال کا ہو اسے دوزخ میں داخل نہ کیجئے.....''

ایک حدیث میں آتا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ایک ہزار دینار لے کر آئے اور انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گود میں ڈال کر کھڑے ہوگئے.....آنحضرت ﷺ ان کی اس فیاضی سے اس قدر مسرور ہوئے کہ آپ ان دیناروں کو اپنے دونوں ہاتھوں سے الٹتے پلٹتے جاتے تھے اور یہ فرما رہے تھے:

''عثمان کے آج اس عمل کے بعد اب انہیں کوئی عمل نقصان نہیں پہنچا سکتا.....''

آپ ﷺ بار بار ان دیناروں کو الٹتے اور یہ جملہ ارشاد فرماتے رہے.....

ایک روایت میں یوں ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ دس ہزار دینار لے کر آئے اور انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ڈال دیا.....آنحضرت ﷺ ان دیناروں کو دونوں ہاتھوں سے الٹ پلٹ کر یہ فرماتے جاتے تھے:

''عثمان! اللہ تعالیٰ نے تمہارے تمام گناہ معاف فرما دیئے ہیں....
چاہے وہ گناہ تم نے کھلے عام کیئے ہوں اور چاہے پوشیدہ طور پر کیئے ہوں.....اور وہ گناہ بھی جو تم کر چکے ہو اور وہ بھی جو آئندہ قیامت تک تم سے سرزد ہو سکتے ہیں.....اب اس عمل کے بعد تم کچھ بھی کرو تمہاری مغفرت ہو چکی ہے.....''

گزشتہ سطروں میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے جن دس ہزار دینار کا ذکر ہوا.....وہ غالباً وہ رقم تھی جس سے انہوں نے دس ہزار لشکر کو مسلح کیا تھا اور یہ کہ دس ہزار دینار ان ایک ہزار دینار کے علاوہ تھے جن کا ذکر ہوا.....اور جو انہوں نے آنحضرت ﷺ کے سامنے لا کر ڈھیر کر دیئے تھے.....

ابوبکر رضی اللہ عنہ کی دریادلی

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے علاوہ جو دوسرے مالدار صحابہ تھے انہوں نے بھی لشکر کی تیاری میں زبردست امدادیں دیں..... چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سب سے پہلے اپنا مال و دولت لے کر آئے.....انہوں نے اپنی ساری دولت لا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نذر کر دی جس کی مقدار چار ہزار درہم تھی.....آنحضرت ﷺ نے ان سے دریافت فرمایا:

''کیا تم نے اپنے گھر والوں کے لئے بھی کچھ بچایا ہے یا نہیں..''

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

''میں نے ان کے لئے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو بچالیا ہے.....''

عمرؓ اور دیگر صحابہ کے عطیات

پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اپنا آدھا مال لے کر حاضر ہوئے.....آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے بھی پوچھا کہ کیا اپنے گھر والوں کے لئے بھی کچھ بچایا ہے؟ فاروق اعظمؓ نے عرض کیا: باقی آدھا مال ان کے لئے بچالیا ہے...

اسی طرح حضرت عبدالرحمٰن ابن عوفؓ سو اوقیہ چاندی لے کر حاضر ہوئے (اوقیہ عرب کا ایک وزن تھا جو رطل کا بارہواں حصہ ہوتا ہے اور ساتھ مثقال کے برابر ہے.....ایک مثقال ڈیڑھ درہم کے وزن کا ہوتا ہے.....لہٰذا ایک اوقیہ ساڑھے دس درہم کے وزن کا ہوا.....اور سو اوقیہ ایک ہزار پچاس درہم کے وزن کے برابر ہوا)

چنانچہ حضرت عثمان ابن عفانؓ اور حضرت عبدالرحمٰن ابن عوفؓ کے متعلق اسی لئے فرمایا گیا کہ:

> "یہ دونوں زمین پر اللہ کے خزانوں میں سے دو خزانے ہیں جو اپنا مال و دولت اللہ تعالیٰ کی اطاعت و خوشنودی حاصل کرنے کے لئے بے دھڑک خرچ کرتے ہیں....."

اسی طرح حضرت عباس بن المطلبؓ بے شمار مال لے کر آئے اور آپ کی خدمت میں پیش کیا.....اور اسی طرح حضرت طلحہؓ بہت سا مال و دولت لے کر آئے

اس کے علاوہ مستورات اور خواتین اسلام نے بھی اس چندہ میں دل کھول کر حصہ لیا.....عورتوں کے پاس جو کچھ زیورات وغیرہ تھے ان میں سے طاقت و استطاعت کے مطابق سب نے چندہ دیا.....اور مجاہدین کے لشکر کی تیاری میں امداد کی.....

حضرت عاصم بن عدیؓ نے ستر وسق کھجوریں لا کر نذر کیں (جیسا کہ بیان ہوا ایک وسق ایک اونٹ پر جتنا وزن لادا جاتا ہے اس کو کہتے ہیں..... یہ وزن ساٹھ صاع کا ہوتا ہے اور ایک صاع اسی تولے کے سیر سے ساڑھے تین سیر کا ہوتا ہے..... لہٰذا ایک وسق کا وزن دو سو دس سیر ہوا اور ستر وسق کا وزن چالیس سیر کے من سے تین سو ساڑھے سڑسٹھ من ہوا اور سو من کے ایک ٹن کے حساب سے تقریباً پونے چار من ہوا..... کہ اس قدر وزن کی کھجوریں عاصم بن عدیؓ کی طرف سے بطور چندہ وصول ہوئیں)..... (حوالہ سیرت ابن ہشام)

عجیب صدقہ

ان میں ایک صحابہ حضرت علبہ ابن زید رضی اللہ عنہ تھے..... وہ جب سواری نہ ملنے کی وجہ سے روتے ہوئے واپس آئے تو رات کو انتہائی حزن و ملال کے عالم میں دست بدعا ہوئے:

"الٰہی! تو نے جہاد کا حکم دیا ہے..... مگر نہ تو نے مجھے اتنے وسائل دیئے ہیں کہ میں تیرے رسول کے ساتھ جا سکوں..... نہ رسول اللہ ﷺ کے پاس اتنی سواریاں ہیں کہ سب کے لئے کافی ہوسکیں..... میرے پاس تو اتنی ذرا سی رقم بھی نہیں ہے کہ میں اس مہم میں خرچ کر کے شریک ہوسکوں..... اس ناداری کی حالت میں میں اور تو کچھ نہیں کرسکتا..... البتہ التجا کرتا ہوں کہ اگر مجھ پر کسی مسلم نے ظلم کیا ہو..... میری دل آزاری کی ہو..... مجھے جانی یا

مالی نقصان پہنچایا ہو..... یا میری عزت و آبرو کو بٹہ لگایا ہو.....تو
ایسے تمام لوگوں کو میں صدق دل سے معاف کرتا ہوں...قیامت
کے دن ان کو میرے کسی حق میں نہ پکڑنا...یہی میرا صدقہ ہے اور
یہی میرا عطیہ ہے...الٰہی! اس کو قبول فرمالے..."

صبح ہوئی تو نماز کے بعد جان دو عالم ﷺ کے حکم پر ایک شخص نے بآواز بلند پکارا:...

"گزشتہ رات کو اللہ کی راہ میں صدقہ کرنے والا کہاں ہے؟"

کوئی جواب نہ آیا.....دوبارہ یہی ندا کی گئی.....پھر بھی کوئی نہ بولا.....کیونکہ اس رات کسی نے صدقہ یا عطیہ دیا ہی نہیں تھا..... جب تیسری دفعہ یہی سوال کیا گیا تو حضرت علبہ رضی اللہ عنہ اٹھے اور کچھ عرض کرنا ہی چاہتے تھے کہ جان دو عالم ﷺ نے خود ہی فرمایا:

"علبہ! تمہیں مژدہ ہو کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارا صدقہ قبول فرمالیا
ہے...اور تمہیں بھی راہ خدا میں خرچ کرنے والوں میں شامل کرلیا
ہے..."

اس طرح حضرت علبہ رضی اللہ عنہ ایک پائی خرچ کیے بغیر..... محض اپنے سوز دروں کے طفیل..... ہزاروں روپے لٹانے والوں کے زمرے میں داخل ہو گئے....

(حوالہ سیرت ابن ہشام و حلبی و ابن کثیر)

غزوۂ تبوک سے پیچھے رہنے والے

غزوہ تبوک میں بہت سے لوگ روانگی کے وقت جان دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب نہ ہو سکے اور پیچھے رہ گئے..... ان میں زیادہ تعداد تو منافقین کی تھی..... جنہوں نے مختلف قسم کے حیلے بہانے کر کے ساتھ جانے سے معذوری ظاہر کر دی تھی..... لیکن کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو بعض مجبوریوں کی بناء پر ساتھ تو نہ نکل سکے تھے..... البتہ بعد میں لشکر کے ساتھ جا ملے تھے..... حضرت ابو خیثمہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ بھی ایسے ہی لوگوں میں شامل تھے.....

حضرت ابو خیثمہ رضی اللہ عنہ بہت آرام و آسائش کی زندگی بسر کرنے کے عادی تھے..... کسی وجہ سے جان دو عالم ﷺ کے ساتھ نہ جا سکے اور مدینہ ہی میں رہ گئے..... ایک دن شدید گرمی میں دوپہر کے وقت گھر آئے تو ان کی دو حسین و جمیل بیویوں نے گرمی سے بچاؤ کے لئے بہت عمدہ انتظام کر رکھا تھا..... انہوں نے مکان سے ملحق باغ میں گھاس پھونس کے دو چھپر ڈال کر پانی سے تر کر دیئے تھے اور ان سے چھن چھن کر ٹھنڈی ہوا نیچے آ رہی تھی..... ٹھنڈے پانی کی صراحیاں بھی بھری ہوئی تھیں اور دونوں بیویوں نے عمدہ عمدہ قسم کے کھانے بھی تیار کر رکھے تھے.....

آرام و آسائش کے اس قدر بھرپور انتظامات و لوازمات دیکھ کر حضرت ابو خیثمہ رضی اللہ عنہ کے دل پر ایک چوٹ سی لگی اور خیال آیا کہ رسول اللہ ﷺ تو اس شدید گرمی میں لق و دق صحراؤں میں محو سفر ہوں اور میں خوشگوار سائے میں خوبصورت بیویوں کے ساتھ بیٹھ کر لذیذ کھانے کھاؤں اور ٹھنڈا پانی پیوں..... یہ کہاں کا انصاف ہے؟

یہ خیال آتے ہی دل بے قرار ہو گیا..... اور سامان لطف و لذت سے بے زار

ہو گیا..... چنانچہ اپنی بیویوں سے کہا کہ:

''میں نہ تو ان ٹھنڈے سائبانوں کے نیچے بیٹھوں گا..... نہ تمہارے تیار کردہ کھانے کھاؤں گا..... اب تو جب تک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر نہیں ہو جاؤں گا..... مجھے قرار نہیں آئے گا..... اس لئے تم فوری طور پر میرا اسلحہ تیار کرو اور زادِ راہ کا انتظام کرو..... میں اپنا اونٹ کھول کر لاتا ہوں.....''

ان نیک بیبیوں کو اپنے شوہر کے اس مقدس ارادے پر کیا اعتراض ہو سکتا تھا..... چنانچہ جب ابو خثیمہ ؓ اونٹ کھول کر لائے تو اسلحہ اور زادراہ تیار تھا..... ابو خثیمہ ؓ نے سب کچھ ساتھ لیا اور اسی وقت تپتی ہوئی دوپہر میں روانہ ہو گئے..... منزلوں پر منزلیں مارتے آخر لشکر تک جا پہنچے.....

اس وقت جان دو عالم ﷺ ایک جگہ پڑاؤ کئے ہوئے تھے..... ابو خثیمہ ؓ کو دور سے آتا دیکھ کر کچھ لوگوں نے کہا:

''یا رسول اللہ ﷺ! کوئی سوار آ رہا ہے مگر پہچانا نہیں جا رہا.....''

جان دو عالم ﷺ نے فرمایا: ''اس کو ابو خثیمہ ہونا چاہئے.....''

تھوڑی دیر بعد سوار کے نقوش واضح ہوئے تو سب نے کہا:

''اللہ کی قسم! یا رسول اللہ ﷺ! وہ ابو خثیمہ ؓ ہی ہے.....''

جب ابو خثیمہ ؓ بارگاہ نبوت میں پہنچے تو جان دو عالم ﷺ نے پیار بھرے انداز میں ڈانٹتے ہوئے کہا: ''یہ کیا طریق کار اختیار کیا ہے تم نے؟''

یعنی اگر آنا تھا تو پہلے ہی ساتھ آئے ہوتے اور نہیں آنا تھا تو اب آنے کی کیا وجہ ہے؟ انہوں نے اپنی سرگزشت بیان کی تو جان دو عالم ﷺ ان کے جذبے سے

خوش ہوئے اوران کے لئے دعائے خیر فرمائی.....

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کا اونٹ بیمار تھا.....اس لئے وہ بھی ساتھ نہ جاسکے اور اونٹ کے علاج معالجے میں مصروف رہے.....خیال تھا کہ اونٹ صحت یاب ہوگیا تو بعد میں جان دو عالم ﷺ کے ساتھ جاملوں گا.....چند دن بعد اونٹ کسی قدر تندرست ہوگیا تو حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے اس پر سامان لادا اور سوار ہوکر چل دیئے.....مگر راستے میں اونٹ پھر بے کار ہوگیا اور چلنے کے قابل نہ رہا.....اب مزید تاخیر نا قابل برداشت تھی.....اس لئے انہوں نے سامان اتار کر اپنے کندھوں پر رکھا اور اونٹ کو وہیں چھوڑ کر آگے بڑھ گئے.....

اس شدید گرمی میں اتنا بھاری بوجھ اٹھا کر صحرا میں تنہا سفر کرنا کوئی آسان کام نہ تھا.....مگر عشق کا جذبہ موجزن ہو تو کوئی مشکل مشکل نہیں معلوم ہوتی.....طویل صحرانوردی کے بعد آخر کار وہ بھی لشکر کے قریب جا پہنچے.....صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حیرت سے کہا:

"یارسول اللہ ﷺ! ایک آدمی تن تنہا اور پیادہ چلا آرہا ہے....."

جان دو عالم ﷺ نے فرمایا: "اس کو ابوذر ہونا چاہیے....."

چند لمحوں بعد سب نے تصدیق کردی کہ واقعی ابوذر رضی اللہ عنہ ہی ہے.....جان دو عالم ﷺ نے فرمایا:

"اللہ اس پر رحم کرے... یہ تنہا جئے گا... تنہا مرے گا اور تنہا اٹھایا جائے گا..."

تبوک میں حضور ﷺ کی دعا سے بارش برس گئی

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ساعۃ العسرۃ (مشکل گھڑی) کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا: میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سخت گرمی میں تبوک کی طرف روانہ ہوا..... ایک جگہ ہم نے پڑاؤ کیا..... پیاس ہمیں اس شدت سے لگی کہ گویا ابھی گردنیں ٹوٹ جائیں گی (موت واقع ہو جائے گی) یہاں تک کہ بعض لوگوں نے اپنے اونٹ ذبح کر کے ان کے معدے سے پانی نکال کر پینا شروع کر دیا..... اور جو باقی بچا اسے اپنے جگر پر ڈال لیا.....

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! اللہ تعالیٰ آپ کی دعا سے ہمیشہ اچھا ثمرہ ظاہر فرمایا کرتا ہے..... آپ ہمارے لئے اپنے رب سے دعا فرمائیں.....

آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تم ایسا چاہتے ہو؟

انہوں نے کہا: ہاں.....

تو آپ ﷺ نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھا دیئے..... ابھی دعا ختم نہ ہوئی تھی کہ آسمان میں گڑگڑاہٹ شروع ہوگئی..... بادلوں نے اندھیرا کر دیا اور خوب برسے..... لوگوں نے اپنے سب برتن بھر لئے..... پھر ہم دیکھتے چلے کہ بادل ہمارے لشکر سے آگے پیچھے نہ ہوتے تھے (مسلسل سایہ فگن تھے)

اونٹوں کی ماندگی اور دعائے نبوی ﷺ

حضرت فضالہ ابن عبید سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ تبوک کے لئے تشریف لے گئے تو سواری کے جانور اس قدر تھک گئے تھے کہ ان سے چلنا مشکل ہو گیا اور لوگ انہیں دھکیل دھکیل کر آگے بڑھا رہے تھے.....

لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے اس پریشانی کی شکایت کی..... آپ نے بھی دیکھا کہ لوگ اپنے جانوروں کو دھکیل کر زبردستی آگے بڑھا رہے ہیں..... آنحضرت ﷺ ایک درہ میں کھڑے ہو گئے اور صحابہ آپ کے سامنے سے گزرنے لگے..... آپ نے سواریوں کی طرف دم کیا اور یہ دعا پڑھی:

"اے اللہ! ان سواریوں کو بوجھ اٹھانے کی طاقت عطا فرما دے

..... تو ہی کمزور اور قوی سواریوں اور خشک و تر کو بحر و بر میں بوجھ

اٹھانے کی طاقت دینے والا ہے....."

اس دعا کے بعد جانوروں پر جو ماندگی اور تھکن طاری ہو گئی تھی وہ جاتی رہی..... یہاں تک کہ وہ ہمارے ہاتھوں سے اپنی مہاریں کھینچ کر بھاگنے کی کوشش کر رہے تھے..... (یعنی ہم انہیں قابو میں رکھ کر چلانا چاہتے تھے مگر وہ زبردستی بھاگنے اور تیز چلنے کی کوشش کر رہے تھے) (حوالہ ام السیر علامہ حلبی)

اژدھے کی شکل میں جن

ایک حدیث میں آتا ہے کہ سفر تبوک میں اچانک ایک زبردست سانپ یا اژدھا ملا جو راستہ روکے ہوئے تھا..... یہ اژدھا غیر معمولی طور پر بڑا اور خوفناک تھا..... لوگ اسے دیکھ کر ایک دم ادھر ادھر ہو گئے.....

وہ سانپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بڑھا..... یہاں تک کہ آپ کے سامنے پہنچ کر ٹھہر گیا..... اس وقت رسول اللہ ﷺ اپنی سواری یعنی اونٹنی پر تھے..... یہ سانپ بڑا لمبا تھا اور لوگ برابر اس کی طرف دیکھ رہے تھے..... اسی وقت اس سانپ نے کنڈلی ماری اور راستے سے ایک طرف ہٹ کر بیٹھ گیا..... پھر یہ اپنا پھن اٹھا کر کھڑا ہو گیا (یعنی کنڈلی مار کر اور اپنا پھن اوپر اٹھا کر بیٹھ گیا) اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے لوگوں سے پوچھا:...

"جانتے ہو یہ کون ہے؟"

لوگوں نے عرض کیا: "اللہ اور رسول ہی زیادہ جان سکتے ہیں....."

آپ ﷺ نے فرمایا:

"یہ ان آٹھ کی جماعت میں کا ایک فرد ہے.... جو میرے پاس قرآن پاک سن کر اس وقت آئے تھے..... جب میں طائف سے واپسی میں درختوں کے پاس قرآن پاک پڑھ رہا تھا....."

(حوالہ شواہد النبوۃ از عبدالرحمٰن جامی)

شانِ محبوبِ خدا ﷺ

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک بار میں نے اپنے والد گرامی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا: ابا جان! فضائل النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلہ میں کچھ فرمایئے..... تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''حسن! اگر دونوں جہان فضائل نبی بیان کرنے لگیں..... پھر بھی وہ حضور ﷺ کی توصیف کما حقہٗ بیان نہیں کر سکتے.....''

''لیکن میں تجھے صرف ایک فضیلت سناتا ہوں.....''

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کی فضیلت یہ بیان فرمائی:

''اللہ نے غزوۂ تبوک کا حکم فرمایا تو حضور ﷺ کے مقابلہ میں لاتعداد کافر جمع ہو گئے..... اللہ نے اپنے محبوب پر کرم فرمایا..... دشمن ذلیل و خوار ہو گئے..... انہی دنوں حضور ﷺ کی خدمت میں ایک طویل القامت شخص آیا..... اس جیسا لمبا تڑنگا انسان میں نے اپنی زندگی میں نہیں دیکھا تھا.....''

حضور ﷺ نے فرمایا: ''تم کون ہو؟''

''حضور! میں موسیٰ علیہ السلام کی اس قوم کا ایک فرد ہوں جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا ہے ''یا موسیٰ ان فیھا قوما جبارین''

''اتنی لمبی عمر ہے تمہاری؟''

''جی ہاں! میں نے دو ہزار ایک سو پچاس سال تک اللہ کی عبادت کی ہے..''

''اتنی لمبی عمر کا راز کیا ہے؟''

''آپ سے اور آپ کی امت سے محبت یا رسول اللہ ﷺ''

اجنبی نے بات جاری رکھتے ہوئے عرض کیا:

''جب موسیٰ علیہ السلام کا وصال ہوا تو اللہ تعالیٰ نے یوشع علیہ السلام کو ظاہر فرمایا..... میں ان کے لشکر میں تھا..... ان کے لشکر میں چار سو جھنڈے تھے جن پر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ مکتوب تھا..... حضرت یوشع علیہ السلام نے دعا فرمائی: ''الٰہی! محمد اور امت محمد ﷺ کے صدقہ میں ہمیں فتح عطا فرما.....'' دعا کے بعد انہوں نے وہ جھنڈے شہر کے گرد گاڑ دیئے.... تیز ہوا چلی تو جھنڈے لہرانے لگے.... جھنڈوں سے درود شریف کی آوازیں آنے لگیں.... ہمارے دل مضبوط ہو گئے .... ہم جان گئے کہ یہ اسم محمد کی برکات ہیں.... شہر کے دروازے کھل گئے.... حضرت یوشع علیہ السلام لشکر سمیت شہر میں داخل ہو گئے.... شہر فتح ہو گیا.... کافر ذلیل و خوار ہو گئے.... پھر حضرت یوشع علیہ السلام اپنے لشکر سمیت اس شہر میں چلے گئے.... میں بھی ان کے ہمراہ تھا..... اس وقت میں دل و جان سے یا رسول اللہ ﷺ! آپ پر ایمان لا چکا تھا..... ہمیشہ آپ کے دیدار کی آرزو کرتا رہا... اللہ نے میری دعاؤں کو قبول فرما کر مجھے عمر دراز عطا فرمائی.. حتیٰ کہ آج میں آپ کے قدموں

تک پہنچ چکا ہوں...''

حضرت علی ﷛ فرماتے ہیں کہ ہم حیرت میں ڈوبے ہوئے اس کی باتیں سن رہے تھے.....اس کے بعد اجنبی نے ایک عجیب وغریب بات سنائی.....

''یارسول اللہ ﷺ! ایک جگہ ایک درخت تھا.....میں بارہا اس کے نیچے سویا ہوں...اس درخت نے کئی پیغمبروں کے سلام آپ تک پہنچانا تھے ...اس کے پتوں پر آپ کی ساری امت کے نام لکھے ہوئے تھے...''

اجنبی نے یہ بات کی تو اسی وقت جبرائیل حاضر ہوگئے.....جبرائیل نے حضور ﷺ سے کہا: ''یارسول اللہ ﷺ! یہ شخص سچ کہہ رہا ہے.....''

حضور ﷺ نے جبرائیل سے فرمایا: ''میں وہ درخت دیکھنا چاہتا ہوں.....''

حضور ﷺ نے خواہش ظاہر فرمائی تو اللہ نے جبرائیل سے کہا کہ: میرے محبوب سے کہو کہ فلاں پہاڑ پر چڑھ کر درخت کو پکاریں.....وہ درخت حاضر خدمت ہو جائے گا.....

حضرت علی ﷛ نے کہا کہ حضور ﷺ پہاڑ پر تشریف لے گئے.....آپ کے ہمراہ ابوبکرؓ...عمرؓ...عثمانؓ...میں اور عبداللہ بن مسعودؓ تھے..... حضور ﷺ نے درخت کو بلایا تو وہ پہاڑ پر ظاہر ہو گیا.....

حضور ﷺ نے درخت سے فرمایا: ''تم کس طرح پیدا کیے گئے؟''

درخت کی آواز آئی:

''یارسول اللہ ﷺ! حضرت آدم کو جنت سے نکال کر جب زمین پر ڈالا گیا تو آپ بہت روئے تھے.....ان کا پہلا آنسو جب زمین پر گرا تو میں زمین پر اگ آیا تھا.....اس وقت میں بہت ناتواں تھا...''

درخت اپنی روداد بیان کر رہا تھا.....درخت سے پھر آواز آئی:

''میرے پتوں اور شاخوں کو غور سے دیکھئے یا رسول اللہ ﷺ''

حضور ﷺ نے دیکھا تو ان پر یہ لکھا ہوا تھا:

''مبارک ہو اسے جو اللہ اور محمد ﷺ پر ایمان لایا..... مبارک ہو اس کو جس نے فرائض ادا کئے..... امت محمدیہ میں سے جس نے رجب..... شعبان اور رمضان کے روزے رکھے..... اس کو مبارک ہو.....''

درخت نے پھر عرض کیا:

''آدم سے لے کر آپ تک ہر نبی نے میرے سائے تلے عبادت کی ہے اور ہر نبی نے ایک دوسرے سے یہ کہا ہے کہ ہمارا اسلام محمد صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچا دینا..... ان سے درخواست کرنا کہ وہ ہمارے حق میں دعا کریں.....''

درخت کی یہ باتیں سن کر حضور ﷺ نے اللہ کا شکر ادا کیا..... پھر حضور ﷺ نے درخت سے فرمایا کہ اپنے مقام پر چلے جاؤ..... تو وہ نگاہوں سے اوجھل ہو گیا.....

(حوالہ جامع المعجزات)

خالی برتن میں گھی ابل آیا

حمزہ بن عمرو اسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ تبوک کے لئے سفر پر روانہ ہوئے تو میرے پاس زاد سفر میں گھی کا ایک برتن تھا..... ایک جگہ میں نے محسوس کیا کہ گھی کم ہو گیا ہے..... میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کھانا بنایا اور گھی کا برتن دھوپ میں رکھ دیا.....

حضور ﷺ نے اس برتن میں جو پانی تھا اس سے خود وضو فرمایا..... کچھ پانی بچ گیا..... حضور ﷺ نے ابوقتادہ کو فرمایا:

"احفظ بما فی الادوات والرقیه فان لها شان....."

"اے قتادہ! برتن اور پیالے میں جو پانی ہے اس کو سنبھال رکھنا ان دونوں برتنوں کی خاص شان ہے....."

پھر سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے طلوع آفتاب کے بعد ہمیں صبح کی نماز پڑھائی اور نماز میں سورۃ المائدہ کی تلاوت کی..... جب نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا: اگر لوگ ابوبکر وعمر کی اطاعت کرتے تو ہدایت پاتے..... یہ اس امر کی طرف اشارہ تھا کہ جب لشکر نے آرام کرنے کا ارادہ کیا تو حضرت ابوبکر اور عمر نے کہا کہ چشمہ کے قریب ہم اتر کر آرام کریں..... لیکن دوسرے لوگوں نے وہاں اترنے سے انکار کر دیا.....اور کچھ مسافت طے کرنے کے بعد ایسے جنگل میں اترے جہاں پانی کا نام ونشان تک نہ تھا.....

سرکار دو عالم ﷺ اپنی اونٹنی پر سوار ہو کر لشکر کے پیچھے پیچھے روانہ ہوئے اور زوال آفتاب تک ہم لشکر کے ساتھ مل گئے..... اہل لشکر کی حالت بڑی خستہ تھی..... پیاس کی شدت اور سفر کی تھکاوٹ کے باعث ان کی اور ان کی سواری کے جانوروں کی گردنیں جھک گئی تھیں..... حضور ﷺ نے جب ان کی یہ حالت دیکھی تو ابوقتادہ سے فرمایا کہ وہ پانی والا برتن لے آؤ....اس برتن کا پانی پیالہ میں انڈیل دیا گیا.... حضور ﷺ نے اپنی مبارک انگلیاں اس پیالے میں رکھ دیں.... یہ پیالہ اتنا تھا کہ اس میں حضور ﷺ کی چار انگلیاں بمشکل داخل ہو رہی تھیں..... حضور ﷺ کے معجزات کی برکت سے ان انگلیوں سے پانی بہنے لگا...

اچانک اس میں گھی بڑھنے لگا اور اس میں سے خر...خر...کی آواز آنے لگی.....میں اٹھا اور برتن کو اوپر سے اٹھالیا.....نبی صلی اللہ علیہ وسلم مجھے دیکھ رہے تھے فرمانے لگے:

''اگر تو اسے یونہی چھوڑ دیتا تو یہ وادی گھی کے ساتھ بہنے لگتی.....''

(حوالہ دلائل النبوۃ)

حضور ﷺ کی انگلیوں کی برکت سے پیالہ سے پانی کا چشمہ جاری ہوگیا

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک رات ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں سفر کر رہے تھے کہ سب پر غنودگی طاری ہوگئی.....

حضور ﷺ نے فرمایا: اے ابوقتادہ! ذرا سو نہ جائیں؟

میں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! جیسے آپ کی مرضی.....

حضور ﷺ کے حکم سے ہم سب اپنی سواریوں سے اتر کر زمین پر لیٹ گئے..... میرے پاس ایک برتن تھا جس میں پانی تھا اور ایک پانی پینے کا پیالہ.....لیٹتے ہی آنکھ لگ گئی اور اس وقت کھلی جب سورج کی حرارت نے ہمیں بیدار کر دیا.....ہم نے بڑی حسرت سے کہا: افسوس ہماری نماز فوت ہوگئی.....

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''شیطان کو اسی طرح برافروختہ کریں گے جس طرح اس نے ہمیں غضبناک کیا ہے.....''

یوں معلوم ہوتا تھا گویا پانی کے چشمے ابل رہے ہیں..... لوگ جن کی شدت پیاس سے نازک حالت تھی..... دوڑے آئے پانی پینے لگے..... یہاں تک کہ سب مجاہدین بھی سیراب ہو گئے اور ان کے علاوہ گھوڑے اونٹ بھی سیراب ہو گئے مگر پانی پھر بھی بچ گیا..... لشکر اسلام میں اس وقت بارہ ہزار اونٹ تھے..... بارہ ہزار گھوڑے تھے اور مجاہدین کی تعداد تیس ہزار تھی..... حضور ﷺ نے کچھ وقت پہلے ابوقتادہ کو فرمایا تھا کہ ان دونوں برتنوں کو سنبھال کر رکھنا..... اس ارشاد میں اسی امر کی طرف اشارہ تھا.....

(حوالہ دلائل النبوۃ و مدارج النبوۃ و حجۃ اللہ علامہ نبہانی)

لشکر کے لئے طلحہ رضی اللہ عنہ کی فیاضی

کھانے کی تنگی کا یہ واقعہ شاید اس کے بعد کا ہے جبکہ حضرت طلحہ ابن عبید اللہ رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کے لئے کچھ اونٹ ذبح کئے تھے اور لوگوں کو کھلایا پلایا تھا..... اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ تم طلحہ فیاض ہو..... فیاض کے معنی سخی کے ہیں.....

اسی طرح غزوۂ احد کے موقعہ پر آنحضرت ﷺ نے ان کو طلحہ خیر کا خطاب دیا تھا اور لشکر کے لئے ان کی فیاضی کو دیکھ کر غزوۂ حنین میں آپ نے ان کو طلحہ جود کا خطاب عطا فرمایا تھا..... جو عربی میں سخاوت کو کہتے ہیں..... اور طلحہ جود کے معنی ہوں گے پیکر سخاوت طلحہ.....

بلال رضی اللہ عنہ سے کھانے کے متعلق سوال

حضرت عرباض ابن ساریہ سے روایت ہے کہ میں تبوک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا..... ایک رات آپ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کیا کھانے کے لئے کچھ ہے؟ انہوں نے عرض کیا:

"قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے.....

ہمارے تھیلے بالکل خالی ہو چکے ہیں....."

آپ ﷺ نے فرمایا: پھر دیکھو ممکن ہے کسی تھیلے میں کچھ موجود ہو.....

اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ایک ایک تھیلا اٹھا کر پلٹنا شروع کیا جن میں سے ایک دو کھجور نکل کر گر جاتی ہے..... آخر اس طرح آپ کے دست مبارک میں سات کھجوریں آ گئیں..... پھر آپ ﷺ نے ایک دسترخوان منگا کر بچھایا اور وہ کھجوریں اس پر رکھ کر اپنا دست مبارک رکھ دیا اور ہم لوگوں سے فرمایا کہ اللہ کا نام لے کر کھاؤ.....

چنانچہ ہم تین آدمیوں نے پیٹ بھر کر کھانا کھایا..... میں نے خود ۵۴ کھجوریں کھائیں جنہیں شمار کرتا رہا اور ان کی گٹھلیاں دوسرے ہاتھ میں جمع کرتا رہا..... اسی طرح میرے ساتھی کر رہے تھے..... آخر ہم نے شکم سیر ہو جانے کے بعد ہاتھ روک لئے مگر دیکھا تو دسترخوان پر وہ سات کھجوریں جوں کی توں موجود تھیں.....

اس کے بعد آپ ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

"بلال ان کھجوروں کو اٹھا کر رکھ دو..... ان میں سے جو بھی کھائے

گا... شکم سیر ہوگا.....''

پھر اگلے دن آپ ﷺ نے بلال سے وہی کھجوریں منگائیں اور اسی طرح اپنا دست مبارک رکھ کر فرمایا: بسم اللہ کہہ کر کھاؤ..... چنانچہ ہم نے پھر شکم سیر ہو کر کھانا کھایا جبکہ اس وقت ہم دس آدمی تھے..... پھر ہم نے ہاتھ روک لیا اور دیکھا تو سات کھجوریں اسی طرح موجود تھیں..... اس وقت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''مجھے اپنے پروردگار سے حیا آتی ہے ورنہ ہم یہی کھجوریں اس وقت تک کھاتے رہتے جبکہ ہم میں کا ایک ایک شخص مدینہ پہنچ جاتا۔.....''

یہ کہہ کر آپ نے وہ ساتوں کھجوریں ایک غلام کو عطا فرمادیں..... جو انہیں چباتا ہوا باہر نکل گیا.....

تبوک میں کھانے کی برکت کا معجزہ

''وعن ابی هريرة قال لما كان يوم غزوة تبوك اصاب الناس مجاعة فقال عمر يا رسول الله ادعهم بفضل ازوادهم ثم ادع الله لهم عليها بالبركة فقال نعم فدعا بنطع فبسط ثم دعا بفضل ازوادهم فجعل الرجل يجي بكف ذرة ويجي الاخر بكف تمر ويجي الاخر بكسرة حتى اجتمع علىٰ النطع شي ء يسير فدعا رسول الله ﷺ بالبركة ثم قال خذوا في اوعيتكم فاخذوا في اوعيتهم حتىٰ ما تركوا في العسكر وعآء الا ملاوه قال

فاکلوا حتیٰ شبعوا وفضلت فضلة فقال رسول اللہ ﷺ اشهد ان لا الہ الا اللہ وانی رسول اللہ لا یلقی اللہ بهما عبد غیر شاک فیحجب عن الجنة" (رواہ مسلم)

"اور حضرت ابو ہریرہ ﷺ کہتے ہیں کہ غزوۂ تبوک کے دن (توشہ کی کمی کے سبب) جب سخت بھوک نے لوگوں کو ستایا تو حضرت عمر ﷺ نے عرض کیا: یارسول اللہ! جو تھوڑا بہت توشہ لوگوں کے پاس بچا ہوا ہے اس کو منگوا لیجئے اور اس توشہ پر ان کے لئے اللہ سے برکت کی دعا فرمایئے..... آنحضرت ﷺ نے فرمایا: اچھا..... اور پھر آپ ﷺ نے چمڑے کا دستر خوان منگوا کر بچھوایا اور لوگوں سے ان کا بچا ہوا توشہ لانے کے لئے کہا..... چنانچہ لوگوں نے چیزیں لانا شروع کیں..... کوئی مٹھی بھر چنے لے کر آیا..... کوئی مٹھی بھر کھجور لے کر آیا..... اور کوئی روٹی کا ٹکڑا لایا..... اس طرح اس دستر خوان پر کچھ تھوڑی سی چیزیں جمع ہوگئیں تو رسول کریم ﷺ نے نزول برکت کی دعا فرمائی اور پھر (سب لوگوں سے) فرمایا لو (جس کا جتنا جی چاہے اس میں سے اپنا برتن بھرلے) چنانچہ لوگوں نے اپنے اپنے برتن میں لینا شروع کیا..... یہاں تک کہ لشکر میں کوئی ایسا برتن نہیں بچا جس کو بھر نہ لیا گیا ہو..... حضرت ابو ہریرہ ﷺ کہتے ہیں کہ پھر سارے لشکر نے (جو تقریباً ایک لاکھ مجاہدین پر مشتمل تھا) خوب پیٹ بھر کر کھایا اور پھر بھی بہت سارا کھانا بچ گیا..... اس کے بعد رسول کریم ﷺ نے فرمایا: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ بلاشبہ میں اللہ کا

رسول ہوں.....اور یاد رکھو! ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا کہ کوئی شخص ان دو گواہیوں کے ساتھ کہ جن میں اس کو کوئی شک وشبہ نہ ہو.....اللہ تعالیٰ سے جا کر ملے اور پھر اس کو جنت میں جانے سے روکا جائے.....''

تبوک ایک جگہ کا نام ہے جو مدینہ منورہ سے تقریباً ۴۶۵ میل کے فاصلے پر واقع ہے..... ماہ رجب سن ۹ ھ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ کے لئے وہاں اسلامی لشکر لے کر گئے تھے.....کہا جاتا ہے کہ اس لشکر میں ایک لاکھ کے قریب مجاہدین اسلام شامل تھے اور آنحضرت ﷺ کا یہ سب سے آخری غزوہ تھا.....

آج رات سخت آندھی آئے گی: فرمان نبی!

سیدنا ابو حمید الساعدی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ غزوۂ تبوک کے دوران رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''ستهب عليكم الليلة ريح شديدة فلا يقم فيها احد''

''یعنی آج رات سخت آندھی آئے گی.....لہٰذا تم میں سے کوئی کھڑا نہ ہو.....''

جن کے پاس اونٹ ہیں وہ اپنے اپنے اونٹ باندھ دیں.....اور جب رات چھا گئی تو آندھی بھی زور وشور سے چلنے لگی.....اسی دوران ایک شخص کھڑا ہوا تو آندھی اس قدر شدید تھی کہ اس شخص کو اٹھا کر طی پہاڑ پر جا گرایا.....

(مسلم شریف ۲/۲۴۶ و دلائل النبوۃ ۲۴۰/۵، مشکوٰۃ شریف ۵۳۹)

عبداللہ ذوالبجادین کی قابل رشک موت

شیخ ابونعیم فرماتے ہیں..... واقدی نے غزوہ تبوک کے معجزات میں یہ بھی ذکر کیا ہے کہ جو ہمیں محمد بن احمد بن حسن نے ان کو حسن بن جہم نے ان کو حسین بن خرج نے اوران کو محمد بن عمر نے بتلایا ہے کہ عبداللہ ذوالبجادین رضی اللہ عنہ غزنی یتیم اور بے مایہ تھے..... ان کا باپ مرا تو میراث میں ان کے لئے کچھ بھی نہ چھوڑ گیا..... ان کا چچا مالدار تھا..... اس نے انہیں اپنی کفالت میں لے لیا..... یہاں تک کہ وہ مالدار ہو گئے ان کے پاس اونٹوں بکریوں اور غلاموں کی ایک کھیپ جمع ہو گئی.....

نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ طیبہ کو ہجرت کر کے گئے تو ان کا دل اسلام لانے کے لئے تڑپنے لگا..... مگر چچا سے بچ کر نہ جاسکتے تھے..... اسی حالت میں کئی سال گزر گئے..... تمام غزوات رونما ہو چکے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے بعد مدینہ طیبہ لوٹ گئے..... تب عبداللہ نے اپنے چچا سے کہا: چچا! میں تمہارے اسلام لانے کا منتظر تھا مگر تم تو محمد (ﷺ) کو نبی مانتے ہوئے نظر نہیں آرہے..... تو مجھے اسلام قبول کرنے کی اجازت دے دو..... اس نے کہا: بخدا! اگر تم نے محمد (ﷺ) کی پیروی کی تو میں نے جو کچھ تمہیں دیا ہے چھین لوں گا.....

عبدعزیٰ نے یہ (یہ عبداللہ کا پہلا نام تھا) کہا: میں تو بخدا محمد (ا) کی پیروی کر چکا ہوں..... اور پتھروں کی پرستش سے میں رہا..... جو کچھ تم نے مجھے دیا تھا یہ پڑا ہے سنبھال لو..... چچا نے سب کچھ لے لیا اور کپڑے تک اتروا لئے..... وہ اپنی والدہ کے پاس آئے..... اس نے انہیں ایک کمبل دیا..... انہوں نے اس کے دو ٹکڑے کئے ایک کا تہبند بنالیا اور دوسرے کی چادر..... اور چلتے چلتے مدینہ طیبہ پہنچ گئے..... سحری کے وقت

مسجد میں آ کر لیٹ گئے.....

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی.....اور فارغ ہو کر ایک ایک آدمی کو نظر غائر دیکھنے لگے.....

اس نو وارد کو آپ ﷺ نے دیکھ کر فرمایا: تم کون ہو؟

انہوں نے کہا: میں عبد عزیٰ ہوں.....

آپ ﷺ نے فرمایا: تم عبداللہ ذوالبجادین (دو کمبلوں والا) ہو.....

پھر فرمایا: تم میرے قریب رہا کرو.....

تو وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مہمانوں میں سے تھے.....آپ انہیں قرآن کریم سکھلایا کرتے..... یہاں تک کہ انہوں نے بہت سارا قرآن یاد کرلیا.....پھر صحابہ تبوک جانے کی تیاری کرنے لگے.....عبداللہ بلند آواز آدمی تھے پوری آواز سے قرآن کریم کی تلاوت کیا کرتے.....عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! اس اعرابی کی آواز آپ نے سنی ہے کتنا زور سے قرآن پڑھتا ہے اور دوسروں کو پڑھنے نہیں دیتا..... نبی ﷺ نے فرمایا: عمر اسے چھوڑ دو یہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہجرت کر کے آیا ہے.....

جب صحابہ تبوک کو روانہ ہوئے تو عبداللہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! میرے لئے شہادت کی دعا فرمائیں.....آپ ﷺ نے فرمایا: میرے پاس کسی درخت کا چھلکا لاؤ.....وہ لے آئے..... نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ان کے بازو پر باندھ دیا.....اور فرمایا: اے اللہ! میں اس کا خون کفار پر حرام قرار دیتا ہوں.....انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں تو ایسا نہیں چاہتا.....

آپ ﷺ نے فرمایا: جب تم راہ خدا میں جہاد کے لئے نکلو اور تمہیں بخار آلے جس کے صدمے سے تم فوت ہو جاؤ تو تم شہید ہو.....اور اگر راہ خدا میں تمہاری سواری کا

جانور تمہیں گرا کر تمہاری گردن توڑ کر مار دے تو بھی تم شہید ہو.....ان دونوں میں سے کوئی تمہیں ملے گی.....جب صحابہ نے تبوک میں پڑاؤ کیا اور وہاں چند دن ٹھہرے تو اسی دوران (بخار سے) عبداللہ ذوالبجادین ؓ فوت ہو گئے.....

بلال بن حارث مزنی کہا کرتے تھے میں اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا تو دیکھا کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ آگ کا شعلہ لئے قبر کے پاس کھڑے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم قبر میں تھے ..... جبکہ ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما عبداللہ کے جسد خاکی کو آپ کے قریب لا رہے تھے.....اور آپ کے لب پر یہ الفاظ تھے ''اپنے بھائی کو میرے قریب لاؤ'' جب آپ نے انہیں لحد میں لٹا دیا تو فرمایا:...

''اللھم انی امسیت عنه راضیافارض عنه''

''اے اللہ! میں اس سے راضی ہوں تو بھی اس سے راضی ہو جا.....''

عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے: اے کاش! وہ صاحب قبر میں ہوتا..... (حوالہ مدارج النبوۃ و دلائل النبوۃ)

حضرت کعب بن مالک ؓ اور ان کے دو ساتھیوں کی داستان

صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے علاوہ دیگر بہت سے محدثین نے بھی اپنے اسفار جلیلہ

میں اس واقعہ کا تذکرہ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے کیا ہے.....

آپ نے کہا: میں غزوۂ تبوک کے سوا کسی دوسرے غزوہ سے غیر حاضر نہیں ہوا تھا.....البتہ غزوۂ بدر میں بھی میں شامل نہیں تھا.....لیکن اس غیر حاضری پر اللہ تعالیٰ نے کسی کو عتاب میں نہیں فرمایا.....کیونکہ بدر کی طرف روانگی کے وقت جنگ کا کوئی ارادہ نہ تھا.....میں بیعت عقبہ میں بھی شریک ہوا تھا جس رات ہم نے سچے دل سے اسلام قبول کیا تھا.....غزوۂ تبوک سے میری غیر حاضری کی تفصیل یوں ہے.....

اس وقت میں جسمانی لحاظ سے بھی صحت مند تھا اور مالی لحاظ سے بھی خوشحال تھا.....اس طرح کی بدنی صحت اور تونگری مجھے کبھی نصیب نہیں ہوئی تھی.....اس وقت میرے پاس سواری کے لئے ایک کے بجائے دو اونٹ تھے.....سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے خلاف معمول اس غزوہ کے بارے میں تمام مجاہدین کو بتادیا تھا تاکہ مسلمان اس کٹھن اور طویل سفر اور کثیر التعداد دشمن سے ٹکر لینے کے لئے پوری طرح تیاری کرلیں.....(مجاہدین اسلام کی تعداد امام مسلم کی روایت کے مطابق دس ہزار سے زائد تھی لیکن حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے.....آپ نے فرمایا کہ ہم تیس ہزار سے زائد مجاہد اللہ کے محبوب رسول اللہ ﷺ کی معیت میں غزوۂ تبوک کے لئے روانہ ہوئے)

فخر دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس غزوہ کے لئے اس وقت روانہ ہوئے جب پھل پکے ہوئے تھے.....شدید گرمی تھی.....درختوں کے ٹھنڈے سائے کے نیچے آرام کرنے کے دن تھے اور لوگ اپنے نخلستانوں میں ٹھنڈے سائے کے نیچے گرمیاں گزار رہے تھے.....حضور سرور عالم ﷺ اور تمام مجاہدین نے تیاری کرلی.....مجاہدین کا لشکر جمعرات کے روز مدینہ طیبہ سے عازم تبوک ہوا.....حضور نبی کریم ﷺ جہاد کے لئے یا کسی اور کام کے لئے سفر پر روانہ ہوتے تو اس سفر کا آغاز جمعرات کے دن سے

کرتے.....

صحابہ کرامؓ تیاری میں مصروف تھے.....میں بھی صبح کے وقت اسی ارادہ سے گھر سے نکلا تا کہ سفر کے لئے جن جن چیزوں کی ضرورت ہے.....ان کو فراہم کروں.....وہ دن سارا گزر گیا میں دوسرے کاموں میں الجھا رہا.....جنگ کے لئے تیاری کی فرصت نہ ملی.....میں نے سوچا کوئی بات نہیں آج نہیں تو کل تیاری کرلوں گا.....ہر چیز میرے پاس موجود ہے.....چنانچہ دوسرا دن آیا اس روز بھی میں اس نیت سے باہر نکلا کہ جنگ کے لئے تیاری کروں لیکن یہ دن بھی گزر گیا..... میں اس سلسلہ میں کچھ بھی نہ کر سکا.....

یہاں تک کہ جمعرات کا دن آ گیا اور رحمت عالم ﷺ اپنے تیس ہزار جانباز مجاہدین کو ہمراہ لے کر تبوک کے لئے روانہ ہوئے.....پھر بھی میں نے یہ کہہ کر اپنے دل کو بہلایا کہ پریشان ہونے کی ضرورت نہیں.....ایک دو دن میں تیاری مکمل کرلوں گا..... میرے پاس تیز رفتار اونٹ ہیں.....ان پر سوار ہو کر لشکر اسلام سے جا ملوں گا.....لشکر کی روانگی کے بعد بھی کئی دن گزر گئے.....میں دوسرے کاموں میں پھنسا رہا.....لیکن جہاد کے لئے اپنے آپ کو پوری طرح تیار نہ کر سکا.....

تب مجھے خیال آیا کہ اب تو لشکر اسلام بہت دور نکل گیا ہے.....اب ان کو جا لینا دشوار ہے.....چنانچہ میں نے جہاد پر جانے کا ارادہ ترک کر دیا.....اب میں بازار میں نکلتا تو مجھے کوئی سچا مسلمان وہاں نظر نہ آتا یا وہ لوگ ہوتے جو منافقت سے متہم ہیں یا اندھے...بہرے...لولے...لنگڑے لوگوں سے ملاقات ہوتی جن کو اللہ تعالیٰ نے خود معذور قرار دیا ہے.....یہ منظر دیکھ کر مجھ پر غم واندوہ کا پہاڑ ٹوٹ پڑا.....رحمت عالم ﷺ نے بھی اثنائے سفر مجھے یاد نہ فرمایا..... یہاں تک کہ تبوک پہنچ گئے.....وہاں ایک روز جب حضور ﷺ صحابہ کے درمیان تشریف فرما تھے تو حضور ﷺ نے مجھے یاد کرتے ہوئے

کہا:

"ما فعل کعب بن مالک؟"

یعنی کعب بن مالک نے کیا کیا ہے؟

ایک صاحب نے عرض کیا:

"یارسول اللہ ﷺ! اس کو تو اس کی دو قیمتی شالوں نے آنے نہیں دیا..... ان کو اپنے دونوں کندھوں پر ڈال دیتا ہے اور ان کو اپنے کندھوں پر پھیلا ہوا دیکھتا ہے تو اس میں مگن رہتا ہے..... اس چیز نے اسے جہاد میں شرکت سے محروم رکھا....."

"یا رسول اللہ ﷺ! حبسه برداه ونظره فی عطفیه....."

"یارسول اللہ ﷺ! اس کو اپنی چادر نے جو اس نے اپنے کندھوں پر ڈال رکھی تھی اس کے دیکھنے نے روکا ہے....."

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے اس شخص کو کہا کہ تم نے بڑی غلط بات کی ہے..... اے اللہ کے رسول! بخدا میں تو اس کے متعلق خیر ہی جانتا ہوں..... پھر حضور ﷺ نے سکوت فرمالیا.....

حضرت کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ دن گزرتے گئے یہاں تک کہ مجھے اطلاع ملی کہ رسول اللہ ﷺ بخیر و عافیت فتح و کامرانی کے پرچم لہراتے ہوئے واپس تشریف لا رہے ہیں..... تو غم و اندوہ نے مجھے نڈھال کر دیا..... میں اب ایسا عذر تلاش کرنے لگا جو حضور ﷺ کی آمد پر اپنے بارے میں خدمت اقدس میں پیش کرسکوں..... اور ایسے

فقرے تیار کر رہا تھا جن کے ذریعہ سے میں معذرت خواہی کروں.....

میں اپنے دل میں کہتا تھا کہ حضور ﷺ کے غضب سے میں کس طرح اپنے آپ کو بچاؤں گا.....اس سلسلہ میں میں نے ہر دانشور سے مشورہ کیا..... جب مجھے یہ اطلاع ملی کہ سرکار دو عالم ﷺ تو تشریف لا چکے ہیں تو ہر غلط خیال میرے ذہن سے محو ہو گیا اور مجھ پر یہ حقیقت واضح ہو گئی کہ میں کذب بیانی سے اپنے آپ کو نہیں بچا سکتا..... میں نے طے کر لیا کہ میں اپنے آقا کی خدمت میں صرف سچی بات کہوں گا..... مجھے یہ یقین ہو گیا کہ سچ بول کر ہی میں اس غلطی سے اپنے آپ کو نجات دلا سکتا ہوں..... چنانچہ وہ دن بھی آیا جب حضور پر نور ﷺ نے مدینہ طیبہ میں نزول اجلال فرمایا.....

یہ رمضان کا مہینہ تھا..... حضرت کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کا یہ معمول تھا کہ سفر سے چاشت کے وقت واپس تشریف لاتے..... پہلے مسجد میں جا کر دو رکعت نفل ادا فرماتے..... پھر سب سے پہلے اپنی نور نظر حضرت خاتون جنت کے گھر قدم رنجہ فرماتے..... پھر اپنی ازواج مطہرات کو اپنے دیدار کا شرف ارزانی فرماتے..... پھر حضور ﷺ عوام کی ملاقات کے لئے تشریف فرما ہوتے.....

پیچھے رہ جانے والے آئے..... قسمیں کھا کھا کر عذر بہانے کرنے لگے.....ان کی تعداد اسی اور بیاسی کے قریب تھی..... جو شخص اس قسم کا عذر پیش کرتا..... حضور ﷺ کے عذر کو قبول فرماتے اور پھر بیعت فرماتے اور ان کے لئے دعائے مغفرت کرتے..... ان کی خفیہ نیتوں کو اللہ کے سپرد کر دیتے.....

پھر میں حاضر خدمت ہوا..... سلام عرض کیا..... حضور ﷺ نے تبسم فرمایا لیکن اس تبسم میں حضور ﷺ کی ناراضگی جھلک رہی تھی..... فرمایا: آگے آؤ..... میں آگے بڑھا اور حضور ﷺ کے قدمین شریفین کے سامنے بیٹھ گیا..... حضور ﷺ نے مجھ سے رخ انور موڑ لیا..... میں نے عرض کیا:

''یا رسول اللہ ﷺ! حضور نے اس غلام سے رخ انور کیوں پھیر لیا ہے؟ بخدا! نہ میں منافق ہوں اور نہ میرے دل میں کوئی شک پیدا ہوا اور نہ میں نے اپنا عقیدہ بدلا.....''

حضور ﷺ نے فرمایا:

''پھر تم جہاد سے کیوں پیچھے رہ گئے؟ کیا تمہارے پاس سواری کے لئے جانور نہیں تھا؟''

میں نے بصد ادب عرض کیا:

''بے شک میں نے سواری کا جانور خرید لیا تھا..... اگر اس وقت میں کسی دنیادار کے سامنے بیٹھا ہوتا تو آپ دیکھتے کس طرح میں چرب زبانی سے کام لیتا اور اس کا غصہ کافور ہو جاتا اور وہ مجھے ہر قسم کی غلطی سے بری قرار دیتا..... کیونکہ مجھ میں مناظرہ کا بڑا ملکہ ہے..... لیکن میں جانتا تھا کہ میں اللہ کے رسول کی بارگاہ میں پیش ہوں..... اگر میں نے جھوٹ بولا بھی تو اللہ تعالیٰ آپ کو اس پر آگاہ کر دے گا اور آپ مجھ پر اور زیادہ ناراض ہوں گے..... اور اگر میں نے سچی سچی بات کہہ دی تو حضور مجھ پر ناراض تو ہوں گے لیکن مجھے امید ہے کہ میرا رب مجھے معاف فرما دے گا.....''

یہ سوچنے کے بعد میں نے عرض کیا:

''یا رسول اللہ ﷺ! سچی بات تو یہ ہے کہ اس غیر حاضری کے لئے

میرے پاس کوئی عذر نہیں.....اس روز جس قدر میں صحت منداور
خوش حال تھا ایسا پہلے کبھی نہ تھا....."

جب حضرت کعب ﷺ نے یہ گزارش کی تو آقائے دوجہان نے فرمایا:

"اما هذا فقد صدق" البتہ اس شخص نے سچی بات کہی ہے.....

فرمایا:

"اب تم گھر چلے جاؤ..... یہاں تک کہ تیرے بارے میں اللہ
تعالیٰ کا حکم نازل ہو....."

چنانچہ میں کھڑا ہوا اور اپنے گھر کی طرف چل پڑا.....بنو مسلمہ کے چند آدمی بھی میرے پیچھے چل پڑے.....انہوں نے مجھے کہا ہمیں علم ہے کہ اس سے پہلے کبھی ایسی غلطی تجھ سے صادر نہیں ہوئی.....اگر تم بھی کوئی عذر پیش کر دیتے جس طرح دوسرے پیچھے رہنے والوں نے عذر پیش کئے ہیں تو تجھے بھی معافی مل جاتی.....اور حضور ﷺ جب تمہارے لئے اپنے رب سے مغفرت طلب فرماتے تو یہ سارے داغ بھی دھل جاتے.....

میرے قبیلے والے مجھے جھڑکتے رہے.....سرزنش کرتے رہے یہاں تک کہ میرے دل میں یہ خیال آیا کہ واپس لوٹ جاؤں اور حضور ﷺ کی بارگاہ میں غیر حاضری کا کوئی عذر لنگ پیش کر دوں.....پھر سوچا دو گناہوں کو ہرگز جمع نہیں کروں گا.....جہاد میں شرکت سے محروم رہوں اور پھر حضور ﷺ کی بارگاہ میں جھوٹ بولوں.....ایسا کرنا میرے لئے ممکن نہیں.....

پھر میں نے ان سے پوچھا کہ کوئی اور شخص بھی ہے جس کے ساتھ یہ معاملہ کیا گیا ہو؟ انہوں نے کہا دو آدمی اور ہیں.....انہوں نے بھی اس طرح عرض کیا جس طرح تو

نے عرض کیا.....ان کے لئے بھی سرکار نے وہی ارشاد فرمایا جو تمہارے لئے ارشاد فرمایا.....میں نے پوچھا وہ دو کون ہیں؟ مجھے بتایا گیا مرارہ بن ربیع العمری اور ہلال بن امیہ الواقفی .....

دوسرے ساتھیوں کا حال یوں بیان کیا گیا ہے کہ مرارہ نے اپنے دل میں خیال کیا کہ پہلے میں تمام غزوات میں شریک ہوتا رہا ہوں.....اگر اس ایک غزوہ میں شریک نہ ہوا تو کوئی حرج نہیں.....پھر جب نفس نے ملامت کیا کہ تم نے کتنی غلطی کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے محبوب کی ہمرکابی سے محروم رہے ہو تو آپ کی زبان سے یہ جملہ نکلا:

"اللھم انی اشھدک انی قدس تصدقت بہ فی سبیلک..."

"اے اللہ! میں تجھے اس بات کا گواہ بناتا ہوں.....جس باغ کی وجہ سے میں تیرے حبیب کی ہمرکابی سے محروم رہا.....اس کو تیرے راستے میں صدقہ کرتا ہوں....."

دوسرے صاحب ہلال بن امیہ بیان کرتے ہیں کہ جس وقت غزوۂ تبوک کے لئے روانگی کا وقت آیا.....میرے اہل وعیال ادھر ادھر تھے.....جب وہ جمع ہو گئے تو میں نے سوچا.....اگر اس سال ان کے پاس قیام کروں تو کوئی حرج نہیں.....لیکن پھر بار ندامت نے مجھے نڈھال کر دیا اور میری زبان سے یہ جملہ نکلا:

"اللھم لک علی ان لا ارجع الیٰ اھلی ومالی..."

"یا اللہ! میں تیرے ساتھ وعدہ کرتا ہوں کہ جس اہل ومال کی وجہ سے میں اس سعادت سے محروم رہا.....اب میں لوٹ کر ان کے پاس ہرگز نہیں جاؤں گا....."

حضرت کعب ﷺ فرماتے ہیں کہ جب مجھے یہ علم ہوا کہ میرے ساتھ دو ایسے آدمی بھی ہیں جو بڑے نیک بھی ہیں اور جنہوں نے غزوہٗ احد میں شرکت نہیں کی تھی تو میرے دل کو کچھ اطمینان ہوا..... میں ان کی ملاقات کے لئے گیا..... نبی کریم ﷺ نے سب مسلمانوں کو ہمارے ساتھ گفتگو کرنے سے منع فرما دیا..... یہ حکم ملتے ہی سب لوگ ہم سے کنارہ کش ہو گئے ان کے چہروں کی رنگت بدل گئی.....

ہم جب بھی باہر نکلتے تو کوئی شخص نہ ہمارے ساتھ کلام کرتا اور نہ سلام کا جواب دیتا..... وہ بالکل ہمارے لئے اجنبی ہو گئے..... گویا نہ ہم ان کو پہچانتے ہیں اور نہ وہ ہمیں پہچانتے ہیں..... حتیٰ کہ اس شہر کی در و دیوار بھی ہمیں اجنبی محسوس ہونے لگے..... ہمیں یوں خیال آتا تھا کہ یہ مکان..... یہ دیواریں اور یہ راستے اس شہر کے نہیں جس میں ہم پیدا ہوئے تھے اور آج تک زندگی گزارتے رہے ہیں.....

حضرت کعب ﷺ کہتے ہیں کہ مجھے جو اندیشہ ہلکان کر رہا تھا وہ یہ تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ اس حالت میں میری موت واقع ہو جائے اور حضور پرنور ﷺ میری نماز جنازہ پڑھانے سے بھی انکار کر دیں..... اس بے کلی میں پچاس راتیں گزر گئیں..... میرے دو ساتھی مرارہ اور ہلال تو اپنے گھر میں بیٹھ گئے اور بغیر رونے کے ان کا کوئی شغل نہ تھا..... میں چونکہ ان دونوں سے کم عمر اور طاقتور تھا..... اس لئے نماز کے بعد میں حضور ﷺ کی مجلس میں آ کر بیٹھتا..... جب میں آتا تو سلام عرض کرتا..... میں تاڑتا رہتا کہ حضور ﷺ کی لعلیں نے جنبش کی ہے یا نہیں.....

پھر میں حضور ﷺ کے قریب ہی نماز پڑھتا اور چوری چوری حضور ﷺ کی طرف تکتا رہتا..... جب میں نماز میں مصروف ہوتا تو حضور ﷺ میری طرف متوجہ ہوتے..... جب میں حضور ﷺ کی طرف متوجہ ہوتا تو حضور ﷺ اپنا رخ اقدس پھیر لیتے..... لوگوں کی بے رخی جب کافی طویل ہو گئی تو میں اپنے چچا زاد بھائی ابوقتادہ کے گھر کی دیوار

پھاند کر اس کے پاس چلا گیا..... وہ میرا ازحد محبوب بھائی تھا.....

میں نے انہیں سلام کیا..... بخدا ابوقتادہ جیسے پیارے بھائی نے مجھے سلام کا جواب نہ دیا..... میں نے انہیں کہا: اے ابوقتادہ! میں تمہیں اللہ کا واسطہ دیتا ہوں..... کیا تم یہ جانتے ہو کہ میں اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہوں؟ ابوقتادہ خاموش رہے اور کوئی جواب نہ دیا..... میں نے دوبارہ یہ سوال دہرایا اور واسطہ دیا..... پھر بھی وہ خاموش رہے..... تیسری مرتبہ پھر میں نے یہی سوال پوچھا..... پھر بھی انہوں نے مجھ سے کوئی بات نہ کی..... تیسری یا چوتھی بار صرف اتنا کہا:

"اللہ و رسوله اعلم" اس بات کو اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتا ہے.....

اس وقت میری آنکھوں سے آنسو ٹپکنے لگے..... میں واپس آ گیا..... اسی حالت میں میں مدینہ کے بازار میں چل رہا تھا کہ اچانک شام کے ایک نبطی جو شام سے اشیاء خوردنی لے کر انہیں بیچنے کے لئے مدینہ طیبہ آیا تھا وہ کہہ رہا تھا: تم میں سے کون ہے جو مجھے کعب بن مالک کا پتا بتائے..... اتنے میں میں وہاں پہنچ گیا..... لوگ میری طرف اشارہ کر کے اس کو بتا رہے تھے..... کہ یہ وہ شخص ہے جس کو تم تلاش کر رہے ہو.....

وہ آدمی میرے پاس آیا اور غسان کے بادشاہ کا ایک خط مجھے دیا..... اس میں لکھا تھا کہ "مجھے یہ اطلاع ملی ہے کہ تمہارے صاحب نے تم پر جفا کی ہے اور تمہیں اپنے پاس سے نکال دیا ہے..... اللہ تعالیٰ ایسے شہر میں تجھے نہ رکھے جہاں تیرے جیسے شخص کی توہین کی جاتی ہے..... اگر تو چاہتا ہے تو ہمارے پاس لوٹ آ..... ہم تیری پوری طرح دلجوئی کریں گے....." میں یہ خط پڑھ کر بھونچکا سا رہ گیا.....

میں نے سوچا یہ پہلی مصیبت سے بھی بڑی مصیبت ہے کہ اہل کفر و شرک مجھ سے یہ توقع کرنے لگے ہیں کہ میں اتنی سی بات پر اپنے آقا کا دامن چھوڑ کر ان سے آ کر مل جاؤں گا..... میں نے اس کا کوئی جواب نہ دیا..... سامنے ایک تنور میں آگ جل رہی

تھی..... میں نے وہاں جا کر اس خط کو اس تنور میں پھینک دیا..... میں نے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی بدقسمتی کی شکایت کی کہ:

''یا رسول اللہ ﷺ! آپ نے مجھ سے رخ انور پھیر لیا ہے اب میری یہ حالت ہوگئی ہے کہ اہل شرک مجھے اپنے دام تزویر میں پھنسانے کی جرأت کرنے لگے ہیں.....

کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ پہلی پچاس راتوں کے بعد مزید پچاس راتیں گزر گئیں..... کیا دیکھتا ہوں کہ اللہ کے رسول ﷺ کا قاصد میری طرف آ رہا ہے..... یہ قاصد خزیمہ بن ثابت تھے اور یہی حضور ﷺ کا پیغام لے کر حضرت مرارہ اور ہلال کے پاس بھی گئے تھے..... حضرت کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس قاصد نے آ کر مجھے پیغام دیا کہ رسول اللہ ﷺ تمہیں حکم دیتے ہیں کہ تم اپنی بیوی سے الگ رہو.....

میں نے پوچھا: کیا حضور ﷺ نے اسے طلاق دینے کا حکم دیا ہے؟... اب میں کیا کروں؟...

انہوں نے کہا: حضور ﷺ نے طلاق کا حکم نہیں دیا..... صرف ان سے کنارہ کش ہونے کا حکم دیا ہے اور اس کے قریب جانے سے منع فرمایا ہے..... یہی پیغام حضور ﷺ نے میرے ان دونوں ساتھیوں کی طرف بھیجا..... میں نے اپنی بیوی کو بلایا اور اسے کہا کہ تم اپنے میکے چلی جاؤ اور وہیں ان کے پاس رہو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ میرے اس معاملہ میں کوئی فیصلہ فرمائے.....

حضرت کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہلال بن امیہ کی زوجہ خولہ بنت عاصم بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا:

''یا رسول اللہ ﷺ! میرا خاوند ہلال بن امیہ بہت بوڑھا ہے.....

اس کے پاس کوئی خادم بھی نہیں..... اس کی بینائی کمزو رہوگئی
ہے..... کیا حضور ﷺ اس بات کو ناپسند کرتے ہیں کہ میں اس کی
خدمت کروں؟''

فرمایا: ''نہیں! البتہ اسے تمہارے نزدیک آنے کی اجازت نہیں...''
اس نے عرض کیا:

''انه واللہ ما به حركة''

''یا رسول اللہ ﷺ! خدا کی قسم اس دن سے جب سے حضور ﷺ نے
اس سے نگاہ کرم پھیری ہے اس نے رونا شروع کیا ہے اور آج تک
زار وقطار رو رہا ہے..... اسے تو کسی اور چیز کا ہوش ہی نہیں.....''

کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میرے اہل خانہ میں سے کسی نے مجھے مشورہ دیا کہ تم بھی اپنی بیوی کے بارے میں سرکار دو عالم ﷺ سے اذن طلب کرلو..... جس طرح حضور ﷺ نے ہلال کی بیوی کو اپنے خاوند کی خدمت کی اجازت دے دی ہے..... میں نے کہا: خدا کی قسم! اللہ کے پیارے رسول سے تو میں ہرگز یہ اذن طلب نہیں کروں گا..... میں جوان آدمی ہوں اپنا کام کاج خود کرسکتا ہوں.....

اس کے بعد پھر مزید دس راتیں گزر گئیں اور پوری پچاس راتیں ہوگئی..... اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے رات کے تیسرے حصہ کے گزرنے کے بعد ہماری توبہ کی قبولیت کے بارے میں اپنے محبوب پر وہ آیات نازل کیں..... ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو پتہ چلا تو انہوں نے عرض کیا:

''یا رسول اللہ ﷺ! کیا میں کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کو یہ مژدہ نہ
سناؤں؟''

حضور ﷺ نے فرمایا:

"لوگ جب یہ سنیں گے تو جوق در جوق یہاں آنا شروع ہو جائیں گے اور ساری رات تمہیں سونے نہیں دیں گے....."

حضرت کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب پچاسویں رات کی صبح کی نماز میں نے ادا کی تو میں اپنے گھر کی چھت پر بیٹھا ہوا تھا..... میری کیفیت یہ تھی کہ میں اپنی جان سے بھی بے زار تھا اور زمین اپنی کشادگی کے باوجود مجھ پر تنگ ہو رہی تھی..... میں نے سنا کہ جبل سلع کے اوپر کوئی شخص بلند آواز سے یہ منادی کر رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کعب بن مالک کی توبہ قبول کر لی ہے..... اے کعب! تمہیں خوشخبری ہو.....

ابن عقبہ لکھتے ہیں کہ دو آدمی دوڑ کر آ رہے تھے تا کہ حضرت کعب رضی اللہ عنہ کو ان کی توبہ کی قبولیت کی خوشخبری سنائیں..... ایک آگے نکل گیا تو پیچھے رہنے والے نے جبل سلع کی چوٹی پر چڑھ کر یہ اعلان کر دیا..... آپ کہتے ہیں میں اسی وقت سجدہ میں گر پڑا اور خوشی کے آنسوؤں کا سیلاب امڈ کر آ گیا.....

سرکار دو عالم ﷺ نے نماز فجر کے بعد اعلان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ان تینوں کی توبہ قبول فرمالی ہے..... لوگ دھڑا دھڑ اپنے بھائیوں کو خوشخبری سنانے کے لئے دوڑ دوڑ کر جا رہے تھے..... حضرت کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: جس کی آواز میں نے سب سے پہلے سنی تھی وہ حمزہ الاسلمی تھے جنہوں نے مجھے بشارت دی تھی..... میں نے اظہار مسرت کے لئے دونوں کپڑے اتارے اور دونوں کو پہنائے جو مجھے خوشخبری سنانے کے لئے آئے تھے.....

میرے پاس ان دو چادروں کے سوا اور کوئی چیز نہ تھی..... میں نے دو چادریں حضرت ابوقتادہ سے عاریۃً لیں انہیں پہنا..... ہلال بن امیہ کو سعید بن زید رضی اللہ عنہ

نے بشارت دی..... وہ حد درجہ کمزور ہو گئے تھے..... کئی کئی روز تک کھانا نہ کھاتے اور صوم وصال رکھا کرتے اور رونے کے بغیر ان کا کوئی کام نہ تھا..... جس نے مرارہ بن ربیع کو توبہ کی قبولیت کی خوشخبری دی اس کا نام سلکان بن سلامہ تھا.....

حضرت کعب ﷺ فرماتے ہیں کہ توبہ کی قبولیت کا مژدہ سننے کے بعد میں بارگاہ رسالت میں حاضر ہونے کے لئے چل پڑا..... لوگ مجھے راستہ میں فوج درفوج ملتے او رہدیہ تبریک پیش کرتے یہاں تک کہ میں مسجد شریف میں داخل ہوا..... وہاں میرے آقا و مولا ﷺ تشریف فرما تھے..... اور لوگ حضور ﷺ کے ارد گرد حلقہ بنائے بیٹھے تھے.....

مجھے دیکھ کر طلحہ بن عبید اللہ اٹھے..... دوڑ کر میری طرف آئے..... میرے ساتھ مصافحہ کیا اور مجھے مبارک باد دی..... پھر میں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں سلام عرض کیا..... حضور ﷺ نے فرمایا درآں حال کہ حضور ﷺ کا چہرہ مبارک فرط سرور سے چمک رہا تھا... فرمایا:...

"ابشر بخیر یوم مر علیک منذ ولدتک امک..."

"جب سے تیری ماں نے تجھے جنا ہے تیری زندگی میں اس سے بہتر کوئی دن نہیں گزرا..... تمہیں اس کی مبارک ہو....."

میں نے عرض کیا:

"یا رسول اللہ ﷺ! یہ ارشاد حضور کی طرف سے ہے یا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے؟"

فرمایا:

"اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے..... تم نے اللہ تعالیٰ کے سامنے سچ

سچ کہہ دیا.....اللہ تعالیٰ نے تیری تصدیق فرمادی.....''

رسول اللہ ﷺ جب خوش ہوتے تو حضور ﷺ کا رخ انور چاند کی طرح چمکنے لگتا .....ہم اس نشانی کو دیکھ کر حضور ﷺ کی قلبی کیفیت کا اندازہ لگا لیا کرتے تھے.....جب میں خدمت اقدس میں مؤدب ہو کر بیٹھ گیا تو میں نے عرض کیا:

''یارسول اللہ ﷺ! میں اپنی توبہ کی قبولیت کی خوشی میں اپنی ساری جائیداد اللہ اور اس کے رسول کے لئے صدقہ کرتا ہوں.....

حضور ﷺ نے فرمایا: کچھ مال اپنے پاس رکھ لو.....یہ تمہارے لئے بہتر ہے.....

انہوں نے عرض کیا: نصف مال؟

فرمایا: نہیں.....

عرض کیا: تیسرا حصہ؟

فرمایا: ہاں.....

عرض کیا:

''خیبر میں جو میرا حصہ ہے وہ اپنے لئے رکھ لیتا ہوں باقی مال اللہ اور اس کے رسول کے لئے صدقہ کرتا ہوں.....''

پھر میں نے گزارش کی کہ سچ کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے مجھے اس آزمائش میں سرخرو کیا.....اب میں وعدہ کرتا ہوں کہ جب تک زندہ رہا.....سچی بات کہوں گا.....

پھر حضرت کعب نے فرمایا:

''اس دن سے لے کر آج تک میں نے کبھی کذب بیانی نہیں کی اور میں امید رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آخر دم تک میری حفاظت فرمائے گا...''

اسی توبہ کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی:

"لقد تاب اللہ علم النبی والمہاجرین والانصار الذین اتبعوہ فی ساعۃ العسرۃ من بعد ما کاد یزیغ قلوب فریق منھم ثما تاب علیھم انہ بھم رؤف رحیمo"

"یقیناً رحمت سے توجہ فرمائی اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی نیز مہاجرین و انصار پر جنہوں نے پیروی کی تھی نبی کی مشکل گھڑی میں اس کے بعد کہ قریب تھا کہ ٹیڑھے ہو جائیں دل ایک گروہ کے ان میں سے..... پھر رحمت سے توجہ فرمائی ان پر..... بے شک وہ ان سے بہت شفقت کرنے والا رحم فرمانے والا ہے....."

ان تین حضرات (حضرت کعب... ہلال بن امیہ... مرارہ بن ربیعہ رضی اللہ عنہم) کے لئے یہ خصوصی آیت نازل ہوئی:

"وعلی الثلاثۃ الذین خلفوا حتیٰ اذا ضاقت علیھم الارض بما رحبت وضاقت علیھم انفسھم وظنوا ان لاملجأ من اللہ الا الیہ ثم تاب علیھم لیتوبوا ان اللہ ھو التواب الرحیمo"

"اور ان تینوں پر بھی (نظر رحمت) فرمائی جن کا فیصلہ ملتوی کر دیا گیا تھا یہاں تک کہ جب تنگ ہوئی ان پر زمین باوجود کشادگی کے اور بوجھ بن گئیں ان پر ان کی جانیں اور جان لیا انہوں نے کہ نہیں کوئی

جائے پناہ اللہ تعالیٰ سے مگر اس کی ذات..... تب اللہ تعالیٰ ان پر مائل

بہ کرم ہوا تا کہ وہ بھی رجوع کریں..... بلاشبہ اللہ تعالیٰ بہت توبہ قبول

فرمانے والا اور ہمیشہ رحم کرنے والا ہے.....''

حضرت کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ایمان کی نعمت کے بعد سب سے عظیم نعمت جو مجھ پر کی ہے وہ یہ ہے کہ میں نے اللہ تعالیٰ کے رسول کی جناب میں سچ بولا..... اگر میں نے جھوٹ بولا ہوتا تو میں بھی ان لوگوں کی طرح ہلاک ہو جاتا جنہوں نے جھوٹ بولا تھا.....

کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میری توبہ کی قبولیت کی آیت نازل ہوئی تو میں نے فرط محبت وشوق سے اپنے آقا کے دست مبارک چوم لئے..... (حوالہ صحیح بخاری ومسلم شریف)

خبیب رضی اللہ عنہ وزید رضی اللہ عنہ کے ساتھ دشمنوں کا فریب

سریہ رجیع میں صحابہ میں سے تین آدمی دشمن کی طرف سے امان کے وعدے پر نیچے اتر آئے تھے..... یعنی حضرت خبیب رضی اللہ عنہ..... حضرت زید رضی اللہ عنہ اور حضرت عبد اللہ ابن طارق رضی اللہ عنہ..... جب یہ لوگ مشرکین کے قبضہ میں آ گئے تو انہوں نے اپنا چولا اتار دیا اور حضرت خبیب رضی اللہ عنہ اور حضرت زید رضی اللہ عنہ کو رسیوں سے باندھ لیا.....

''یہ تمہاری پہلی غداری ہے کہ تم نے اللہ کے نام پر کیا ہوا وعدہ توڑ دیا..... خدا کی قسم! ان مقتولین کا جذبہ میرے لئے کوئی نمونہ اور سبق ہے تو میں ہرگز تمہارے ساتھ نہیں جاؤں گا.....''

اس پر انہوں نے ان کو قائل کرنے کی بہت کوشش کی مگر حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے

ان کی کوئی بات نہیں مانی..... آخران لوگوں نے انہیں قتل کر دیا..... جیسا کہ صحیح بخاری کی روایت ہے.....

مگر ایک قول کے مطابق حضرت عبداللہ ان کے ساتھ چلتے رہے ..... وہ انہیں مکے لئے جا رہے تھے.....

جب یہ لوگ مرظہران کے مقام پر پہنچے تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے ان سے اپنا ہاتھ چھڑا لیا..... پھرانہوں نے اپنی تلوار لی اور ان لوگوں سے کچھ فاصلے پر ہٹ کر کھڑے ہو گئے..... آخر مشرکین نے ان پر پتھر برسانے شروع کئے ..... یہاں تک کہ انہیں شہید کر دیا.....

اس کے بعد وہ لوگ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ اور حضرت زید رضی اللہ عنہ کو لے کر روانہ ہوئے اور ذی قعدہ کے مہینے میں ان کے ساتھ مکے میں داخل ہوئے..... مکہ میں قبیلہ بنی ہذیل کے دو آدمی قید تھے..... لہٰذا ان لوگوں نے ان دونوں قیدیوں کو قریش کے حوالے کر کے اپنے قیدی ان سے چھڑا لئے.....

ایک قول ہے کہ انہوں نے دونوں کو پچاس پچاس اونٹوں کے بدلے فروخت کیا (اداس مال کے ذریعہ اپنے قیدی رہا کرائے) ایک ہے کہ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو ایک سیاہ فام باندی کے بدلے فروخت کیا گیا اور بنی حرث ابن عامر نے حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو خرید لیا..... یہ اس لئے کہ ایک قول کے مطابق غزوۂ بدر میں حضرت خبیب رضی اللہ عنہ نے حرث کو قتل کیا تھا..... جیسا کہ بخاری میں ہے.....

پھر اس کے بعد لکھا ہے کہ بنی حرث ابن عامر میں یہی مشہور تھا کہ جنگ بدر میں حرث کے قاتل حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے..... جہاں تک ان خبیب ابن عدی کا تعلق ہے تو یہ قبیلہ بنی خزرج کے تھے اور یہ غزوۂ بدر میں شریک نہیں تھے..... جیسا کہ ارباب مغازی میں سے کسی کے نزدیک بھی یہ بدر میں حاضر نہیں تھے.....

مگر ایک قول ہے کہ اس روایت سے ایک صحیح روایت کی کمزوری اور تردید ظاہر ہوتی ہے..... پھر میں نے اس سلسلے میں حافظ ابن حجر کا قول دیکھا کہ اس قول سے ایک صحیح حدیث کی تردید ہوتی ہے..... پھر یہ کہ اگر حضرت خبیب ابن عدی نے حرث ابن عامر کو قتل نہیں کیا تھا تو اولاد حرث کو ان کی خریداری اور اپنے آدمی کے بدلے میں ان کو قتل کرنے سے کیوں دلچسپی ہوتی..... البتہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ آل حرث کو حضرت خبیب کے اپنے مقتول کے بدلے میں قتل کرنے سے صرف اس لئے دلچسپی تھی کہ وہ حرث کے قاتل کے قبیلے یعنی گروہ انصار سے تعلق رکھتے تھے.....

جہاں تک حضرت زید رضی اللہ عنہ کا تعلق ہے تو انہیں صفوان بن امیہ نے خرید لیا..... واضح رہے کہ حضرت صفوان بعد میں خود بھی مسلمان ہو گئے تھے..... صفوان نے زید کو اپنے باپ امیہ کے بدلے میں قتل کرنے کے لئے خریدا تھا (جو غزوۂ بدر میں مارا گیا تھا)

چونکہ یہ ذی قعدہ کا مہینہ تھا جو حرام مہینوں میں سے ہے اور اس کے بعد کے دو مہینے بھی حرام مہینوں میں سے تھے جن میں خونریزی حرام تھی..... اس لئے ان لوگوں نے ان دونوں قیدیوں کو ایک جگہ بند کر دیا تا کہ حرام مہینے ختم ہو جائیں تو اس کے بعد ان کو قتل کریں.....

خبیب رضی اللہ عنہ کا استرے کے لئے سوال

قید کے دوران حضرت خبیب رضی اللہ عنہ نے حرث کی لڑکی سے ایک استرا عارضی طور پر لیا..... صحیح بخاری میں یوں ہے کہ بنی حرث کی لڑکیوں میں سے ایک لڑکی سے لے لیا..... تا کہ اس سے اپنے زیر ناف اور بغل کے بال بنا لیں.....

اتفاق سے اس عورت کا بچہ کسی طرح حضرت خبیب ﷺ کے پاس آ گیا..... جبکہ اس عورت کا دھیان دوسری طرف تھا (چونکہ حضرت خبیب ﷺ دشمن کے آدمی تھے اور قتل کے انتظار میں قید تھے..... اس لئے قدرتی طور پر وہ لوگ خود بھی ان سے دور رہتے اور خاص طور پر بچوں کو پاس نہیں آنے دیتے تھے کہ یقینی طور پر وہ یا تو بچے کو نقصان پہنچائیں گے اور یا اس کو اپنی رہائی کے لئے یرغمال اور ذریعہ بنائیں گے)

غرض کسی طرح اس عورت کا بچہ حضرت خبیب ﷺ کے پاس آ گیا..... حضرت خبیب ﷺ نے بچہ کو گود میں بٹھالیا..... اس وقت استرا ان کے ہاتھ میں تھا..... اسی وقت ماں کی نظر بچے پر پڑی اور اس نے اسے اس حال میں دیکھا تو گھبراہٹ اور خوف ودہشت سے اس کا رنگ بدل گیا.....

وہ اس قدر حواس باختہ ہوئی کہ حضرت خبیب ﷺ نے اس کی صورت دیکھ کر ہی اس کی دلی کیفیات کا اندازہ لگالیا..... خبیب ﷺ نے فوراً کہا:

''کیا تمہیں یہ اندیشہ ہو رہا ہے کہ میں اس بچے کو قتل کر دوں گا.....
میں انشاء اللہ ہرگز ایسا نہیں کروں گا.....''

ایک روایت میں یوں ہے کہ..... حضرت خبیب ﷺ نے بچہ کا ہاتھ پکڑا اور اس کی ماں سے کہا:

''کیا اللہ تعالیٰ نے اس وقت اس بچے کے ذریعے مجھے تم لوگوں پر قابو نہیں دے دیا.....''

(کہ میں چاہوں تو اس بچے کو قتل کرنے کی دھمکی دے کر خود کو تمہارے ہاتھوں سے رہا کرا سکتا ہوں) یہ سن کر بچے کی ماں نے کہا:

''مجھے تمہارے بارے میں ایسی بدگمانی نہیں ہے.....''

حضرت خبیب ؓ نے اسی وقت استرا اس عورت کی طرف اچھال دیا اور فرمایا:...

''نہیں! میں صرف مذاق کر رہا تھا.....ورنہ میں ہرگز ایسا نہیں کر سکتا.....''

خبیبؓ کی پاکیزگی کے لئے مہلت

سیرت ابن ہشام میں یوں ہے کہ یہ عورت کہتی ہے کہ جب خبیب ؓ کے قتل کا وقت قریب آ گیا تو انہوں نے مجھ سے کہا کہ کیا تم ایک تیز استرا مجھے فروخت کر سکتی ہو تا کہ میں اس کے ذریعہ بال صاف کر کے پاک ہو جاؤں.....اس سے پہلے حضرت خبیب ؓ اس سے کہہ چکے تھے کہ جب میرے قتل کا وقت قریب آئے تو مجھے کچھ مہلت دلوا دینا.....

چنانچہ یہ عورت کہتی ہے کہ جب لوگ ان کو قتل کرنے کے لئے تیار ہوئے تو میں نے ان کو مہلت دلوائی.....اس وقت خبیب ؓ نے استرا طلب کیا.....وہ عورت کہتی ہے کہ میں نے اپنے خاندان کے ایک لڑکے کو استرا دے کر کہا کہ یہ استرا لے کر اندر جاؤ اور اس شخص یعنی قیدی کو دے دو.....

وہ عورت کہتی ہے کہ جب وہ لڑکا کمرے کے اندر چلا یا تو میں پریشان ہو کر سوچنے لگی کہ خدا کی قسم یہ شخص اس لڑکے کو قتل کر کے اپنا انتقام لے گا اور جان کے بدلے جان لے لے گا.....پھر جب اس لڑکے نے خبیب کو وہ استرا دیا تو انہوں نے لڑکے کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہنے لگے:

''خدا کی قسم! جب تیری ماں نے تجھے یہ استرا دے کر بھیجا تو وہ کتنی،

ڈری ہوگی..."

یہ کہہ کرانہوں نے لڑکے کا ہاتھ چھوڑ دیا..... کہا جاتا ہے کہ وہ لڑکا اس عورت کا بیٹا تھا..... اس بات کا اشارہ خود حضرت خبیب ﷺ کے اس کلمہ سے بھی ملتا ہے کہ جب تیری ماں نے تجھے بھیجا..... اس کے بعد یہ عورت یعنی بنت حرث کہا کرتی تھی کہ خدا کی قسم میں نے خبیب ﷺ سے بہتر قیدی کبھی نہیں دیکھا.....

بنت حرث کہتی ہے کہ ایک روز میں نے دروازے میں سے اس قیدی کو دیکھا کہ اس کے ہاتھ میں انگوروں کا ایک خوشہ ہے..... جسے وہ کھا رہا ہے اور وہ خوشہ آدمی کے سر کے برابر بڑا ہے (حیرت یہ تھی کہ نہ جانے وہ خوشہ کہاں سے آیا) جبکہ وہ زنجیروں میں بندھے ہوئے تھے اور جبکہ مکے میں کوئی پھل نہیں ہوتا تھا..... ایک روایت میں اس کے یہ لفظ ہیں کہ جب میرے علم کے مطابق اللہ کی اس سرزمین یعنی مکے میں انگور نہیں کھائے جاتے.....

وقت آخر میں پاکیزگی مستحب ہے

حضرت خبیب ﷺ کے اس واقعہ سے شافعی فقہاء نے یہ دلیل حاصل کی ہے کہ جس شخص کو موت کا حکم سنا دیا گیا ہو..... اس کیلئے مناسب اور مستحب ہے کہ وہ اپنے ناخن تراشنے..... مونچھیں بنانے اور بغلوں و زیر ناف بال صاف کرنے کی کوشش کرے..... غالباً حضرت خبیب ﷺ کی اس کوشش اور خواہش کی اطلاع بعد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ملی تھی اور آپ نے اس کو درست قرار دیا تھا.....

(غرض وقت گزرتا رہا) یہاں تک کہ محرم کا مہینہ ختم ہوگیا اور اس کے ساتھ ہی

شہرحرم بھی تمام ہو گئے.....اب قریش کے لوگ حضرت خبیب ﷛ کو ان کے تیرہ خانے سے لے کر حرم کی حدود سے نکلے تاکہ انہیں حل میں لے جا کر قتل کر دیں (کیونکہ حرم کی حدود میں کسی کو قتل نہیں کیا جا سکتا تھا)

آخر مقتل میں پہنچ کر جب انہوں نے خبیب ﷛ کو قتل کرنے کے لئے آگے بڑھایا تو انہوں نے قریش سے کہا:

"تھوڑی دیر کے لئے مجھے مہلت دو تاکہ میں دو رکعت نماز پڑھ لوں....."

چنانچہ قریش نے انہیں مہلت دے دی اور خبیب ﷛ نے دو رکعت نماز پڑھی..... اس کے بعد قاتلوں سے کہا:

"خدا کی قسم! اگر مجھے تمہارے یہ سوچنے کا خیال نہ ہوتا کہ میں موت کے ڈر سے وقت کو ٹال رہا ہوں تو اس وقت اور زیادہ لمبی نماز پڑھتا..."

اس کے بعد حضرت خبیب ﷛ نے یہ دعا کی:

"اے اللہ! ان کی تعداد کو ختم فرما دے.....اور انہیں چن چن کر اور منتشر کر کے مار.....اور ان میں سے یعنی کفار میں سے کسی کو باقی مت چھوڑ....."

ان کی یہ دعا قبول ہوئی اور کچھ ہی عرصہ بعد غزوۂ خندق میں مشرکین اسی طرح فنا کے گھاٹ اترے کہ وہ منتشر اور تتر بتر ہو کر قتل ہو رہے تھے.....

کہا جاتا ہے کہ قریش کے لوگ جب حضرت خبیب ﷛ کو قتل کرنے کے لئے چلے تو عورتیں.....بچے اور غلام بھی ساتھ ساتھ تھے.....

جب یہ لوگ تنعیم کے مقام پر پہنچے تو انہوں نے ایک لمبی لکڑی منگائی اور ایک گہرا گڑھا کھود کر اس میں وہ لکڑی گاڑ دی..... پھر وہاں پہنچ کر جب حضرت خبیب ﷺ ان سے مہلت لے کر دو رکعت نماز پڑھ چکے تو قریش نے خبیب ﷺ کو اس لکڑی پر لٹکا کر پھانسی دی اور لاش کو وہیں لٹکا رہنے دیا تا کہ ہر آنے جانے والے کی نظر پڑے اور اس طرح اس پھانسی کی خبر ہر طرف پھیل جائے.....

غرض جب حضرت خبیب ﷺ نماز سے فارغ ہو گئے تو قریش نے ان سے کہا:

''اگر تم اب بھی اسلام سے منہ موڑ لو تو ہم تمہیں چھوڑ دیں گے لیکن اگر تم نہیں مانو گے تو ابھی تمہیں قتل کر دیا جائے گا.....''

حضرت خبیب ﷺ نے قریش کی اس پیشکش کے جواب میں فرمایا:

''اللہ کے راستے میں میری جان کی کوئی قیمت نہیں بلکہ میرا قتل تو ایک معمولی بات ہے.....اے اللہ! یہاں کوئی ایسا نہیں ہے جو اس وقت تیرے رسول تک میرا اسلام پہنچا دے.....اس لئے خدایا تو خود آنحضرت ﷺ کو میرا اسلام پہنچا دے.....اور آپ کو بتا دے کہ یہاں ہمارے ساتھ کیا کیا جا رہا ہے.....''

وحی کے ذریعہ سلام اور موت کی خبر

چنانچہ حضرت اسامہ بن زید ﷺ سے روایت ہے کہ ایک روز جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے (اور یہ وہی وقت اور وہی دن تھا جبکہ سینکڑوں میل دور مکے میں حضرت خبیب ﷺ کو پھانسی دی جا رہی تھی اور وہ آنحضرت

ﷺ کو سلام بھجوا رہے تھے)

اچانک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وہی کیفیت طاری ہوئی جو وحی نازل ہونے کے وقت پیش آیا کرتی تھی..... یکایک ہم نے آنحضرت ﷺ کو یہ فرماتے سنا:

"وعلیہ السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ"

"اس پر بھی سلام وسلامتی اور اللہ کی رحمتیں اور برکتیں ہوں....."

اس کے بعد جب آپ پر سے وحی کے آثار ختم ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا:

"یہ جبرائیلؑ مجھے خبیب کا سلام پہنچا رہے ہیں..... خبیب کو قریش نے قتل کر دیا ہے....."

ایک روایت میں ہے کہ قریش نے ایسے چالیس آدمیوں کو حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کے قتل کے وقت بلایا جن کے باپ دادا جنگ بدر میں قتل ہوئے تھے..... پھر قریش کے ان لوگوں میں سے ہر ایک کو ایک ایک نیزہ دے کر کہا کہ یہی وہ شخص ہے جس نے تمہارے باپ دادا کو قتل کیا ہے.....

یہ سنتے ہی ان چالیس آدمیوں نے اپنے اپنے نیزے سے حضرت خبیب رضی اللہ عنہ پر حملہ کیا..... یہاں تک کہ انہیں قتل کر دیا..... قریش نے اس لکڑی پر چالیس آدمیوں کو محافظ بنایا (یعنی چالیس آدمیوں نے یہ سمجھ کر حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو قتل کیا کہ ہمارے باپ دادا کے قاتلوں کے نمائندے یہی ہیں..... اور یہی چالیس آدمی اس سولی کے وکیل اور محافظ قرار دیئے گئے تا کہ یہ کسی شخص کو بھی لاش اتارنے نہ دیں)

آنحضرت ﷺ کو لاش منگوانے کی جستجو

ادھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مقداد رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر ابن عوام رضی اللہ عنہ کو مکے کی طرف روانہ فرمایا تاکہ وہ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کی لاش کو اس لکڑی اور سولی پر سے اتاریں..... ایک روایت کے مطابق رسول اللہ ﷺ نے اس بارے میں صحابہ سے فرمایا:

"تم میں سے کون ہے جو خبیب رضی اللہ عنہ کو سولی پر سے اتارے اور جنت کا حقدار بن جائے....."

اس پر حضرت زبیر ابن عوام رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

"یارسول اللہ ﷺ! میں اور میرے ساتھی مقداد ابن اسود یہ مرحلہ سر کریں گے....."

(چنانچہ ان ہی دونوں کو بھیجا گیا) جب یہ اس جگہ پہنچے جہاں حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کی لاش لٹکی ہوئی تھی تو انہوں نے دیکھا کہ وہاں چالیس آدمی حفاظت پر تعینات ہیں مگر وہ سب کے سب نشہ میں غافل سوئے ہوئے ہیں..... لہٰذا ان دونوں نے آسانی کے ساتھ لاش کو اتار لیا.....

حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کی لاش پھانسی اور موت کے چالیس دن کے بعد اتاری گئی..... حضرت زبیر ابن عوام رضی اللہ عنہ نے حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کی لاش کو اپنے گھوڑے پر کس لیا..... چالیس دن تک لٹکی رہنے کے باوجود لاش بالکل نرم و تازہ تھی اور اس میں کوئی تغیر اور تبدیلی پیدا نہیں ہوئی تھی.....

جب یہ حضرات لاش کو لے کر جا رہے تھے تو مشرکین نے ان کو دیکھ لیا..... اس وقت مشرکین کی تعداد ساٹھ تھی..... انہوں نے ان دونوں کا پیچھا کیا..... یہاں تک کہ بالکل ان کے قریب پہنچ گئے..... آخر حضرت زبیر ﷺ نے حضرت خبیب ﷺ کی لاش کو پھینک دیا جسے اسی وقت زمین نے نگل لیا (اور اس طرح حق تعالیٰ نے اپنے مجاہد کا پردہ ڈھک کر ان کی لاش کو بے حرمتی سے بچالیا)

کفار پر زبیر و مقداد کا رعب

پھر اسی وقت حضرت زبیر ﷺ نے اپنے سر اور چہرے پر سے اپنا عمامہ کھول دیا اور تعاقب کرنے والوں کی طرف منہ کر کے کہا:

''دیکھو! میں زبیر ابن عوام ہوں اور یہ میرے ساتھی مقداد ابن اسود ہیں... ہم دونوں شیر ببر ہیں... اگر تم چاہو تو تیروں سے تمہارا استقبال کریں اور چاہو تو تم پر آ پڑیں... اور چاہو تو تم یہیں سے لوٹ جاؤ...''

یہ سن کر وہ مشرکین (اس سے مرعوب ہو کر) واپس چلے گئے.....

اس کے بعد یہ دونوں مدینے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے..... اس وقت آنحضرت ﷺ کے پاس جبرائیل تھے..... جبرائیل نے عرض کیا:

''اے محمد ﷺ! آپ کے صحابہ میں ان دو آدمیوں پر فرشتے بھی فخر کرتے ہیں...''

پھر ان دونوں صحابہ کے متعلق یہ آیات نازل ہوئیں:

”ومن الناس من یشری نفسہ ابتغاء مرضات اللہ واللہ

رؤف بالعباد .....“

”اور بعض آدمی ایسا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی میں اپنی جان

تک صرف کرڈالتا ہے.....اور اللہ تعالیٰ ایسے بندوں کے حال پر

نہایت مہربان ہیں...“

ادھر پیچھے اسی آیت کے بارے میں گزرا ہے کہ یہ آیت حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق نازل ہوئی تھی.....جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ہجرت کے وقت غار ثور میں تشریف لے گئے تھے اور حضرت علی ؓ آپ کے بستر مبارک پر سوگئے تھے.....

ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت حجرت صہیب ؓ کے بارے میں نازل ہوئی تھی جبکہ انہوں نے ہجرت کا ارادہ کیا اور قریش نے ان کو روکا تو انہوں نے (صرف رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچنے کے شوق میں) اپنا ایک تہائی مال یا کل مال قریش کو دے کر اپنا ہجرت کا ارادہ پورا کیا.....جیسا کہ تفصیلاً گزر چکا ہے.....

بعض علماء نے اس موقعہ پر لکھا ہے کہ یہ آیت حضرت خبیب ؓ کے متعلق نازل ہوئی تھی جبکہ مشرکین نے ان کو عذاب دینے کے لئے گرفتار کیا.....اس وقت انہوں نے ان سے کہا تھا:

”میں ایک بوڑھا آدمی ہوں.....میں چاہے تم میں سے کہلاؤں اور تم

میں رہوں یا تم میں سے نہ کہلاؤں اور تم میں نہ رہوں.....اس لئے کیا

یہ ممکن ہے کہ تم میرا مال لے لو اور مجھے میرے دین پر چھوڑ دو.....“

چنانچہ وہ لوگ اس پر راضی ہوگئے.....

لاش کس نے اتاری تھی؟

ادھر علامہ ابن جوزی نے یوں لکھا ہے کہ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کی لاش کو سولی پر سے اتارنے والے اصل میں عمرو ابن امیہ ضمری تھے..... چنانچہ خود عمرو ابن امیہ سے روایت ہے کہ میں خبیب رضی اللہ عنہ کی سولی کے پاس آیا اور اس پر چڑھ کر میں نے لاش کے بند کھول دیئے جس سے وہ نیچے گرگئی..... پھر میں نے نیچے اتر کر دیکھا تو مجھے خبیب کی لاش کہیں نظر نہیں آئی اس کو زمین نے نگل لیا تھا.....

پھر سیرت ابن ہشام میں بھی یہی روایت ہے اور یہ کہ یہ واقعہ اس وقت کا ہے جب عمرو کو ابوسفیان کے قتل کرنے کے لئے بھیجا گیا تھا..... جس کی تفصیل انشاء اللہ آگے آرہی ہے جہاں اس سریہ کا بیان ہوگا..... بہرحال حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کی لاش اتارنے کے سلسلے میں روایات کا یہ اختلاف قابل غور ہے.....

جب حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو سولی پر لٹکایا گیا تو تکلیف اور دم گھٹنے کی وجہ سے ان کا جسم اینٹھ کر پھڑکا جس کے نتیجہ میں ان کا رخ قبلہ یعنی کعبہ کی طرف سے ہٹ گیا (جسے اس شدید وقت میں بھی اس مرد خدا نے محسوس کیا اور) اسی حالت میں انہوں نے یہ دعا کی:

"اے اللہ! اگر تیرے یہاں میری کوئی خیر یعنی نیک عمل قابل قبول ہے تو میرا چہرہ قبلہ کی طرف پھیر دے....."

یہ غازی یہ تیرے پراسرار بندے

حق تعالیٰ نے ان کی یہ دعا قبول فرمائی اوران کا چہرہ قبلہ کی طرف پھیر دیا..... یعنی لٹکا ہوا اور پھڑکتا ہوا جسم خود ہی قبلہ کی طرف گھوم گیا..... اوراسی حالت میں اس عظیم مجاہد نے اپنی جان جان آفرین کے سپرد کی..... اللہ اللہ یہ وہ مقام ہے اور عشق خدا و رسول کا وہ درجہ ہے جوانسانی ذہن کی دسترس سے باہر ہے..... دنیا کی کوئی قوم اور کوئی مذہب فداکاری اور جذب صادق کی یہ مثال پیش نہیں کرسکتا..... جبکہ اسلام کی تاریخ ایمانی قوت اورحیات مقصدی کی ایسی عظیم الشان مثالوں سے بھری پڑی ہے.....

(حوالہ سیرت حلبیہ وابن ہشام وابن کثیر)

ایک قطرہ پانی سے سارا لشکر سیراب ہوگیا

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ غزوہ بواط میں نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پانی لاؤ..... تو ایک قطرہ پانی لایا گیا..... اس کو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مٹھی میں لیا اور کچھ پڑھا اور فرمایا بڑا برتن لاؤ..... میں نے برتن حاضر کردیا..... تو جان دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دستِ مبارک برتن میں رکھ کر پھیلا دیا..... اور بسم اللہ پڑھی.....

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے دیکھا کہ پانی نے جوش مارنا شروع کردیا اور برتن بھر گیا..... پھر لوگوں کو حکم دیا گیا کہ پانی پئیں..... سب نے پیا..... پھر اعلان ہوا کہ کوئی باقی تو نہیں رہتا؟..... جواب ملا کہ سب پی چکے ہیں..... جان دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دستِ مبارک اٹھایا تو برتن بھرا ہوا تھا..... (بہجۃ المحافل ۲/۲۱۸)

عصائے نبوی ﷺ کی برکات

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میرے پاس غزوۂ ذات الرفاع میں ایک اونٹ تھا..... جس کا گھٹنا ٹوٹا ہوا تھا..... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس سے گزرے مگر اونٹ کی سست روی اس بات کی اجازت نہیں دیتی تھی کہ میں آپ کا ساتھ دے سکوں..... مجھ سے پوچھا گیا تو میں نے سارا ماجرا سنایا.....

آپ ﷺ نے عصا لے کر اونٹ پر تین بار گھسایا..... اور پھر پانی کا چلو بھر کر اس پر چھڑکا اور حکم دیا کہ سوار ہو جاؤ..... مجھے قسم ہے اس خدا کی جس نے ہم پر ایک سچا رسول مبعوث فرمایا..... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جس قدر تیز چلاتے تھے میرا اونٹ پیچھے نہیں رہتا تھا..... اور میں حضور علیہ السلام کے ہمراہ ہی رہتا تھا..... (حوالہ شواہد النبوۃ)

میدان جنگ میں حضور ﷺ کا دستِ شفاء

حضرت عاید بن عمر مزنی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ہم جنگ حنین میں حضور علیہ السلام کے عین سامنے جنگ کر رہے تھے..... اچانک غنیم کی طرف سے ایک تیر میری پیشانی پر آ کر لگا..... جس کے اثر سے میری پیشانی..... سفید ڈاڑھی اور سینہ پر خون بہنے لگا..... حضور علیہ السلام نے اپنے دست اقدس سے میری پیشانی..... چہرے اور سینے سے خون صاف کر دیا.....

حضرت عاید رضی اللہ عنہ اپنی زندگی میں یہ واقعہ نہایت فخر سے سنایا کرتے تھے..... جب ان کی وفات واقع ہوئی تو لوگوں نے دیکھا کہ حضرت عاید رضی اللہ عنہ کے جسم کے جس حصے پر حضور علیہ السلام نے اپنا دست اقدس پھیرا وہ چاند کی طرح چمک رہا تھا.....

۱۰ھ کے واقعات

حضور ﷺ کی خدمت میں وفود کی جوق در جوق حاضری

محدثین کرام نے تصریح فرمائی ہے کہ جب کوئی آدمی خواہ وہ کسی ملک کا ہوتا..... آپ کے حضور حاضر ہو کر اپنی بولی میں کچھ بولتا تو آپ اسی بولی میں اس سے باتیں کرتے..... یہ آپ کی زبان میں خداداد قدرت وقوت تھی.....

آپ کو ایسا ہی ہونا چاہئے تھا کیونکہ آپ تمام مخلوق کی طرف بھیجے گئے تھے..... لہٰذا ضروری تھا کہ آپ کو تمام مخلوق کا علم دیا جاتا اور آپ تمام مخلوق کی زبانوں کے عالم ہوتے.....

امام حلبیؒ نے شواہد النبوۃ سے نقل کیا ہے کہ جب حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں پہنچے اور اپنا کلام سنانا شروع کیا تو حضور سید العالمین ﷺ نے ایک یہودی کو بطور ترجمان طلب کیا (جو تاجر اور فارسی زبان کا عالم تھا) اس نے حضرت سلمان کا کلام سنا..... حضرت سلمان نے اپنے کلام میں حضور ﷺ کی تعریف اور ان لوگوں کی برائی کی تھی..... جو لوگوں کو حضور علیہ السلام کے پاس جانے سے روکتے تھے..... مگر ترجمان یہودی نے یہ سمجھ کر کہ حضور ﷺ تو فارسی جانتے نہیں..... کہا:

"اے محمد ﷺ! یہ سلمان تو آپ کو برا کہہ رہا ہے....."

آپ ﷺ نے فرمایا:

"یہ تو ہماری تعریف اور ان کافروں کی برائی کر رہا ہے..... جو

لوگوں کو ہمارے پاس آنے سے روکتے ہیں ....''

یہ سن کر:

''فقال الیھودی یا محمد قد کنت قبل ھذا اتھمک واالأن تحقق عندی انک رسول اللہ واشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد انک رسول اللہ...''

(شواھد النبوۃ ص ۱۲۱ سیرت الحلبیہ ص ۱۸۲/۱)

''اس یہودی نے کہا: اے محمد! بے شک اس سے پہلے تو میں آپ کو برا جانتا تھا مگر اب میرے نزدیک یہ ثابت ہو گیا ہے کہ بلاشبہ آپ اللہ کے سچے رسول ہیں..... پس میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور بے شک آپ اللہ کے رسول ہیں.....''

وفد غامد کی آمد

یہ دس آدمیوں کی جماعت تھی جو ۱۰ھ میں مدینہ آئے اور اپنی منزل میں سامانوں کی حفاظت کے لئے ایک جوان لڑکے کو چھوڑ دیا..... وہ سو گیا..... اتنے میں ایک چور آیا اور ایک بیگ چرا کر لے بھاگا..... یہ لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر تھے کہ ناگہاں آپ نے فرمایا:

''تم لوگوں کا ایک بیگ چور لے گیا..... مگر پھر تمہارے جوان نے

اس بیگ کو پالیا....."

جب یہ لوگ بارگاہ اقدس سے اٹھ کر اپنی منزل پر پہنچے تو ان کے جوان نے بتایا کہ وہ سو رہا تھا کہ ایک چور بیگ لے کر بھاگا..... مگر میں بیدار ہونے کے بعد جب اس کی تلاش میں نکلا تو ایک شخص کو دیکھا کہ وہ مجھ کو دیکھتے ہی فرار ہو گیا اور میں نے دیکھا کہ وہاں کی زمین کھودی ہوئی ہے..... جب میں نے مٹی ہٹا کر دیکھا تو بیگ وہاں دفن تھا.....میں اس کو نکال لے آیا.....

یہ سن کر سب بول پڑے بلاشبہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حق ہیں اور ہم کو انہوں نے اسی لئے اس واقعہ کی خبر دے دی تا کہ ہم لوگ اس کی تصدیق کر لیں.....ان سب لوگوں نے اسلام قبول کر لیا اور اس جوان نے بھی دربار رسول میں حاضر ہو کر کلمہ پڑھا اور اسلام کے دامن میں آ گیا..... حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ جتنے دن ان لوگوں کا مدینہ میں قیام رہے تم ان لوگوں کو قرآن پڑھنا سکھا دو..... (حوالہ سیرت المصطفیٰ)

وفد بنی مرہ کی آمد

(آپ ﷺ کی دعا سے ان کے قبیلہ پر بارش برس پڑی)

اس وفد میں بنی مرہ کے تیرہ آدمی مدینہ آئے تھے.....ان کا سردار حارث بن عوف بھی اس وفد میں شامل تھا.....ان سب لوگوں نے بارگاہ اقدس میں اسلام قبول کیا اور قحط کی شکایت اور باران رحمت کی دعا کے لئے درخواست پیش کی..... حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لفظوں کے ساتھ دعا مانگی کہ:

"اللھم اسقھم الغیث"

اے اللہ! ان لوگوں کو بارش سے سیراب فرمادے.....

پھر آپ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ ان میں سے ہر شخص کو ایک ایک اوقیہ چاندی اور چار چار سو درہم انعام اور تحفہ کے طور پر عطا کریں اور آپ نے ان کے سردار حضرت حارث بن عوف کو بارہ اوقیہ چاندی کا شاہانہ عطیہ مرحمت فرمایا.....

جب یہ لوگ مدینہ سے اپنے وطن پہنچے تو پتہ چلا کہ ٹھیک اسی وقت ان کے شہروں میں بارش ہوئی تھی جس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کی درخواست پر مدینہ میں بارش کے لئے دعا مانگی تھی..... (مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۳۶۰)

ہبل کی گواہی اور بارہ ہزار مسلمان

ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بارہ ہزار کی تعداد میں یمن کے باشندے حاضر ہوئے.....اور ان کے ہمراہ سونے کے جڑاؤ کئے حریر کے کپڑے پہنے ہوئے ایک بت تھا.....جس کا نام ہبل تھا.....یمنی لوگ اس کی پوجا کرتے تھے.....

حضور علیہ السلام نے ان کو اسلام کی دعوت دی.....

تو ان لوگوں نے کہا: کہ آپ کی نبوت و رسالت کی دلیل کیا ہے؟.....

آپ ﷺ نے فرمایا: یہی تمہارا بت ہبل میری رسالت و نبوت کی گواہی دے گا...

انہوں نے کہا کہ: اگر ایسا ہو تو ہم ضرور آپ پر ایمان لائیں گے.....

تب حضور سید عالم ﷺ نے اس بت کو بلایا اور چلا آیا.....اور ادب سے کھڑا ہو گیا.....آپ نے اپنا دست مبارک اس کے پیٹ پر رکھا اور فرمایا: بتا میں کون

ہوں؟ تب وہ ہبل بت بولا کہ:

"انت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم"

آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں.....

اور "**انا اشھد ان لا الہ الا اللہ و اشھد ان محمد رسول اللہ**"

پھر آپ نے پوچھا: تو کون ہے؟

اس نے کہا: میں پتھر ہوں ان لوگوں نے مجھے معبود بنا رکھا ہے اور یہ محض غلط ہے.....

جب یہ احوال ان لوگوں نے دیکھا تو یکبارگی بارہ ہزار کے بارہ ہزار ہی سجدے میں گر پڑے اور پھر کلمہ طیبہ پڑھ کر مسلمان ہو گئے..... (حوالہ حجۃ اللہ)

وفد بنی عامر کی حاضری

اس وفد میں قبیلہ کے دیگر افراد کے علاوہ تین سردار بھی تھے.....

(1) عامر بن طفیل: جس کے دل میں سرور عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عداوت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی.....

(2) اربد بن قیس.....

(3) جبار بن سلمیٰ.....

عامر اس قبیلہ کا رئیس اعظم تھا..... جب عکاظ میں تجارتی میلہ لگتا اور اطراف و اکناف سے بے شمار لوگ اکٹھے ہوتے تو اس کی طرف سے ایک منادی کرنے والا یوں

اعلان کیا کرتا:

”کسی پیدل کو سواری کی ضرورت ہو تو ہمارے پاس آئے ہم اس کو سواری کا جانور دیں گے..... اگر کوئی فاقہ سے ہے تو ہمارے پاس آئے ہم اس کو کھانا کھلائیں گے..... اگر کوئی اپنے دشمن سے خائف و ہراساں ہے تو وہ ہمارے پاس آئے ہم اسے پناہ دیں گے..... اس کے علاوہ وہ غضب کا حسین تھا لیکن وہ ہر وقت حضور نبی کریم ﷺ کو دھوکے سے قتل کرنے کے منصوبے بناتا رہتا تھا.....“

ایک روز اس نے اپنے ساتھی اربد کو کہا جو عرب کے مشہور شاعر لبید کا بھائی تھا کہ جب ہم اس شخص (حضور پرنور ﷺ) کے پاس پہنچیں تو ان کو باتوں میں مشغول کر کے اپنی طرف متوجہ کرلوں گا..... تم اس وقت اپنی تلوار سے ان پر حملہ کر کے ان کا کام تمام کر دینا..... اس کے قبیلہ کے دوسرے افراد اسلام قبول کرنے پر آمادہ تھے..... انہوں نے اسے ازراہ خیر خواہی مشورہ دیا: اے عامر! سب لوگوں نے اسلام قبول کرلیا ہے..... تم نادان نہ بنو..... تم بھی اسلام قبول کرلو..... اس نے کہا میں نے حلف اٹھایا ہوا ہے کہ میں اسلام ہرگز قبول نہیں کروں گا.....

جب یہ قافلہ بارگاہ رسالت میں پہنچا تو عامر بن طفیل نے حضور ﷺ کے نزدیک ہو کر کہا: ”یا محمد (ﷺ) مجھے اپنا دوست اور صدیق بنا لیجئے.....

حضور ﷺ نے فرمایا: جب تک تم اسلام قبول نہ کرو..... میں تمہیں اپنا دوست نہیں بناؤں گا..... اس نے پھر وہی جملہ دہرایا کہ مجھے اپنا دوست بنا لیجئے اور اس نے اپنی گفتگو کا سلسلہ دراز کیا تا کہ طے شدہ منصوبہ کے مطابق ”اربد“ حضور ﷺ کو مصروف دیکھ کر اپنی تلوار کا وار کردے..... لیکن اربد تھا کہ بے جان مجسمہ بنا..... بے حس وحرکت

کھڑا رہا..... دراصل اربد نے جب تلوار بے نیام کرنے کے لئے ہاتھ بڑھایا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے ہاتھ کو شل کر دیا اور اس کو تلوار نیام سے نکالنے کی تاب نہ رہی.....

ایک روایت میں ہے کہ جب عامر بارگاہ اقدس میں حاضر ہوا تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بیٹھنے کے لئے تکیہ بچھایا..... پھر اسے فرمایا: اے عامر اسلام قبول کرلو..... عامر کہنے لگا: میں ایک گزارش کرنا چاہتا ہوں..... حضور ﷺ نے فرمایا کہ میرے قریب ہو جاؤ اور جو بات کرنا چاہتے ہو تسلی سے کرو..... وہ اتنا نزدیک ہو گیا کہ حضور پر جھک گا اور یوں گویا ہوا کہ اگر میں مسلمان ہو جاؤں تو آپ مجھے اپنا جانشین مقرر فرمانے کے لئے تیار ہیں؟

حضور ﷺ نے فرمایا: اس میں تیرا اور تیری قوم کا کوئی دخل نہیں..... ہر چیز اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے..... وہ جس کو چاہے گا میرا جانشین بنا دے گا..... البتہ میں تجھے گھڑ سوار دستے کا امیر بنا دوں گا..... وہ کہنے لگا کہ میں تو آج بھی نجد کے گھڑ سواروں کے دستوں کا امیر ہوں..... مجھے اس عہدہ کی ضرورت نہیں ہے..... ہاں البتہ آپ ایسا کر دیں کہ عرب کے صحرا نشین قبائل کا مجھے امیر بنا دیں اور بڑے شہروں اور قصبوں کی امارت اپنے پاس رکھیں..... سرکار دو عالم ﷺ نے اس کی اس تجویز کو ٹھکرا دیا.....

پھر اس نے کہا: اگر میں مسلمان ہو جاؤں تو مجھے کیا ملے گا؟

فرمایا:

"لک ما للسمسلین و علیک ما علی المسلمین"

جو دوسرے مسلمانوں کے حقوق ہیں وہی تمہارے حقوق ہوں گے... اور جو ان کے فرائض اور ذمہ داریاں ہوں گی وہی تمہاری ہوں گی...

وہ غصہ سے بھر گیا اور کہنے لگا:

''میں آپ کے مقابلہ کے لئے اتنے شہسوار اور اتنے پیدل لڑا کے

لے آؤں گا جوان وادیوں کو بھر دیں گے.....''

حضور علیہ السلام نے اس کی متکبرانہ بات کا ایک ہی جواب دیا.....اللہ تعالیٰ تمہیں ایسا کرنے کی ہمت نہیں دے گا.....

حضور علیہ السلام کئی روز تک یہ دعا مانگتے رہے:

''اللھم اکفنی عامر بن طفیل بما شئت''

الٰہی! عامر کے شر سے مجھے بچا جس طرح تیری مرضی ہو.....

اس پر اللہ تعالیٰ نے ایسی بیماری مسلط کر دی جو اس کی ہلاکت کا باعث بنی...

صحیح بخاری میں مروی ہے کہ اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی کہ میں تین تجویزیں پیش کرتا ہوں.....ان میں سے کوئی ایک چن لیں:

(1) ان یکون لک اهل السهل ولی اهل الوبر

(2) أو اکون خلیفتک من بعدک

(3) او اغزومن غطفان بالف اشقر وبالف شقراء

''صحرائی علاقہ آپ کے لئے اور شہری علاقہ میرے لئے... یا مجھے

اپنے بعد اپنا خلیفہ نامزد کریں... یا غطفان سے ہزار سرخ

گھوڑے لا کر جنگ کروں گا.....''

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ سے باہر نکلے تو عامر نے اربد کو کہا کہ میں نے تجھے حملہ کرنے کا کتنا موقع دیا.....جو بات میرے اور تیرے درمیان طے ہوئی تھی تو نے اس پر عمل نہ کیا.....میں تجھے سب سے زیادہ بہادر سمجھتا تھا.....لیکن تو تو پرلے درجے کا

بزدل نکلا.....اب مجھے تیری ذرا پرواہ نہیں.....

اربد نے جھلا کر جواب دیا: تیرا باپ مرے! میرے بارے میں جلدی فیصلہ نہ کر.....میں نے کئی بار تیری تجویز پر عمل کرنے کی کوشش کی لیکن ہر بار ایسی صورت پیدا ہوئی کہ میں اس پر عمل نہ کر سکا.....پہلی بار تو میرے درمیان اور ان کے درمیان لوہے کی ایک دیوار کھڑی کر دی گئی.....دوسری بار میں نے تلوار نیام سے نکالنی چاہی تو میرا ہاتھ سوکھ کر شل ہو گیا.....پھر میں نے کوشش کی تو ایک مست اونٹ منہ کھولے مجھ پر حملہ کرنے کے لئے دوڑا اور ایک بار جب میں نے حملہ کرنے کا ارادہ کیا تو تو میرے سامنے آ گیا.....کیا میں تجھے قتل کر دیتا؟...

جب عامر.....خائب و خاسر ہو کر اپنے قبیلہ کے ساتھ وطن واپس روانہ ہوا تو راستہ میں اسے طاعون نے آلیا.....غرور سے اکڑی ہوئی گردن میں طاعون کی گٹھلی نکل آئی .....لاچار ہو کر اس نے بنوسلول کی ایک عورت کے گھر میں پناہ لی.....بنوسلول کا قبیلہ پرلے درجے کا خسیس تھا.....ان کی کمینگی کو شہرت عام حاصل تھی.....ایک کمینہ خاندان کی ایک سفلہ صفت خاتون کے گھر میں مرنے کا تصور کر کے وہ لرز لرز جاتا.....

اس نے اپنی قوم کو اپنے پاس بلایا اور کہا ایک بڑی گٹھلی میری گردن میں پھوڑے کی مانند نکل آئی ہے.....بنوسلول کی ایک بڑھیا کے گھر میں موت کا انتظار کر رہا ہوں.....لے آؤ میرا گھوڑا تاکہ میں اس پر سوار ہو کر راہ فرار اختیار کروں.....اس کا گھوڑا لایا گیا اور اس پر سوار ہو کر وہ اپنا نیزہ ہاتھ میں لے کر لہرانے لگا.....گھوڑا کودا اور وہ مغرور زمین پر آ گرا.....اسی وقت ہلاک ہو گیا.....

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہ عامر بن طفیل مسلمان ہو گیا اور کافی عرصہ تک زندہ رہا.....لیکن یہ ان لوگوں کی غلط فہمی ہے..... یہ عامر اسی وقت گھوڑے سے گرا اور طاعون کی گٹھلی کے درد سے کراہتا ہوا واصل جہنم ہو گیا.....جو عامر..... مسلمان تھے وہ

عامر بن طفیل الاسلمی تھے..... جو جلیل القدر صحابی تھے.....

اربد اور جبار دونوں واپس آ گئے..... اربد سے لوگوں نے پوچھا کہ تم ان سے ملنے گئے تھے کیا ہوا؟ وہ بکنے لگا کہ کچھ بھی نہیں..... اس نے ہمیں ایک بات پر ایمان لانے کی دعوت دی..... اگر آج وہ میرے سامنے ہوتا تو میں اس کو اپنے تیر کا نشانہ بناتا اور اس کا کام تمام کر دیتا..... اس گستاخانہ بات پر دو روز مشکل سے گزرے تھے کہ وہ اونٹ کو چرانے کیلئے اس کے پیچھے جا رہا تھا..... مطلع بالکل صاف تھا..... بادل کا نام و نشان تک نہ تھا..... شدت کی گرمی پڑ رہی تھی..... اچانک بجلی کوندی..... آگ کا ایک شعلہ اس پر اور اس کے اونٹ پر گرا اور دونوں کو جلا کر سیاہ بنا دیا..... البتہ ان کا تیسرا ساتھی جبار کچھ عرصہ زندہ رہا اور اپنی قوم کے ساتھ نعمت ایمان سے بہرہ ور ہوا.....

(حوالہ سیرت النبی از شبلی)

وفد بنو حنیفہ کی حاضری

یہ ۹ ہجری میں آیا..... اس میں مسیلمہ کذاب سمیت سولہ افراد تھے..... یہ لوگ انصاری آدمی کے گھر اترے..... پھر خدمت نبوی میں حاضر ہو کر مسلمان ہو گئے..... البتہ مسیلمہ کذاب کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ بھی مسلمان ہو گیا تھا..... اور کہا جاتا ہے پیچھے رہ گیا تھا اور خدمت نبوی میں حاضر ہی نہ ہوا تھا..... اور کہا تھا کہ:

"اگر محمد (ﷺ) نے اپنے بعد کاروبار حکومت مجھے دینا طے کر دیا تو میں اس کی پیروی کروں گا....."

اس سے قبل نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ خواب دیکھ چکے تھے کہ آپ کے پاس روئے زمین کے خزانے لا کر رکھ دیئے گئے ہیں..... اس میں سے سونے کے دو کنگن آپ کے

ہاتھ میں آپڑے ہیں.....آپ کو یہ دونوں بہت گراں اور رنج دہ محسوس ہوئے.....آپ کو وحی کی گئی کہ ان دونوں کو پھونک دیجئے.....آپ نے پھونک دیا تو وہ دونوں اڑ گئے .....اس کی تعبیر آپ نے یہ فرمائی کہ آپ کے بعد دو کذاب (پرلے درجے کے جھوٹے) نکلیں گے...

چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسیلمہ کے پاس آئے.....آپ کے ہاتھ میں کھجور کی ایک شاخ تھی اور آپ کے ہمراہ ثابت بن قیس ﷺ تھے.....آپ مسیلمہ کے سر پر جا کھڑے ہوئے جو اپنے ساتھیوں کے درمیان تھا اور اس سے گفتگو کی.....

مسیلمہ نے کہا:

''اگر آپ چاہیں تو ہم حکومت آپ کے ہاتھ میں رہنے دیں.....
لیکن اپنے بعد اس کو ہمارے لئے طے فرمادیں...''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اگر تم مجھ سے (کھجور کا) یہ ٹکڑا چاہو گے تو یہ بھی تمہیں نہ دوں گا.....
اور تم اپنے بارے میں اللہ کے مقرر کئے ہوئے فیصلے سے آگے نہیں جاسکتے.....اگر تم نے پیٹھ پھیری تو اللہ تمہیں توڑ کر رکھ دے گا.....واللہ! میں تجھے وہی شخص سمجھتا ہوں جس کے بارے میں مجھے (خواب میں) دکھلایا گیا ہے.....جو کچھ کہ دکھلایا گیا ہے.....یہ ثابت بن قیس ہیں جو تمہیں میری طرف سے جواب دیں گے.....''

پھر آپ ﷺ واپس پلٹ آئے.....

وفد واپس گیا تو مسیلمہ کچھ دن ٹھہرا رہا..... پھر دعویٰ کیا کہ اسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کار نبوت میں شریک کرلیا گیا ہے..... چنانچہ اس نے نبوت، کا

دعویٰ کیا..... سجعات (مقفیٰ کلام) گھڑنے لگا..... اور اپنی قوم کے لئے شراب اور زنا حلال کر دیا..... قوم بھی فتنے میں پڑ گئی اور اس کا معاملہ بہت سنگین ہو گیا..... ابھی یہ صورت حال برپا تھی کہ رسول اللہ ﷺ انتقال فرما گئے..... اس سے اس کی قوم مزید فتنے میں پڑ گئی.....

آخر کار حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی قیادت میں لشکر بھیجے..... ان میں اور مسلمانوں میں خوب لڑائیاں ہوئیں..... مسیلمہ اور اس کا پیشتر لشکر مارا گیا اور اس کا فتنہ ختم ہوا..... اس کا قاتل وحشیؓ بن حرب تھا..... جس نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو شہید کیا تھا.....

مسیلمہ کذاب کے قتل کے بعد اس کی قوم بنو حنیفہ نے صلح کی خاطر ہتھیار ڈال دیئے..... بنو حنیفہ کا سارا مال اور ہتھیار ضبط کر لئے گئے..... شرائط طے ہو چکی تھیں کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا حکم پہنچا کہ بنو حنیفہ کے تمام بالغ آدمی قتل کر دیئے جائیں..... لیکن حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے صلح نامہ طے پانے کے بعد ایسا کرنے سے معذوری ظاہر کی..... کیونکہ یہ بدعہدی کے مترادف تھا..... مسلمانوں کا یہ طرز عمل دیکھ کر بنو حنیفہ نے اسلام قبول کر لیا.....

جنگ یمامہ میں بڑی خونریزی ہوئی..... فریقین کا بہت زیادہ جانی نقصان ہوا..... چھ سات سو مسلمان شہید ہوئے جن میں بعض اکابر اور نامور قراء اور حفاظ بھی شامل تھے... جنگ یمامہ کی تاریخ بعض مورخوں نے ۱۱ ہجری اور بعض نے ۱۲ ہجری لکھی ہے... ابن کثیر نے اس کی تطبیق یوں کی ہے کہ ۱۱ ہجری میں شروع ہوئی اور ۱۲ ہجری میں ختم ہوئی...

(حوالہ سیرت النبی ابن ہشام و ابن کثیر و حلبی)

سعد بن بکر کے رئیس ضمام بن ثعلبہ کی آمد

یہ بادیہ (جنگل) کے رہنے والے اکھڑ مزاج تھے..... دو چوٹیاں رکھے ہوئے تھے..... مدینہ پہنچے تو مسجد نبوی میں اپنی اونٹنی بٹھا کر باندھی..... پھر کہا:

''تم میں ابن عبدالمطلب کون ہے؟''

لوگوں نے بتایا تو آپ ﷺ کے قریب آئے اور کہا:

''اے محمد (ﷺ) میں آپ سے پوچھوں گا اور پوچھنے میں آپ پر سختی کروں گا..... مجھ پر اپنے جی میں غصہ نہ کریں.....''

آپ نے فرمایا: جو چاہو پوچھو.....

انہوں نے کہا: ہمارے پاس آپ کا قاصد آیا اور اس نے بتایا کہ آپ کہتے ہیں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں.....

آپ نے فرمایا: اس نے سچ کہا ہے.....

انہوں نے کہا: اچھا تو آسمان کس نے پیدا کئے؟

آپ نے کہا: اللہ نے.....

انہوں نے کہا: اچھا تو زمین کس نے پیدا کی؟

آپ نے فرمایا: اللہ نے.....

انہوں نے کہا: اچھا یہ پہاڑ کس نے نصب کئے اور ان میں جو کچھ بنایا کس نے بنایا؟

آپ نے فرمایا: اللہ نے.....

انہوں نے کہا: تو اس ذات کی قسم جس نے آسمان پیدا کیا..... زمین پیدا کی اور ان پہاڑوں کو نصب کیا..... کیا اللہ نے آپ کو رسول بنایا ہے؟

آپ نے فرمایا: ہاں.....

انہوں نے کہا: آپ کے قاصد کا یہ بھی کہنا ہے کہ ہم پر دن رات میں پانچ نمازیں ہیں.....

آپ نے فرمایا: اس نے سچ کہا.....

انہوں نے کہا: تو اس ذات کی قسم جس نے آپ کو رسول بنایا..... کیا اللہ نے آپ کو اس کا حکم دیا ہے؟

آپ نے فرمایا: ہاں.....

انہوں نے کہا: آپ کے قاصد کا یہ بھی کہنا ہے کہ ہم پر ہمارے اموال میں زکوٰۃ ہے.....

آپ نے فرمایا: اس نے سچ کہا.....

انہوں نے کہا: تو اس ذات کی قسم جس نے آپ کو رسول بنایا..... کیا اللہ نے آپ کو اس کا حکم دیا ہے؟

آپ نے فرمایا: ہاں.....

انہوں نے کہا: آپ کے قاصد کا یہ بھی کہنا ہے کہ ہم پر سال میں رمضان کے مہینے کا روزہ ہے.....

آپ نے فرمایا: اس نے سچ کہا.....

انہوں نے کہا: تو اس ذات کی قسم جس نے آپ کو رسول بنایا..... کیا اللہ نے آپ کو اس کا حکم دیا ہے؟

آپ نے فرمایا: ہاں.....

انہوں نے کہا: آپ کے قاصد کا یہ بھی کہنا ہے کہ ہم میں جو بیت اللہ تک کے راستے کی طاقت رکھتا ہو اس پر حج فرض ہے.....

آپ نے فرمایا: اس نے سچ کہا.....

انہوں نے کہا: تو اس ذات کی قسم جس نے آپ کو رسول بنایا..... کیا اللہ نے آپ کو اس کا حکم دیا ہے؟

آپ نے فرمایا: ہاں.....

پھر اس نے پیٹھ پھیری اور کہا:

''اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے..... میں ان پر نہ زیادتی کروں گا اور نہ ان میں کمی کروں گا.....''

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اگر اس نے سچ کہا ہے تو یقیناً جنت میں داخل ہوگا.....''

پھر جب وہ مسلمان ہو کر بتوں سے کنارہ کش ہو کر اپنی قوم میں گئے اور اپنی قوم کو بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کس بات کا حکم دیا ہے اور کس چیز سے روکا ہے تو ان کی قوم میں کوئی بھی مرد اور کوئی بھی عورت ایسی نہیں تھی جو مسلمان نہ ہو گئی ہو.....

پھر انہوں نے مسجدیں بنائیں اور نماز کے لئے اذان کہی..... لہٰذا کوئی بھی آنے والا ضمام بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ سے بہتر نہ تھا..... (حوالہ سیرت ابن ہشام وابن کثیر)

۱۱ھ کے واقعات

حضور ﷺ کی عاشقانہ موت

وفات سے قبل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سر میں شدت سے درد تھا.....اور محدثین نے لکھا ہے کہ بیماری دراصل اس زہر کا نتیجہ تھی جو تین سال پہلے آپ کو یہودیوں نے خیبر میں دیا تھا.....

تفصیل یہ ہے کہ جب آپ فتح خیبر سے فارغ ہوئے تو مرحب کی بھتیجی زینب بنت الحارث زوجہ سلام بن مشکم نے زہر ملا کر ایک بکری بھونی..... بازوؤں اور پٹھوں میں زہر خاص طور سے زیادہ کر دیا..... کیونکہ سن چکی تھی کہ آپ ﷺ کو ان جگہوں کا گوشت بہت مرغوب ہے.....نماز مغرب کے بعد آپ نے اس عورت کو اپنے پیروں کے پاس بیٹھے دیکھا.....دریافت کرنے پر کہنے لگی:

"اے ابوالقاسم (حضور ﷺ کی کنیت ہے) میں آپ کے لئے ہدیہ لائی ہوں.....قبول کر لیجئے....."

آپ ﷺ نے بکری قبول فرمالی اور چند صحابہ کے ساتھ کھانے بیٹھ گئے.....انہی میں ایک حضرت بشر بن البراء بن معرور رضی اللہ عنہ بھی تھے.....

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حسب عادت بازو کاٹا اور ایک بوٹی نوچ کر چبانے لگے.....بشر رضی اللہ عنہ نے بھی کچھ گوشت کاٹا اور منہ میں لیا.....بشر پر تو وہیں بیٹھے بیٹھے زہر

کا اثر ہو گیا..... لیکن آپ ﷺ نے فوراً شانہ اقدس پر فصد کھلوائی..... (یعنی رگ سے خون نکلوایا) اور دوسرے صحابہ کو بھی اس کا حکم دیا..... (حوالہ جانِ دو عالم ﷺ)

ابوبکرؓ کے سوا کسی کی امامت منظور نہیں

اوپر گزر چکا ہے کہ بیماری حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں شروع ہوئی..... یہیں سے یہ واقعہ پیش آیا کہ نماز کا وقت آ گیا..... مگر آپ ضعف کی وجہ سے مسجد نہ جا سکے..... مجبوراً عبداللہ بن زمعہ سے فرمایا:

"لوگوں سے جا کر کہہ دو..... نماز پڑھ لیں....."

عبداللہ گئے..... حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ملے نہیں..... وہ اپنی بیوی کے گھر گئے ہوئے تھے... اتفاق سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ مل گئے..... انہوں نے انہی سے نماز پڑھانے کو کہہ دیا..... حضرت عمر رضی اللہ عنہ بلند آواز تھے..... ان کی قرأت آپ ﷺ کے کان تک پہنچی..... آواز پہچان کر فرمانے لگے:

"نہیں نہیں! ابن ابی قحافہ (ابوبکر) کہاں ہیں؟ کیا یہ عمر کی آواز نہیں ہے؟"

عرض کیا گیا: جی ہاں! یہ عمر ہی ہیں.....

فرمایا: مگر اللہ اور مومنین کو منظور نہیں..... ابوبکر سے کہو نماز پڑھائے.....

راوی کہتا ہے کہ اس پر صفیں ٹوٹ گئیں..... حضرت عمر رضی اللہ عنہ امامت سے ہٹ گئے..... اور اس وقت تک نماز ملتوی رہی جب تک حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آ نہ گئے.....

حضرت عائشہ کی باری کا انتظار

بیماری شروع ہوتے ہی ضعف بہت بڑھ گیا.... مگر قدیم دستور کے مطابق ہر بی بی کے پاس باری باری سے ضرور جاتے تھے..... جب مرض نے زیادہ زور پکڑا تو فرمانا شروع کیا:

''کل کس کے پاس ہوں گا؟''

عرض کیا گیا: ''فلاں بی بی کے پاس''

فرمایا: پرسوں کس کی باری ہے؟

عرض کیا گیا: فلاں بی بی کی.....

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس طرح بار بار اصرار کرنے سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سمجھ گئیں کہ آپ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس رہنا چاہتے ہیں..... چنانچہ ازواج مطہرات سے کہنے لگیں:

''رسول اللہ کو اب تمہارے پاس آنے جانے سے تکلیف ہوتی ہے.....''

اس پر ان سب نے مل کر عرض کیا:

''یا رسول اللہ! آپ عائشہ ہی کے پاس رہیے..... ہم نے اپنی اپنی باری عائشہ کو بخش دی.....''

یہ واقعہ دوشنبہ کے دن کا ہے..... یعنی وفات سے ایک ہفتہ قبل اور بیماری سے چھ دن بعد کا.....

بوقت وفات نماز کی فکر

نماز سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس قدر محبت تھی کہ آخری لحات میں بھی اسی کا اشتیاق ذہن اقدس پر حاوی تھا..... حالانکہ اس وقت نقاہت کا یہ عالم تھا کہ بار بار غشی طاری ہو جاتی تھی.....

حضرت عائشہ کی ایک روایت میں ہے:

''جب تمام ازواج مطہرات نے میرے گھر میں تیمارداری کی اجازت دے دی تو آپ اپنے خاندان کے دو آدمیوں عباس بن عبدالمطلب اور ایک اور شخص پر ٹیک لگائے میمونہ کے گھر سے نکلے..... سر پر پٹی بندھی تھی..... کمزوری سے زمین پر پاؤں جھولتے تھے... اس حال میں میرے گھر پہنچے..... تھوڑی دیر بعد بیماری اور بھی زیادہ سخت ہو گئی..... یہاں تک کہ بے ہوش ہو گئے..... افاقہ ہوا تو پوچھنے لگے:

''لوگ نماز پڑھ چکے؟''

میں نے کہا: نہیں آپ کے منتظر ہیں.....

فرمایا: میرے لئے طشت میں پانی رکھ دو.....

ہم نے رکھ دیا... اور آپ نے غسل فرمایا..... مگر اٹھنے لگے تو بے ہوش ہو گئے...

افاقہ ہوا تو پھر دریافت فرمایا:

''لوگوں نے نماز پڑھ لی؟''

میں نے کہا: نہیں! آپ کا انتظار کر رہے ہیں.....

فرمایا: تو طشت میں پانی رکھ دو.....

ہم نے رکھ دیا...آپ نے غسل کیا...مگر جب اٹھنے لگے تو پھر غشی طاری ہوگئی...

تھوڑی دیر بعد پھر افاقہ ہوا.....تو پوچھا:

''نماز ہوگئی؟''

میں نے عرض کیا: نہیں آپ کا انتظار ہے.....

فرمایا: تو طشت میں پانی رکھ دو.....

ہم نے رکھ دیا.....اور آپ نے غسل کیا.....پھر دریافت کیا: لوگ نماز پڑھ چکے؟.

ہم نے کہا: نہیں آپ کا راستہ دیکھ رہے ہیں.....

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی امامت اور آنسو

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں:

واقعی لوگ مسجد میں عشاء کی نماز کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتظار میں بیٹھے ہوئے تھے.....آخری مرتبہ غسل کر کے آپ نے باہر جانے کا ارادہ ظاہر نہیں کیا.....بلکہ فرمایا:

''ابوبکر سے کہو نماز پڑھائے.....''

اس پر میں نے عرض کیا: اے نبی اللہ! ابوبکر ایک رقیق القلب اور کمزور آواز کے آدمی ہیں.....قرآن پڑھتے ہیں تو گریہ طاری ہو جاتا ہے.....

مگر آپ ﷺ نے اس پر کوئی توجہ نہیں دی.....اور دوبارہ فرمایا:

''ابوبکر سے کہو نماز پڑھائے.....''

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو فرمان نبوی پہنچا تو انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے درخواست کی کہ تم نماز پڑھاؤ..... مگر وہ راضی نہ ہوئے..... کہنے لگے:

''آپ ہی پڑھائیے..... آپ اس کے زیادہ مستحق ہیں.....''

چنانچہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ امامت کے لئے کھڑے ہو گئے..... مگر جب قرأت شروع کی تو جیسا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا خیال تھا..... گریہ و بکا ان پر غالب آ گیا..... زاروقطار رونے لگے..... یہی حال پیچھے مقتدیوں کا ہوا..... سب کی ہچکی بندھ گئی..... کیونکہ وہ آج محراب کو اپنے نبی سے خالی دیکھ رہے تھے.....

اس کے بعد پھر جب نماز کا وقت آیا تو موذن نے حاضر ہو کر کہا:

''رسول اللہ ﷺ سے کہو کہ کسی اور کو نماز پڑھانے کا حکم دیں..... کیونکہ گزشتہ نماز میں ابوبکر اور ان کے مقتدی گریہ و بکا سے فتنہ میں پڑ گئے تھے.....''

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے اپنی طرف سے کہہ دیا:

''عمر کو نماز پڑھانے کے لئے کہہ دو.....''

چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کھڑے ہو گئے..... مگر ان کی تکبیر بلند ہوتے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آواز پہچان گئے..... اور فرمانے لگے: یہ میں کس کی تکبیر سن رہا ہوں؟...

ازواج مطہرات کہنے لگیں: عمر ہیں..... موذن آیا تھا..... یہ یہ کہتا تھا..... حفصہ نے اس سے کہہ دیا کہ عمر امامت کریں.....

یہ سن کر آپ ﷺ بہت خفا ہوئے..... فرمایا:

''تم یوسف والیاں ہو! ابوبکر سے کہو نماز پڑھائے...''

(حوالہ جان دو عالم ﷺ و سیرت النبی ابن کثیر و حلبی)

ابوذر رضی اللہ عنہ کو سینہ سے لگالیا

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے بڑی محبت تھی..... مرض الموت میں ایک دن انہیں یاد فرمایا..... وہ آئے تو آپ کو سوتا پایا..... وہ اوپر جھک کر آپ کو دیکھنے لگے..... تو آپ نے آنکھ کھول دی اور انہیں سینے سے لگالیا.....

حضرت عائشہ کی خوش نصیبیاں

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرمایا کرتی تھیں کہ میرے اوپر اللہ تعالیٰ کے خاص انعامات میں سے ایک یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال میرے گھر میں ہوا اور میرے سینے اور ہنسلیوں کے درمیان ہوا.....

(حدیث میں اس کے لئے ایک جگہ بین سحری و نحری کے الفاظ آئے ہیں اور ایک روایت میں بین حاقنتی و ذاقنتی کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں..... سحر عربی میں پھیپھڑوں کو کہتے ہیں اور نحر گردن کو کہتے ہیں..... بہرحال مراد یہ ہے کہ اس وقت آنحضرت ﷺ میرے سینے سے ٹیک لگائے ہوئے تھے..... آگے حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں) اور یہ کہ آپ ﷺ کی وفات کے وقت اللہ تعالیٰ نے میرا لعاب دہن اور آنحضرت ﷺ کا لعاب دہن ایک دوسرے میں مخلوط فرمادیا.....

ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ: رسول اللہ کے اس دنیا کے آخری دن اور آخرت کے پہلے دن میرا اور آپ کا لعاب دہن ایک دوسرے میں ملا دیا..... (کیونکہ آخری وقت حضرت عائشہؓ نے اپنے دانتوں سے مسواک چبا کر آنحضرت ﷺ کو پیش کی تھی..... جو آپ ﷺ نے دندان مبارک پر پھیری...) (حوالہ ایضاً)

وفات سے ایک روز قبل

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اس بیماری کے دوران نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے دریافت فرمایا:

''اے عائشہ! وہ دینار کہاں ہیں؟''

حضرت عائشہؓ فوراً اٹھیں اور آٹھ دینار جو رکھے ہوئے تھے لے آئیں اور اپنے آقا کی بارگاہ میں پیش کر دیئے..... حضور دیناروں کو اپنے مبارک ہاتھوں میں کچھ دیر الٹ پلٹ کرتے رہے..... پھر فرمایا:

''اے عائشہ! اگر میں یہ دینار اپنے گھر میں چھوڑ کر اپنے پروردگار سے ملاقات کروں تو میرا پروردگار فرمائے گا کہ میرے بندے کو مجھ پر اعتماد نہیں تھا؟ عائشہ! ان کو فوراً مساکین میں تقسیم کر دو.....''

چنانچہ آپ نے اللہ تعالیٰ کے حبیب کے گھر میں جو آخری پونجی تھی..... اسے نکال کر مساکین میں تقسیم کر دیا.....

وہ ذات اقدس واطہر جس کو اللہ تعالیٰ نے زمین کے سارے خزانوں کی کنجیاں مرحمت فرما دی تھیں..... اس کے گھر کی یہ کیفیت تھی کہ زندگی کی آخری رات میں چراغ میں تیل نہیں تھا..... حضرت صدیقہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے اپنا چراغ اپنی ایک پڑوسن کی طرف بھیجا اور کہا کہ اپنی تیل والی کپی سے چند قطرے اس چراغ میں ڈال دو تاکہ آج کی رات گزر جائے.....

حیات طیبہ کے آخری دنوں میں حضور ﷺ نے پچھتر سیر جو..... ایک یہودی سے

بطور قرضہ لئے تھے اور اس کی قیمت کے عوض اپنی زرہ اس کے پاس بطور رہن رکھی ہوئی تھی..... انہی دنوں حضور ﷺ نے چالیس غلام آزاد فرما دیئے.....

آخری دن (آخری دیدار)

بارہ دن بیماری پر گزر چکے تھے..... تیرہواں دن ''دوشنبہ'' دار فانی سے رحلت..... عالم جاودانی میں داخلہ اور جوار خداوندی میں پہنچنے کا دن تھا..... اس لئے قدرتی طور پر روح از حد مسرور اور پر نشاط تھی..... آج صبح اٹھے تو باوجود حد درجہ نقاہت کے نہایت ہشاش بشاش تھے...

وصال کے وقت امت کی یاد

پیدائش کی طرح سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم وصال کے وقت بھی امت کو یاد فرما رہے تھے..... قبر انور میں جب آپ کو اتارا جا رہا تھا تو آپ کے مبارک لبوں سے امتی کے الفاظ سنے گئے..... بعض روایات کے مطابق حضرت فضل یا قثم بن عباس نے کان قریب کیا تو محبوب رب کریم کی زبان سے یہ سنا

''رب امتی اب امتی''

''اے میرے پروردگار! میری امت میری امت.....''

شیخ المحدثین حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے مدارج النبوت میں وصال مبارک کی تفصیلات بیان کرتے ہوئے ایک جگہ لکھا ہے..... کہ حضور نبی اکرم صلی

اللہ علیہ وسلم نے وقت نزع حضرت سیدہ کائنات سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے ذریعے اپنے نواسوں حسنین کریمین کو اپنے پاس بلایا..... شہزادوں کو اپنے نانا جان کی حالت نزع دیکھ کر رونا آ گیا..... ان کے رونے پر مجلس میں موجود ہر شخص رونے لگا..... سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے شہزادوں کو چوما..... صحابہ کرام اور تمام امت کو ان کے ساتھ محبت کی وصیت فرمائی.....

ایک روایت کے مطابق اس موقع پر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی رقت طاری ہوگئی..... حضرت ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے یہ عرض کرنے پر کہ آپ کے گزشتہ و آئندہ سب گناہ مغفور ہیں..... پھر رونے کا سبب کیا ہے؟..... کریم آقا ﷺ نے فرمایا: ”میرا رونا امت پر رحم و شفقت کے باعث ہے.....“

(خطیب بغدادی تاریخ بغداد ۳۰۲/۱۲ و مدارج النبوت عبدالحق محدث دہلوی ۲)

جبرائیل اور ملک الموت

حضور صلی اللہ علیہ وسلم مرض وصال شریف میں بیمار ہوئے تو جبرائیل علیہ السلام حاضر ہوئے اور عرض کیا:

”یا رسول اللہ ﷺ! اللہ تعالیٰ نے آپ کی عزت افزائی کے لئے صرف آپ کی خاطر مجھے آپ کی مزاج پرسی کے لئے بھیجا ہے..... وہ پوچھتا ہے آپ کا کیا حال ہے..... حالانکہ وہ آپ سے زیادہ آپ کا حال جانتا ہے.....“

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”میں مغموم و مکروب ہوں.....“

دوسرے دن جبرائیل پھر حاضر ہوئے اور اللہ کی طرف سے حال پوچھا..... حضور ﷺ نے پھر وہی جواب دیا..... جبرائیل تیسرے دن پھر آئے اور اللہ کی طرف سے حال پوچھا..... حضور ﷺ نے پھر وہی جواب دیا..... جبرائیل نے عرض کیا: حضور ﷺ! آج میرے ساتھ اسماعیل نام کا فرشتہ بھی آپ کی مزاج پرسی کے لئے آیا ہے.....

حضور ﷺ نے اس کے متعلق دریافت فرمایا کہ وہ کون ہے؟

جبرائیل نے بتایا:

"حضور ﷺ یہ فرشتہ ایک لاکھ فرشتوں کا سردار ہے اور اس کے ماتحت جو لاکھ فرشتے ہیں جو ان میں سے ہر فرشتہ ایک ایک لاکھ فرشتوں کا سردار ہے...یعنی یہ اسماعیل ایک لاکھ فرشتوں کے ایک لاکھ سرداروں کا سردار ہے...آپ کی مزاج پرسی کے لئے حاضر ہوا ہے..."

جبرائیل نے پھر عرض کیا: حضور ﷺ! آج میرے ساتھ ملک الموت بھی آیا ہے اور آپ سے اجازت طلب کرتا ہے..... جب کہ اس نے آج تک کبھی کسی سے اجازت طلب نہیں کی.....اور نہ آپ کے بعد کسی سے اجازت طلب کرے گا..... حضور ﷺ! اگر آپ اسے اجازت دیں تو وہ حاضر ہو جائے.....

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے اجازت ہے.....اسے آنے دو.....

چنانچہ اجازت پا کر ملک الموت حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا: یا رسول اللہ ﷺ! اللہ تعالیٰ نے مجھے آپ کی طرف بھیجا ہے اور حکم دیا ہے کہ میں آپ کا ہر حکم مانوں جو آپ فرمائیں وہی کروں گا.....اگر آپ فرمائیں تو میں روح مبارک کو قبض کروں..... مرضی

نہ ہو تو واپس چلا جاؤں.....

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم ایسا ہی کرو گے.....

ملک الموت نے عرض کیا: ہاں! حضور مجھے یہی حکم ملا ہے کہ میں آپ کی مرضی کے مطابق کام کروں.....

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرائیل کی طرف دیکھا.....

جبرائیل نے عرض کیا: حضور! اللہ تعالیٰ آپ کی ملاقات کا شوق رکھتا ہے.....

حضورؐ نے ملک الموت کو فرمایا: تمہیں روح قبض کرنے کی اجازت ہے...

جبرائیل نے عرض کیا: حضور ﷺ! اب جب کہ آپ تشریف لے جارہے ہیں تو پھر زمین پر یہ میرا آخری پھیرا ہے..... اس لئے کہ میرا مقصود تو صرف آپ تھے..... اس کے بعد ملک الموت روح المبارک کے قبض کرنے کے شرف سے مشرف ہوا.....

(مواہب لدنیہ ج ۲ ص ۳۷۱ و مشکوٰۃ شریف ص ۵۴۱)

شاہی استقبال

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال شریف کے وقت جبرائیل امین حاضر ہوا..... اور عرض کرنے لگا:

"یا رسول اللہ ﷺ! آج آسمانوں پر حضور کے استقبال کی تیاریاں ہو رہی ہیں....."

خدا تعالیٰ نے جہنم کے داروغہ مالک کو حکم دیا ہے کہ: مالک! میرے حبیب کی روح مطہرہ آسمانوں پر تشریف لا رہی ہے..... اس اعزاز میں دوزخ کی آگ بجھا دے اور حوران جنت سے فرمایا ہے کہ تم سب اپنی تزئین و آراستگی کرو! اور سب فرشتوں کو حکم دیا

ہے کہ تعظیم روح مصطفیٰ کے لئے سب صف بصف کھڑے ہو جاؤ.....

اور مجھے حکم فرمایا کہ میں جناب کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ کو بشارت دوں کی تمام انبیاء اوران کی امتوں پر جنت حرام ہے..... جب تک کہ آپ اور آپ کی امت جنت میں داخل نہ ہو جائے اور کل قیامت کو اللہ تعالیٰ آپ کی امت پر آپ کے طفیل اس قدر بخشش و مغفرت کی بارش فرمائے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے...

(مدارج النبوۃ ص ۴۵۴ ج ۲)

وفات کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ملک الموت سے فرمایا کہ: اے ملک الموت! مجھے اپنے رب کی ملاقات کا شوق ہے.....اب تم جس کام کے لئے آئے ہو وہ کام کرو.....

ملک الموت نے عرض کیا کہ مجھے حکم ہے کہ اگر حضور کی مرضی ہو تب روح مبارک قبض کرنا..... حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے روح قبض کرنے کی اجازت فرمائی.....ملک الموت نے روح مبارک قبض کرنی شروع کی..... موت کی تکلیف سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی پر پسینہ آیا.....سکرات کی تکلیف شروع ہوئی فرمایا:

"اللھم ان الموت سکرات"

اے اللہ! موت کی بڑی سخت تکلیف ہے.....

"اللھم اعنی فی سکرات الموت"

الٰہی! تو ہی موت کی تکلیف کو آسان کرے گا.....

مٹی کے پیالے میں پانی بھرا کر رکھوایا.....موت کی گھبراہٹ میں گھڑی گھڑی پانی میں ہاتھ ڈالتے.....وہ ہاتھ منہ پر پھیرتے.....اور "اللھم بالرفیق الاعلیٰ" فرماتے: اے اللہ! مجھے اپنے پاس بلالے.....

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا:

"واہ کرب ابی"

یا حضرت! آج آپ کو بہت تکلیف ہے.....

فرمایا:

"لا کرب علی ابیک بعد الیوم"

اے فاطمہ! آج کے سوا پھر کبھی تیرے باپ پر کچھ کرب اور کوئی تکلیف نہ ہوگی.....

اے فاطمہ جب میرا انتقال ہو جائے تو تم انا للہ و انا الیہ راجعون کہنا.....اے ملک الموت اپنا کام پورا کر پھر آپ کو نزع کی تکلیف زیادہ ہوئی.....

حضرت جبرائیل نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اپنا منہ پھیر لیا.....

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اے جبرائیل! کیا اس وقت میرا منہ تمہیں اچھا معلوم نہیں ہوتا؟ جو تم نے منہ پھیر لیا....."

حضرت جبرائیل روئے اور عرض کیا: یا حضرت کس دل سے آپ کی نزع کی حالت دیکھ سکتا ہوں.....

پھر جناب نے فرمایا:

"الصلوٰۃ الصلوٰۃ"

اے لوگو! دیکھو نماز کی حفاظت کرنا.....

یہ فرما کر پھر

"یا رب امتی یا رب امتی"

کہتے کہتے جان سینہ مبارک تک سمٹ آئی تھی..... نیچے کے جسم کی جان نکل چکی تھی..... مگر امت گنہگار کا کلمہ منہ پر جاری تھا..... حضرت جبرائیل نے عرض کیا: رب العالمین فرماتا ہے کہ امت کی اس قدر محبت آپ کے دل میں کس نے ڈالی؟

فرمایا: اللہ تعالیٰ نے.....

عرض کیا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم آپ کی امت پر ایک ہزار درجہ آپ سے زیادہ مہربان ہیں..... اے نبی ﷺ! تم اپنی امت کو میرے سپرد کر کے موت کی تکلیف کو آسان کیجئے.....

یہ سن کر فرمایا: اب میرا دل ٹھنڈا ہوا.....

"اللھم بالرفیق الاعلیٰ"

اے اللہ! اب مجھے بلا لے.....

معاً بے ہوشی طاری ہوئی اور ماتھے پر مشک کی خوشبو کا پسینہ جاری ہوا..... یہ رات کا وقت ہے..... سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم نزع کی حالت میں ہیں اور حجرہ مبارک میں دنیا کی قلت کے سبب چراغ میں تیل نہیں ہے..... حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اٹھ کر ہمسایہ کی عورت کے پاس چراغ بھیج کر کہا کہ اللہ کے واسطے دو بوندیں تیل کی ہمارے چراغ میں ڈال دو کہ جناب رسول خدا ﷺ! اندھیرے میں وفات پا رہے ہیں.....

ہائے! نبی کے گھر میں اندھیرا ہو اور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نزع کی حالت میں ہوں..... واہ ری دنیا! انبیاء کے ساتھ تجھے کیسی عداوت ہے..... ہاتھ آپ کا آسمان کی طرف تھا:

"اللھم بالرفیق الاعلیٰ"

کا کلمہ زبان پر تھا..... یک بیک گردن مبارک کا مہرہ ایک طرف کو مائل ہوا..... روح مبارک آسمان کی طرف پرواز کر گئی..... معاً ایک خوشبو حجرہ میں پیدا ہوئی..... طبیعت نے جان لیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم براق پر سوار ہوئے واپس نہ آئیں گے..... حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے ملک الموت کی آواز سنی کہ روح مبارک قبض کر کے چلے تھے روئے جاتے تھے اور "وا محمداہ وا محمداہ" کہتے جاتے تھے.....

بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا نے جب دیکھا کہ روح مبارک پرواز کر گئی..... حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر چہرہ مبارک کھولا..... دیکھا کہ گویا آپ آرام فرماتے ہیں..... ماتھے پر پسینہ ہے..... پکارا:

"یا ابتاہ اجاب ربا ہ"

اے نبی! رب کا بلاوا منظور کر لیا.....

"یا ابتاہ من ربہ ما او باہ"

اے نبی! ہم کو چھوڑ کر اپنے رب کے پاس چلے گئے.....

"ابتاہ الیٰ جبرائیل بتعاہ"

اے نبی! اگر جبرائیل آپ کو تلاش کرتے ہوئے آئیں گے تو ہم کہیں گے کہ تم کسے تلاش کرتے ہو..... جنہیں تم دیکھتے ہو وہ اس جہان سے تشریف لے گئے.....

"یا ابتاہ الیٰ جنت الفردوس مأواہ"

اے نبی! جنت الفردوس میں ٹھکانہ کر لیا.....

جب گھر میں سے رونے کی آواز باہر آئی اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سنی..... گھبرا کر بے

تاب ہو کر دہلیز مبارک پر سر مارنے لگے..... حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی خبر سن کر صحابہ کرام ﷺ کی عقلیں جاتی رہیں..... حضرت عبداللہ بن انیس ﷺ صدمہ سے انتقال کر گئے..... حضرت عمر ﷺ دیوانہ ہو گئے..... دیوانوں کی طرف حجرہ مبارک پر آئے اور عرض کیا کہ ذرا مجھے حضور ﷺ سے ملا دو..... ایک نظر حضور ﷺ کو مجھے ملا دو..... اہل بیت نے عمر ﷺ کو حجرہ میں بلایا..... حضرت عمر ﷺ نے دیکھا کہ آپ لیٹے ہوئے ہیں..... آپ ﷺ کے منہ سے چادر سرکا کر دیکھا اور کہا "اغشیاہ" آج ایسی غشی اور بے ہوشی ہوئی کہ آپ ہوشیار نہیں ہوتے..... کیا وحی اتری ہے..... آنکھ سے بھی دیکھ لیا..... مگر دل کو یقین نہ ہوا کہ آپ ﷺ وفات پا گئے.....

جسم اطہر کی خوشبو

حضرت سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جس روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا میں نے آپ ا کے ہاتھ کے سینے پر رکھ دیئے..... کئی ہفتوں تک میرے ہاتھوں سے وضو کرتے اور کھانا کھاتے وقت مشک وعنبر کی خوشبو آتی رہی.....

ملک الموت اجازت طلب کر کے آئے

حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سرہانے بیٹھی تھی کہ کسی شخص نے السلام علیکم یا اہل بیت النبوۃ کہہ کر اندر آنے کی اجازت طلب کی..... میں نے کہا: اے اللہ کے بندے! اللہ تعالیٰ تمہیں بیمار پرسی کی جزائے خیر دے..... آپ ﷺ کو آرام کرنے دو..... آپ ﷺ عبادت میں مشغول ہیں.....

آنے والے نے بلند آواز سے کہا: مجھے اندر آنے کی اجازت دیں کیونکہ اس کے بغیر کوئی چارہ کار نہیں.....اسی اثناء میں حضور علیہ السلام کی غشی کم ہوگئی اور آپ ﷺ نے آنکھیں کھولیں اور حضرت سیدہ طاہرہؓ سے فرمایا: تمہیں پتہ ہے تم کس سے باتیں کر رہی ہو؟

میں نے کہا: نہیں.....

حضور علیہ السلام نے فرمایا: یہ ملک الموت ہیں.....انہیں اندر آنے کی اجازت دے دیں.....

حضرت عزرائیل علیہ السلام اندر آئے اور آتے ہی "السلام علیک یا رسول اللہ" کہا: آپ ﷺ نے جواب میں "وعلیکم السلام یا امین اللہ" کہا.....پھر یوں گویا ہوئے.....مجھے اس خداوند جہاں کی قسم ہے جس نے آپ ﷺ کو پیغمبر بنا کر بھیجا ہے.....اس سے پیشتر میں نے کبھی کسی سے اجازت طلب نہیں کی اور آئندہ بھی کسی سے طلب نہیں کروں گا.....

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا حضور ﷺ کو غسل دینا

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تو آپ کے غسل کے متعلق یہ سوال پیدا ہوا کہ آپ کو عام آدمیوں کی طرح برہنہ غسل دیا جائے یا کپڑے میں.....ناگاہ تمام حاضرین پر خواب کا غلبہ ہو گیا..... یہاں تک کہ تمام اپنے اپنے سینوں پر ٹھوڑیاں رکھ کر آرام کرنے لگے.....اسی اثناء میں ان کے کانوں میں آواز آئی: رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے پیراہن میں ہی غسل دو.....

حضرت سیدنا امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے حضور علیہ السلام نے وصیت فرمائی کہ میرے غسل کا انتظام تم ہی کرنا.....کیونکہ میرے ستر عورت پر تمہارے سوا جس کی بھی نگاہ پڑے گی وہ نابینا ہو جائے گا.....

جسد پاک واطہر ومطہر

حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کو غسل دیتے ہوئے آپ کے بدن مبارک پر کسی قسم کی کوئی میل نہ دیکھی تو برجستہ ان کی زبان پر آیا: آپ ﷺ پر میرے ماں باپ تصدق! آپ ﷺ کی حیات وممات کیسی پاکیزہ ومطہر ہیں.....

تدفین کے وقت جہان تاریکی میں ڈوب گیا

حضور علیہ السلام کی تدفین کے دن اس قدر تاریکی چھا گئی کہ بعض صحابہ بعض کو دیکھنے نہ پائے..... اگر اپنی ہتھیلی کھولتے تو کچھ نظر نہ آتا..... یہ تاریکی حضور علیہ السلام کی تدفین تک چھائی رہی.....

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جب حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوا تو غیب سے آواز آئی:

"السلام علیکم اھلبیت ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کل نفس ذائقۃ الموت وانما توفون اجورکم یوم القیامۃ"

کہتے ہیں جب حضور علیہ السلام کی وفات کی خبر آپ ﷺ کے مؤذن عبداللہ بن زید انصاری رضی اللہ عنہ نے سنی تو اس قدر غم زدہ ہوئے کہ نابینا ہونے کی دعا مانگنے لگے..... چونکہ میرے آقا کے بغیر یہ دنیا میرے لئے قابل زیست نہیں رہی..... آپ اسی وقت نابینا ہو گئے.....

لوگوں نے کہا: تم نے یہ دعا کیوں مانگی؟.....

فرمایا: لذت نگاہ تو آنکھوں میں ہے..... مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اب میری آنکھیں کسی کے دیدار کا ذوق ہی نہیں رکھتیں.....

قبر سے بخشش کی ضمانت دی گئی

حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب ہم حضور علیہ السلام کو دفن کر رہے تھے تو ایک اعرابی آ کر حضور علیہ السلام کی تربت انور پر لیٹ گیا..... اپنے سر میں خاک ڈالتا اور کہتا تھا: یا رسول اللہ ﷺ! آپ نے حکم دیا اور ہم نے سنا..... آپ ﷺ نے قرآن کریم اللہ تعالیٰ سے سیکھا اور ہم نے آپ کی ذات گرامی سے سیکھا.....

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اگر یہ لوگ اپنے نفسوں پر ظلم کریں تو آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر اللہ تعالیٰ سے استغفار کریں اور اللہ کا رسول ان کی بخشش طلب کرے تو وہ اللہ کو توبہ قبول کرنے والا اور رحم کرنے والا پائیں گے..... ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اور آپ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے ہیں تاکہ آپ ﷺ ہماری بخشش طلب کریں.....

اسی وقت قبر اطہر سے آواز آئی: تم بخشے گئے ہو.....

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کثرت علم کی وجہ

کہتے ہیں امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ان کی زیادتی کا علم وفضل اور قوت حافظہ کے تیز ہونے کی وجہ دریافت کی گئی تو فرمایا: جب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دے رہا تھا تو تھوڑا سا پانی آپ ﷺ کے چشم خانہ میں رہ گیا..... میں

نے اسے زمین پر گرانے سے دریغ کیا..... میں نے وہ پانی اٹھا کر پی لیا..... یہی میرے علم وفضل اور قوت حافظہ کے تیز ہونے کا باعث ہے.....

غسل میں فرشتے شریکِ کار تھے

حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ وقتِ غسل ہماری مدد غیب سے ہو رہی تھی..... ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جس عضو کو دھویا اس کی تقلیب میں دست غائب استعانت کر رہا تھا..... (حوالہ شواہد النبوۃ)

حضور ﷺ کی محبت سے چوپائے بھی بے نصیب نہ تھے

فتح خیبر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حصہ مال غنیمت میں ایک گدھا بھی آیا..... آپ ﷺ اس پر سوار ہوئے تو اس سے پوچھا: تمہارا نام کیا ہے؟

کہنے لگا: یزید بن شہاب.....

آپ ﷺ نے فرمایا: آج سے تمہارا نام یعفور رکھا جاتا ہے.....

آپ ﷺ نے پھر پوچھا: تمہارا مالک کون تھا؟

اس نے کہا: میرے آقا کا نام مرحت تھا جو ایک بدمزاج یہودی تھا..... جب آپ ﷺ کا نام سنا کرتا تھا تو بہت ناک بھوں چڑھاتا..... جب وہ میرے پشت پر بیٹھتا تو

میں دانستہ بدک جاتا اور اسے نیچے گرا دیتا..... میرے ساتھ اس کا سلوک بہت ناروا تھا..... وہ مجھے مارتا اور بھوکا رکھتا.....

حضور علیہ السلام نے پوچھا: تمہاری کیا خواہش ہے؟ کیا تم چاہتے ہو کہ تمہیں جوڑا مہیا کیا جائے؟ کہنے لگا: نہیں یا رسول اللہ! میرے آبا و اجداد کہا کرتے تھے کہ ہماری نسل میں ستر گدھوں کو انبیاء کی سواری بننے کا شرف حاصل ہوگا..... ہماری آخری نسل پر وہ پیغمبر سوار ہوگا جس کا نام محمد رسول اللہ ہوگا..... میں چاہتا ہوں کہ میں وہی آخر بنوں.....

یہ گدھا آپ ﷺ کے پاس زندگی بھر رہا..... جب حضور ﷺ کی وفات کو تین دن گزرے تو نہایت کرب واضطراب کے عالم میں ایک کنوئیں میں گر کر مر گیا.....

حضور ﷺ کو اپنی وفات کا علم تھا

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن کا گورنر مقرر فرمایا تو ان کو بہت طویل وصیتیں کیں..... اور ساتھ ہی فرمایا: معاذ! اگر میری اور تمہاری دوبارہ ملاقات ہونا ہوتی تو میں وصیت کو بہت مختصر کرتا..... مگر قیامت تک ہم ایک دوسرے کو نہ مل سکیں گے..... چنانچہ معاذ یمن میں ہی تھے کہ حضور علیہ السلام کی وفات واقع ہوگئی..... (حوالہ شواہد النبوۃ)

وفات کا اثر

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے حضرات صحابہ کرام اور اہل بیت عظام کو کتنا بڑا صدمہ پہنچا؟..... اور اہل مدینہ کا کیا حال ہوگیا؟..... اس کی تصویر کشی کے

لئے ہزاروں صفحات بھی متحمل نہیں ہو سکتے.....وہ شمع نبوت کے پروانے جو چند دنوں تک جمال نبوت کا دیدار نہ کرتے تو ان کے دل بیقرار اور ان کی آنکھیں اشکبار ہو جاتی تھیں.....

ظاہر ہے کہ ان عاشقان رسول پر جان عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دائمی فراق کتنا روح فرسا اور کس قدر جانکاہ صدمہ عظیم ہوا ہوگا؟.....جلیل القدر صحابہ کرام بلا مبالغہ ہوش وحواس کھو بیٹھے.....ان کی عقلیں گم ہو گئیں.....آوازیں بند ہو گئیں اور وہ اس قدر مخبوط الحوس ہو گئے کہ ان کے لئے یہ سوچنا بھی مشکل ہو گیا کہ کیا کہیں؟....اور کیا کریں؟...

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر ایسا سکتہ طاری ہو گیا کہ وہ ادھر ادھر بھاگے بھاگے پھرتے تھے.....مگر کسی سے نہ کچھ کہتے تھے نہ کسی کی کچھ سنتے تھے.....حضرت علی رضی اللہ عنہ رنج وملال میں نڈھال ہو کر اس طرح بیٹھ رہے کہ ان میں اٹھنے بیٹھنے اور چلنے پھرنے کی سکت ہی نہیں رہی.....حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ کے قلب پر ایسا دھچکا لگا کہ وہ اس صدمہ کو برداشت نہ کر سکے.....اور ان کا اس صدمہ سے انتقال ہو گیا.....

عمر رضی اللہ عنہ کا جوش

حضرت عمر رضی اللہ عنہا اس قدر ہوش وحواس کھو بیٹھے کہ انہوں نے تلوار کھینچ لی اور ننگی تلوار لے کر مدینہ کی گلیوں میں ادھر ادھر آتے جاتے تھے اور یہ کہتے پھرتے تھے کہ اگر کسی نے یہ کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی تو میں اس تلوار سے اس کی گردن اڑا دوں گا.....

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ وفات کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ و حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ اجازت لے کر مکان میں داخل ہوئے..... حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر کہا کہ بہت ہی سخت غشی کا دورہ پڑ گیا ہے.....

جب وہاں سے چلنے لگے تو حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اے عمر! تمہیں کچھ خبر بھی ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو چکا ہے..... یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ آپے سے باہر ہو گئے اور تڑپ کر بولے کہ اے مغیرہ! تم جھوٹے ہو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اس وقت تک انتقال نہیں ہو سکتا جب تک دنیا سے ایک ایک منافق کا خاتمہ نہ ہو جائے.....

ابوبکر رضی اللہ عنہ کی آمد

مواہب لدنیہ میں طبری سے منقول ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت حضرت ابوبکر صدیق ''سخ'' میں تھے..... جو مسجد نبوی سے ایک میل کے فاصلہ پر ہے..... ان کی بیوی حضرت حبیبہ بنت خارجہ وہیں رہتی تھیں..... چونکہ دوشنبہ کی صبح کو مرض میں کمی نظر آئی اور کچھ سکون معلوم ہوا..... اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اجازت دے دی تھی کہ تم سخ چلے جاؤ اور بیوی بچوں کو دیکھتے آؤ.....

بخاری شریف وغیرہ میں ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر ''سخ'' سے آئے اور کسی سے کوئی بات نہ کہی نہ سنی..... سیدھے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں چلے گئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رخ انور سے چادر ہٹا کر آپ پر جھکے اور آپ کی دونوں آنکھوں کے درمیان نہایت گرم جوشی کے ساتھ ایک بوسہ دیا اور کہا کہ آپ کی حیات اور وفات دونوں حالتوں میں پاکیزہ رہے.....

میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں..... ہرگز خداوند تعالیٰ آپ پر دو موتوں کو جمع نہیں فرمائے گا.....آپ کی جو موت لکھی ہوئی تھی آپ اس موت کے ساتھ پا چکے.....
اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مسجد میں تشریف لائے تو اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ لوگوں کے سامنے تقریر کر رہے تھے.....آپ نے فرمایا: اے عمر! بیٹھ جاؤ.....حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیٹھنے سے انکار کر دیا.....

ابوبکر رضی اللہ عنہ کی یادگار تقریر

تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے انہیں چھوڑ دیا اور خود لوگوں کو متوجہ کرنے کے لئے خطبہ دینا شروع کر دیا کہ:

''اما بعد! جو شخص تم میں سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کرتا تھا وہ (جان لے) کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا.....اور جو شخص تم میں سے خدا کی پرستش کرتا تھا تو خدا زندہ ہے وہ کبھی نہیں مرے گا...''

پھر اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سورۂ آل عمران کی یہ آیت تلاوت فرمائی:..

"وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل افائن مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم ومن ینقلب علی عقبیه فلن یضر الله شیا وسیجز الله الشاکرین ٥"

''اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تو ایک رسول ہیں.....ان سے پہلے بہت سے رسول

ہو چکے تو کیا اگر وہ انتقال فرما جائیں یا شہید ہو جائیں تو تم الٹے پاؤں پھر جاؤ گے؟ اور جو الٹے پاؤں پھرے گا..... اللہ کا کچھ نقصان نہ کرے گا..... اور عنقریب اللہ شکر ادا کرنے والوں کو ثواب دے گا...“

حضرت عبداللہ بن عباس کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ آیت تلاوت کی تو معلوم ہوتا تھا کہ گویا کوئی اس آیت کو جانتا ہی نہ تھا..... ان سے سن کر ہر شخص اسی آیت کو پڑھنے لگا.....

(بخاری ج ا ص ۶۴۲ باب الدخول علی المیت الخ ، مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۴۴۳)

منافقوں کی خوشی... صحابہ کی بے چینی

باہر لوگوں نے یہ خبر سنی تو ایک طرف منافقوں نے خوشی ظاہر کرنا اور جرأت سے سر اٹھانا شروع کیا..... دوسری طرف مسلمانوں میں سخت بے چینی پیدا ہوئی..... ہر طرف سے دوڑ کر حجرۂ نبوی پر جمع ہو گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنے لگے..... سب بدحواسی سے چلا رہے تھے:

”رسول اللہ ﷺ کیسے وفات پا سکتے ہیں..... جب کہ ہم پر شہید ہیں اور ہم ساری دنیا پر شہید ہیں..... اور جبکہ ہم اب تک سب پر غالب نہیں آئے ہیں؟ نہیں! واللہ نہیں! آپ ہرگز مرے نہیں..... بلکہ اسی طرح آسمان پر اٹھا لئے گئے ہیں جس طرح عیسیٰ بن مریم (علیہ السلام) اٹھا لئے گئے تھے اور عنقریب نزول فرمائیں گے.....“

یہی نہیں بلکہ وہ دھمکانے لگے..... کہ خبردار کوئی آپ کی موت کا لفظ زبان پر نہ لائے.....

حضرت فاطمہؓ کا اظہار غم

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی زبانی اوپر سن چکے ہیں کہ وہ اپنی کم سنی کی وجہ سے پوری طرح سمجھ نہ سکیں کہ طائر روح پرواز کر چکا ہے۔۔۔ لہذا وہ دوسری عورتوں کے ساتھ رونے کھڑی ہوگئیں۔۔۔۔
حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا جن پر قدرتاً حادثہ کا بہت زیادہ اثر تھا۔۔۔ برابر روئے جارہی تھیں اور یوں کہتی جاتی تھیں:

یا ابتاہ! اجاب ربا دعاہ۔۔

یا ابتاہ! من جنة الفردوس ماواہ۔۔۔

یا ابتاہ! الیٰ جبرایل ننعاہ۔۔۔

یا ابتاہ! ربہ یکرمہ اذا دناہ۔۔۔

الرب والرسل یسلم علیہ حین یلقاہ۔۔۔

یا ابتاہ! من ربہ ما ادناہ۔۔۔

(ہائے ابا جان! جنہوں نے پروردگار کی پکار پر لبیک کہا۔۔۔۔ ہائے ابا جان! جن کا ٹھکانہ جنت الفردوس ہے۔۔۔۔ ہائے ابا جان! جن کی وفات کی خبر ہم جبرائیل کو سناتے ہیں۔۔۔ ہائے ابا جان! ان کا رب انہیں عزت دے۔۔۔۔ جب وہ اس کے پاس پہنچیں۔۔۔ ہائے ابا جان! جو اپنے رب کے انتہائی قریب ہیں۔۔)

حضور ﷺ کا غسل مبارک

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غسل مبارک کے وقت صحابہ کرام علیہم الرضوان سوچنے لگے اور آپس میں کہنے لگے کہ جس طرح دوسرے لوگوں کے کپڑے اتار کر ان کو غسل دیا جاتا ہے..... کیا اسی طرح حضور ﷺ کے کپڑ مبارک بھی اتار کر حضور ﷺ کو غسل دیا جائے گا؟... یا حضور ﷺ کو کپڑوں سمیت غسل دیا جائے؟...

اس بات پر گفتگو کر رہے تھے کہ اچانک سب پر نیند طاری ہوگئی اور سب کے سر ان کے سینوں پر ڈھلک آئے..... پھر سب کو ایک آواز آئی.....کوئی کہنے والا کہہ رہا تھا:...

"تم جانتے نہیں یہ کون ہیں؟ خبردار! یہ رسول اللہ ہیں.....ان کے کپڑے نہ اتارنا.....انہیں کپڑوں سمیت ہی غسل دو....."

پھر سب کی آنکھیں کھل گئیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کپڑوں سمیت ہی غسل دیا گیا..... (مواہب لدنیہ ص ۲۷۸ ج ۳ ومشکوٰۃ ص ۵۴۷)

بیہقی نے بطریق معشر محمد بن قیس رضی اللہ عنہ سے روایت کی.....انہوں نے کہا کہ علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ ہم غسل دینے کے لئے جس عضو کو اٹھانا چاہتے تھے تو وہ عضو ہمارے لئے اٹھا دیا جاتا تھا.....حتیٰ کہ جب ہم نے آپ کے ستر کو غسل دینا چاہا.....تو میں نے حجرے کے ایک گوشے سے آواز سنی کہ.....اپنے نبی کے ستر کو نہ کھولو.....

بیہقی نے علباء بن احمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت فضیل رضی اللہ عنہ دونوں غسل دے رہے

تھے تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو ندا کی گئی کہ تم اپنی نگاہوں کو آسمان کی طرف اٹھالو.....

ابن سعد نے عبداللہ بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دیا تو آپ فرماتے تھے میرے ماں باپ آپ پر قربان..... آپ کی حیات بھی کتنی طیب ہے اور آپ کی وفات بھی کتنی پاکیزہ ہے..... راوی نے کہا کہ ایسی خوشبودار مہک پھیلی کہ اس جیسی مہک کبھی نہ پائی گئی.....

ابن عساکر نے حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے روایت کی ..... انہوں نے فرمایا کہ جب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی رحلت کا وقت آیا تو انہوں نے مجھے اپنے سرہانے بٹھا کر مجھ سے فرمایا:

"اے علی! جب میں سو جاؤں تو مجھے ان ہاتھوں سے غسل دینا جس سے تم نے رسول اللہ ﷺ کو غسل دیا اور مجھے خوشبو میں بسا کر اس حجرے تک لے جانا جس میں رسول اللہ ﷺ آرام فرما ہیں..... اور اجازت چاہنا..... اب اگر تم دیکھو کہ دروازہ کھل گیا ہے تو مجھے اندر لے جانا ورنہ مجھے مسلمانوں کے قبرستان لے جانا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے درمیان فیصلہ فرمادے....."

حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ نے فرمایا چنانچہ آپ کو غسل دیا گیا اور کفن پہنایا گیا اور سب سے پہلے میں نے دروازے تک پہنچنے میں عجلت کی اور عرض کیا:

"یارسول اللہ ﷺ! یہ ابوبکر رضی اللہ عنہ حاضر ہیں اور اجازت چاہتے ہیں....."

پھر میں نے دیکھا کہ دروازہ کھل گیا اور کسی کہنے والے نے کہا:

"حبیب کو اس کے حبیب کے پاس لے آؤ..... کیونکہ حبیب حبیب کا مشتاق ہے....."

(خصائل کبریٰ)

وفات کے وقت بے مثال خوشبو

بزار و بیہقی نے بسند صحیح حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے سینے اور میری گردن کے درمیان قبض کئے گئے..... جب آپ کی روح مقدس باہر آئی تو اس سے زیادہ طیب خوشبو میں نے نہ پائی..... (خصائل کبریٰ)

بیہقی نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی انہوں نے فرمایا کہ میں نے اپنا ہاتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ اقدس پر وفات کے دن رکھا تو کئی جمعہ مجھ پر گزر گئے میں کھانا کھاتی ہوں اور وضو کرتی ہوں مگر میرے ہاتھ سے مشک کی خوشبو نہ گئی۔

انبیاء علیہم السلام کے اجساد مطہر کو زمین پر حرام کر دیا گیا ہے

ابن ماجہ و ابو نعیم نے اوس بن اوس ثقفی رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''تمہارے افضل دنوں میں سے جمعہ کا دن ہے..... لہٰذا تم اس دن مجھ پر درود و سلام بھیجنے میں کثرت کرو..... کیونکہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے.....''

صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہمارے درود آپ پر کس طرح پیش کئے جائیں گے..... درآں حالیکہ آپ زمین میں ہوں گے.....

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کردیا ہے کہ وہ انبیاء کے اجساد کو کھائے.....

زبیر بن بکار نے "اخبار مدینہ" میں الحسن رضی اللہ عنہ سے روایت کی انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص سے روح القدس نے کلام کیا ہے اس کے لئے زمین کو اجازت نہیں دی گئی کہ وہ اس کا گوشت کھائے.....

ابویعلی و بیہقی نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز پڑھتے ہیں.....

قبر مبارک سے نکلنے والے آخری آدمی

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو لحد میں رکھنے کے بعد سب سے آخر میں آپ ﷺ کی قبر مبارک سے حضرت قثم ابن عباس رضی اللہ عنہ نکلے..... ایک قول ہے کہ سب سے آخر میں نکلنے والے حضرت مغیرہ ابن شعبہ تھے..... کیونکہ انہوں نے اپنی انگشتری قبر مبارک میں گرادی تھی..... پھر انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا:

"اے ابوالحسن! میری انگشتری..... میں نے اسے جان بوجھ کر گرایا ہے تاکہ میں آنحضرت ﷺ کو چھوسکوں اور لوگوں میں آخری بار آپ کو چھونے والا میں ہی ہوں....."

علی رضی اللہ عنہ کا دوبارہ قبر میں اترنے کا بہانہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اتر جاؤ اور اٹھالو.....ایک قول ہے کہ انہوں نے پھاوڑا گرایا تھا اور پھر ایک دم کہنے لگے: پھاوڑا..... پھاوڑا.....پھر وہ قبر میں اترے اور پھاوڑا اٹھالائے.....

کہا جاتا ہے کہ جب حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ بات کہی تو خود حضرت علی رضی اللہ عنہ اتر کر وہ انگوٹھی یا پھاوڑا اٹھالائے یا کسی کو حکم دیا اور وہ قبر میں اتر کر اٹھالایا.....پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا: تم نے ایسا اس لئے کیا کہ یہ دعویٰ کرسکو کہ آنحضرت ﷺ کے قریب جانے والے آخری آدمی تم تھے.....ادھر اس روایت پر ایک اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ آنحضرت کے دفن میں موجود ہی نہیں تھے.....

ایک روایت میں ہے کہ عراق کے لوگوں کی ایک جماعت حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آئی اور انہوں نے کہا:

"اے ابوالحسن! ہم آپ کے پاس ایک بات دریافت کرنے کیلئے آئے ہیں اور چاہتے ہیں کہ آپ ہمیں اس کے متعلق بتائیں..."

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"میرا خیال ہے مغیرہ ابن شعبہ نے تم سے یہ کہا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے پاس سے آنے والے آخری آدمی وہ ہیں....."

انہوں نے کہا بے شک ہم اسی بارے میں معلوم کرنے کے لئے آپ کے پاس

آئے ہیں.....

حضرت علیؓ نے فرمایا:

"آنحضرت ﷺ کے پاس سے آنے والے آخری آدمی قثم ابن عباس ہیں..."

مزار مبارک روئے زمین کی افضل ترین جگہ

اس بات پر علامہ کی بیان کردہ روایت کے مطابق اجماعت ہے کہ یہ جگہ جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم مدفون ہے روئے زمین کے تمام مقامات سے افضل ہے..... یہاں تک کہ کعبہ شریف کی جگہ سے بھی افضل ہے..... بعض حضرات نے کہا ہے کہ آسمان کے تمام مقامات سے بھی افضل ہے..... یہاں تک کہ عرش سے بھی زیادہ (مگر یہ قول قابل بحث ہے)

شیخین رحمہم اللہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی..... انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی صحت کی حالت میں فرمایا کرتے تھے کہ کوئی نبی اس وقت تک قبض نہ کیا گیا جب تک کہ جنت میں اس نبی کے مقام کو اسے نہ دکھادیا گیا..... اس کے بعد اس کو اختیار دیا جاتا کہ وہ اور چاہے تو رہے.....

ام المومنین فرماتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر مرض کا نزول ہوا تو آپ کو سر مبارک میری ران پر تھا اور آپ پر غشی طاری تھی..... جب افاقہ ہوا تو آپ نے اپنی نگاہ مبارک حجرے کی چھت کی طرف جمائی اور فرمایا:

"اللھم بالرفیق الاعلیٰ"

اس وقت میں نے پہچان لیا کہ یہ وہی بات ہے جسے آپ نے ہم سے صحت کی حالت میں فرمایا تھا.....

(خصائل کبریٰ)

ابوبکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ کا خمیر اسی خاک سے

ایک حدیث میں آتا ہے کہ آدمی اس مٹی میں یعنی اسی جگہ دفن ہوتا ہے جہاں سے اس کا خمیر اٹھایا جاتا ہے.....اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ کا ایک ہی جگہ کی مٹی سے تخلیق کیے گئے ہیں..... کیونکہ یہ تینوں حضرات ایک جگہ کی مٹی میں دفن ہوئے ہیں.....

قبر ابوبکر رضی اللہ عنہ کیلئے اذانِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

چنانچہ جب وقت آیا تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی وصیت کے مطابق جنازہ سے جا کر لوگ وہاں ٹھہرے اور ان کے بتائے ہوئے کلمات کہے تو اچانک تالا خود بخود نیچے گرا اور دروازہ کھل گیا.....پھر اندر سے کسی پکارنے والے کی یہ آواز آئی:

"حبیب کو حبیب کے پاس اندر لے آؤ..... کیونکہ ایک حبیب دوسرے حبیب کا مشتاق ہے....."

بیہقی نے کعب بن عدی رضی اللہ عنہ سے روایت کی انہوں نے کہا میں حیرہ والوں کے وفد میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوت اسلام دی اور ہم سب مسلمان ہو گئے.....اس کے بعد ہم سب حیرہ واپس آ گئے.....

زیادہ دن نہ گزرے کہ ہمارے پاس رسول اللہ ﷺ کی وفات کی خبر آئی اور میرے تمام ساتھی مرتد ہو گئے اور وہ کہنے لگے کہ وہ نبی ہوتے تو فوت نہ ہوتے اس پر میں نے کہا آپ سے پہلے تمام انبیاء علیہم السلام فوت ہوئے ہیں اور میں اسلام پر قائم رہا..... اس کے بعد میں نے مدینہ طیبہ پہنچنے کا ارادہ کیا اور میرا گزر ایک راہب پر ہوا..... میں نے اس سے یہ بات معلوم کی.....

تو راہب نے بستر سے ایک کتاب نکالی..... میں نے اس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایسی صفت لکھی پائی..... جیسا کہ میں نے آپ کو دیکھا تھا.....اور میں نے دیکھا کہ آپ کی وفات کا وہی وقت لکھا جس وقت آپ نے وفات پائی..... یہ دیکھ کر میری ایمانی بصیرت میں اور اضافہ ہو گیا.....اور میں نے مدینہ شریف آ کر ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو سب حال بتایا.....

دربار نبوت کی حاضری کا ایک عجیب واقعہ

یہ واقعہ جو نقل کیا جاتا ہے کوئی خواب یا افسانہ نہیں..... صحیح اور سچا واقعہ ہے جو محمد اللہ اسناد صحیح کے ساتھ نقل کیا گیا ہے..... نویں صدی ہجری کے مشہور و معروف علامہ عبدالعزیز مکی اپنے رسالہ ''فیض الجود علی حدیث شیبتنی ھود'' میں عارف باللہ سیدی عبداللہ ابن سعد یافعی کی کتاب نشر المحاسن کے حوالے سے نقل کرتے ہیں اور حضرت یافعی فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ مجھے صحیح اسناد کے ساتھ پہنچا ہے اور اس زمانہ میں بہت زیادہ مشہور ہوا ہے.....

واقعہ یہ ہے کہ عارف باللہ شیخ ابن الزغب یمنیؒ کی عادت تھی کہ ہمیشہ اپنے وطن سے سفر کر کے اول حج ادا کرتے اور پھر زیارت روضہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے

لئے حاضر ہوتے تھے..... حاضری دربار کے وقت والہانہ اشعار قصیدہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے مصاحبین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی شان میں لکھ کر روضہ اقدس کے سامنے پڑھا کرتے تھے.....

ایک مرتبہ حسب عادت وہ قصیدہ پڑھ کر فارغ ہوئے تو ایک رافضی خدمت میں حاضر ہوا اور درخواست کی کہ آج میری دعوت قبول کیجئے..... حضرت شیخ نے از روئے تواضع اور اتباع سنت دعوت قبول فرمالی..... آپ کو اس کا حال معلوم نہ تھا کہ یہ رافضی ہے اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی مدح کرنے سے ناراض ہے..... آپ حسب وعدہ اس کے مکان پر تشریف لے گئے..... مکان میں داخل ہوتے ہی اس نے اپنے دو حبشی غلاموں کو اشارہ کیا جن کو پہلے سمجھا رکھا تھا..... وہ دونوں اس ولی اللہ کو لپٹ گئے اور آپ کی زبان مبارک کاٹ ڈالی..... اس کے بعد اس کمبخت رافضی نے کہا کہ جاؤ یہ زبان ابوبکر و عمر (رضی اللہ عنہم) کے پاس لے جاؤ جن کی تم مدح کیا کرتے ہو وہ اس کو جوڑ دیں گے.....

شیخ موصوف کٹی ہوئی زبان ہاتھ میں لئے ہوئے روضہ اقدس کی طرف دوڑے اور روضہ مبارک کے سامنے کھڑے ہو کر اپنا واقعہ ذکر کیا اور روئے..... جب رات ہوئی تو خواب میں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے اور آپ کے ساتھ آپ کے مصاحبین حضرت صدیق اکبر و فاروق اعظم بھی اس واقعہ کی وجہ سے غمگین صورت میں تھے..... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شیخ کے ہاتھ میں سے یہ کٹی ہوئی زبان اپنے دست مبارک میں لی اور شیخ کو قریب کر کے زبان ان کے منہ میں اپنی جگہ پر رکھ دی.....

یہ خواب دیکھ کر شیخ بیدار ہوئے تو دیکھتے ہیں کہ زبان بالکل صحیح وسالم اپنی جگہ پر لگی ہوئی ہے..... دربار نبوت کا یہ کھلا ہوا معجزہ دیکھ کر اپنے وطن واپس آگئے.....

سال آئندہ پھر حج کے بعد مدینہ طیبہ حاضر ہوئے اور حسب عادت قصیدہ مدحیہ روضہ اقدس کے سامنے پڑھ کر فارغ ہوئے..... تو پھر ایک شخص نے دعوت کیلئے درخواست کی..... شیخ نے پھر توکلا علی اللہ قبول فرمائی اور اس کے ساتھ مکان میں داخل ہوئے..... تو وہی پہلے دیکھا ہوا مکان معلوم ہوا..... خداوند تعالیٰ کے بھروسہ پر داخل ہوئے..... اس شخص نے نہایت اعزاز واکرام کے ساتھ بٹھایا اور پرتکلف کھانے کھلائے.....

کھانے کے بعد یہ شخص شیخ کو ایک کوٹھڑی میں لے گیا..... وہاں دیکھا کہ ایک بندر بیٹھا ہوا ہے..... اس شخص نے شیخ سے کہا کہ آپ جانتے ہیں یہ بندر کون ہے؟ فرمایا: نہیں..... اس شخص نے عرض کیا کہ یہ وہی شخص ہے جس نے آپ کی زبان قطع کی تھی..... حق تعالیٰ نے اس کو بندر کی صورت میں مسخ کر دیا ہے..... یہ میرا باپ ہے اور میں اس کا بیٹا ہوں.....

سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کے سامنے یہ کوئی بڑی چیز نہیں..... لیکن اس سے یہ امر اور ثابت ہو کہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم جس طرح روضہ اقدس میں زندہ تشریف فرما ہیں اسی طرح آپ کے معجزات کا سلسلہ بھی جاری ہے..... اس قسم کے واقعات ایک دو نہیں سینکڑوں کی تعداد میں امت کے ہر طبقہ کو پیش آتے رہتے ہیں.....

ایک اور عجیب واقعہ

ابو عبداللہ الجلاءؒ بیان کرتے ہیں کہ ایک سال میں بہت مفلس فاقہ زدہ تھا..... اتفاقاً مدینہ طیبہ کی حاضری نصیب ہوئی..... میں روضہ اقدس کے سامنے حاضر ہوا..... سلام کے بعد میں نے عرض کیا کہ میں فاقہ رسیدہ ہوں اور آج آپ کا مہمان ہوں

..... یہاں سے فارغ ہو کر آیا تو رات کو سو گیا..... خواب میں جمال مبارک کی زیارت سے مشرف ہوا..... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے مجھے روٹی عطا فرمائی..... میں نے خواب ہی میں کھانا شروع کر دیا..... کچھ حصہ کھایا تھا کہ آنکھ کھل گئی..... دیکھتا ہوں کہ بچی ہوئی روٹی میرے ہاتھ میں ہے.....

([illegible])

مدینہ منورہ میں جنت البقیع کا قبرستان اور شہدائے احد کے مزارات ہیں..... ان پر حاضری دینی چاہئے..... ان کی زیارت کرنا اور یہاں دعا کرنا بہت نفع کا باعث ہے...
یاد رکھئے! مسجد نبوی میں داخل ہونے کے بعد تحیۃ المسجد کا پڑھنا بارگاہ نبوی کی زیارت سے زیادہ مقدم ہے..... یعنی پہلے یہ نوافل ادا کئے جائیں پھر روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی جائے..... کیونکہ یہ اللہ رب العزت کا حق ہے جو رسول ﷺ کے حق پر مقدم ہے.....

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں سفر سے آیا تھا..... بارگاہ نبوی میں حاضر ہوا..... حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت مسجد میں تشریف فرما تھے..... مجھ سے دریافت فرمایا کہ کیا تحیۃ المسجد پڑھ لی؟ میں نے عرض کیا نہیں..... حکم فرمایا پہلے تحیۃ المسجد پڑھو..... پھر میرے پاس آؤ.....

چند زائرین کے حالات و مشاہدات

1) اصمعی کہتے ہیں کہ ایک بدوی قبر اطہر کے سامنے آکر کھڑے ہوئے..... عرض کیا: یا اللہ! یہ آپ کے محبوب ہیں اور میں آپ کا غلام اور شیطان آپ کا دشمن ہے.....

اگر آپ میری مغفرت فرمادیں گے تو آپ کے محبوب کا دل خوش ہوگا اور آپ کا غلام کامیاب ہوجائے گا اور آپ کا دشمن ذلیل وخوار ہوگا.....لیکن اگر آپ مغفرت نہ کریں گے.....

تو آپ کے محبوب کو رنج ہوگا...اور آپ کا دشمن خوش ہوگا...اور آپ کا غلام ہلاک ہوجائے گا.....

الٰہی! عرب کے کریم لوگوں کا دستور ہے کہ جب ان میں کوئی بڑا سردار مرجاتا ہے تو اس کی قبر پر غلاموں کو آزاد کیا کرتے ہیں..... یہ مقدس ہستی سارے جہانوں کی سردار ہے.....

تو اس قبر مقدس پر مجھے آ ت سے آزادی عطا فرما.....

اصمعی کہتے ہیں کہ میں نے یہ سن کر اس عربی سے کہا:

اللہ تعالیٰ تیرے اس حسن سوال اور طرز دعا پر.....ضرور تیری مغفرت فرمادے گا.....

2) مشہور بزرگ سید احمد رفاعی جب ۵۵۵ھ میں حج سے فارغ ہوکر زیارت کے لئے حاضر ہوئے تو قبر اطہر کے سامنے کھڑے ہوکر یہ دو شعر پڑھے.....

(۱) دوری کی حالت میں میں اپنی روح کو خدمت اقدس میں بھیجتا تھا

جو میری نیابت میں آستانہ مبارک کو چومتی تھی.....

(۲) اب جسم کی حاضری کی باری آئی ہے

پس اپنا دست مبارک بڑھائیے تاکہ میرے ہونٹ اس کو بوسہ دیں....

اس پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دست مبارک ظاہر ہوا اور رفاعی صاحب نے اس کو بوسہ دیا اور اس نظارہ کو بے شمار لوگوں نے دیکھا.....

3) امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق منقول ہے کہ جب آپ حضور صلی

اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں سلام عرض کرتے "السلام علیکم یا امام الانبیاء" تو جواب آتا "اے میری امت کے امام تجھ پر بھی سلام ہو"

4) حضرت مولانا جامیؒ (عبدالرحمٰن نور الدین جامی) جب بھی حاضری دیتے اور الوداعی سلام کرتے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے انہیں سلام کا جواب بھی ملتا اور ساتھ یہ بھی فرماتے کہ "خوش روی و باز آئی" (جاؤ اور ہمیں ملنے کے لئے پھر لوٹ کر بھی آؤ) ۱۸ سال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ بے کس پناہ میں اسی طرح حاضری ہوتی رہی.....

اٹھارویں مرتبہ الوداعی سلام عرض کیا تو جواب ملا "خوش روی" مولانا جامی یہ سنتے ہی زار و قطار رونے لگے کہ آقا میں سمجھ گیا ہوں مجھے اس کے بعد حضور ﷺ کے در اقدس پر حاضری نصیب نہیں ہوگی.....اگر پھر آنا نصیب ہوتا تو آپ "خوش روی" کے ساتھ "باز آئی" بھی فرماتے.....

5) محمد بن عبداللہ بن عمرو العتبی کہتے ہیں کہ میں مدینہ گیا اور قبر اطہر کے پاس پہنچا وہاں بیٹھا تھا کہ ایک بدو اونٹ سوار آیا.....اور عرض کیا "یا خیر الرسل اللہ تعالیٰ نے آپ پر قرآن پاک نازل فرمایا اور اس میں فرمایا: اگر یہ لوگ جنہوں نے اپنے نفس پر ظلم کر لیا تھا آپ کے پاس آجاتے اور آ کر اللہ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگتے اور رسول بھی ان کے لئے معافی مانگتے تو ضرور اللہ کو توبہ قبول کرنے والا پاتے...

یہ کہہ کر بولا: اے اللہ کے رسول! میں آپ کے پاس حاضر ہوا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی مغفرت چاہتا ہوں.....اور اس میں آپ کی شفاعت کا طالب ہو... اس کے بعد وہ رونے لگا.....اور یہ شعر پڑھے:

"اے بہترین ذات ان سب لوگوں میں سے جن کی ہڈیاں ہموار زمین میں دفن

کردی گئیں..... کہ ان کی وجہ سے زمین اور ٹیلوں میں عمدگی پھیل گئی.....

میری جان قربان اس قبر پر جس میں آپ مقیم ہیں کہ اس میں عفت ہے اور اس میں جود ہے اس میں کرم ہے.....''

اس کے بعد اس نے استغفار کیا اور چلا گیا.....

عتبی کہتے ہیں کہ میری آنکھ لگ گئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی.....آپ ﷺ نے فرمایا: جاؤ اس بدو سے کہہ دو کہ میری سفارش سے اللہ پاک نے اس کی مغفرت فرمادی ہے.....

روضہ اقدس سے اذان واقامت کی آواز

انبیاء علیہم السلام کے خصائص میں سے ہے کہ وہ قبروں میں زندہ ہیں.....اور اپنی قبروں میں حقیقتاً نماز ادا فرماتے ہیں.....جیسا کہ شب معراج نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا کہ وہ اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے ہیں.....
چنانچہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے.....

"مررت علی موسیٰ و ھو یصلی فی قبرہ" (مسلم ونسائی ومسند احمد)

میں موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرا تو وہ اپنی قبر میں نماز ادا فرمارہے تھے...

دوسری جگہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون"

(بیہقی وابونعیم وزرقانی وفتح الباری)

انبیاء علیہم السلام قبروں میں زندہ ہیں اور وہ نماز ادا فرماتے ہیں.....

ان احادیث سے تو یہ ثابت ہو گیا کہ انبیاء علیہم السلام قبور میں زندہ ہیں اور نماز بھی ادا فرماتے ہیں اور ان کو قبروں میں رزق دیا جاتا ہے..... یہ بات تمام انبیاء علیہم السلام کے خصائص سے ہے..... ہمارے آقا علیہ السلام تو انبیاء کے بھی سرور ہیں وہ تو بدرجہ اولیٰ ان خصائص سے متصف ہیں.....

چنانچہ اس کی وضاحت سعید بن میتب رضی اللہ عنہ یوں فرماتے ہیں:

واقعہ کربلا کے بعد جب یزید پلید کو یہ خبر ملی کہ اہل مدینہ نے اس کی بیعت کو اعلانیہ مسخ کر دیا ہے یعنی اس کی بیعت قبول نہیں کی تو اس نے اہل مدینہ کو بیعت پر مجبور کرنے کے لئے مسلم بن عقبہ کی قیادت میں شامیوں کا ایک بڑا لشکر مدینہ منورہ بھیجا..... جس نے حضور پرنور..... شافع یوم نشور..... محبوب رب غفور کے شہر اقدس کی حرمت کو پامال کیا اور اپنے لشکر کو حرم پاک میں ہر قسم کے ظلم..... بدکاری..... قتل و غارت گری اور ڈاکہ زنی اور لوٹ مار کی اجازت دے دی.....

جس سے قتل و غارت گری اور بدکاری کا بازار خوب گرم ہوا اور مسجد نبوی شریف اور اہل مدینہ تین دن تک لشکر شامی کا ہدف بنی رہی..... ریاض الجنۃ میں ان ظالموں نے گھوڑے..... خچر..... اونٹ باندھے یہاں تک کہ نبی پاک علیہ السلام کے روضہ انور کی بھی بے حرمتی کی ناپاک جسارت کی گئی.....

اس کے بعد حضرت سعید بن میتب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نابینا ہو چکے تھے اور وہ مدینہ کی گلیوں سے گزر رہے تھے کہ ظالموں

نے آپ کو پہچان لیا اور ان کی ڈاڑھی شریف پکڑ کر منہ پر تھپڑ مارے..... لوگ اپنی عزت و آبرو اور جان و مال بچانے کے لئے اپنے گھروں میں چھپے ہوئے تھے اور میں اس وقت روضہ نبی پاک علیہ السلام میں تھا اور باہر نکلنے کا موقع نہ ملا تو حضور نبی اکرم ﷺ کے روضہ اقدس کے قریب ہی (آپ کے لئے جو منبر تیار کیا گیا تھا) منبر کے نیچے چھپ گیا اور اس منبر کے نیچے تین دن اور تین راتیں رہا.....

کسی نے پوچھا: اے سعید بن میتب! ان دنوں اذان و اقامت معطل ہو چکی تھی اور تو اندر مقید تھا تو نماز کا وقت کیسے معلوم ہوتا تھا؟

حضرت سعید بن میتب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"وما یأتی وقت صلاۃ الا سمعت الا ذان من القبر"

(ابونعیم وخصائص الکبریٰ)

اور کسی نماز کا وقت بھی ایسا نہیں آیا کہ میں نے حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور سے اذان کی آواز نہ سنی ہو.....

دوسری روایت میں ان الفاظ کے ساتھ مروی ہے:

"لم ازل اسمع الاذان والاقامۃ من قبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایام الحرۃ حتیٰ عاد الناس"

"میں ایام حرہ کے دوران مسلسل حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور سے اذان اور اقامت کی آواز سنتا رہا..... یہاں تک کہ لوگ اپنے معمول کی طرف واپس لوٹ آئے..... یعنی اذان و اقامت شروع ہو گئی....."

باب نمبر 6

حضور ﷺ کے معجزات کی تعداد

حضرت علامہ نوویؒ نے شرح مسلم میں لکھا ہے:..... حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات ایک ہزار دوسو سے زائد ہیں.....

حضرت امام بیہقیؒ نے ''مدخل'' میں کہا ہے:..... آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کی تعداد ایک ہزار ہے.....

حضرت امام زاہدیؒ نے کہا ہے:..... حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست اقدس سے ایک ہزار معجزات رونما ہوئے ہیں..... اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ ﷺ کے دست اقدس سے تین ہزار معجزات رونما ہوئے ہیں..... بہت سے علماء مثلاً ابونعیم اور بیہقی رحمہم اللہ تعالیٰ نے ان معجزات کو جمع کرنے کی سعادت حاصل کی ہے.....

حضرت علامہ زرقانیؒ نے ''شرح المواہب'' میں ''الفتح'' کی عبارت نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ خصوصیت ہے کہ آپ ﷺ کے معجزات دیگر انبیاء کرام کے معجزات سے زیادہ ہیں..... کہا گیا ہے کہ قرآن پاک کے علاوہ ان کی تعداد ایک ہزار ہے اور بعض علماء نے ان کی تعداد تین ہزار بتائی ہے..... صرف قرآن پاک میں ایک ہزار معجزات ہیں.....

حضرت علامہ حلبیؒ نے کہا ہے کہ:..... ان معجزات میں کثرت کے علاوہ اور بھی کئی خصوصیات ہیں..... ان معجزات میں سے بعض معجزات ایسے بھی ہیں جن کی مثال دیگر انبیاء کے معجزات میں نہیں ملتی..... یہ صرف ہمارے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ خاص ہیں..... اسی طرح کم کھانے کا زیادہ ہونا..... گوشت..... کھجور اور پانی کا زیادہ ہونا

وغیرہ.....

''مواہب'' میں لکھا گیا ہے کہ جب تو حضور اکرم ﷺ کے معجزات میں غور وفکر کرے گا تو پائے گا کہ آپ ﷺ کے معجزات عالم بالا اور عالم سفلی.....خاموش اور ناطق..... ساکن اور متحرک ..... مائع اور جامد..... غائب اور حاضر..... باطن اور ظاہر.....سبقت اختیار کرنے والے اور بعد میں آنے والے اور جلدی آنے والے اور دیر سے آنے والے سب کو شامل ہیں.....

ان کے علاوہ اگر ان معجزات کو بیان کیا جائے تو یہ تفصیل بہت طویل ہو جائے گی مثلاً:.....

- شیاطین کو شہاب ثاقب مارے جانا.....
- پتھر کا سلام کرنا.....
- درخت کا آپ ﷺ کو سلام کرنا.....
- ان کا آپ ﷺ کی رسالت کی گواہی دینا.....
- حضور ﷺ کو ''سیدنا'' کہہ کر عرض کرنا.....
- کھجور کے تنے کا آپ ﷺ کے فراق میں رونا.....
- آپ ﷺ کے دست اقدس سے پانی کا رواں ہونا.....
- چاند کا شق ہونا.....
- آنکھ کو اپنی جگہ پر لوٹا دینا.....
- اونٹ.....بھیڑیئے اور ہرنی کا ہم کلام ہونا.....
- آپ ﷺ کے نور مبارک کا حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آپ کے والد محترم کی پیشانی تک منتقل ہونا.....

اور ان کے علاوہ بھی آپ ﷺ کے بہت سے معجزات ہیں جن کو راویوں نے

روایت کیا ہے اور علماء نے اپنی کتابوں میں لکھا ہے..... اگر ہم اپنے آپ کو ان معجزات کو شمار کرنے میں مشغول کریں..... تو یقیناً سیاہی تو ختم ہو جائے گی لیکن معجزات نہیں گنے جا سکیں گے.....

اور اگر اول و آخر تمام لوگ آپ ﷺ کے شمائل اور محاسن کو شمار کرنے کی از حد کوشش کریں تو وہ ان محامد اور اوصاف کو شمار کرنے سے عاجز آ جائیں گے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو عطا فرمائے ہیں..... لوگ آپ ﷺ کے معجزات کے بحر بیکراں کے ساحل پر ہی تھک کر رہ جائیں گے.....

حضرت علامہ القسطلانیؒ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کی تین اقسام ہیں:.....

1) وہ معجزات جن کا تعلق ماضی کے ساتھ ہے..... جس طرح حضور اکرم ﷺ کی تشریف آوری سے قبل ہی آپ ﷺ کی فضیلت کا ڈنکا ہر سو بج چکا تھا.....
2) وہ معجزات جن کا تعلق مستقبل کے ساتھ ہے..... جس طرح وہ معجزات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد رونما ہوئے.....
3) وہ معجزات جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے لے کر آپ ﷺ کے وصال تک رونما ہوئے.....

حضرت سید محمد مرتضیٰؒ ''شرح الاحیاء'' میں لکھتے ہیں:.....

''آپ ﷺ کے معجزات بے شمار ہیں..... یہ آپ ﷺ کے باقی فضائل سے زیادہ عام..... اکمل اور بزرگی والے ہیں..... آپ ﷺ کا سب سے اہم ترین معجزہ قرآن پاک ہے..... بعض معجزات کے ساتھ چیلنج متصل ہے ..... چیلنج سے مراد مقابلہ کرنے کا تقاضا کرنا ہے اور بعض معجزات کے ساتھ

چیلنج متصل نہیں ہے..... لیکن ہم ان کو بھی معجزہ ہی کہیں گے..... کیونکہ ان کے لئے چیلنج کی شرط اس کی مجموعی حیثیت سے ہے.....

ان معجزات کی جزئیات میں یہ شرط نہیں ہے..... پھر یا تو معجزات کا ظہور آپ ﷺ کی بعثت سے پہلے ہوا ہوگا جیسا کہ اصحاب فیل کا قصہ..... آپ ﷺ کی ولادت کے وقت ایسے نور کا نکلنا جس میں شام کے محلات نظر آئے..... حتیٰ کہ نور سے بصریٰ میں اونٹوں کی گردنیں نظر آئیں..... آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ کے قلب مبارک کو پرندے کا چھونا..... تا کہ آپ ﷺ کی ولادت کی وجہ سے انہیں درد نہ ہو...

آفاق میں آپ ﷺ کو سیر کرانا..... ایران کے آتشکدے کی آگ بجھ جانا..... ایوان کسریٰ کے کنگروں کا گر جانا..... بحیرہ سادہ کا پانی خشک ہو جانا..... موبذان کا خواب دیکھنا..... غیب کی آواز کا آپ ﷺ کی تعریف بیان کرنا..... تمام بتوں کا منہ کے بل گر پڑنا..... حالانکہ انہیں کوئی دھکا دینے کیلئے موجود نہ تھا..... اسی طرح آپ ﷺ کی ولادت کے ایام کے معجزات..... رضاعت اور اس کے بعد کے معجزات حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پر نبوت کا تاج سجایا.....

اسی طرح سفر میں آپ ﷺ پر بادلوں کا سایہ فگن ہونا اور آپ کا شق صدر ہونا..... یا پھر وہ معجزات جو آپ ﷺ کے وصال کے بعد ظہور پذیر ہوں گے اللہ رب العزت نے جو آپ ﷺ کی امت کے اولیاء کاملین کو کرامات عطا فرمائیں ہیں وہ درحقیقت آپ ﷺ کے معجزات ہی ہیں کیونکہ ان کرامات کا سبب آپ ﷺ کی ذات ہی ہے اور وہ معجزات جن کا تعلق آپ ﷺ کی بعثت سے لیکر آپ کے وصال تک ہے ان کی تعداد بیشمار ہے..."

چند مشہور معجزات

- چاند کا دو ٹکڑے ہو جانا.....
- گوہ جانور کا آپ ﷺ کی نبوت کی شہادت دینا.....
- حضرت علی رضی اللہ عنہ کا شفایاب ہو جانا.....
- تیس مدعیان نبوت کی خبر دینا.....
- مسیلمہ..... عنسی اور مختار کی خبر دینا.....
- آپ ﷺ کا پشت کے پیچھے سے ایسے دیکھنا جیسے سامنے دیکھتے ہیں.....
- صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہر قسم کے سوالات کے جوابات عطا کرنا.....
- آپ ﷺ کی برکت و توجہ سے موسلا دھار بارش کا برسنا.....
- ایک ماہ کی مسافت پر آپ ﷺ کا رعب چھایا رہنا.....
- کھانے میں برکت کا ہو جانا.....
- غزوۂ تبوک میں بے پناہ برکت.....
- قریش کے امتحان پر بیت المقدس کا سامنے آجانا.....
- سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہاتھوں کی شفایابی.....
- جانوروں کا آپ ﷺ کو سجدہ کرنا.....
- حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا آپ ﷺ کے کندھوں پر کھڑے ہو کر عجائب کا دیکھنا.....
- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی والدہ کا آپ ﷺ کی دعا سے اسلام قبول کرنا.....
- کھجور کے ایک خوشہ نے آپ ﷺ کی نبوت کی شہادت دی.....
- عبداللہ بن سلام کے سوالوں کا جواب دینا.....

- عدی بن حاتم کے اسلام کی غیبی خبر دی.....
- آپ ﷺ کے رعب سے دشمن کے ہاتھ سے تلوار گر گئی.....
- جنگ بدر میں مقتولین کے نام بتائے اور گرنے کی جگہوں کا تعین فرمایا.....
- بعثت سے پہلے پتھروں کا آپ ﷺ کو سلام کرنا.....
- بکری کی دستی نے خبر دی کہ اس میں زہر ہے.....
- معراج شریف کا ہونا.....
- اصحاب کہف کا واقعہ بیان فرمانا.....
- بحیرہ راہب کا قصہ.....
- امیہ بن خلف کے قتل کی خبر دینا.....
- آپ ﷺ کے جسد اطہر میں وفات کے بعد تغیر نہ ہونا.....
- سعید بن مسیب کا آپ ﷺ کی قبر مبارک سے اذان سننا.....
- زمین کا آپ ﷺ کے فضلہ کو نگل جانا.....
- آپ ﷺ کے پسینہ کا معطر ہونا.....
- بچپن میں آپ ﷺ کے سینہ مبارک کا چاک ہونا.....
- آپ ﷺ کے سامنے کنکروں کا کلمہ شریف پڑھنا.....
- دودھ کے ایک پیالے سے ستر آدمیوں کا سیر ہونا.....
- ام معبد کی لاغر بکری کا دودھ دینا.....
- سراقہ بن مالک کا زمین میں دھنس جانا.....
- آپ ﷺ کی صورت میں شیطان کا متمثل نہ ہوسکنا.....
- سیدہ حفظہ کے ہاتھوں کی شفایابی.....
- آپ ﷺ کی بددعا سے ایک آدمی کا ہاتھ شل ہوجاتا.....

- منیٰ شریف کے خطبہ کا تمام خیموں میں سنا جانا.....
- موسیٰ وخضر علیہما السلام کا پورا واقعہ بیان فرما دینا.....
- سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی تین باتوں کا بتانا.....
- زید بن خارجہ کی وفات کے بعد آپ ﷺ کی گواہی دینا.....
- گائے کا عبرت آموز کلام کرنا.....
- ۱۲ منافقوں کی اطلاع دینا.....
- ایک بڑے منافق کی موت کی خبر دینا.....
- نزول وحی کے وقت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا نظر اٹھا کر آپ ﷺ کو نہ دیکھ سکنا.....
- غار ثور میں دشمنوں کا آپ ﷺ کو نہ دیکھ سکنا اور مکڑی کا جالا بننا.....
- درختوں کا زمین کو چیرتے ہوئے آپ ﷺ کے پاس آجانا.....
- کفار مکہ کے شدید پہرہ سے ہجرت کی رات بچ نکلنا.....
- کھاری کنوئیں کا میٹھے ہو جانا.....
- حدیبیہ کے کنوئیں کا لعاب ڈالنے سے ابل جانا.....
- ڈوبے ہوئے سورج کو واپس لانا تا کہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نماز عصر ادا کر سکیں.....
- آپ ﷺ کی برکت سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شخصیت میں انقلاب آنا.....

یہ وہ مشہور واقعات ومعجزات ہیں جن کا ذکر کتاب احادیث میں ملتا ہے..... بے شمار ایسے معجزات آپ کے علم میں آئیں گے جن کا ذکر میں یہاں نہیں کر سکا.....

باب نمبر 7

حضور ﷺ کے پُرنور واقعات

آپ ﷺ کی نبوت کے سورج کی مدت

عربی شاعر پیدائش رسول کا تذکرہ کرتے ہوئے کہتا ہے۔

افلت شموس الا ولین وشمسنا

ابدا علی افق العلی لا تغرب

سب سورج غروب ہو گئے..... لیکن آفتاب نبوت..... جو محمد کی نبوت کا سورج ہے..... یہ قیامت تک کیلئے چمکے گا..... یہ غروب ہونے کیلئے نہیں آیا..... حضور پاک ﷺ آئے اور آپ کا آنا عجیب انداز میں تھا..... جس دن آپ ماں کے پیٹ میں منتقل ہوئے..... اس دن صبح.....

تمام بادشاہوں کے تخت الٹے پڑے تھے.....

اور تمام بت زمین پر گرے پڑے تھے.....

اور تمام جادوگروں اور ساحروں سے ان کے جادو اور سحر کو چھین لیا گیا.....

اور تمام زمانے کے کافر بادشاہ اس دن کیلئے گونگے ہو گئے.....

ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کی روایت ہے کہ سب گونگے ہو گئے..... ایک دن کیلئے کوئی نہیں بول سکا..... اس دن سب کے تخت الٹ پڑے اور بت نیچے گرے پڑے اور

جادوگروں کے شیطان جوان کو آ کر سحر سکھاتے تھے..... وہ بھی ان سے بھاگ گئے ایک کیلئے وہ بھی پتہ نہیں کہیں سے کہیں چلے گئے.....

حضور ﷺ کی عالمی نبوت

اور جب آپ ﷺ دنیا میں تشریف لائے اور دنیا میں وجود میں آئے تو کمرے سے نور اٹھا اور آسمان تک اٹھتا چلا گیا اور کسریٰ کے محل کے چودہ کنگرے تڑاخ سے ٹوٹ کر گرے اور ایک ہزار سال سے کسریٰ کے بت خانوں میں جو آگ جل رہی تھی وہ ایک دم بجھ گئی..... بجھانے والا مکے میں پیدا ہوا ہے..... آگ ایران کی بجھ رہی ہے..... کہ یہ نبی صرف عرب کا نبی نہیں..... یہ نبی وہ ہے.....

"..... قل یا ایھا الناس..... انی رسول اللہ الیکم جمیعا....."

اے دنیا کے انسانو! اب میں عرب کا رسول نہیں... میں ساری کائنات کا...

عرب کا..... عجم کا.....

انسانوں کا..... جنات کا.....

جمادات کا..... حیوانات کا.....

ساری کائنات کا رسول ہوں.....

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ..... میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جا رہا تھا.....

...ما استقبله شجر ولا حجر ولا مدر...

الا قال: الصلوٰة والسلام علیک یا رسول اللہ...

آپ ﷺ جس درخت کے قریب سے گزرے.....

جس پتھر کے قریب سے گزرے.....

جس مٹی کے ڈھیلے کے قریب سے گزرے.....

درخت نے پکارا.....

پتھر نے پکارا.....

ڈھیلے نے پکارا.....

... الصلوٰة والسلام علیک یا رسول اللہ...

کہ آپ کی نبوت اتنی کامل اور اتنی جامع تھی کہ ایسی نبوت کسی کو نہیں ملی.....

حضرت نوح علیہ السلام اور عظمت مصطفیٰ ﷺ

حضرت نوح علیہ السلام کشتی بنانے میں مصروف تھے تو حکم ہوا:.....اس کشتی کے ایک لاکھ چوبیس ہزار تختے بنائیں جائیں اور ان پر تمام انبیاء علیہم السلام کے نام تحریر کئے جائیں.....جب تختے بن گئے اور حضرت جبرائیل علیہ السلام کی مدد سے تمام انبیاء علیہم السلام کے اسماء بھی لکھ دیئے گئے لیکن دوسرے دن جب کام شروع کرنے لگے تو کیا دیکھا کہ وہ سارے اسماء شریف محو ہو چکے ہیں.....دوسرے دن پھر لکھے تو تیسرے دن دیکھا تو وہ پھر ایسا ہی ہوا کہ سارے اسماء محو ہیں.....

تب حضرت نوح علیہ السلام بڑے متفکر ہوئے..... تیسرے روز ندا آئی:.....اے پیارے! ان انبیاء علیہم السلام کے نام لکھنے سے قبل ہمارا نام لکھو اور جب تمام انبیاء کے نام مکمل ہو جائیں تو آخر میں میرے محبوب کا نام لکھو.....یعنی ایک کونے پر میرے نام لکھو اور دوسرے کونے پر میرے محبوب علیہ السلام کا تاکہ شیطان کے حملوں سے بچ سکے.....جب حضرت نوح علیہ السلام نے ایسا ہی کیا تو غیب سے آواز آئی:...

"یا نوح! الان قد تمت سفینک"

اے نوح! اب آپ کی کشتی مکمل ہو گئی ہے.....

کشتی کے تمام تختے جوڑ دیئے گئے تو آخر میں چار تختوں کی جگہ باقی رہ گئی.....تو حضرت جبرائیلؑ جو کشتی بنانے اور اس کا ڈیزائن تیار کرنے میں پیش پیش تھے.....سے مشورہ کیا گیا کہ ان چار تختوں پر کن کے اسماء لکھے جائیں؟....تو حضرت جبرائیلؑ نے مشورہ دیا کہ امام الانبیاء علیہ السلام کے چار دوست ہوں گے ان تختوں پر ان کا نام لکھ دیا جائے.....چنانچہ ایسا ہی کیا اور کشتی کو مکمل کر دیا.....

حضرت نوح علیہ السلام کی یہ عظیم الشان کشتی انبیاء کرام علیہم السلام اور اصحاب چار یار رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اسماء سے مکمل ہو گئی تو ان پاکیزہ ناموں کی برکت سے اس تاریخی طوفان میں تباہ ہونے سے بچ گئی.....

اسی طرح اگر انسان اللہ تعالیٰ کی محبت.....انبیاء کرام علیہم السلام کی تصدیق اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع اور چار صحابہ علیہم الرضوان کی الفت سے اپنے آپ کو آراستہ کرے گا تو وہ برزخ کے طوفان سے بچ جائے گا ورنہ وہ اس طوفان میں تباہ و برباد ہو جائے گا.....

(معارج النبوۃ: ۲/ ۳۱)

تاریکی میں روشن چراغ

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:.....

متیٰ یبدو فی الیل البھیم جبینہ

بلج مثل مصباح الدجی المتوقد

جب اندھیری رات میں آپ کی پیشانی ظاہر ہوتی تو تاریکی کے روشن چراغ کی مانند چمکتی..... (زرقانی علی المواہب ۴؍۹۱)

جس کے ماتھے شفاعت کا سہرا رہا

اس جبین سعادت پہ لاکھوں سلام

تلوار کی چمک سے زیادہ چمک دار چہرہ

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا:.....کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ تلوار کی طرح چمکیلا تھا؟ تو فرمایا:.....

"لا بل کان مثل الشمس والقمر..."

"نہیں نہیں بلکہ حضور کا چہرہ تو آفتاب و ماہتاب جیسا تھا..."

(مسلم و بخاری و مشکوٰۃ ص ۵۱۵)

عرش کے پردوں پر نام محمد ﷺ

محدث دار قطنی نے ''الافراد'' میں اور خطیب و ابن عساکر نے بروایت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی..... آپ ﷺ نے فرمایا:

''شب معراج مجھے سیر کراتے ہوئے عرش پر لے گئے تو وہاں کے

سبز پردوں پر سفید نورانی حروف سے میں نے ''لا الـه الا الله

مـحـمـد رسول الله ابـوبكرن الصديق عمر الفاروق

عثمان ذو النورين'' لکھا دیکھا.....'' (حوالہ خصائل کبریٰ)

موتی کی مانند پسینہ کے قطرے

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:...

''كـان رسول الله صلى الله عليه وسلم ازهر اللون

كان عرقه اللؤ لوء ...''

''حضور ﷺ کا رنگ سفید روشن تھا..... پسینے کی بوند حضور ﷺ کے چہرۂ اقدس پر ایسی نظر آتی جیسے موتی..'' (بخاری و مسلم و مشکوۃ ص ۵۱۶)

حضرت ربیع بنت معوذ صحابیہ ہیں.....ان سے حضرت عمار بن یاسر کے پوتے نے کہا کہ:... حضور ﷺ کا کچھ حلیہ بیان کیجئے؟ تو انہوں نے فرمایا:.....

''لو رايته الشمس طالعة...''

اگر تو حضور کو دیکھ لیتا تو سمجھتا کہ سورج ہے چمکتا ہوا...

(مشکوٰۃ ص ۵۱۷ داری)

جس چہرہ انور کی خدائے ذوالجلال قرآن مجید میں یوں شان بیان فرمائے:

"قد نریٰ تقلب وجھک فی السماء"

اے محبوب! جب آپ کا چہرہ آسمان کی طرف اٹھتا ہے ہم اس کو دیکھتے ہیں....."

بھلا اس روئے تاباں..... چہرۂ انور کی شان کون بیان کرسکتا ہے.....اس چہرہ مبارک کی عظمت وشان صحابہ کرام سے پوچھئے.....

چاند سے زیادہ خوبصورت

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:.....چاندنی رات تھی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم حُلّہ حمراء اوڑھے ہوئے لیٹے تھے.....میں کبھی چاند کو دیکھتا اور کبھی حضور کے چہرۂ انور کو:.....

"فاذا ھو احسن عندی من القمر..."

بالآخر میرا فیصلہ یہی تھا کہ حضور چاند سے زیادہ خوبصورت ہیں...

(ترمذی وداری ومشکوٰۃ ص ۵۱۸)

حضور ﷺ سے ہاتھ ملانے پر خوشبوؤں کی برسات

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ.... جب میں حضور ﷺ سے مصافحہ کرتا تو میں...

" فاتعرفه بعد فی یدی وانه لاطیب رآئحة من المسک...."

"اس کا اثر بعد میں اپنے ہاتھوں میں پاتا کہ وہ کستوری سے زیادہ خوشبودار ہوتے...." (طبرانی وبیہقی وزرقانی علی المواہب ۴/۱۸۳)

حضور ﷺ کی مثالی خوشبو

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ام سلیم رضی اللہ عنہا کے ہاں تشریف لایا کرتے تھے..... وہ آپ کے لئے چمڑے کی چٹائی بچھا دیتی تھیں..... آپ اس پر آرام فرمایا کرتے..... پھر وہ چٹائی سے آپ کا پسینہ اتار کر عطر دان میں ڈال لیا کرتیں... پھر اس سے بہتر خوشبو کسی عطر میں نہیں ہوتی تھی..... (حوالہ مدارج النبوۃ وحجۃ اللہ)

آپ ﷺ کی آمد سے پہلے ہوا

آپ کی خوشبو ہم تک پہنچا دیتی

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب (اپنے گھر سے) ہماری طرف تشریف لاتے تو ہمیں آپ کی آمد کا علم ہو جاتا تھا..... آپ کے وجود والی خوشبو دار ہوا ہمارے دل و دماغ اور فضا کو معطر کر رہی ہوتی.....

(حوالہ ایضاً)

حضور ﷺ کی انمول باتیں

حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں..... کہ میں نے اپنے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے طریقہ کار کے بارے میں دریافت کیا..... حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:.....

"المعرفة راس مالی"..... اللہ تعالیٰ کی معرفت میری پونجی ہے.....

"والعقل اصل دینی"..... عقل و دانش میرے دین کی اساس ہے.....

"والحب اساسی"........ اور اللہ تعالیٰ کی محبت میری بنیاد ہے.....

"والشوق مرکبی"...... قرب الٰہی کے حصول کا شوق میری سواری ہے.....

"وذکر الله انیسی"...... اللہ تعالیٰ کا ذکر میری دلجوئی کرنے والا ہے.....

"والثقة کنزی"......... اللہ تعالیٰ پر بھروسہ میرا خزانہ ہے.....

"والحزن رفیقی"........ حزن واندوہ میرا رفیق راہ ہے.....

"والعلم سلاحی"........ اور علم میرا ہتھیار ہے.....

"والصبر ردآئی"........ اور صبر میری چادر ہے.....

"والرضآء غنیمتی"..... اور اللہ تعالیٰ کی رضا میرے لئے غنیمت ہے.....

"والعجز فخری"........ اور بارگاہ الٰہی میں میرا عجز و نیاز میرا فخر ہے.....

"والزهد حرفتی"........ مال و دولت سے اجتناب میرا پیشہ ہے.....

"والیقین قوتی"......... اور یقین میری قوت کا سرچشمہ ہے.....

"والصدق شفیعی"..... اور سچائی میری شفاعت کرنے والی ہے.....

"والطاعة حسبی"...... اللہ تعالیٰ کی اطاعت میرا سرمایہ افتخار ہے.....

"والجهاد خلقی"....... اور اللہ کی راہ میں جہاد میرا خلق ہے.....

"وقرة عینی فی الصلوٰة".. میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز ہے.....

"ثمرة فؤادی فی ذکره".. اور میرے دل کا ثمر اللہ کا ذکر ہے.....

"وغمی لاجل امتی"..... میرا اندوہ محض اپنی امت کے لئے ہے.....

"وشوقی الیٰ ربی"...... میرا راہوار شوق قرب الٰہی کی طرف گامزن ہے.....

(حوالہ الشفاء ج ۱ ص ۱۸۷)

ایک دن میں ۶ صحابی نے ۶ زبانیں سیکھ لی

امام سیوطی اور امام قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہما روایت نقل فرماتے ہیں:.....

”ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لما وجہ رسلہ الی الملوک فخرج ستة نفر منهم فی یوم واحد فاصبح کل رجل منهم یتکلم بلسان القوم الذین بعثه الیهم.....“

”کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے چھ صحابی ایک ہی دن مختلف ملکوں کے بادشاہوں کی طرف روانہ فرمائے تو ان میں سے ہر ایک (بغیر سیکھے پڑھے) اسی ملک کی زبان میں گفتگو کرنے لگا..... جس ملک کی طرف اس کو روانہ فرمایا تھا...“ (شفاء شریف ۱/۲۰۸ و خصائص کبریٰ ۲/۲)

جب غلاموں کو تصرف سے مختلف زبانوں کا عالم بنا دیا تو کیا خود مختلف زبانوں کے عالم نہیں ہو سکتے؟ ضرور ہو سکتے ہیں.....

آپ ﷺ کی عظمت بزبان خالق کائنات

میرے بھائیو! سورۃ الانفال میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کی شان کو یوں بیان کرتے ہوئے فرمایا:

”یا ایها الذین آمنوا استجیبوا لله وللرسول اذا دعاکم

لما یحییکم واعلموا ان اللہ یحول بین المرء و قلبہ

وانہ الیہ تحشرون....." (انفال)

"اے ایمان والو! تم اللہ اور رسول کی پکار پر حاضر ہو جاؤ.....جب وہ تمہیں ایسی چیز کے لئے پکاریں جو تمہیں زندگی بخشتی ہے اور تم لوگ یقین کرلو کہ اللہ کا ارادہ آدمی اور اس کی دلی ارادوں کے درمیان حائل ہو جاتا ہے اور یہ کہ تم سب لوگ اسی کے دربار میں جمع کئے جاؤ گے....."

برادران ملت! خداوند قدوس نے اس آیت مبارکہ میں مومنوں کو یہ حکم فرمایا کہ مومن کہیں بھی ہو اور کسی حال میں بھی ہو.....مگر جب اللہ ورسول کی پکار اس کے کان میں پڑ جائے تو اس پر فرض ہو جاتا ہے کہ سب کچھ چھوڑ کر اللہ ورسول کی پکار پر لبیک کہہ کر دوڑ پڑے.....اور ایک لمحہ کے لئے بھی دیر نہ کرے.....اگر اللہ ورسول کی پکار پر حاضری میں ایک لمحہ بھی تاخیر کرے گا.....تو وہ یقیناً اللہ ورسول کی بارگاہ عظمت کا مجرم قرار پائے گا.....

چنانچہ بخاری شریف میں حضرت ابوسعید بن معلیٰ کا بیان ہے کہ میں مسجد میں نماز پڑھ رہا تھا کہ عین حالت نماز میں حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے پکارا..... مگر میں نے نماز کی مشغولیت کی وجہ سے جواب نہیں دیا اور نماز پوری کر کے بارگاہ نبوت میں حاضر ہوا.....اور اپنی حاضری کی تاخیر کا یہ عذر کیا کہ یارسول اللہ! میں نماز میں تھا.....تو حضور ﷺ نے فرمایا: کیا اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو یہ حکم نہیں فرمایا کہ:

"استجیبوا للہ وللرسول اذا دعاکم"

یعنی اللہ اور رسول جب اور جس حال میں بھی تمہیں پکاریں تو تم ان کی پکار پر فوراً

حاضر ہو جاؤ..... (مشکوٰۃ شریف ۱۸۴)

اسی طرح ترمذی شریف کی روایت ہے کہ حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ نماز پڑھ رہے تھے اور حالت نماز میں ہی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پکار ان کے کان میں آئی..... یہ سوچ میں پڑ گئے کہ نماز کی حالت میں کس طرح حضور علیہ السلام کا جواب دوں؟..... بالآخر جب نماز پوری کر کے حاضر بارگاہ عالی ہوئے اور عذر کیا کہ یارسول اللہ میں نماز پڑھ رہا تھا.....تو فرمایا: کہ کیا تم نہیں جانتے؟ کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:

"استجیبوا للہ و للرسول اذا دعاکم ..." (ترمذی ج۲ص۱۱۱)

حضرات ان دونوں روایات سے پتہ چلا کہ اللہ و رسول کی پکار پر فوراً ہی حاضر ہو جانا فرض ہے.....اتنی مہلت بھی نہیں کہ نمازی نماز پوری کر کے آئے..... بلکہ عین حالت نماز میں بھی دوڑ کر حاضر ہو جانا ضروری ہے.....کیونکہ ابوسعید بن معلیٰ اور اُبی بن کعب رضی اللہ عنہما نماز کے بعد فوراً ہی حاضر ہو گئے تھے مگر پھر بھی معتوب ہوئے.....

حضور ﷺ کا جواب دینے سے نماز نہیں ٹوٹتی

برادران ملت! اسی لئے فقہائے کرام کا فتویٰ ہے کہ نماز میں اگر کسی شخص کی بھی پکار کا جواب دیا جائے تو نماز باطل ہو جائے گی.....لیکن اگر کسی خوش نصیب کو عین حالت نماز میں رحمت عالم ﷺ پکاریں تو اس پر فرض لازم ہے کہ فوراً نماز چھوڑ کر حضور علیہ السلام کی پکار کا جواب دے.....اور بارگاہ نبوت میں حاضر ہو جائے..... حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے سلام و کلام کرے.....ان کے حکم کی تعمیل کرے..... چلے

پھرے.....خدمت انجام دے.....لیکن بارگاہ نبوت سے واپس لوٹ کر پھر وہیں سے نماز پڑھے جہاں سے چھوڑ کر گیا تھا.....کیونکہ نبی کریم ﷺ کی پکار کا جواب دینے اور ان کی بارگاہ عظمت میں حاضر ہونے سے نماز باطل نہیں ہوتی.....

چنانچہ مرقاۃ میں ہے کہ:

"دل الحديث علىٰ ان اجابة الرسول صلى الله عليه وسلم لا تبطل الصلوٰة كما ان خطابه يقولك السلام عليك ايها النبى لايبطلها"

یعنی اس حدیث سے ثابت ہوا کہ حضور اکرم ﷺ کی پکار کا جواب دینے سے نماز باطل نہیں ہوتی.....جس طرح کہ آپ کو مخاطب کر کے السلام علیک ایھا النبی کہنے سے نماز باطل نہیں ہوتی.....

(حاشیہ مشکوٰۃ شریف ص۱۸۴)

یہی مضمون بخاری شریف کے حواشی ص۱۶۱.....۶۴۲.....۶۶۹ پر بھی ہے.....اور خازن وغیرہ تفسیر کی کتابیں بھی اس نورانی مضمون سے منور ہیں.....

ایک بزرگ فرماتے ہیں جب میں نے بارگاہ رسول ﷺ میں مدح وثنا کا ہدیہ پیش کرنے کے لئے ہمت کی تو اتنا کہہ کر خاموش ہو گئے کہ ۔

ہزار بار بشویم دہن زمشک و گلاب
ہنوز نام تو گفتن کمال بے ادبی است

یعنی میں اگر ہزاروں مرتبہ مشک وگلاب سے کلیاں کر کے اپنا منہ صاف کرلوں پھر بھی میرا یہ منہ اس قابل نہیں ہوسکتا کہ تعریف تو کجا میں ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نامی بھی اپنی زبان پر لاسکوں.....اسی طرح ایک دوسرے عاشق رسول نے کتنے

والہانہ انداز میں عرض کیا ہے کہ ۔

ما ان مدحت محمدا بمقالتی

لٰکن مدحت مقالتی بمحمد

یعنی میں نے بہت کچھ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح سرائی اور تعریف و توصیف میں لکھا اور کہا..... لیکن میرا یہ اعتقاد و یقین ہے کہ میں نے اپنے کلمات سے حضور علیہ السلام کی ذرہ برابر بھی نہ مدح کی ہے نہ کر سکتا ہوں.....

برادران اسلام! پروردگار عالم نے اپنے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نام ہی محمد رکھا..... محمد کے کیا معنی ہیں؟ سنئے! محمد "حمد یحمد تحمیدا" باب تفصیل کا اسم مفعول ہے..... اس کے معنی ہیں بہت زیادہ تعریف کیا ہوا.....

مفسرین کرام نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نامی "محمد" اس لئے رکھا..... "لما حمده الاولون والاخرون" ..... یعنی تمام اگلوں اور پچھلوں نے آپ کی مدح وثنا کی اور ازل سے ابد تک ہمیشہ..... ہر دم آپ کی تعریف وتوصیف ہوتی رہے گی.....

چنانچہ آپ سن چکے کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار یا دو لاکھ چوبیس ہزار تقریباً انبیاء و مرسلین دنیا میں تشریف لائے..... اور یہ سب کے سب نبی آخر الزمان..... خاتم پیغمبران..... محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف وتوصیف اور مدح وثنا کا خطبہ پڑھتے ہوئے تشریف لائے..... اور ان تمام انبیاء کی امتوں نے بھی خدا کے آخری پیغمبر..... شفیع محشر صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر جمیل اور ان کی ثنا وصفت میں رطب اللسان رہ کر خدا کی خدائی میں پیارے محمد کی مصطفائی کا ڈنکا بجایا..... اور دونوں جہان میں حامد ومحمود ہونے کی سعادت حاصل کی.....

اللہ! اللہ! آپ کا رتبہ صلی اللہ علیہ وسلم
پڑھتی ہے دنیا رتبے کا خطبہ صلی اللہ علیہ وسلم

ایک عجیب سوال جس نے نبوت کا سر جھکا دیا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے..... انہوں نے کہا کہ ہم ایک غزوہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے..... راستے میں کسی قوم کے پاس سے گزر ہوا..... آپ ﷺ نے پوچھا کہ:..... تم کون لوگ ہو؟ انہوں نے جواب دیا کہ:..... ہم مسلمان ہیں..... وہاں ایک عورت کو دیکھا کہ وہ آگ پر ہنڈیا پکا رہی ہے اور اس کے ساتھ اس کا ایک بچہ بھی ہے.....

جب آگ بھڑک اٹھی تو وہ عورت وہاں سے اٹھ کر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور آ کر عرض کیا:..... کیا آپ اللہ کے رسول ہیں؟

آپ ﷺ نے فرمایا:..... ہاں! میں اللہ کا رسول ہوں.....

اس عورت نے عرض کیا:..... آپ پر میرے ماں باپ قربان..... آپ ارشاد فرمائیں کہ کیا اللہ تعالیٰ ارحم الراحمین نہیں ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا:..... کیوں نہیں.....

پھر اس عورت نے عرض کیا:..... کیا اللہ اپنے بندوں پر اس سے زیادہ رحم کرنے والا نہیں ہے جتنا ماں اپنے بچے پر رحم کرتی ہے.....

آپ ﷺ نے فرمایا:..... کیوں نہیں.....

پھر اس عورت نے عرض کیا:..... یا رسول اللہ ﷺ! ماں تو اپنے بچے کو آگ میں نہیں ڈالتی.....

آپ ﷺ نے اس عورت کی یہ بات سن کر اپنا سر مبارک جھکا لیا اور رونا شروع کر دیا..... کچھ دیر بعد آپ ﷺ نے اپنا سر مبارک اٹھایا اور اس عورت کو مخاطب ہو کر

ارشادفرمایا:..... بے شک اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو آگ کا عذاب نہیں دے گا..... مگر وہ شخص جو کہ سرکش و متکبر ہو..... اور وہ کلمہ لا الہ الا اللہ کا منکر ہو یعنی جو شخص کلمہ شریف کا انکار کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو آگ میں ڈال دے گا.....

مومن بندہ کو عذاب نہ دینے کا مطلب یہ ہے کہ کفار کی طرح ہمیشہ عذاب میں نہیں رہے گا..... دوسرا یہ کہ جہنم کا عذاب حقیقتاً تو کفار کو ہوگا..... اور گنہگار مومن بندہ اگرچہ جہنم میں ڈالا جائے گا مگر وہ دراصل اس کو جنت میں داخل کرنے کے لئے گناہوں کی گندگی سے اس کی صفائی کے طور پر ہوگا.....

اور حضور علیہ السلام کا ارشاد گرامی کہ (مگر جو کلمہ لا الہ الا اللہ کا منکر ہو) تو دراصل اس صورت میں وہ بمنزلہ اس بچے کا ہوگا..... جو اپنی حقیقی ماں کے ماں ہونے کا ہی انکار کر دے اور کہے کہ تو میری ماں ہی نہیں..... میری ماں تو اور ہے..... اور اپنی حقیقی ماں کی گستاخی میں کوئی کسر نہ چھوڑے..... بلکہ یہاں تک کہ وہ اپنی ماں کو کتے اور خنزیر کا درجہ دے..... تو پھر اس میں کیا شک ہے کہ ماں کا بھی اس سے صرف رشتہ محبت ٹوٹ جائے گا..... بلکہ اگر ماں کو قدرت حاصل ہوئی تو اس درجہ کے گستاخ و بے شرم و بے حیا بیٹے کو سزا دینے سے کبھی باز نہ رہے گی.....

خلاصہ کلام یہ ہے کہ کافر اور گنہگار مومن دونوں اپنے کفر وعصیان کی وجہ سے دائرہ عبودیت سے خارج ہو جاتے ہیں..... گو دونوں کو اللہ کے بندے ہی کہا جاتا ہے..... (کیونکہ درحقیقت اللہ تعالیٰ ہی ان کا معبود حقیقی ہے) لہٰذا دونوں کو اپنے اپنے گناہ کے بقدر سزا ملے گی..... کافر کو تو ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہنا پڑے گا..... کیونکہ اس نے تو سرے سے کلمہ لا الہ الا اللہ ہی کا انکار کر دیا..... اور گنہگار مومن کو اللہ چاہے تو معاف فرما دے..... ورنہ اس کو بدعملی کی سزا بطور تطہیر ہوگی..... تاکہ وہ گناہوں سے پاک وصاف ہو کر ایمان کی بدولت جنت میں جانے کے لائق ہو جائے.....

(کذا فی المرقات واللمعات)

"وما کان اللہ لیظلمھم ولکن کانوا انفسھم یظلمون"

"اور اللہ تعالیٰ کسی پر ظلم نہیں کرتے..... لیکن وہ خود ہی اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں...."

جنات سے تحفظ کا نبوی عمل

ابن سعد اور امام بیہقی نے ابو عالیہ الریاحی سے روایت کیا ہے کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:..... یا رسول اللہ ﷺ! ایک جن مجھ سے دھوکا کرتا ہے..... آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ دعا مانگو:......

"اعوذ بکلمات اللہ التامات التی لا یجاور زھن بر ولا فاجر من شرما ذرا فی الارض ومن شرما یخرج منھا ومن شرما یعرج فی السمآء وما ینزل فیھا ومن کل طارقۃ الا طارقا یطرق بخیر یا رحمن..."

"میں اللہ تعالیٰ کی پناہ ان مکمل کلمات کے ذریعے حاصل کرتا ہوں جن کو کوئی صالح یا بدکار تجاوز نہیں کر سکتا..... میں اس شر سے پناہ مانگتا ہوں جو زمین میں پھیلتا ہے..... میں اس شر سے پناہ مانگتا ہوں جو زمین سے نکلتا ہے..... میں اس شر سے پناہ مانگتا ہوں جو آسمان کی طرف بلند ہوتا ہے اور جو زمین میں نیچے اترتا ہے اور ہر رات کے وقت آنے والے سے میں پناہ مانگتا ہوں سوائے اس

کے جورات کو بھلائی کے ساتھ آئے..... اے رحمٰن!"

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے یہ کلمات پڑھے اللہ تعالیٰ نے مجھے اس مصیبت سے نجات عطا فرمائی..... (از حجۃ اللہ علی العالمین)

حضور ﷺ کے دست مبارک کی برکت سے چہرہ پُرنور ہو گیا

حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر مشرف بہ اسلام ہوئے:.....

"فمسح النبی صلی اللہ علیہ وسلم وجهه فما زال وجهه جدیدا حتیٰ مات ..."

تو حضور اکرم ﷺ نے ان کے چہرے پر دست مبارک پھیرا اس کا اثر یہ ہوا کہ مرتے دم تک ان کا چہرہ تروتازہ رہا..." (خصائص کبریٰ ۲/۸۴)

یعنی بڑھاپے سے جو تغیرات واقع ہوتے ہیں وہ نہ ہونے پائے..... گویا دست مبارک کے فیض و اثر سے ہر وقت ان کے چہرے سے تازگی اور جوانی نمایاں تھی..... دستِ مبارک کا یہ اثر کہ ہمیشہ جوانی باقی رہے..... ایک روحانی اثر ہے ورنہ ہر سن کے فطرتی آثار و لوازم کسی طرح بھی رک نہیں سکتے.....

کنوئیں سے کستوری کی خوشبو مہکتی تھی

سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ڈول میں جس میں پانی تھا..... اس میں کلی مبارک ڈال دی ..... اور وہ ڈول کنوئیں میں انڈیل دیا..... بعدازاں اس کنوئیں سے کستوری جیسی خوشبو مہکتی رہی.....

(خصائص کبریٰ ۱/۶۱ و حجۃ اللہ علی العالمین ۴۳۹ وزرقانی علی المواہب ۴/۹۶)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاتے تو سارا گھر منور ہو جاتا

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ بنت الصدیق رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میں سحری کے وقت گھر میں کپڑا سی رہی تھی..... کہ اچانک سوئی گر گئی اور چراغ گل ہو گیا..... اتنے میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے:

"فتبینت الابرة بشعاع نور وجهه"

(القول البدیع ۱۴۷ و حجۃ اللہ علی العالمین ۶۸۱ ونزہۃ الناظرین ۳۱ وخصائص کبریٰ ۶۲)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر سحر کئے جانے کی خدائی خبر

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ (جب) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حالت یہ ہو گئی تھی کہ کسی کام کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال ہوتا کہ کر لیا ہے حالانکہ وہ کام کیا نہ ہوتا تھا..... کافی دنوں تک

آپ ﷺ کی یہی حالت رہی..... یہاں تک کہ ایک دن اس وقت جبکہ آپ میرے پاس تھے آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور پھر دعا کی.....

”قال اشعرب یا عائشة ان الله قد افتانی فیما استفتیته“

اور پھر آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ عائشہ! کیا تمہیں معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے وہ بات بتادی ہے جو میں نے اس سے دریافت کی تھی؟ اس کے بعد آپ ﷺ نے بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے میرے حالت کے بارے میں مجھ پر اس طرح منکشف کیا کہ.....

”جاء نی رجلان جلس احدهما عند راسی والاخر عند رجلی“

میرے پاس آدمیوں کی صورت میں دو فرشتے آئے.....ان میں سے ایک تو میرے سرہانے بیٹھا اور دوسرا پائنتی پر.....

”ثم قال احدهما لصاحبه ما وجع الرجل قال مطبوب قال ومن طبه قال لبیدبن الاعظم الیهودی“

پھر ان میں سے ایک نے دوسرے سے میری طرف اشارہ کر کے پوچھا! اس شخص کو کیا بیماری ہے؟ دوسرے نے کہا: اس پر جادو کیا گیا ہے..... پھر پہلے نے پوچھا: جادو کس نے کیا ہے؟ دوسرے

نے جواب دیا لبید بن اعصم یہودی نے.....

"قال فیماذا قال فی مسط ومشاطة وجف طلعة"

پہلے نے پوچھا کس چیز میں جادو کیا گیا ہے.....پھر پہلے نے جواب دیا کنگھی میں .....ان کے بالوں میں جو کنگھی سے بال جھڑتے ہیں اور تر کھجور کے خوشہ کے خول میں.....

"ذکر قال فاین هو قال فی بئر ذروان"

پہلے نے پوچھا جادو کی ہوئی چیزیں کہاں رکھی ہیں؟ دوسرے نے جواب دیا مدینہ کے ایک کنوئیں ذروان میں.....

"فذهب النبی ﷺ فی اناس من اصحابه الی البدر فقال هذه البشر التی اریتها واکن ماء ها نقاعة الحناء وکان نخلها روس الشیاطین فاستخرجه....."

اس کے بعد نبی کریم ﷺ اپنے چند مخصوص صحابہ کے ساتھ اس کنوئیں پر تشریف لے گئے اور فرمایا یہی وہ کنوئیں ہے جو مجھ کو دکھایا گیا ہے.....اس کنوئیں کا پانی حنا کی طرح سرخ تھا.....اور کھجور کے وہ خوشے جو اس کنوئیں میں ڈالے گئے تھے ایسے تھے جیسے شیطانوں کے سر ہوں.....چنانچہ آنحضرت ﷺ نے ان سب چیزوں کو کنوئیں سے نکال لیا..... (بخاری ومسلم)

آپ ﷺ پر سحر کئے جانے کا یہ واقعہ ذی الحجہ سن ٦ ھ کا ہے جب کہ آپ ﷺ صلح حدیبیہ کے بعد مدینہ منورہ واپس تشریف لے آئے تھے.....اور علماء نے لکھا ہے کہ سحر کا یہ اثر آپ ﷺ پر چالیس دن تک رہا.....ایک روایت میں چھ مہینے کی مدت بھی منقول

ہے.....اور ایک قول کے مطابق تو یہ اثر پورے ایک سال تک رہا.....

تاہم ان روایتوں میں کوئی تضاد نہیں ہے.....کیونکہ غالب گمان یہ ہے کہ اس سحر کا اثر پوری شدت اور غلبہ کے ساتھ تو چالیس دن تک رہا پھر اس کی کچھ علامتیں چھ ماہ تک باقی رہیں اور باقی کچھ ہلکا سا اثر پورے سال تک رہا.....بہرحال جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا ہے اللہ تعالیٰ نے مذکورہ صورت میں آپ ﷺ پر اس سحر کی حقیقت کو منکشف فرمایا اور اس سے نجات عطا فرمائی.....

''اللہ تعالیٰ سے دعا اور پھر دعا کی'' ...کا مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ بار بار دعا کرتے رہے اور اللہ تعالیٰ سے التجا میں مسلسل مصروف رہے.....اس سے معلوم ہوا کہ کسی ناپسندیدہ اور تکلیف دہ صورت حال کے پیش آجانے اور کسی آفت و بلا کے نازل ہونے پر اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا اور گلوخلاصی کی دعا مانگنا مستحب ہے.....

کھجور کی ٹہنی بلب بن گئی

حضرت امام احمد.....ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک رات حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے عشاء کی نماز حضور ﷺ کی اقتداء میں ادا کی.....رات بڑی تاریک تھی.....بادل چھائے ہوئے تھے.....حضور ﷺ نے انہیں ایک ٹہنی عطا فرمائی اور فرمایا:

''وقال انطلق به فانه سیضیء لک من بین یدیک عشرا ومن خلفک عشرا''

گھر جاؤ یہ ٹہنی تمہارے راستہ کو روشن کردے گی.....اس کی روشنی

دس گز آگے اور دس گز پیچھے تک پھیلی ہوگی..... جب تم اپنے گھر
میں داخل ہو تو وہاں ایک سیاہ چیز نظر آئے گی..... اس کو مارنا اور گھر
سے نکال دینا..... کیونکہ وہ شیطان ہے.....

حضرت قتادہ ﷛ اس شب دیجور میں حضور ﷺ کے پاس سے نکلے..... وہ شاخ ان کے ہاتھ میں تھی..... اس سے روشنی نکل رہی تھی جوان کے آگے پیچھے روشنی پھیلا رہی تھی..... جب گھر میں داخل ہوئے تو حضور ﷺ کے ارشاد کے مطابق ایک تاریک ہیولا نظر آیا..... انہوں نے اسے مار مار کر اپنے گھر سے نکال دیا.....

(بحوالہ اسد الغابہ ۲، و حجۃ اللہ و طبقات ابن سعد و خصائل کبریٰ و شواہد النبوۃ)

یا اللہ! انہیں راستہ سے اندھا کر دے

امام بیہقی حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت کرتے ہیں کہ عکل اور عرینہ قبیلہ کے چند آدمی مدینہ طیبہ میں سید المرسلین ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسلام قبول کیا اور عرض کیا: یا رسول اللہ! ہم مویشی پالنے والے لوگ ہیں گاؤں میں رہنے والے نہیں ہیں..... مدینہ طیبہ کی آب و ہوا انہیں موافق نہیں آئی..... بیمار ہو گئے.....

صادق و امین ﷺ نے انہیں حکم دیا کہ جہاں بیت المال کی شیر خوار اونٹیاں چرتی ہیں وہاں چلے جاؤ..... ان کا دودھ پیو اور پیشاب بھی پیو..... سب کی بیماری جاتی رہے گی..... وہ استسقاء کی بیماری کا شکار ہو گئے تھے..... وہ چلے گئے اور وہاں جا کر مرتد ہو گئے..... مرشد برحق ﷺ کے چرواہے کو قتل کر دیا اور اونٹیوں کو ہانک کر ساتھ لے جانے لگے.....

تاجدار مدینہ ﷺ کو جب اطلاع ملی تو ان کے تعاقب میں صحابہ کرام کو بھیجا اور خود دعا مانگی:

''اے اللہ! ان کو راستہ سے اندھا کردے تا کہ انہیں کوئی چیز نظر نہ آئے اور ان پر راستہ تنگ کردے.....''

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کی بینائی سلب کر لی..... صحابہ کرام نے انہیں گرفتار کر کے شاہ کونین ﷺ کی بارگاہ اقدس میں حاضر کیا..... مختلف جرائم کے بدلے انہیں سزادی گئی..... ہاتھ پاؤں کاٹ دینے کا حکم دیا..... ان کی آنکھوں میں گرم سلائی پھیر دی..... انہوں نے ایمان کے بعد کفر اختیار کیا..... یہی سزا ہونی چاہیے تھی.....

(سنن ابن ماجہ ۱۲۲۲، حجۃ اللہ علی العالمین ۲/ ۹۷، ۱۹۳)

حضور ﷺ کی خدمت میں خاص فرشتے کی آمد

امام ترمذی حضرت حذیفہ سے روایت کرتے ہیں..... وہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ سرکار دو عالم ﷺ نماز عشاء پڑھ کر چلے..... میں بھی آپ کے پیچھے پیچھے ہولیا..... حضور ﷺ نے فرمایا: کون! حذیفہ؟ میں نے عرض کیا: جی ہاں..... حضور ﷺ نے فرمایا:

''ان ھذا ملک لم ینزل الارض ھذہ اللیلۃ''

''آج رات مجھ پر وہ فرشتہ اترا..... جو آج تک زمین پر کبھی نہیں اترا تھا..... اس نے اللہ سے اذن مانگا..... کہ وہ میرے پاس آکر مجھے یہ بشارت سنائے کہ فاطمہ جنتی بیبیوں اور حسن حسین جنتی جوانوں کے سردار ہیں.....''

(ترمذی مناقب حسین)

اس حدیث سے روشن ہوگیا کہ دربار نبوی ﷺ میں ان خاص فرشتوں نے بھی حاضری دی..... جو کبھی زمین پر نہ اترے اور کسی نبی ورسول کی خدمت میں نہ آئے.....

یاجوج ماجوج کی دیوار فتح ہونے کی خبر دینا

شیخین رحمہما اللہ نے ام المومنین زینب رضی اللہ عنہا سے روایت کی..... انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خواب سے بیدار ہوئے..... تو روئے تاباں سرخ تھا..... اور آپ لا الہ الا اللہ کہہ رہے تھے..... آپ ﷺ نے فرمایا: عرب پر اس شر سے افسوس ہے جو قریب آ گیا ہے..... آج یاجوج ماجوج کی دیوار میں اتنا بڑا اشگاف ہوگیا ہے اور آپ ﷺ نے حلقہ بنا کر شکل بتائی..... (حوالہ بخاری ومسلم)

حضرت فاطمہؓ کیلئے جنت سے پھل آئے

ایک روز نبی کریم ﷺ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لائے..... تو انہوں نے عرض کی بابا جان تین روز سے نہ میں نے کچھ کھایا ہے اور نہ ہی علی المرتضیٰ ؓ نے..... نبی کریم ﷺ نے دست مبارک اٹھا کر دعا فرمائی:

"اے رب محمد (ﷺ)! فاطمہ بنت محمد (ﷺ) کے لئے وہی کچھ بھیج

جو تو مریم بنت عمران کے لئے بھیجا کرتا تھا....."

اس دعا کے بعد نبی کریم ﷺ نے حضرت فاطمہؓ سے فرمایا: اندر چلی جاؤ اور حالت رکوع میں اپنے رب کی حمد وثنا کرو..... پھر دیکھو کیا نظر آتا ہے..... حضرت فاطمہؓ اندر

چلی گئیں..... کچھ دیر کے بعد حضور پرنور ﷺ..... حضرت علی ؓ..... حضرت امام حسنؓ و حسینؓ..... بھی اندر چلے گئے..... کیا دیکھتے ہیں کہ ایک طشت انواع واقسام کے کھانوں اور پھلوں سے بھرا ہوا پڑا ہے..... جس سے کستوری کی خوشبو پھیل رہی ہے.....

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ کا نام لے کر کھاؤ..... سب سات روز تک اس میں سے کھاتے رہے..... لیکن کھانے میں کوئی کمی واقع نہ ہوئی.....

(حوالہ معجزات رسول ۲۳۷ و جامع المعجزات ۱۲۳)

وہ سناتے رہے میں سنتا رہا

دوسری روایات مسند ابن حنبل میں خود حضرت عمرؓ سے ہے..... وہ کہتے ہیں کہ ایک شب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو چھیڑنے کو نکلا..... آپ ﷺ بڑھ کر مسجد حرام میں داخل ہو گئے..... اور نماز شروع کر دی..... اس وقت آپ ﷺ نے سورۃ الحاقہ تلاوت فرمائی..... میں کھڑا سنتا رہا..... اور قرآن کے نظم اور اسلوب سے حیرت میں تھا..... دل میں کہا: خدا کی قسم! یہ شاعر ہے جیسا قریش کہا کرتے ہیں..... ابھی یہ خیال آیا ہی تھا کہ آپ ﷺ نے یہ آیت پڑھی:

"انه لقول رسول کریم O وما هو بقول شاعر قليلا ما تومنون O" (سورة الحاقة)

"یہ ایک بزرگ قاصد کا کلام ہے..... اور یہ کسی شاعر کا کلام نہیں..... تم بہت کم ایمان رکھتے ہو....."

میں نے کہا یہ تو کاہن ہے..... میرے دل کی بات جان گیا کہ اس کے بعد ہی یہ

آیت پڑھی:

"ولا بقول کاھن قلیلا ما تذکرون O تنزیل من رب العالمین O" (سورۃ الحاقۃ)

"یہ کاہن کا کلام بھی نہیں..... تم بہت کم نصیحت پکڑتے ہو..... یہ تو جہانوں کے پروردگار کی طرف سے اترا ہے....."

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سورہ آخر تک پڑھی.....اور اس کو سن کر اسلام میرے دل میں پوری طرح گھر کر گیا.....

حضرت ابوعبیدہ سے مروی ہے کہ.....ایک بدوی نے کسی سے سنا کہ اس نے پڑھا:...

"فاصدع بما تومر"

تو وہ سجدہ میں گر گیا..... اور کہنے لگا کہ میں اس کلام کی فصاحت کو سجدہ کرتا ہوں.....ایک اور بدوی نے کسی دوسرے شخص سے سنا کہ اس نے:

"فلما استیا سوا منه خلصوا نجیا"

جب اس سے وہ سب مایوس ہو گئے تو انہوں نے اس سے کنارہ کیا تو اس نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ کوئی مخلوق اس کی مثل لانے پر قادر نہیں ہے.....

بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ایک دن مسجد میں لیٹے ہوئے سو رہے تھے.....تو اچانک ایک ایلچی روم کے حاکموں کی طرف سے آ کر آپ کے سرہانے کھڑا ہو گیا اور دیکھتے ہی حق کی گواہی دینے لگا.....

یہ ایلچی عربی زبان کو خوب جانتا تھا.....اس نے کہا میں نے مسلمان قیدیوں میں سے ایک قیدی سے تمہارے قرآن کی ایک آیت پڑھتے سنی ہے..... پھر میں نے اس

پر غور کیا تو میں نے دیکھا اس میں تمام وہ جو حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام پر دنیا و آخرت کے سلسلے میں اتری ہیں ان سب کو باوجود اختصار کے ایک آیت میں جمع کر دیا گیا ہے..... وہ آیت یہ ہے:

"ومن یطع اللہ و رسولہ ویخش اللہ و یتقہ فاولئک هم الفائزون"

"اور جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے اور اللہ سے ڈرے اور اس سے تقویٰ کرے تو یہی لوگ فائز المرام ہیں....."

حضور ﷺ کے والدین کا اسلام

"عن عروة ابن الزبیر عن عائشه رضی اللہ عنها ان رسول اللہ ﷺ سال ربه ان یحیی ابویه فاحیا هما له فامنا به ثم اماتهما" (زرقانی علی المواہب ۱۶۸ او حجۃ اللہ علی العالمین ۴۱۲)

حضرت عروہ بن زبیر..... ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کریم سے دعا کہ: یا اللہ! میرے والدین کو زندہ کر..... تو رب ذوالجلال نے اپنے حبیب ﷺ کی دعا کو قبول فرمالیا..... دونوں کو زندہ کیا اور وہ دونوں (والدین کریمین) اپنے لخت جگر رحمت اللعالمین ﷺ پر ایمان لائے اور پھر اپنی اپنی آرامگاہوں میں آرام فرما ہو گئے.....

علامہ اسماعیل حقی کا ارشاد گرامی ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین کا زندہ ہونا اور ایمان لانا نہ عقلاً ممتنع ہے نہ شرعاً..... کیونکہ قرآن مجید میں بنی

اسرائیل کے مقتول کا زندہ ہونا اور اپنے قاتل کی خبر دینا مذکور ہے..... عیسیٰ علیہ السلام مردوں کو زندہ فرمایا کرتے تھے..... اس طرح ہمارے نبی کریم ﷺ کے دست اقدس پر اللہ تعالیٰ نے متعدد مردے زندہ فرمائے ہیں..... پس جب یہ ثابت ہے تو نبی اکرم ﷺ کے والدین کریمین کے دوبارہ زندہ ہو کر ایمان قبول کرنے میں کون سی چیز مانع ہے.....
(روح البیان ۱/۲۱۷)

فقیر ابوسعید غفرلہ والوالدیہ ولاحبابہ عرض کرتا ہے کہ اس رحمت والے نبی ﷺ کے والدین کریمین طیبین و طاہرین کو یہ انعام ملنا چاہیے جس کا تذکرہ ۲۱ جنوری ۱۹۷۸ء کے اخبارات مثلاً نوائے وقت اور مشرق میں شائع ہوا تھا..... وہ یہ ہے کہ حکومت سعودیہ عربیہ نے مسجد نبوی شریف کی توسیع کا پروگرام بنایا اور رحمت کائنات ﷺ کے والد گرامی حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے جسد مبارک کو بمع چھ دیگر صحابہ کرام کے جنت البقیع میں منتقل کیا تو آپ کا جسم مبارک بالکل صحیح و سالم تھا..... کسی قسم کا تغیر واقع نہیں ہوا تھا.....

نیز مورخہ ۲۹ نومبر ۱۹۹۴ء کو مدینہ منورہ کے ایک ٹھیکیدار عبداللطیف سے ملاقات ہوئی..... اس نے بتایا کہ جب رحمت دو عالم ﷺ کے والد ماجد سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ کا جسم مبارک منتقل کیا گیا تو ہم نے بھی زیارت کی تھی کچھ فاصلہ سے دیکھا کہ کفن مبارک بھی بالکل بے داغ تھا اور ایسی فضا تھی کہ بیان نہیں ہو سکتی.....
(از البرہان)

پیدل چلنے میں آپ ﷺ کی تیز رفتاری

جب آپ ﷺ پیدل سفر کرتے تو کوئی شخص آپ ﷺ کے ساتھ قدم نہ ملا سکتا تھا..... حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے کسی کو تیز

رفتار نہیں دیکھا..... گویا چلتے وقت زمین آپ کے قدموں کے نیچے بچھی چلی جاتی تھی..... آپ ﷺ سے ہم قدم ہونے کے لئے ہم بڑی محنت کرتے مگر آپ ﷺ تک نہیں پہنچ سکتے تھے.....

دست نبوت کی عصمت

ابو شہیم کہتے ہیں کہ میں مدینہ کو جارہا تھا..... راستہ میں مجھے ایک حسین ترین عورت دکھائی دی..... میں اس کے ساتھ ہولیا..... جب لوگ روانہ ہوئے تو میں بھی ان کے ساتھ ہی ہولیا..... میں نے مدینہ پہنچ کر چاہا کہ حضور ﷺ سے بیعت کرلوں..... تو آپ ﷺ نے اپنا دست مبارک کھینچ لیا اور اشارۃً مجھے بتادیا کہ یہ ہاتھ نامحرم عورتوں کو چھوتا رہا ہے..... نبی کا ہاتھ اسے اپنے ہاتھ میں نہیں لے سکتا..... میں نے وعدہ کرتے ہوئے یقین دلایا کہ یہ خطا آئندہ سرزد نہ ہوگی..... پھر مجھے شرف بیعت بخشا گیا..... (حوالہ خصائل کبری یا مدارج النبوۃ)

حضور ﷺ کے سینہ مبارک کا خدائی آپریشن

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جبرائیل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے..... آپ اس وقت بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے..... انہوں نے آپ کو لٹا کر آپ کا پیٹ چاک کیا..... اس سے دل نکالا اور دل سے ایک سیاہ لوتھڑا سا نکالا..... اور کہا یہ آپ میں شیطان کا حصہ تھا جو نکال دیا گیا..... پھر دل کو ایک سنہری طشت میں آب زمزم سے دھویا..... پھر اسے واپس اپنی جگہ لگا کر پیٹ بند کر دیا.....

حضرت انس ﷺ فرماتے ہیں..... میں نے آپ ﷺ کے سینے میں پیوند کے اثرات دیکھے ہیں.....

ابن عباس ﷺ سے روایت ہے کہ ورقہ بن نوفل نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: اے محمد (ﷺ)! کیا آپ کے پاس وحی آتی ہے ..... یعنی جرائیل آتے ہیں؟..... نبی ﷺ نے فرمایا: ''میرے پاس فرشتہ آتا ہے جس کے پر موتیوں کے ہیں اور قدموں کے تلوے سبز رنگ کے.....'' (حوالہ مدارج النبوۃ و حجۃ اللہ و دلائل)

درختوں پر حضور ﷺ کی حکومت

درختوں کو بھی نبی علیہ السلام کی رحمۃ اللعالمینی سے حصہ ملا..... نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: آدمی کو بلا مقصد درخت کے پتے کو بھی نہیں توڑنا چاہئے..... اس لئے کہ جو سرسبز پتہ درخت کے ساتھ لگا ہوتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کر رہا ہوتا ہے..... نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: تم پھلدار درختوں کے نیچے پیشاب پاخانہ نہ کیا کرو..... صحابہ نے عرض کیا: اے اللہ کے نبی ﷺ! اس میں کیا حکمت ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا: تم دیکھتے ہو کہ جب سورج بلند ہوتا ہے تو اس کی دھوپ کے ساتھ درخت کا سایہ بھی گھٹتا ہے اور بڑھتا ہے..... صحابہ نے عرض کیا: اے اللہ کے نبی ﷺ! جی ہاں ایسا ہوتا ہے..... نبی ﷺ نے فرمایا: جب درخت کا سایہ گھٹتا اور بڑھتا ہے تو اس وقت درخت بھی اللہ کے حضور سجدہ ریز ہو رہا ہوتا ہے..... اس لئے تم اس کی عبادت میں دخل نہ دیا کرو..... (حوالہ مدارج و دلائل النبوۃ)

نماز میں بال سنوارنے والے پر آپ کی دعا

حضرت انس ؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو سجدے میں دیکھا جو اپنے بالوں کو ہاتھوں سے زمین سے اٹھائے ہوئے تھا.....

آپ ﷺ نے فرمایا: اے اللہ! اس کے بال بدنما کردے.....تو اس کے سر سے بال گر گئے..... (حوالہ مدارج النبوۃ ودلائل وخصائل)

روزانہ سورہ یوسف پابندی سے تلاوت کیا کرو

خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کو قرآن پاک باوجود کوشش کے یاد نہ ہوتا تھا.....ایک رات حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت بابرکت سے مشرف ہوئے.....آپ ﷺ نے فرمایا: سورۂ یوسف کی روزانہ پابندی سے تلاوت کیا کرو.....اللہ چاہے گا تو تجھے قرآن یاد ہو جائے گا.....انہوں نے ایسا ہی کیا اور آخر عمر میں قرآن مجید حفظ کرلیا..... (فوائد السالکین وملفوظات حضرت خواجہ بختیار کاکی)

حضرت عبداللہ بن سلام کے تین سوالات کے دلچسپ جوابات

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ میں تشریف لائے تو حضرت عبداللہ بن سلام اپنے کھجوروں کے باغ میں تھے..... انہیں خبر ہوئی تو فوراً آپ کے پاس حاضر ہوئے..... اور عرض کیا: میں آپ سے چند چیزیں پوچھنا چاہتا ہوں جن کا جواب کوئی نبی ہی دے سکتا ہے..... اگر آپ جواب دے دیا تو میں آپ پر ایمان لے آؤں گا..... چنانچہ انہوں نے یہ سوالات کئے:

1) بچہ کبھی ماں کا ہم شکل ہوتا ہے کبھی باپ کا اس کی کیا وجہ ہے؟...

2) روز قیامت سب سے پہلے کون سی چیز ظاہر ہو کر لوگوں کو میدان حشر میں جمع کرے گی؟...

3) اہل جنت کا سب سے پہلا کھانا کون سا ہو گا؟...

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے ابھی جبرائیل امین نے آ کر یہ چیزیں بتلا دی ہیں..... عبداللہ کہنے لگے جبرائیل کو تو یہود اپنا دشمن سمجھتے ہیں..... پھر آپ نے یہ جوابات دیئے:

1) اگر مرد کا نطفہ رحم مادر میں پہلے چلا جائے تو شباہت کا قرعہ باپ لے جاتا ہے..... اور اگر عورت کا نطفہ مرد سے پہلے رحم میں اتر جائے تو بچہ ماں سے ہم شکل ہو جاتا ہے.....

2) سب سے پہلے روز قیامت میں آگ ظاہر ہوگی جو مشرق سے نکلے گی اور لوگوں کو ہانکتی ہوئی مغرب میں لے جائے گی (جہاں میدان حشر قائم ہوگا)......

3) اہل جنت سب سے پہلے بیل کا سر اور مچھلی کا جگر کھائیں گے......

عبداللہ ﷺ عرض کرنے لگے: یا رسول اللہ ﷺ! یہود بڑی بہتان طراز قوم ہے ..... جب انہیں میرے اسلام لانے کی خبر ہوگی تو مجھ پر بہتان بازی کریں گے..... اور میرے متعلق نامناسب باتیں بنائیں گے..... آپ مجھے چھپا کر رکھیں اور پیغام بھیج کر انہیں بلوالیں..... چنانچہ آپ ﷺ نے یہود کو بلوالیا اور فرمایا: اے یہود! عبداللہ کا تمہارے ہاں کیا مقام ہے؟ کہنے لگے:

"سیدنا و ابن سیدنا واعلمنا وابن اعلمنا وخیرنا وابن خیرنا"

"وہ ہمارا سردار ہے اور سردار کا بیٹا ہے..... ہم میں سے بڑا عالم ہے اور بڑے عالم کا بیٹا ہے..... ہم سب سے بہتر ہے اور سب سے بہتر کا بیٹا ہے....."

آپ ﷺ نے فرمایا: کیا خیال ہے؟ اگر وہ مسلمان ہوجائے تو؟ یہود کہنے لگے: اللہ اسے اسلام سے پناہ میں رکھے..... وہ کبھی اسلام نہیں لاسکتا..... آپ ﷺ نے آواز دی: اے ابن سلام! باہر نکل آؤ..... تو وہ پردے کی اوٹ سے سامنے آگئے..... اور کہہ رہے تھے:

"اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمدا رسول الله"

"قالوا بل هو شرنا وابن شرنا وجاهلنا وابن جاهلنا"

"یہود کہنے لگے: نہیں یہ تو ہم میں سب سے برا آدمی ہے اور سب

سے برے آدمی کا بیٹا ہے..... سب سے جاہل آدمی ہے اور سب

سے بڑے جاہل آدمی کا بیٹا ہے.....''

عبداللہ ﷜ کہنے لگے: یا رسول اللہ ﷺ! میں نے آپ سے کہا تھا نا کہ یہ بہتان طراز قوم ہے..... (حوالہ بخاری شریف ودلائل النبوۃ)

ایک یہودی عالم کے سوالات کے جوابات

صحیح مسلم میں ہے کہ حضرت ثوبان ﷜ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ ایک یہودی عالم خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور کہا: اے محمد (ﷺ)! میں تم سے چند سوالات کروں گا تم جواب دو.....

1) اس نے کہا: سنو! یہ بتاؤ کہ قیامت کے دن جس وقت آسمان اور زمین بدلے جائیں گے لوگ کہاں جائیں گے؟

فرمایا: پل کے نیچے تاریکی میں.....

2) دوسرا سوال کیا کہ سب سے پہلے جنت میں جانے کی کس کو اجازت ملے گی؟

فرمایا: ان غریبوں کو جو راہ حق میں گھر سے بے گھر ہو رہے ہیں.....

اس نے کہا اب میں تم سے وہ بات پوچھتا ہوں جس کا جواب روئے زمین پر صرف پیغمبر یا اس کے علاوہ ایک یا دو آدمی ہی دے سکتے ہیں.....

3) یہ بتاؤ کہ بچہ کبھی لڑکی اور کبھی لڑکا کیوں ہوتا ہے؟

قائد انبیاء ﷺ نے فرمایا: مرد کا نطفہ سفید اور عورت کا زرد ہوتا ہے..... جب دونوں ملتے ہیں تو اگر مرد کا نطفہ غالب ہوتا ہے تو وہ اللہ کے حکم سے لڑکا ہوتا ہے.....اور جب عورت کا نطفہ غالب ہوتا ہے تو وہ لڑکی ہوتی ہے.....

یہودی نے کہا بے شک! تم نبی برحق ہو..... اور یہ کہہ کر چلا گیا.....

(حوالہ صحیح مسلم)

جب آپؒ پڑھاتے تو منہ سے خوشبو آتی تھی

حضرت نافع بن ابی نعیم مولی جعونہ ؒ کی کنیت ابورديم تھی..... اصفہان اسود کے باشندے تھے..... مدینہ منورہ میں سکونت اختیار کی..... بہت لمبی عمر پائی تھی..... تقریباً ستر تابعین سے قرآن مجید حاصل کیا..... جب آپ پڑھاتے تو منہ سے خوشبو آتی تھی..... لوگوں نے دریافت کیا کہ آپ خوشبو استعمال کرتے ہیں؟ تو فرمایا: میں نے کبھی خوشبو استعمال نہیں کی..... البتہ بحالت خواب ایک مرتبہ دیکھا کہ معطر ومطہر ﷺ میرے منہ کے قریب قرآن مجید پڑھ رہے ہیں..... بس اسی وقت سے یہ خوشبو پاتا ہوں.....

(تنویر اللمعان ص ۱۳۰... مولانا محمد عتیق فرنگی محلی)

خوشبودار کمبل

عمرو بن مہاجر سے مروی ہے کہ سرور کونین ﷺ کے گھر کا سامان حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے پاس تھا..... جس کی روزانہ خود بھی زیارت کرتے..... قریش ان کے پاس جمع ہوتے انہیں بھی زیارت سے مشرف فرماتے..... اور کہتے یہ میراث اس ہستی مقدس کی ہے جس کی بدولت اللہ قادر کلام نے تمہیں عزت و کرامت بخشی ہے..... اس سامان میں ایک کمبل مبارک تھا..... جس میں طیب و طاہر ﷺ کے سر اقدس کے پسینے کے قطرات لگے تھے..... اس کمبل مبارک میں سے کستوری و عنبر جیسی خوشبو آتی تھی.....

ایک شخص قریب المرگ تھا..... لوگوں نے عمر بن عبدالعزیزؒ سے مطالبہ کیا کہ پسینہ اقدس والی کمبل کی جگہ کو پانی میں بھگو کر نچوڑ کر بیمار کی ناک میں ڈالنے کی اجازت فرمائیں..... حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے اجازت دے دی..... قطرے اس بیمار کی ناک میں ڈالے گئے تو وہ فوراً تندرست ہو گیا..... (مدارج النبوۃ والوفاء)

اب کوئی مصنوعی خوشبو اس اصلی عطر پر حاوی نہیں ہو سکتی

عتبہ بن فرقد حاکم موصل بعہد عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بدن سے خوشبو مہکتی رہتی تھی..... فخراً تذکرہ فرماتے کہ میں سخت بیمار تھا..... پیٹھ میں تلوار کا زخم تھا..... پیٹ کی آنتیں کھنچ رہی تھیں کہ حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ خواب میں تشریف لائے..... اور دونوں مقامات کو اپنے لعاب دہن سے معطر فرما دیا..... اور میں صحت یاب بھی ہو گیا..... اب کوئی مصنوعی خوشبو اس اصلی عطر پر حاوی نہیں آسکتی..... بدن اس وقت سے خوشبو سے مہکنے لگا ہے..... (سیرت النبی بعد از وصال النبی)

حضور ﷺ کے لعاب مبارک کی برکت

حافظ امیر الدین ابھی چار پانچ برس کے تھے کہ چیچک نکل آئی..... جس کی وجہ سے بینائی مکمل طور پر زائل ہو گئی..... والدین کا انتقال بچپن میں ہو گیا..... چچا نے پرورش کی

..... چچی سخت عورت بہت مارتی تھی.....ایک مدرسے میں داخل کر دیا کہ قرآن پاک حفظ کر کے کسی قابل ہو جائیں..... مدرس نے پڑھانے کی سرتوڑ کوشش کی مگر ایک سورت بھی یاد نہ کر سکے.....

ایک دن بہت پڑھایا اور کہا صبح تک سورت فاتحہ نہ سنائی تو مدرسہ سے نکال دیا جائے گا.....پھر چاہئے کنوئیں میں گر و یا کسی چیز کے نیچے دب کر مر جاؤ.....اندھے ہو چچی ظالم ہے دنیا والا بھی کوئی تمہارے ساتھ حسن سلوک نہ کرے گا.....ہم نے بہت چاہا کہ قرآن پاک حفظ کر کے عزت کی زندگی بسر کرنے کے قابل ہو جاؤ.....مگر تمہاری سمجھ میں نہیں آتا.....اس غم میں کل مدرسے سے بھی نکال دیا جاؤں گا.....کوئی دوسرا سہارا بھی نہیں.....ساری رات روتے گزار دی.....

نماز فجر سے پہلے آنکھ لگ گئی.....خواب میں نبی الامی ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی.....آپ ﷺ نے امیر الدین کو تسلی دی اور فرمایا کہ بالکل غم نہ کرو.....ہم جانتے ہیں کہ تمہارے دل پر کیا گزر رہی ہے.....اپنی زبان نکالو.....حافظ صاحب نے زبان باہر نکالی.....تو رحمۃ اللعالمین ﷺ نے اپنا لعاب دہن انگشت شہادت سے ان کی زبان پر لگا دیا.....

مدرس صبح تشریف لائے تو سورۂ فاتحہ سنانے کو کہا.....حافظ صاحب نے فر فر بغیر غلطی کے سنا دی.....پھر اور آگے بھی اسی طرح پڑھنا شروع کر دیا.....مدرس کو شک گزرا کہ یا تو یہ اب تک میرے ساتھ دھوکہ کرتا رہا یا پھر آج کوئی غیر معمولی بات ہوئی ہے.....مدرس کے اصرار پر حافظ صاحب نے تمام واقعہ سنا دیا.....یہ سن کر مدرس نے کہا: بیٹا! اب تیرا دین بھی اور دنیا سنور گئی.....اب تو بہت علم حاصل کرے گا.....

چنانچہ نہ صرف یہ کہ حافظ صاحب کو قرآن پاک حفظ ہوا بلکہ وہ بہت بڑے خطیب...مناظر اور اپنے دور کے عالم متجر ثابت ہوئے... (حوالہ سیرت النبی بعد از وصال النبی)

فرشتے جیسے نورانی چہرے والے کی آمد

عبدالحمید بن جعفر ﷺ اپنے والد سے راوی ہیں کہ حضرت جریر بن عبداللہ بجلی ہجرت کے دسویں سال مدینہ منورہ میں اپنی قوم کے ایک سو پچاس افراد کے ہمراہ بارگاہ نبوی میں حاضر ہوئے..... ابھی وہ پہنچے ہی تھے کہ مخبر صادق ﷺ نے اپنے صحابہ کرام سے فرمایا: تم پر ابھی تھوڑی دیر میں اس راہ سے اہل یمن کا افضل ترین شخص رونما ہوگا..... جس کے چہرے پر ملکوتی (فرشتوں جیسے) اثرات نظر آتے ہیں اور انوار جھلکتے ہیں.....

تھوڑی دیر بعد حضرت جریر بن عبداللہ بجلی ﷺ اپنی سواری پر نظر آئے..... ان کے ہمراہ ان کی قوم تھی..... وہ فوراً مشرف بہ اسلام ہوئے اور نبی رحمت و برکت ﷺ سے بیعت کا اعزاز حاصل کرلیا..... (حوالہ الوفاء)

کاش! میں اونٹ ہوتا

ہر ایک کی تمنا تھی کہ مجھے ذبح فرمائیں
تماشا کر رہے تھے مرنے والے عید قربان میں

(1) مواہب لدنیہ میں اس طرح نقل ہے کہ انسان کامل ﷺ نے حج کے موقعہ پر اپنے دست اقدس سے تریسٹھ (۶۳) اونٹ ذبح کیے..... صاحب قاب قوسین ﷺ کی عمر مبارک کا عدد بھی تریسٹھ ہے.....

(2) ابوداؤد میں آیا ہے کہ پانچ سات اونٹ اکٹھے ہو کر صاحب حوض کوثر ﷺ کے قریب تر آجاتے تھے اور ہجوم کرتے تھے کہ پہلے سید البشر ﷺ کے دست

اقدس سے ذبح ہوں..... ہر اونٹ کوشاں ہوتا تھا کہ قریب تر ہو جائے اور دوسروں کو پیچھے دھکیلتا تھا تا کہ خود پہلے ذبح ہونے کی سعادت حاصل کرلے.....

(3) حاکم وطبرانی وابونعیم نے روایت کی ہے کہ شفیع امت ﷺ کی بارگاہ اقدس میں پانچ سات اونٹ عیدالاضحیٰ کے دن قربانی کے لئے لائے گئے تو ان اونٹوں میں سے ہر ایک سیدالمرسلین ﷺ کی طرف پیش قدمی کرتا کہ پہلے جان جہاں ﷺ کے دست مبارک سے ذبح کیا جاؤں..... (مشکوٰۃ شریف ومدارج النبوت)

حضور ﷺ کے غلاموں کی شیروں پر حکومت

امام ابونعیم وبیہقی حضرت سفینہ ؓ سے راوی ہیں وہ فرماتے ہیں کہ میں کشتی میں سوار ہوا..... کشتی ٹوٹ گئی اور میں ایک تختہ پر بہتا ہوا ایک جزیرہ میں پہنچا اور میرا شیر سے سامنا ہوا..... میں نے شیر کو دیکھا تو اس سے کہا:

"یا ابا الحارث انا سفینة مولیٰ رسول اللہ ﷺ"

"اے ابوالحارث میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام ہوں..."

(خصائص ۲/۶۵)

حضرت سفینہ ؓ کہتے ہیں کہ یہ سن کر شیر دم ہلانے لگا..... پھر میرے ساتھ چلا اور مجھے مکہ کے راستہ پر کھڑا کر دیا..... جب میں روانہ ہوا تو شیر گرجنے لگا..... گویا مجھے الوداع کر رہا تھا.....

مشکوٰۃ شریف کی حدیث میں یہ ہے کہ حضرت سفینہ ؓ اسلامی لشکر سے بچھڑ

گئے.....اور کفار نے آپ کو گرفتار کرلیا.....جس وقت آپ جیل سے بھاگے تو راستہ میں شیر مل گیا.....ہوسکتا ہے کہ حضرت سفینہ ﷛ کا دو مرتبہ شیر سے سامنا ہوا ہو.....اور آپ دونوں مرتبہ یہ کہہ کر چھوٹ گئے ہوں کہ میں سید المرسلین ﷺ کا غلام ہوں.....
بہرحال یہ تو ظاہر ہی ہے کہ حضور ﷺ تو حضور ﷺ ہیں.....آپ ﷺ کے غلام بھی شیروں پر حکومت کرتے ہیں.....

ان کو شیروں پر شرف حاصل ہوا
جو بنا ادنیٰ سگ کوئے حبیب

حضرت سفینہ ﷛ کی وجہ تسمیہ

اب چونکہ حضرت سفینہ ﷛ کا ذکر آگیا ہے اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نام کی وجہ تسمیہ بیان ہوجائے.....حضرت سفینہ حضور ﷺ کے آزاد کردہ غلام ہیں.....سفینہ عربی میں کشتی کو کہتے ہیں.....صحابہ کرام نے خود ان سے ان کے نام کی وجہ تسمیہ پوچھی.....تو انہوں نے فرمایا کہ ایک سفر میں ہم حضور ﷺ کے ہمراہ تھے.....
صحابہ کرام کے ساتھ سامان زیادہ تھا.....انہوں نے اپنا سارا سامان میری چادر میں باندھ کر میرے سر پر رکھ دیا.....صحابہ کی اس حرکت کو دیکھ کر حضور علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا:

"احمل فانما انت سفينة فاوحملت من يومئذ وقر بعيرا وبعيرين او ثلاثة او اربعة او خمسة او ستة او سبعة ما ثقل علي." (حجة الله ٤٣٦)

"اٹھالو اس لئے کہ تم سفینہ (کشتی) ہو..... حضرت سفینہ ﷺ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کے ان کلمات مبارکہ کا یہ اثر ہوا کہ اس دن سے میں ایک دو تین چار پانچ چھ یہاں تک کہ سات اونٹوں کا بوجھ اٹھالیتا ہوں..... مگر کسی قسم کی گرانی محسوس نہیں کرتا....."

ابن عباس ﷺ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب میں جنگ سے فارغ ہو کر مدینہ منورہ میں واپس آیا تو مجھے سخت بھوک لگی تھی..... اتنے میں ایک یہودی عورت سامنے سے مل گئی..... اس کے سر پر تھال تھا..... جس میں بکری کا بچہ بھنا ہوا رکھا تھا..... اور ہاتھ میں کچھ شکر بھی تھی..... کہنے لگی: اللہ کی تعریف ہے جس نے آپ کو سلامتی سے مدینہ پہنچایا..... میں نے اللہ کے لئے نذر مانی تھی کہ اگر آپ سلامتی سے واپس تشریف لے آئے تو میں یہ بکری ذبح کروں گی اور بھون کر آپ کو کھانے کے لئے ہدیہ کروں گی.....

"فاستنطق اللہ الجدی فاستویٰ قائماً علیٰ اربع قوائم فقال یامحمد لا تاکلنی فانی مسموم"

"اللہ تعالیٰ نے بکری کو قوت گویائی دی اور وہ چاروں قدموں پر کھڑے ہو کر کہنے لگی: اے نبی کریم ﷺ! مجھے نہ کھانا میں زہر آلود ہوں....."

دست اقدس ﷺ کے مس سے تصویر مٹ گئی

بیہقی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی.....انہوں نے فرمایا: نبی اکرم ﷺ میرے پاس تشریف لائے تو میں ایسا کپڑا اوڑھے ہوئے تھی جس پر جاندار کی تصویر تھی.....آپ ﷺ نے اسے پھاڑ ڈالا.....پھر فرمایا: قیامت کے دن ان لوگوں پر سب سے زیادہ شدید عذاب ہوگا جو اللہ کی کسی مخلوق کی تصویر کشی کریں.....

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا یہ بھی فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ میرے پاس ایک ڈھال لے کر آئے جس میں عقاب کی تصویر کندہ تھی..... نبی کریم ﷺ نے اس پر اپنا دست مبارک رکھا اور اللہ نے اسے نابود کر دیا..... (حوالہ خصائل کبریٰ)

آندھی دیکھ کر ایک منافق کے مرنے کی خبر دینا

"وعن جابر قال قدم النبی ﷺ من سفر فلما کان قرب المدینة هاجت ریح تکادان تدفن الراکب فقال رسول الله ﷺ بعثت هذه الریح لموت منافق فقدم المدینة فاذا عظیم من المنافقین قدمات" (رواہ مسلم)

"اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ (ایک دن) نبی کریم ﷺ سفر سے مدینہ تشریف لا رہے تھے کہ مدینہ کے قریب پہنچے تو سخت آندھی آئی اور سخت بھی اتنی کہ سوار کو زمین میں دفن کر دے (یعنی اس آندھی کی شدت اور تیزی

دیکھ کر ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ کوئی سوار زمین پر قائم نہیں رہ سکے گا.....
طوفانی آندھی کا کوئی سخت جھونکا اڑا کر لے جائے گا اور کہیں (دور نا معلوم
جگہ پر ہلاک کر ڈالے گا) آنحضرت ﷺ نے (اس موقع پر) فرمایا: یہ
آندھی ایک منافق کے مرنے پر بھیجی گئی ہے..... چنانچہ آنحضرت ﷺ
جب مدینہ میں داخل ہوئے.....تو معلوم ہوا کہ منافقوں کا ایک بڑا سردار
مر گیا ہے....." (مسلم)

بعض حضرات نے تو یہ لکھا ہے کہ مرنے والے منافق کا نام رفاعہ بن درید تھا اور یہ واقعہ اس وقت کا ہے جب آپ ﷺ غزوہ تبوک کے سفر سے واپس تشریف لا رہے تھے.....اور بعض حضرات نے لکھا ہے کہ اس منافق کا نام رافع تھا اور یہ واقعہ اس وقت کا ہے جب آنحضرت ﷺ غزوہ بنی مصطلق سے واپس آ رہے تھے.....

اس بڑے منافق کے مرنے پر اتنی سخت آندھی آنا دراصل اس وحشت و بدحالی اور آلودگی و پراگندگی کا قدرت کی طرف سے اظہار تھا..... جس سے منافق و بدکار مرتے وقت دوچار ہوتے ہیں اور یہ اس بات کی علامت تھی کہ آئندہ کی زندگی (آخرت) میں بھی اس طرح کے لوگوں کو اسی حالت سے کہ جو سراسر کلفت و پریشانی میں مبتلا کرنے والی ہے.....دوچار ہونا ہوگا.....

جنات کا حضور ﷺ کی آمد کی خبر دینا! واقعہ

حضرت جابر بن عبداللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بارے میں مدینہ منورہ میں جو سب سے پہلے خبر پہنچی وہ ایک عورت کے ذریعہ تھی.....جو

کہ مدینہ منورہ کی رہنے والی تھی.....اس پر ایک جن عاشق تھا.....ایک دن اس کے پاس جن پرندہ کی شکل میں آیا.....اوراس کے گھر کی دیوار پر بیٹھ گیا.....عورت نے کہا: نیچے اتر آؤ. تواس جن نے کہا کہ اب میں تمہارے پاس نہیں آؤنگا..

"انه قد بعث بمكة نبي منع القرار وحرم علينا الزنا"

"کیونکہ بے شک مکہ مکرمہ کی سرزمین میں نبی پاک ﷺ مبعوث ہوئے ہیں.....جنہوں نے ہمارا مدینہ منورہ میں قیام ممنوع قرار دیا ہے.....اورہم پر زنا حرام کردیا ہے....."

تواس عورت نے نبی پاک ﷺ کی بعثت کی خبر مدینہ منورہ والوں کو سنائی.....

(حجۃ اللہ علی العالمین ص ۱۸۳)

رونے والا ستون

مسجد نبوی میں پہلے منبر نہیں تھا..... کھجور کے تنا کا ایک ستون تھا.....اسی سے ٹیک لگا کر آپ ﷺ خطبہ پڑھا کرتے تھے.....جب ایک انصاری عورت نے ایک منبر بنوا کر مسجد نبوی میں رکھا تو آپ ﷺ نے اس پر کھڑے ہو کر خطبہ دینا شروع کر دیا..... ناگہاں اس ستون سے بچوں کی طرح رونے کی آواز آنے لگی اور بعض روایات میں آیا ہے کہ اونٹنیوں کی طرح بلبلانے کی آواز آئی.....

یہ راویان حدیث کے مختلف ذوق کی بنا پر رونے کی مختلف تشبیہیں ہیں..... راویوں کا مقصود یہ ہے کہ درد فراق سے بلبلا کر اور بے قرار ہو کر ستون زار زار رونے لگا.....اور بعض روایتوں میں یہ بھی آیا ہے کہ ستون اس قدر زور زور سے رونے لگا کہ

قریب تھا کہ جوش گریہ سے پھٹ جائے.....اوراس رونے کی آواز کو مسجد نبوی کے تمام مصلیوں نے اپنے کانوں سے سنا.....ستون کی گریہ وزاری کو سن کر حضور ﷺ منبر سے اتر آئے اور ستون پر تسکین دینے کے لئے اپنا مقدس ہاتھ رکھ دیا اوراس کو اپنے سینہ سے لگا لیا.....

تو وہ ستون اس طرح ہچکیاں لے لے کر رونے لگا جس طرح رونے والے بچے کو جب چپ کرایا جاتا ہے تو وہ ہچکیاں لے لے کر رونے لگتا ہے..... بالآخر جب آپ نے ستون کو اپنے سینہ سے چمٹا لیا تو وہ سکون پا کر خاموش ہو گیا اور آپ نے ارشاد فرمایا کہ ستون کا یہ رونا اس بنا پر تھا کہ یہ پہلے اللہ کا ذکر سنتا تھا.....اب جو نہ سنا تو رونے لگا..... (بخاری ا/۱۲۸ باب النجار وص ۵۰۶ باب علامات النبوۃ)

دوسری روایت میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ستون کو اپنے سینہ سے لگا کر یہ فرمایا کہ اے ستون! اگر تو چاہے تو میں تجھ کو پھر اس باغ میں تیری جگہ پر پہنچا دوں تاکہ تو پہلے کی طرح ہرا بھرا درخت ہو جائے اور ہمیشہ پھلتا پھولتا رہے اگر تیری خواہش ہو تو میں تجھ کو باغ بہشت کا ایک درخت بنا دینے کے لئے اللہ سے دعا کر دوں.....تاکہ جنت میں اللہ کے اولیاء تیرا پھل کھاتے رہیں.....

یہ سن کر ستون نے اتنی بلند آواز سے جواب دیا کہ آس پاس کے لوگوں نے بھی سن لیا.....ستون کا جواب یہ تھا کہ: یارسول اللہ ﷺ! میری یہی تمنا ہے کہ میں جنت کا ایک درخت بنا دیا جاؤں تاکہ اللہ کے اولیاء میرا پھل کھاتے رہیں اور مجھے حیات جاودانی مل جائے..... حضور ﷺ نے فرمایا: اے ستون! میں نے تیری اس آرزو کو منظور کر لیا..... پھر آپ ﷺ نے سامعین کو مخاطب کر کے فرمایا: اے لوگو! دیکھو اس ستون نے دارالفناء کی زندگی کو ٹھکرا کر دارالبقاء کی حیات کو اختیار کر لیا..... (شفاء شریف ا/۲۰۰)

ایک روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ آپ ﷺ نے ستون کو اپنے سینہ سے لگا کر ارشاد

فرمایا کہ: مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ اگر میں اس ستون کو اپنے سینے سے نہ چمٹا تا تو یہ قیامت تک روتا ہی رہتا.....

غسان عامری رضی اللہ عنہ کا کفر سے اسلام

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کرام کے ساتھ ایک دن جلوہ افروز تھے کہ ایک اونٹنی سوار آیا.....اس کے چہرہ پر نیند اور تھکاوٹ کے آثار نظر آ رہے تھے.....اس سوار نے آتے ہی پوچھا کہ تم میں سے محمد رسول اللہ ﷺ کون ہیں؟ صحابہ نے بتایا تو کہنے لگا: آپ کو اللہ تعالیٰ نے جو فرمایا ہے وہ آپ بتاتے ہیں یا کہ میرے بتوں نے جو کچھ مجھے بتایا وہ میں بتاؤں؟

سرور عالم ﷺ نے اس کو اسلام پیش کیا.....

وہ کہنے لگا: میرا نام غسان بن مالک العامری ہے.....ہمارے ہاں ایک بت ہے جس کو ہر قسم کی قربانیاں پیش کی جاتی ہیں.....ایک عصام نامی شخص قربانی دے رہا تھا کہ بت سے آواز آئی:

"یا عصام یا عصام بلغ الانام جاء الاسلام بطلت الاصنام وختنت الدماء ووصلت الارحام وظهرت الحنفية والسلام"

"اے عصام! اے عصام! یہ اعلان کر دے کہ اسلام آ گیا.....بت باطل ہو گئے.....اور خون محفوظ ہو گیا.....صلہ رحمی کا دور آ گیا.....حنفیت اور صراط مستقیم واضح ہو گئی.....اور سلام....."

عصام ڈر کر باہر آ گیا..... اور ہمیں خبر دی کہ تھوڑا ہی عرصہ گزرا تھا کہ آپ کی خبر ہمیں پہنچی..... انہی دنوں ایک طارق نامی آدمی قربانی کے لئے بت کے پاس گیا..... بت سے آواز آئی:

"یا طارق یا طارق بعث النبی الصادق جآ بوحی الناطق من عزیز الخالق"

"اے طارق! اے طارق! نبی صادق علیہ السلام مبعوث ہو چکے ہیں..... ایسی وحی لے کر تشریف لائے ہیں جو ناطق ہے اور عزیز الخالق سے ہے....."

حضور ﷺ کی دعا سے بارش برس گئی

"وعن انس قال اصابت الناس سنة علی عهد رسول الله ﷺ فبینا النبی ﷺ یخطب فی یوم الجمعة قام اعرابی فقال یا رسول الله هلک المال و جاع العیال فادع الله لنا فرفع یدیه وما نریٰ فی السمآء قزعة فوالذی نفسی بیده ما وضعها حتیٰ ثار السحاب امثال الجبال ثم لم ینزل عن منبره حتیٰ رایت المطر یتحادر علیٰ لحیته فمطرنا یومنا ذالک ومن الغدو من بعد الغد حتی الجمعة الاخری وقام ذالک الاعرابی او غیره فقال یا رسول الله تهدم البنآء وغرق المال فادع الله لنا فرفع

يديه فقال اللهم حوالينا ولا علينا فما يشير الىٰ ناحية من السحاب الا انفرجت وصارت المدينة مثل الجوبة وسال الوادی قناة شهرا ولم يجی احد من ناحية الا حدث بالجود وفی رواية قال اللهم حوالينا ولا علينا اللهم على الاكام والضراب بطون الاودية ومنابت الشجر قال فاقلعت وخرجنا نمش فی الشمس" (متفق علیه)

اور حضرت انس ﷺ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ کے زمانہ میں ایک مرتبہ خشک سالی کی وجہ سے قحط پڑ گیا..... انہی دنوں نبی کریم ﷺ جمعہ کے دن خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ ایک دیہاتی نے کھڑے ہو کر عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! ہمارے مال واسباب یعنی کھیتی باڑی مویشی اور باغات پانی نہ ملنے کی وجہ سے برباد ہو گئے اور اہل وعیال بھوکے بلبلا رہے ہیں..... اللہ تعالیٰ سے ہمارے لئے دعا فرمائیں کہ آپ ﷺ نے یہ سنتے ہی اپنے دست مبارک دعا کے لئے اٹھا دیئے ..... اس وقت آسمان پر بادل کا ایک ٹکڑا بھی ہمیں نظر نہیں آ رہا تھا.....

قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے..... آپ ﷺ نے دعا ختم کر کے ابھی اپنے ہاتھ نہ چھوڑے تھے کہ اچانک پہاڑوں کی مانند بادل اٹھا اور آپ ﷺ منبر سے نیچے نہ اترنے پائے تھے کہ میں نے دیکھا کہ بارش کا پانی آپ ﷺ کے ریش مبارک پر گرنے لگا تھا..... پھر اس جمعہ کے دن کے باقی حصے میں پانی برسا دوسرے روز برسا اور تیسرے روز برسا..... یہاں تک کہ دوسرے جمعہ تک اس بارش کا سلسلہ جاری رہا.....

اور جب مسلسل بارش جاری رہنے کی وجہ سے لوگوں کا نقصان ہونے لگا تو

دوسرے جمعہ کو آنحضرت ﷺ کے خطبہ کے دوران وہی دیہاتی یا کوئی دوسرا شخص کھڑا ہوا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! مکان گر رہے ہیں اور مال و اسباب ڈوب رہے ہیں..... آپ ﷺ اللہ تعالیٰ سے ہمارے لئے دعا فرمائیے کہ اب بارش تھم جائے..... آنحضرت ﷺ نے یہ سن کر اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے اور دعا فرمائی..... اے اللہ! ہمارے اطراف میں یعنی کھیتوں اور باغات پر برسا..... ہمارے اوپر یعنی ہمارے گھروں پر نہ برسا.....

اس دعا کے بعد آپ ﷺ جس طرف اشارہ کرتے جاتے تھے ابر اس جانب سے کھلتا جاتا تھا..... یہاں تک کہ مدینہ کے ایک گول گڑھے کی مانند ہو گیا یعنی مدینہ شہر کے باہری حصوں میں چاروں طرف بادل چھائے ہوئے تھے اور بارش ہو رہی تھی..... جب کہ بیچ میں مدینہ شہر کا مطلع بالکل صاف ہو کر گول گڑھے کی طرح ایسا نمایاں ہو گیا تھا کہ پوری آبادی کے اوپر بادل کا کوئی ٹکڑا نظر نہیں آ رہا تھا..... اور مدینہ کے باہری اطراف میں مسلسل بارش کی وجہ سے وہ نالہ جس کا نام قناۃ تھا..... ایک مہینہ تک بہتا رہا..... ان اطراف سے جو بھی شخص مدینہ شہر میں آیا اس نے کثرت بارش ہونے کی خبر دی.....

اور ایک روایت میں یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے یوں دعا فرمائی: اے اللہ! ہمارے اطراف میں برسا ہم پر نہ برسا..... اے اللہ! ٹیلوں پر..... پہاڑوں پر..... نالوں کے اندر اور درختوں کے اگنے کی جگہ یعنی کھیتی و باغات پر برسا..... حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ اس دعا کے بعد شہر کے باہر اطراف میں تو بارش ہوتی رہی لیکن آبادی کے حصہ میں ابر بالکل کھل گیا..... اور ہم اس حال میں باہر نکلے کہ دھوپ میں چل رہے تھے..... (بخاری و مسلم)

سینہ پر ہاتھ پھیرا تو بعد میں کوئی چیز نہ بھولتی

سیدنا عثمان بن ابی العاص ؓ نے شکایت کی کہ یارسول اللہ ﷺ! مجھے قرآن مجید بھول جاتا ہے..... یہ سن کر رحمت اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک میرے سینے پر رکھ کر فرمایا: اے شیطان! عثمان کے سینے نکل جا..... بعدازاں مجھے کوئی چیز بھی نہ بھولی..... (دلائل النبوۃ ابونعیم ۲/۴۶۶ و حجۃ اللہ علی العالمین ۴۲۶ و مجمع الزوائد ۹/۴)

ترمذی... نسائی... حاکم اور بیہقی نے عثمان بن حنیف سے روایت کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک اندھا آیا اور اس نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! آپ دعا فرمائیں کہ میری آنکھیں روشن ہو جائیں..... آپ ﷺ نے فرمایا: اٹھ کر کے دو رکعت نماز پڑھ اور پھر یوں دعا کر:

"اللھم انی اسئلک والوجه الیک نبیک محمد نبی الرحمة یا محمد انی الوجة بک الیٰ ربک ان تکشف عن بصری اللھم شفعه فی"

"اے اللہ! تیرے رحمت والے نبی کے واسطے سے دعا کرتا ہوں اور اے محمد! تیرے وسیلے سے تیرے رب کی طرف یہ درخواست لے جاتا ہوں کہ میری آنکھ کا مرض دور ہو جائے اور میری بینائی کھل جائے اور میری آنکھوں پر سے پردہ ہٹ جائے....."

اس اندھے نے آپ ﷺ کے حکم پر عمل کیا..... وضو کر کے نماز پڑھی اور پھر الفاظ مذکورہ کے ساتھ دعا کی..... چنانچہ اس نابینا کی آنکھیں روشن ہو گئیں.....

اکثر محدثین نے اس دعا کو تمام حاجتوں کے لئے اکسیر بتایا ہے.....اور... ان یکشف عن بصری ...کی جگہ...فی حاجتی هذه لیقضیٰ..آیا ہے.....اس طرح یہ دعا صرف آنکھ ہی کے لئے نہیں بلکہ تمام حاجتوں میں موثر ہوگئی ہے.....
چنانچہ عثمان بن حنیف اوران کی اولاد تمام ضروریات میں اس دعا کو بتایا کرتے تھے اور اس دعا کے اثر میں بہت سے واقعات کتابوں میں ملتے ہیں... (حوالہ ترمذی ونسائی شریف)

حاکم نے ابی بن کعب ﷛ سے روایت کی انہوں نے کہا کہ میں رسول اللہ ﷺ کے دربار میں حاضر تھا کہ ایک اعرابی نے آکر عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! میرا ایک بھائی ہے اسے ایک تکلیف ہے.....

حضور ﷺ نے فرمایا: اسے کیا تکلیف ہے؟

اس نے کہا: آسیب کا اثر ہے.....

فرمایا: اسے میرے پاس لے آؤ.....

تو وہ اسے لے کر آیا اور حضور ﷺ کے روبروا سے بٹھا دیا.....تو حضور ﷺ نے اس پر سورہ فاتحہ.....سورۂ بقرہ کی چار آیتیں اور یہ دو آیتیں "والهكم اله واحد" اورآیۃ الکرسی اور سورۂ اعراف کی یہ آیت کریمہ "ان ربكم الله" اور سورۂ مومنین کا آخر "فتعلی الله الملك الحق" اور سورۂ جن کی ایک آیت "وانه تعلیٰ جد ربنا" اور سورۂ صافات کی دس آیتیں اور سورۂ حشر کی آخری تین آیتیں اور "قل هو الله احد" اور معوذتین پڑھ کر دم کیا.....وہ شخص اس طرح کھڑا ہو گیا جیسے اسے کبھی کوئی شکایت ہی نہیں تھی..... (حوالہ حاکم وخصائل کبریٰ)

دست نبوی کی برکت: ہاتھ کی گٹھلی ختم ہوگئی

روایت ہے حضرت ابوسبرہ ﷺ کے ہاتھ میں گٹھلی تھی..... جس کی وجہ سے وہ اونٹ کی مہار نہ پکڑ سکتے تھے..... وہ طبیب رحمانی ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے..... اور اس تکلیف کی شکایت کی..... سراپا رحمت وکرم ﷺ نے دعائے خیر فرمائی..... ایک تیر منگوا کر گٹھلی پر پھیر دیا..... وہ گٹھلی بالکل ختم ہوگئی بلکہ ہمیشہ کے لئے غائب ہوگئی..... (حوالہ سیرت رسول عربی ﷺ ص ۵۴۱ ومواہب لدنیہ والاصابہ)

مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ ایک لشکر میں جلوہ افروز تھے..... لشکر کے تمام آدمی پیاسے تھے..... وہ پانی کی جگہ اترے..... اس وقت ایک ہرنی حضور ﷺ کے قریب آئی ..... آپ ﷺ نے اس کا دودھ دوہا اور تمام لشکر کو سیراب فرمایا..... یہ لشکری تقریباً تین سو تھے اور حضرت رافع جو حضور ﷺ کے غلام تھے فرمایا اس ہرنی کی نگہداشت کرو..... انہوں نے اسے باندھ دیا..... کچھ دیر بعد دیکھا تو وہ بھاگ گئی تھی..... حضور ﷺ نے فرمایا:

"ان الذی جاء بھا ھو الذی ذھب بھا"

"جو اسے لایا تھا وہی اسے لے گیا....." (حوالہ مدارج النبوۃ)

تھوڑی سی زادِ راہ سے ۱۴۰۰ اشخاص کی سیری

امام مسلم حضرت سلمہ بن اکوع ﷺ سے راوی ہیں وہ فرماتے ہیں کہ ہم ایک غزوہ میں حضور علیہ السلام کے ساتھ نکلے..... صحابہ بھوک سے اس قدر بے تاب ہوئے کہ اونٹنیاں ذبح کرنا چاہیں..... مگر حضور اکرم ﷺ نے تمام لوگوں کو زادراہ جمع کرنے کا حکم دیا..... اور ایک چادر بچھائی گئی..... اور اس پر تمام زادراہ کا ڈھیر کیا گیا..... حضرت سلمہ ﷺ فرماتے ہیں:

"فحزرته كربضة العنز ونحن اربع عشرة مائة فاكلنا حتیٰ شبعنا جميعا ثم حشرنا جرباننا"

"اس تمام زادراہ کی مجموعی مقدار نے صرف اس قدر زمین کا احاطہ کیا جس پر ایک بکری بیٹھ جائے اور صحابہ کی تعداد چودہ سو تھی..... مگر سب نے شکم سیر ہو کر کھایا..... حتیٰ کہ کھانا بچ گیا..... اور سب نے اپنے توشہ دان بھی بھر لئے....." (حجۃ اللہ ص ۶۰۶)

جب سب کھا چکے تو، حضور علیہ السلام نے پانی طلب فرمایا..... ایک صحابی ایک برتن میں تھوڑا سا پانی لائے..... آپ نے اس کو پیالہ میں انڈیل دیا..... چودہ سو اشخاص نے اس ایک پیالے کے پانی سے وضو کرلیا.....

سرداران قریش کے حق میں بددعا نبویؐ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دفعہ صحن حرم میں نماز پڑھ رہے تھے کہ بعض رؤسائے قریش نے عین حالت نماز میں آپ ﷺ کی گردن مبارک پر نجاست ڈال دی..... حضرت فاطمہؓ نے آ کر جب یہ نجاست ہٹائی اور آپ ﷺ نے سجدہ سے سر اٹھایا تو نام بنام دعا مانگی کہ: خداوندا! ان کو تو پکڑ..... سب کے سب بدر کی لڑائی میں مارے گئے..... (صحیح بخاری)

بھیڑیئے کی حضور ﷺ سے گفتگو

امام احمد..... اسناد جید کے ساتھ امام ترمذی اور حاکم اسناد صحیح کے ساتھ ابوسعید خدری ؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے کہا ایک بھیڑیئے نے بکری پر حملہ کیا اور اس کو پکڑ لیا..... اس کے چرواہے کو پتہ چلا وہ اس کے پیچھے بھاگا اور وہ بکری اس کے منہ سے چھین لی..... وہ بھیڑیا دم کے بل بیٹھ گیا اور اس۔ چرواہے کو کہا:

"الا تتقی اللہ تنزع من رزق ساقۃ اللہ الی

"تمہیں خدا کا خوف نہیں..... اللہ تعالیٰ نے جو رزق میری طرف بھیجا..... وہ تم نے چھین لیا....."

چرواہا کہنے لگا:

"ذنب مقع علیٰ ذنبہ یکلمنی بکلام الانس"

''اے لوگو! دیکھو ایک بھیڑیا اپنی دم پر بیٹھا ہے اور انسانوں کی طرح گفتگو کر رہا ہے.....''

کیا ایسا تعجب انگیز واقعہ تم نے پہلے دیکھا ہے..... بھیڑیا پھر بولا: اے نادان! میں س سے بھی زیادہ تعجب انگیز بات تمہیں سناتا ہوں.....

"محمد رسول اللہ فی النخلات بین الحرتین"

''محمد اللہ کے رسول ہیں جو ان نخلستانوں میں تشریف فرما ہیں.....''

"یحدث الناس عن نبا ما قد سبق وما یکون بعد ذالک"

''لوگوں کو گزری ہوئی باتیں بتاتے ہیں اور آئندہ جو ہونے والا ہے اس سے آگاہ کرتے ہیں.....''

دوسری روایت ہے:

"یدعو االناس الی الھدیٰ والی الحق وھم یکذبونہ"

''وہ تو لوگوں کو ہدایت حق کی طرف بلاتے ہیں اور وہ نادان ان کی تکذیب کرتے ہیں.....''

ابوسعید خدری ﷺ فرماتے ہیں اس کے بعد چرواہا اپنے ریوڑ کو ہانک کر مدینہ طیبہ حاضر ہوا..... پھر رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور سارا واقعہ سنایا..... حضور ﷺ نے حکم دیا "الصلوٰۃ جامعۃ" پھر حضور ﷺ باہر تشریف لائے اور اعرابی کو فرمایا: جب مسلمان یہاں آئیں تو جو تم نے دیکھا وہ انہیں بتانا تاکہ وہ خوش ہو جائیں اور ان کے ایمان میں اضافہ ہو.....

جب مسلمان مسجد میں جمع ہو گئے تو اعرابی نے سارا واقعہ انہیں سنایا.....

(السیرۃ النبویۃ علامہ زینی ۳/۱۳۵)

ایک دوسری روایت میں ہے کہ وہ چرواہا یہودی تھا..... حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا..... اسلام قبول کیا اور حضور ﷺ کو سارے واقعہ کی اطلاع دی..... حضور ﷺ نے تصدیق کی پھر حضور ﷺ نے فرمایا یہ قیامت کی نشانیاں ہیں..... قریب ہے کوئی شخص اپنے گھر سے نکل کر سفر پر جائے گا..... جب واپس آئے گا تو اس کے جوتے اور اس کی چھڑی اسے بتائے گی..... جو کچھ اس کے اہل خانہ نے اس کی غیر حاضری میں کیا ہے.....

حضور ﷺ کی آنکھ مبارک کا کمال

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرام ہے:

"انی اریٰ ما لا ترون واسمع ما لاتسمعون"

"بے شک میں وہ کچھ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھ سکتے..... اور میں وہ کچھ سنتا ہوں جو تم نہیں سن سکتے....."

(زرقانی علی المواہب ۴/۸۹، مشکوٰۃ شریف ۴۵۷، والمستدرک حکم ۲/۵۱۰ وترمذی ۲/۵۷ ودلائل النبوۃ ۲/۴۴۲)

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس عظیم قوت کو سمجھنے کے لئے مندرجہ ذیل ارشاد گرامی پڑھیے:

"عن ابی ھریرہ رضی اللہ عنہ عن النبی ﷺ قال لما تجلی اللہ عزوجل موسیٰ علیہ السلام کان یبصر النملۃ علی الصفا فی اللیلۃ الظلمآء مسیرۃ عشرۃ فراسخ" (شفاء شریف ۱/۶۹)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کے لئے تجلی فرمائی تو اس کے بعد دس فرسخ یعنی تیس میل کے فاصلہ سے اندھیری رات میں صاف پتھر پر چلتی ہوئی چیونٹی کو بھی موسیٰ علیہ السلام دیکھ لیا کرتے تھے.....''

حضور ﷺ آگے پیچھے یکساں دیکھتے ہیں

امام مسلم حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ سرور کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے لوگو! میں تمہارا امام ہوں .....مجھ سے پہلے رکوع اور سجدہ نہ کیا کرو..... کیونکہ:

''فانی اراکم من امامی ومن خلفی''

میں آگے اور پیچھے یکساں دیکھتا ہوں...

(خصائص ۱/۶۱ و بخاری ۱/۵۹ و موطاء امام مالک)

نیز حدیث قدسی میں ہے:

''عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ ان اللہ تعالیٰ قال من عادیٰ لی ولیا فقد آذنتہ بالحرب وما تقرب الی عبدی بشی احب الی مما افترضت علیہ لا یزال عبدی یتقرب الی بالنوافل حتیٰ احببتہ فکنت سمعہ الذی یسمع بہ وبصرہ الذی یبصر بہ ویدہ التی یبطش بھا ورجلہ التی یمشی بھا

وان سالنی لا عطینه"

"اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ جو کوئی میرے کسی ولی کے ساتھ دشمنی کرے اس کے لئے میری طرف سے اعلان جنگ ہے.....اور اگر کوئی بندہ میرا قرب چاہے تو مجھے زیادہ پسند ہے کہ جو باتیں میں نے اس پر فرض کی ہیں ان سے قرب حاصل کرے اور میرا بندہ ہمیشہ نفلی عبادت کے ساتھ میرا قرب چاہتا ہے.....کرتے کرتے جب میں اس کو اپنا محبوب بنالیتا ہوں تو میں اس ولی کے کان بن جاتا ہوں جن کے ساتھ وہ سنتا ہے.....اور میں اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس کے ساتھ وہ دیکھتا ہے.....اور میں اس کے ہاتھ بن جاتا ہوں جس کے ساتھ وہ پکڑتا ہے.....اور وہ میری قدرت کے ساتھ چلتا ہے.....اور اگر وہ مجھ سے کچھ مانگے تو میں ضرور اس کو دے دیتا ہوں..."

نیز امام رازیؒ نے لکھا ہے:

"وکذالک العبد اذا واظب علی الطاعات یبلغ الی المقام الذی یقول اللہ تعالیٰ کنت له سمعا وبصرا فاذا صار نور جلال اللہ تعالیٰ سمعا له سمع القریب والبعید واذا صار ذالک النور بصرا له رای القریب والبعید واذا صار ذالک النور یدا له قدر علی التصرف فی الصعب والسهل والبعید والقریب"

"بندہ جب احکام الٰہی پر پابندی کرتا ہے تو وہ ایسے مقام پر پہنچ جاتا ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد مبارک ہے کہ میں بندے کے کان بن جاتا ہوں..... آنکھ بن جاتا ہوں..... تو جب اللہ تعالیٰ کے جلال کا نور بندے کے کان بن جائے تو پھر بندہ قریب سے بھی سن لیتا ہے اور دور سے بھی سن لیتا ہے اور جب اللہ تعالیٰ کے جلال کا نور بندے کی آنکھ بن جائے تو وہ بندہ قریب سے بھی دیکھ لیتا ہے اور دور سے بھی..... اور جب اللہ تعالیٰ کے جلال کا نور اس کے ہاتھ بن جاتا ہے تو بندہ دشواریوں اور آسانیوں میں تصرف کرنے پر قادر ہو جاتا ہے اور وہ دور بھی تصرف کر سکتا ہے اور نزدیک بھی....." (تفسیر کبیر ۲۱/۹۱)

اس حدیث پاک اور شرح سے روز روشن کی طرح واضح ہوا کہ ایک ولی جب ولی بن جائے تو وہ دور نزدیک کو سن بھی لیتا ہے دیکھ بھی لیتا ہے..... دور و نزدیک میں تصرف بھی کر سکتا ہے تو جس ذات عالی صفات ﷺ کے وسیلہ سے ولایت حاصل ہوتی ہے جن میں ان کے رب کریم نے ایک ایسا ادراک ایسی قوت پیدا فرمادی ہے کہ اس کی برکت سے حبیب خدا ﷺ سب کچھ دیکھ لیں..... دلوں کے خشوع کو دیکھ لیں اندھیرے اور روشنی میں یکساں دیکھ لیں..... غیب و عیاں کو دیکھ لیں ان کی رویت مبارکہ کا کیا کہنا..... لہٰذا مندرجہ ذیل واقعات اسی عطاء الٰہی کے کرشمے ہیں..... پڑھیے اور ایمان بچائیے.....

حضور ﷺ قبروں کے اندر جو کچھ ہوتا ہے سن لیتے ہیں

سیدنا ابوایوب صحابی رضی اللہ عنہ نے فرمایا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم باہر نکلے ..... حالانکہ سورج غروب ہو چکا تھا..... اچانک ایک آواز سنی تو فرمایا: یہ یہودیوں کے عذاب کی ہے جو ان یہودیوں کو ان کی قبروں میں ہو رہا ہے.....

(بخاری شریف ۱/۱۸۴ او مشکوۃ شریف ۵۳۶)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو آشوب چشم

امام بخاری سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ غزوہ خیبر کی ایک شام حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ: کل ہم فوج کا نشان ایسے شخص کو دیں گے جس کے ہاتھ پر خیبر فتح ہوگا..... جب صبح ہوئی تو حضور علیہ السلام نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو طلب فرمایا..... صحابہ نے عرض کیا: انہیں آشوب چشم ہے..... اور یہ آشوب چشم بھی اتنا سخت تھا کہ جس کے متعلق مسند امام احمد بن حنبل میں ہے کہ ایک صحابی سلمہ بن اکوع حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر حضور ﷺ کی خدمت میں لائے تھے.....

"فبصق رسول اللہ ﷺ فی عینیہ فبرء حتیٰ کان لم یکن وجع"

(مسند امام احمد ۴/۵۳)

''حضور ﷺ نے ان کی آنکھوں میں لعاب دہن ڈال دیا.....فوراً
آنکھیں اچھی ہوگئیں.....گویا کبھی دُکھی ہی نہ تھیں...''

حضرت علی رضی اللہ عنہ پر لعاب مبارک کے اثرات

حضور اکرم ﷺ کے لعاب مبارک کا صرف یہ ہی اثر نہ ہوا کہ آپ کی دکھتی آنکھیں اچھی ہوگئیں.....بلکہ لعاب مبارک کے کافی اثرات رونما ہوئے.....خود حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب سے حضور ﷺ نے میری آنکھوں میں لعاب مبارک ڈالا ہے:

"فما وجدت حرا ولا بردا ولا رمدت عینائی"

''اس وقت سے میں سردی اور گرمی بھی محسوس نہیں کرتا.....اور نہ اب کبھی میری آنکھیں دکھنی آئیں.....'' (حجۃ اللہ ص ۵۷۴)

یتیم... نبی اکرم ﷺ کی نظر میں

مشہور روایت ہے کہ نبی علیہ السلام عید کے دن گھر سے مسجد کی طرف تشریف لانے لگے.....راستے میں آپ ﷺ نے کچھ بچوں کو کھیلتے دیکھا.....انہوں نے اچھے کپڑے پہنے ہوئے تھے.....بچوں نے سلام عرض کیا.....تو نبی ﷺ نے جواب ارشاد فرمایا.....اس کے بعد آپ ﷺ آگے تشریف لے گئے.....نبی علیہ السلام نے آگے چل کر دیکھا تو ایک بچے کو خاموشی کے ساتھ اداس بیٹھا دیکھا.....

آپ ﷺ اس کے قریب رک گئے.....

آپ ﷺ نے اس بچے سے پوچھا: تمہیں کیا ہوا ہے؟ کیا وجہ ہے کہ تم اداس اور پریشان نظر آ رہے ہو؟

اس نے رو کر کہا: اے اللہ کے محبوب ﷺ! میں یتیم مدینہ ہوں..... میرے سر پر باپ کا سایہ نہیں ہے جو میرے لئے کپڑے لا دیتا..... میری امی مجھے نہلا کر نئے کپڑے پہنا دیتی.....!اس لئے میں یہاں اداس بیٹھا ہوں.....

نبی علیہ السلام نے اسے فرمایا: تم میرے ساتھ آ ؤ.....

آپ ﷺ اسے لے کر واپس اپنے گھر تشریف لائے.....اور سیدہ عائشہ صدیقہؓ سے فرمایا: حمیرا! انہوں نے عرض کیا: لبیک یا رسول اللہ ﷺ! اے اللہ کے رسول میں حاضر ہوں.....آپ ﷺ نے فرمایا: تم اس بچے کو نہلا دو..... چنانچہ اسے نہلا دیا گیا.....

اتنے میں نبی علیہ السلام نے اپنی چادر کے دو ٹکڑے کر دیئے..... کپڑے کا ایک ٹکڑا اسے تہبند کی طرح باندھ دیا گیا اور دوسرا اس کے بدن پر لپیٹ دیا گیا..... پھر اس کے سر پر تیل لگا کر کنگھی کی گئی.....حتیٰ کہ جب وہ بچہ تیار ہو گیا اور نبی علیہ السلام کے ساتھ چلنے لگا تو نبی علیہ السلام نیچے بیٹھ گئے.....اور اس بچے کو فرمایا: آج تو پیدل چل کر مسجد میں نہیں جائے گا بلکہ میرے کندھوں پر سوار ہو کر جائے گا.....

نبی علیہ السلام نے اس یتیم بچے کو اپنے کندھوں پر سوار کر لیا اور اسی حالت میں اس گلی میں تشریف لائے جس میں بچے کھیل رہے تھے..... جب انہوں نے یہ معاملہ دیکھا تو وہ رو کر کہنے لگے: کاش! ہم بھی یتیم ہوتے اور آج ہمیں بھی نبی علیہ السلام کے کندھوں پر سوار ہونے کا شرف نصیب ہو جاتا.....

نبی علیہ السلام جب مسجد میں تشریف لائے تو آپ ﷺ منبر پر بیٹھ گئے تو وہ بچہ نیچے بیٹھنے لگا..... نبی علیہ السلام نے اسے اشارہ کر کے فرمایا: تم آج زمین پر نہیں بیٹھو گے بلکہ میرے ساتھ منبر پر بیٹھو گے..... چنانچہ آپ ﷺ نے اس بچے کو اپنے ساتھ منبر

پر بٹھایا اور پھر اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر ارشاد فرمایا: جو شخص یتیم کی کفالت کرے گا اور محبت و شفقت کی وجہ سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرے گا اس کے ہاتھ کے نیچے جتنے بال آئیں گے اللہ تعالیٰ اس کے نامہ اعمال میں اتنی نیکیاں لکھ دے گا.....

(حوالہ خطبات فقیر)

بیٹی کو زندہ درگور کرنا اور سراپا رحمت ﷺ پر رقت طاری ہونا

عہد جاہلیت میں کئی سنگدلانہ اور غیر انسانی رسوم میں سے ایک یہ بھی تھی کہ وہ اپنی بیٹیوں کو زندہ درگور کر دیتے تھے.....اس پر غمزدہ یا پشیمان ہونے کے بجائے وہ فخر و مباہات کا اظہار کرتے تھے.....اس ظالمانہ حرکت کے آغاز کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ ایک دفعہ قبیلہ ربیعہ پر ان کے دشمنوں نے شب خون مارا اور ربیعہ کے سردار کی بیٹی کو وہ اٹھا کر لے گئے.....

بعد میں جب دونوں قبیلوں کی صلح ہوگئی تو اس لڑکی کو بھی واپس کر دیا گیا.....اور اسے اختیار دیا کہ چاہے تو اپنے باپ کے پاس رہے چاہے تو اسیری میں جس کے پاس رہی تھی اس کے پاس واپس چلی جائے.....اس نے اس شخص کے پاس جانا پسند کیا.....اس کے باپ کو بڑا غصہ آیا اور اس نے اپنے قبیلے میں یہ رسم جاری کر دی کہ جب کسی کے ہاں بچی پیدا ہو تو اس کو زندہ زمین میں دبا دیا جائے تا کہ آئندہ ان کی ایسی رسوائی نہ ہو.....

آہستہ آہستہ دوسرے قبائل میں بھی یہ رواج مقبولیت اختیار کر گیا..... دور جاہلیت کے اس انسانیت سوز اور درندانہ عمل کی طرف اشارہ کرتے ہوئے قرآن مجید یوں فرماتا ہے:

"واذا الموؤدة سئلت O بأی ذنب قتلت O"

''اور جب زندہ دفن کی ہوئی لڑکی سے پوچھا جائے گا کہ وہ کس گناہ کے باعث قتل کی گئی تھی.....'' (التکویر ۸۱: ۸...۹)

اس بے چاری بچی کا ''گناہ'' تھا تو صرف یہی کہ وہ ''لڑکی'' کیوں ہے..... اس جرم کی پاداش میں اسے زندہ دفن ہونا پڑا..... کتنا بڑا ظلم تھا انسانیت پر اور کتنی بڑی بے رحمی اور سنگدلی تھی..... اسے قرآن حکیم ایک اور مقام پر یوں بیان فرماتا ہے

"واذا بشر احدھم بالانثیٰ ظل وجھه مسودا وھو کظیم O یتواریٰ من القوم من سوء ما بشر بهط ایمسکه علیٰ ھون ام یدسه فی التراب ط الا سآء ما یحکمون O"

''اور جب ان میں سے کسی کو لڑکی (کی پیدائش) کی خبر سنائی جاتی ہے تو اس کا چہرہ سیاہ ہو جاتا ہے اور وہ غصہ سے بھر جاتا ہے..... وہ لوگوں سے چھپا پھرتا ہے (بزعم خویش) اس بری خبر کی وجہ سے جو اسے سنائی گئی ہے..... (اب یہ سوچنے لگتا ہے کہ) آیا اسے ذلت و رسوائی کے ساتھ (زندہ) رکھے یا اسے مٹی میں دبا دے (یعنی زندہ درگور کر دے) خبردار! کتنا برا فیصلہ ہے جو وہ کرتے ہیں.....''

سنن دارمی میں ہے کہ ایک شخص اپنی بپتا کو یاد کرتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم

کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور کہنے لگا: یارسول اللہ ﷺ! ہم لوگ جاہلیت میں بتوں کو پوجتے تھے اور اولاد کو مار ڈالتے تھے..... میری ایک بیٹی تھی جب میں اسے بلاتا تو پیار سے دوڑ کر میرے پاس آجاتی..... ایک دن میں نے اس کو بلایا..... وہ فرط محبت میں میرے پاس آئی..... میں آگے آگے چل رہا تھا اور وہ میرے پیچھے پیچھے چلتی آئی.....

یہاں تک کہ ہم اپنے گھر کے قریب ایک کنوئیں کے پاس پہنچے..... میں نے اس کا ہاتھ پکڑا اور کنوئیں میں گرادیا..... وہ ابا ابا کہہ رہی تھی..... میں نے اس کا ذرّہ بھر احساس نہ کیا..... یہ اس کی آخری آواز تھی.....

صحابی سے یہ دردناک واقعہ سن کر ساری انسانیت کے شفیق و کریم نبی ﷺ پر رقت طاری ہوگئی اور آپ ﷺ کی چشمان مقدس اشکبار ہوگئیں..... حاضرین میں سے ایک شخص نے اس صحابی کی ملامت کی کہ تم نے حضور نبی اکرم ﷺ کو غمگین کردیا.....

سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا: اسے چھوڑیئے..... اس پر جو مصیبت پڑی ہے اس کا علاج پوچھنے آیا ہے..... حضور ﷺ کی رؤف رحیم ذات پر اس واقعے کا اتنا اثر ہوا کہ اس آدمی سے دوبارہ اس قصے کو سنا اور اس قدر روئے کہ آپ ﷺ کے آنسو مبارک بہہ کر ڈاڑھی مبارک تک آگئے.....

پھر فرمایا: جاؤ اللہ تعالیٰ نے جاہلیت کے گناہ معاف فرمادیئے ہیں..... اب از سرنو عمل شروع کردو.....

اس حدیث پاک سے معلوم ہوتا ہے کہ رب ذوالجلال نے اپنے محبوب مکرم..... سراپا لطف و کرم..... غمخوار انسانیت حضور نبی اکرم ﷺ کو کس قدر رقیق القلب بنایا ہے کہ "خنجر چلے کسی پر تڑپتے ہیں امیر" کا مصداق تھے..... محسن انسانیت نے اس ظالمانہ رسم کو ختم کر کے بیٹی کو کیا مقام دیا..... اسے بیان کرنے سے پہلے ذرا یہ بھی ملاحظہ فرمائیں کہ اس سنگدلانہ بے رحمانہ رسم کے اسباب کیا تھے.....

(بحوالہ سنن دارمی)

آل رسول ﷺ کی خدمت اور والی امت ﷺ کی شفقت

حضرت ابو عبداللہ اپنی کتاب ''تحفہ'' میں لکھتے ہیں کہ بغداد میں ایک شخص فقیر حاجت مند..... عیال دار..... صابر و عابد رہتا تھا..... ایک دن وہ رات کو نماز کے لئے اٹھا تو اس کے بچے بھوک کی وجہ سے رو رہے تھے..... جب وہ نماز سے فارغ ہوا تو اس نے بچوں اور بیوی کو بلایا اور کہا بیٹھو! اور اللہ تعالیٰ کے حبیب ﷺ پر درود پاک پڑھو اور دیکھو کہ اللہ تعالیٰ کیسے درود پاک کی برکت سے ہمیں غنی کرتا ہے..... اپنے فضل وجود اور احسان سے..... لہٰذا وہ سب بیٹھ گئے اور درود پاک پڑھنا شروع کر دیا.....

درود پاک پڑھتے پڑھتے بچے تو سو گئے..... اور اللہ تعالیٰ نے اس مرد صالح پر بھی نیند طاری کر دی..... جب آنکھ سو گئی تو قسمت جاگ اٹھی..... اور وہ شاہ کونین ﷺ کے دیدار کی دولت سے مشرف ہوا..... اور آقائے دو جہاں ﷺ نے تسلی دی اور فرمایا: جب اللہ تعالیٰ کے حکم سے صبح ہو گی تو اے پیارے امتی! تجھے فلاں مجوسی کے گھر جانا ہو گا اور اسے میرا اسلام کہنا..... نیز یہ کہنا کہ تیرے حق میں جو دعا ہے وہ قبول ہو چکی ہے اور تجھے اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے دیئے میں سے مجھے (یعنی قاصد کو) دے.....

یہ فرما کر رسول اکرم ﷺ تشریف لے گئے اور وہ مرد صالح بیدار ہوا تو مسرت و شادمانی انتہا کو پہنچی ہوئی تھی..... لیکن اس نے دل میں سوچا کہ جس نے خواب میں

حضور ﷺ کو دیکھا اس نے الحق حضور ﷺ کو ہی دیکھا..... کیونکہ شیطان (العیاذ باللہ) حضور ﷺ کی شکل میں نہیں آ سکتا.....اور پھر یہ بھی محال ہے کہ حضور ﷺ مجھے ایک آگ کے پجاری مجوسی کی طرف بھیجیں.....اور پھر اس کو سلام بھی فرمائیں..... یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ پھر سو گیا تو پھر قسمت کا ستارہ چمکا..... پھر نبی اکرم ﷺ نے وہی حکم دیا.....

جب صبح ہوئی تو مجوسی کے گھر پوچھتا ہوا پہنچ گیا..... مجوسی کا گھر تلاش کرنے میں کوئی دشواری نہ ہوئی کیونکہ وہ بہت مالدار تھا.....اس کا کاروبار وسیع تھا..... جب مجوسی کے سامنے ہوا تو چونکہ مجوسی کے کارندے کافی تھے.....

اس نے اسے اجنبی دیکھ کر پوچھا: کیا آپ کو کوئی کام ہے؟ اس مرد صالح نے کہا وہ میرے تیرے درمیان کی علیحدگی کی بات ہے..... اس نے نوکروں..... غلاموں کو حکم دیا کہ وہ باہر چلے جائیں..... جب تخلیہ ہو گیا تو مرد صالح نے کہا: تجھے ہمارے نبی ﷺ نے سلام فرمایا ہے.....

یہ سن کر مجوسی نے سوال کیا: کون تمہارا نبی ہے؟

فرمایا: محمد ﷺ.....

یہ سن کر مجوسی نے کہا کیا آپ کو معلوم نہیں کہ میں مجوسی ہوں اور میں ان کے لائے ہوئے دین کو نہیں مانتا..... اس پر اس مرد صالح نے کہا: میں جانتا ہوں..... لیکن میں نے دو بار حضور ﷺ کو دیکھا ہے اور مجھے اسی بات کی تاکید فرمائی ہے..... یہ سن کر مجوسی نے اللہ تعالیٰ کی قسم دلائی کہ کیا واقعی تجھے تمہارے نبی نے بھیجا ہے.. اس نے کہا: اللہ تعالیٰ شاہد ہے.....اور مجھے یہی فرمایا ہے.....

پھر مجوسی نے پوچھا: اور کیا کہا ہے؟ اس نیک مرد نے کہا: حضور ﷺ نے مزید یہ فرمایا ہے کہ تو اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے میں سے مجھے کچھ دے.....اور یہ کہ تم سے حق میں دعا قبول ہے..... اس مجوسی نے پوچھا تجھے معلوم ہے کہ وہ کون سی دعا ہے؟ اس

نے جواباً کہا: مجھے علم نہیں..... پھر مجوسی نے کہا: میرے ساتھ اندر آ..... میں تجھے بتاؤں وہ کون سی دعا ہے..... جب میں اندر گیا اور بیٹھے تو مجوسی نے کہا: آپ اپنا ہاتھ بڑھائیں تاکہ میں آپ کے ہاتھ پر اسلام قبول کروں اور اس نے ہاتھ پکڑ کر کہا:

"اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمد رسول الله"

اسلام قبول کر لینے کے بعد اس نے اپنے ہم نشینوں اور کارندوں کو بلایا اور فرمایا: سن لو! میں گمراہی میں تھا اللہ تعالیٰ نے مجھے ہدایت دی ہے..... میں نے ہدایت قبول کر لی اور میں نے تصدیق کی اور میں ایمان لایا ہوں اور اللہ تعالیٰ پر اور اس کے نبی محمد ﷺ پر.....

لہٰذا تم میں سے جو ایمان لے آئے تو اس کے پاس جو میرا مال ہے وہ اس پر حلال ہے..... اور جو ایمان نہ لائے..... وہ میرا مال ابھی واپس کر دے اور آئندہ نہ وہ مجھے دیکھے نہ میں اسے دیکھوں..... تو چونکہ اس کے مال سے کافی مخلوق تجارت کرتی تھی..... اس کے اعلان سے اکثر ان میں سے ایمان لے آئے اور جو ایمان نہ لائے..... وہ اس کا مال واپس کر کے چلے گئے..... پھر اس نے اپنے بیٹے کو بلایا اور فرمایا: بیٹا! میں نے اسلام قبول کر لیا ہے..... لہٰذا اگر تو بھی اسلام قبول کر لے تو تو میرا بیٹا اور میں تیرا باپ ہوں..... ورنہ آج سے نہ تو میرا بیٹا اور نہ میں تیرا باپ.....

یہ سن کر بیٹے نے کہا: ابا جان! جو آپ نے راستہ اختیار کیا ہے میں اس کی مخالفت ہرگز نہیں کروں گا..... لیجئے سن لیجئے:

"اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمد رسول الله"

پھر اس نے اپنی بیٹی کو بلایا جو کہ اپنے ہی بھائی کے ساتھ شادی شدہ تھی..... اور یہ مجوسیوں کے مذہب کے مطابق تھا..... اس نے اپنی بیٹی سے بھی وہی کچھ کہا جو اپنے

بیٹے سے کہا تھا..... یہ سن کر بیٹی نے کہا: مجھے قسم ہے خدا کی! میرا شادی کے دن سے آج تک اپنے بھائی کے ساتھ ملاپ نہیں ہوا..... بلکہ مجھے سخت نفرت رہی ہے.....

"اشھد ان الا اله الا الله واشھد ان محمد رسول الله"

یہ سن کر باپ بہت خوش ہوا..... پھر اس نے مرد صالح نے کہا: کیا آپ چاہتے ہیں کہ میں آپ کو وہ دعا بتاؤں جس کی قبولیت کی خوشخبری آپ لائے ہیں..... اور وہ کیا چیز ہے جس نے رسول اکرم ﷺ نبی محترم کو مجھ سے راضی کیا ہے؟ مرد صالح نے فرمایا: ہاں ضرور بتائیں.....

اس نے کہا: جب میں نے اپنی بیٹی کی شادی اپنے بیٹے سے کی تھی تو میں نے عام دعوت کی تھی..... سب لوگوں کو کھانا کھلاتا رہا..... حتیٰ کہ کیا شہری کیا دیہاتی سب کھا گئے..... جب سب کھا کر فارغ ہو کر چلے گئے تو چونکہ میں تھک کر چور ہو چکا تھا..... میں نے مکان کی چھت پر بستر لگوایا تاکہ آرام کروں اور میرے پڑوس میں ایک سید زادی جو کہ سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے ہے..... اور اس کی چھوٹی چھوٹی بچیاں رہتی تھیں..... جب میں اوپر لیٹا تو میں نے ایک صاحبزادی سے سنا وہ اپنی والدہ محترمہ سے کہہ رہی تھیں: امی جان! آپ نے دیکھا کہ ہمارے پڑوسی مجوسی نے کیا کیا ہے؟ ہمارا اس نے دل دکھایا ہے..... سب کو کھلایا مگر ہمیں اس نے پوچھا تک نہیں ہے..... اللہ تعالیٰ اسے ہماری طرف ابھی جزا نہ دے.....

جب میں نے اس شہزادی سے یہ بات سنی تو میرا دل پھٹ گیا..... اور سخت کوفت ہوئی..... ہائے! میں نے ایسا کیوں کیا؟..... میں جلدی سے نیچے اترا اور پوچھا کہ یہ کتنی شہزادیاں ہیں..... تو مجھے بتایا گیا کہ تین شہزادیاں ہیں اور ایک ان کی والدہ محترمہ ہے.....

میں نے کھانا چنا اور چار بہترین جوڑے کپڑوں کے لئے اور کچھ نقدی رکھ کر

نوکرانی کے ہاتھ ان کے گھر بھیجا.....اور خود میں دوبارہ مکان کی چھت پر چڑھ کر بیٹھ گیا..... جب وہ چیزیں جو میں نے حاضر کی تھیں ان کے ہاں پہنچیں تو وہ بہت خوش ہوئیں.....اور شہزادیوں نے کہا: امی جان! ہم کیسے یہ کھانا کھالیں..... حالانکہ بھیجنے والا مجوسی ہے..... یہ سن کر ان شہزادیوں کی والدہ محترمہ نے فرمایا: بیٹی! یہ اللہ تعالیٰ کا رزق ہے اس نے بھیجا ہے.....تو شہزادیوں نے کہا ہمارا مطلب یہ نہیں ہے..... بلکہ ہمارا مطلب یہ ہے کہ ہم اس کھانے کو ہرگز نہیں کھاسکتیں جب تک وہ مجوسی ہے..... پہلے اس کے لئے اپنے نانا جان کی شفاعت سے اس کے مسلمان ہونے اور اس کے جنتی ہونے کی اللہ تعالیٰ سے دعا کریں.....

ان شہزادیوں نے دعا کرنا شروع کی..... اور ان کی والدہ محترمہ آمین کہتی رہیں.....

لہٰذا یہ وہ دعا ہے جس کی قبولیت کی بشارت حبیب خدا ﷺ نے تیرے ہاتھ بھیجی ہے.....اور اب میں حضور ﷺ کے حکم کی تعمیل یوں کرتا ہوں کہ جب میں نے اپنی بیٹی کی شادی اپنے بیٹے سے کی تھی تو میں نے ساری جائیداد میں سے نصف ان لڑکے اور لڑکی کو دی تھی.....اور نصف میں نے رکھا تھا اور اب چونکہ ہم سب مسلمان ہوگئے ہیں اور اس مبارک اسلام نے دونوں (بہن بھائی) کے درمیان جدائی کردی ہے اب وہ مال جو ان کو دیا تھا وہ آپ کا ہے آپ لے جائیں..... (سعادۃ الدارین)

شہید اُحد حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کیلئے فرشتوں کا غسل

عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حنظلہ بن ابی عامر ثقفی رضی اللہ عنہ اور ابوسفیان باہم مبارزت طلبی کر رہے تھے.....جب حنظلہ اس پر غالب آگئے تو شداد بن اوس نے

جسے ابوشعوب کہا جاتا تھا انہیں دیکھ لیا اور تلوار سے وار کر کے انہیں شہید کر دیا.... ورنہ ابوسفیان قتل ہو چکا تھا.... نبی ﷺ نے فرمایا:

"اِنَّ صَاحِبَکُمْ لَتُغَسِّلُهُ الْمَلٰٓئِکَةُ"

"تمہارے ساتھی کو فرشتے غسل دے رہے ہیں...."

لوگوں نے ان کی بیوی سے اس بارے میں پوچھا.... تو اس نے کہا جب انہوں نے نقارہ جنگ سنا تو وہ اس وقت جنبی تھے (ان پر غسل ضروری تھا).... نبی ﷺ نے فرمایا اسی لئے فرشتوں نے انہیں غسل دیا ہے....

واقدی نے حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ ذرا تفصیل سے بیان کیا ہے.... وہ کہتے ہیں کہ حنظلہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے جمیلہ بنت عبداللہ بن ابی بن سلول سے نکاح کیا تھا اور اسی رات کو وہ ان کے پاس بھیجی گئی جس کی صبح غزوہ احد کا وقوع ہوا.... انہوں نے نبی ﷺ سے اجازت چاہی کہ وہ رات اپنی بیوی کے پاس رہیں.... آپ ﷺ نے اجازت دے دی....

جب انہوں نے نماز فجر پڑھ کر نبی ﷺ کے پاس جانا چاہا تو بیوی نے نہ جانے دیا.... آپ اس کے پاس بیٹھ گئے.... کچھ دیر بیٹھے رہے یہاں تک کہ دوبارہ غسل واجب ہو گیا.... پھر انہوں نے جانا چاہا.... جب کہ وہ عورت قبل ازیں اپنی قوم سے چار آدمی بلوا چکی تھی.... تا کہ انہیں اس امر پر گواہ بنائے کہ حنظلہ نے اس سے صحبت کی ہے....

اس سے پوچھا گیا کہ تجھے یہ گواہی قائم کرنے کی ضرورت کیوں محسوس ہوئی؟ تو اس نے کہا میں نے خواب میں دیکھا کہ حنظلہ رضی اللہ عنہ کے لئے آسمان پھٹا ہے اور وہ اس میں داخل ہو گئے ہیں اور آسمان پھر برابر ہو گیا.... تو میں نے خیال کر لیا کہ یہ حنظلہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کا اشارہ ہے.... اس لئے میں نے گواہی بنائی کہ انہوں نے مجھ سے جماع

کیا ہے.... اور میں نے انہیں صبح کے وقت جانے نہ دیا....

جب حنظلہ ﷺ شہید ہو گئے تو لوگوں نے دیکھا کہ وہ امیر حمزہ بن عبدالمطلب ﷺ کے پہلو میں مقتول پڑے ہیں.... باقی شہداء کا مثلہ کر دیا گیا تھا مگر ان کا جسم محفوظ رہا .... نبی ﷺ نے فرمایا: میں نے فرشتوں کو دیکھا ہے کہ وہ حنظلہ بن ابی عامر کو چاندی کے برتنوں میں آب باراں سے زمین و آسمان کے درمیان غسل دے رہے ہیں....

ابو اسید ساعدی کہتے ہیں کہ ہم نے (غور سے) دیکھا تو آپ کے سر سے قطرے گر رہے تھے.... ابو اسید کہتے ہیں میں نبی ﷺ کے پاس گیا اور آپ کو یہ امر بتلایا تو آپ نے ان کی بیوی کو پیغام بھجوایا اور اس سے اس بارے میں سوال کیا تو اس نے بتلایا کہ وہ گھر سے جاتے ہوئے جنبی تھے....

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی کثیر احادیث روایت کرنے کی وجہ؟

حضرت ابو ہریرہ ﷺ نے ایک دن تابعین کو مخاطب کر کے.... یا جیسا کہ بعض حضرات نے کہا ہے کہ صحابہ متاخرین کو مخاطب کر کے کہا.... کہ تم جو یہ کہتے ہو کہ ابو ہریرہ نبی کریم ﷺ سے بہت زیادہ حدیثیں نقل کرتے ہیں.... تو پہلے یہ سمجھ لو کہ اللہ کا وعدہ برحق ہے.... اور پھر سنو میں زیادہ حدیثیں بیان کرنے کا سبب تمہیں بتاتا ہوں کہ....

میرے مہاجر بھائیوں کو تو بازار میں ہاتھ پہ ہاتھ مارنے یعنی خرید و فروخت کی

مشغولیت الجھائے رکھتی تھی.... اور میرے انصار بھائیوں کو ان کی زمین و جائیداد فرصت نہیں دیتی تھی.... جہاں تک میرا تعلق ہے تو میں ایک مسکین و مفلس شخص تھا.... اور پیٹ بھر کر کھانا مل جانے پر قناعت کر کے رسول کریم ﷺ کی خدمت میں پڑا رہتا تھا.... پھر ایک دن ایسا ہوا کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا:....

"لَنْ یَبْسُطَ اَحَدٌ مِنْکُمْ ثَوْبَهٗ حَتّٰی اَقْضِیَ مَقَالَتِیْ هٰذِهٖ ثُمَّ یَجْمَعَهٗ اِلٰی صَدْرِهٖ فَیَنْسٰی مِنْ مَقَالَتِیْ شَیْئًا اَبَدًا"

"اگر تم میں سے کوئی شخص اپنا کپڑا پھیلائے.... اور اس وقت تک پھیلائے رہے جب تک میں اپنی بات (یعنی دعا) پوری نہ کرلوں.... اور پھر وہ شخص اپنے کپڑے کو سمیٹ کر اپنے سینہ سے لگالے.... تو یہ ہرگز نہیں ہوسکتا کہ وہ میری بات (حدیث) کو کلی طور پر یا جزوی طور پر کبھی بھی بھول جائے...."

"فَبَسَطْتُ نَمِرَةً لَیْسَ عَلَیَّ ثَوْبٌ غَیْرُهَا حَتّٰی قَضَی النَّبِیُّ ﷺ مَقَالَتَهٗ جَمَعْتُهَا اِلٰی صَدْرِیْ فَوَالَّذِیْ بَعَثَهٗ بِالْحَقِّ مَا نَسِیْتُ مِنْ مَقَالَتِهٖ ذَالِکَ اِلٰی یَوْمِیْ هٰذَا"

"چنانچہ میں نے (فوراً) اپنی کملی پھیلالی.... جس کے علاوہ میرے پاس اور کوئی کپڑا نہیں تھا.... اور اس کو اس وقت تک پھیلائے رکھا جب تک آپ ﷺ نے اپنی بات پوری نہ کرلی.... اور پھر اس کو سمیٹ کر اپنے سینہ سے لگالیا.... قسم ہے اس ذات کی جس نے آنحضرت ﷺ کو حق کے ساتھ بھیجا (اس کے بعد سے) آج تک آنحضرت ﷺ سے سنا ہوا کوئی ارشاد نہیں بھولا ہوں...." (بخاری و مسلم)

تلوار کی زد پڑنے سے قبل ہی کافر کا سر اڑ جاتا تھا

ابوداؤد مازنی ؓ سے روایت ہے کہ وہ غزوہ بدر میں شریک ہوئے تھے.... کہتے ہیں کہ بدر کے دن میں کسی مشرک کا پیچھا کر رہا تھا... تا کہ اس کا سر قلم کروں مگر میری تلوار چلنے سے قبل ہی وہ سر سے بے نیاز ہو چکا تھا... تو میں نے پہچان لیا کہ اسے کسی اور نے قتل کیا ہے....

ابویعلیٰ و حاکم و بیہقی علی مرتضیٰ ؓ سے راوی ہیں کہ وہ فرماتے ہیں کہ جنگ بدر میں تین مرتبہ سخت آندھی آئی.... ایسی آندھی میں نے کبھی نہ دیکھی....

پہلی آندھی جبرائیل تھے.... جو ایک لاکھ ملائکہ کے ہمراہ آئے اور حضور ﷺ کے ساتھ کھڑے ہو گئے.... دوسری آندھی میکائیل تھے جو ایک ہزار ملائکہ کی فوج کے ساتھ آئے اور حضور ﷺ کے بائیں طرف کھڑے ہو گئے اور تیسری آندھی:

اِسْرَافِیْلُ نَزَلَ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰئِکَةِ عَنْ مَیْسَرَةِ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ

''اسرافیل تھے جو ایک ہزار فرشتوں کے ساتھ آئے.... اور حضور ﷺ کے میسرہ بنے....'' (خصائص ص ۲۰۱ ج ۱)

امام بیہقی ربیع سے راوی حضرت انس ؓ نے فرمایا جنگ بدر میں جن کافروں کو ملائکہ نے قتل کیا.... ان کو ہم اس طرح جانتے ہیں:

'' مِمَّنْ قَتَلُوْهُمْ بِضَرْبٍ فَوْقَ الْاَعْنَاقِ وَ عَلَی الْبَنَانِ مِثْلَ سِمَةِ النَّارِ قَدْ اُحْرِقَ بِهٖ'' (خصائص ص ۲۰۱ ج ۱)

''جن کو فرشتے قتل کرتے تھے.... ان کی گردنوں کے اوپر اور جوڑوں پر آگ کے جلے ہوئے کا نشان ہوتا تھا....''

پتھر کا گوشت! واقعہ

بیہقی وابونعیم نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی.... انہوں نے کہا کہ میرے پاس ہدیہ میں گوشت کا پارچہ آیا.... میں نے خادم سے کہا: اسے رسول اللہ ﷺ کے لئے رکھ چھوڑو.... اسی اثنا میں ایک سائل آیا اور اس نے دروازے پر کھڑے ہو کر آواز لگائی:

"تَصَدَّقُوْا بَارَکَ اللّٰہُ فِیْکُمْ"

''صدقہ دو.... اللہ تمہارے رزق میں برکت دے....''

ہم نے اسے جواب دیا:

"بَارَکَ اللّٰہُ تَعَالٰی فِیْکُمْ"

''اللہ تم پر برکت کرے....''

اور وہ سائل چلا گیا....

پھر نبی کریم ﷺ تشریف لائے تو میں نے خادم سے کہا اس گوشت کو پیش کر دو اور وہ اسے لایا.... دیکھا تو وہ سفید پتھر بن گیا تھا.... اس پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کیا آج تمہارے پاس کوئی سائل آیا تھا.... جسے تم نے واپس کر دیا تھا؟....

میں نے عرض کیا: ہاں.... فرمایا: یہ گوشت اسی بنا پر پتھر ہو گیا ہے.... اس کے بعد وہ پتھر ان کے گھر کے ایک گوشے میں پڑا رہا.... اور وہ اس پر کوٹتی اور پیستی رہیں.... یہاں تک کہ ان کی رحلت ہو گئی.... (حوالہ خصائل کبریٰ وبیہقی)

ابوجہل کے گھر میں کافر جمع تھے.... وہ سب جان دو عالم ﷺ کو قتل کرنے کی

تدبیریں کر رہے تھے.... کہ اچانک طارق الصیدانی دوڑتا ہوا آیا اور بولا آج اگر میری بات مان لو تو محمد (ﷺ) کا قتل (معاذ اللہ) کتنا آسان رہے گا.... کافروں نے پوچھا تو طارق بولا اس وقت محمد (ﷺ) کعبہ کی دیوار سے پشت لگائے بیٹھے ہیں.... ہم میں سے کوئی کعبہ کی دیوار پر چڑھ کر ان کے سر پر وزنی پتھر گرادے..... تو وہ موقعہ پر ہی (معاذ اللہ) دم توڑ دیں گے....

یہ سنتے ہی شہاب نامی کافر اٹھا اور بولا: مجھے اجازت دی جائے.... میں اسی وقت محمد (ﷺ) کو قتل کر کے آتا ہوں.... وہ پتھر لے کر کعبہ کی چھت پر چڑھ گیا اور سر انور کا نشانہ لے کر پتھر نیچے پھینک دیا.... اچانک کعبہ کی دیوار سے ایک پتھر نکلا جس نے پہلے پتھر کو ہوا میں روکے رکھا....

یہاں تک کہ حبیب رحمٰن ﷺ اس مقام سے اٹھ کھڑے ہوئے.... تو دیوار کعبہ کا پتھر دیوار میں جا لگا اور شہاب کا پتھر زمین پر گر پڑا.... شہاب یہ منظر دیکھ کر چونک اٹھا.... چھت سے نیچے اترا اور حضور ﷺ کے قدموں میں آ گرا اور پکار اٹھا:... "**اشهد ان لا الہ الا اللہ واشهد ان محمد عبده و رسوله**" .... شہاب نے اسلام قبول کیا تو اس کا بیٹا طارق بھی مسلمان ہو گیا... (حوالہ جامع المعجزات از محمد واعظ ہادیؒ)

صحابیہ کی دعا سے مردہ زندہ ہو گیا

ہم ایک انصاری کی عیادت کو گئے.... ابھی ہم ان کے پاس بیٹھے ہی تھے کہ ان کا انتقال ہو گیا.... اس انصاری کی والدہ بہت بوڑھی تھیں.... جب انہیں معلوم ہوا کہ میرا لڑکا انتقال کر گیا ہے..... تو انہوں نے اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا کر دربار ایزدی میں یوں عرض کیا:....

" اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ تَعْلَمُ اِنِّیْ اَسْلَمْتُ لَکَ وَھَاجَرْتُ اِلٰی رَسُوْلِکَ رِجَاءً اَنْ تُغِیْثَنِیْ عِنْدَ کُلِّ شِدَّۃٍ وَرُخَاءٍ فَلَا تَحْمِلْ عَلَیَّ ھٰذِہِ الْمُصِیْبَۃَ الْیَوْمَ فَکَشَفَ عَنْ وَجْھِہٖ حَتّٰی اَکَلْنَا مَعَہٗ " (دلائل النبوت ص ۲۲۴ ج ۳)

"اے اللہ! تو جانتا ہے میں تیرے لئے اسلام لائی اور ہجرت کی.... تیرے رسول کی طرف یہ امید رکھتے ہوئے کہ تو ہر شدت اور نرمی کے وقت مجھے اپنی رحمت میں رکھے گا.... پس میرے اوپر یہ مصیبت نہ ڈال.... پس اس لڑکے کے چہرے سے جب کپڑا اٹھایا تو وہ زندہ ہو گیا.... اور ہم نے اس کے ساتھ کھانا بھی کھایا...."

سلمان فارسیؓ کی طویل قامت شخص سے ملاقات

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے ابو سلمہ ؓ کی سند سے حضرت سلمان فارسی ؓ سے روایت کیا ہے.... وہ فرماتے ہیں کہ میں بچپن میں اپنے گاؤں کے بچوں کے ساتھ کھیلا کرتا تھا ہمارے گاؤں میں ایک پہاڑ تھا.... جس میں ایک غار تھا.... ایک دن میں اس غار کے پاس سے اکیلا گزرا.... میں نے وہاں ایک طویل القامت انسان دیکھا.... اس کے کپڑے بھی بالوں کے تھے اور اس کے جوتے بھی بالوں ہی کے بنے ہوئے تھے....

اس نے مجھے اپنی طرف بلایا.... میں اس کے قریب ہوا.... تو اس نے مجھے کہا: اے لڑکے! کیا تو حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کو جانتا ہے؟ میں نے کہا: میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نہیں جانتا.... اور نہ ہی میں نے ان کے متعلق سنا ہے.... اس

بزرگ نے کہا:-

حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں.... جو آدمی یہ ایمان لائے گا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے رسول ہیں اور ان کے بعد بھی ایک رسول مکرم ﷺ تشریف لائیں گے.... جن کا نام نامی احمد ﷺ ہوگا.... اللہ تعالیٰ اس کو دنیا کے غموں سے نکال کر آخرت کے سکون اور نعمتوں کی طرف لے جائے گا....

میں نے دیکھا کہ نور اور حلاوت اس کے ہونٹوں سے خارج ہو رہے ہیں.... ایسا ہی نور میرے دل میں بھی جاگزیں ہوگیا.... اس بزرگ نے مجھے سکھایا کہ میں یہ گواہی دوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے رسول ہیں.... اور ان کے بعد محمد عربی ﷺ اللہ کے رسول ہیں.... موت کے بعد دوبارہ زندگی عطا ہوگی....

اس نے مجھے نماز میں قیام کرنے کا طریقہ سکھایا.... اس نے مجھ سے کہا: جب تو نماز کے لئے کھڑا ہونے لگے.... تو قبلہ کی طرف منہ کرلے.... اگر اس حالت میں آگ بھی تیرا احاطہ کرلے.... پھر بھی اس کی طرف توجہ نہ دینا....

اور اگر فرض نماز کی کیفیت میں تجھے والدین بھی پکاریں.... تو ان کی طرف بھی توجہ نہ دینا.... البتہ اگر نماز میں تجھے اللہ کے رسول پکاریں.... تو پھر نماز کو چھوڑ دینا.... پہلے ان کی بات سننا کیونکہ وہ اپنی طرف سے تمھیں نہیں بلائیں گے بلکہ اللہ کی طرف سے وحی کی وجہ سے تمھیں پکاریں گے....

اگر تو محمد مصطفیٰ ﷺ کے عہد ہمایوں کو پائے.... تو ان پر ضرور ایمان لانا.... تہامہ کے پہاڑوں سے ان کا ظہور ہوگا.... میری طرف سے آپ کی بارگاہ میں سلام عرض کرنا.... میں نے کہا مجھے محمد عربی ﷺ کی مزید علامات بتائیں....

اس بزرگ نے کہا: ان کا نام مبارک محمد بن عبداللہ (ﷺ) ہوگا.... ان کا

ظہور تہامہ کے پہاڑوں سے ہوگا.... وہ اونٹ.... گدھے.... گھوڑے اور خچر پر سواری کریں گے.... ان کے نزدیک آزاد غلام برابر ہوں گے.... ان کا قلب اطہر رحمت سے لبریز ہوگا ان کے کندھوں کے مابین کبوتری کے انڈے کے برابر ایک نشان ہوگا .... اس کے باطن میں اللہ وحدہ لاشریک لہ محمد رسول اللہ لکھا ہوا ہوگا .... اور ظاہر پر یہ لکھا ہوا ہوگا....

"توجہ حیث شئت فانک منصور کل الھدایۃ"

وہ صدقے کا مال نہیں کھائیں گے... وہ کینہ پرور اور نہ ہی حاسد ہوں گے... وہ کسی مسلمان یا معاہد کے ساتھ ظلم بھی نہیں کریں گے.... (حوالہ مدارج النبوۃ وحجۃ اللہ)

قبول اسلام پر مازنؓ کے اشعار

حضرت مازن ﷺ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کی دعا کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے میری تمام بری عادات کو ختم کر دیا.... میں نے قرآن پاک کا کچھ حصہ یاد کر لیا.... میں نے کئی حج کیے میرا گاؤں اور اس کا اردگرد سرسبز و شاداب ہو گیا.... میں نے چار آزاد اور نیک خواتین سے شادی کی.... اللہ تعالیٰ نے مجھے اولاد عطا کی.... پھر آپ نے یہ اشعار پڑھے:

اِلَیْکَ رَسُوْلَ اللّٰہِ حَنَّتْ مَطِیَّتِی

تَجُوْبُ الْفَیَافِیْ مِنْ عُمَّانَ اِلَی الْعَرَجِ

لَتَشْفَعَ لِیْ یَا خَیْرَ مَنْ وَطِیَ الْحَصٰی

فَیَغْفِرُ لِیْ ذَنْبِیْ وَاَرْجِعُ بِالْفَلَجِ

اِلٰی مَعْشَرٍ خَالَفْتُ فِی اللّٰہِ دِیْنَھُم
وَلَا رَاْیُھُمْ رَاْیِیْ وَلَا نَھْجُھُمْ نَھْجِیْ
وَکُنْتُ امْرأً بِالْعُھْرِ وَالْخَمْرِ مُوْلِعًا
شَبَابِیْ حَتّٰی اٰذَنَ الْجِسْمَ بِالنَّھْجِ
فَبَدَّلَنِیْ بِالْخَمْرِ خَوْفًا وَّ خَشْیَۃً
وَبِالْعُھْرِ اِحْصَانًا فَحَصَّنَ لِیْ فَرْجِی
فَاَصْبَحْتُ ھَمِّیْ فِی الْجِھَادِ وَنِیَّتِی
فَلِلّٰہِ مَا صَوْمِیْ وَلِلّٰہِ مَا حَا

''یا رسول اللہ (ﷺ)! آپ ہی کی طرف میری اونٹنی شوق سے سفر طے کرتی ہے.... وہ عمان سے لے عرج تک کے جنگلات کو عبور کرتی ہے.... تا کہ آپ میرے لئے شفاعت فرمائیں.... اے کائنات کے بہترین انسان (ﷺ)! میرے گناہ معاف ہو جائیں اور میں معشر کی طرف کامیابی سے لوٹوں... میں نے اللہ کے لئے ان کے دین کی مخالفت نہ کی... ان کی رائے میری رائے ہے اور نہ ہی ان کا طریقہ میرا طریقہ ہے... میں وہ شخص ہوں .... جو بدکاری اور شراب کا دلدادہ تھا... لیکن انہوں نے میرے جسم کو راہ راست سے آگاہ کر دیا.... اللہ تعالیٰ نے میری شراب نوشی کو خوف اور ڈر میں تبدیل کر دیا اور مجھے بدکاری سے محفوظ کر دیا.... اور میری شرم گاہ کی حفاظت کر دی.... اب میرا ارادہ اور میری نیت صرف جہاد کرنے کی تھی.... میرا روزہ اور حج بھی اللہ کی رضا کے لئے تھا....''

حضرت مازن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں.... جب میں اپنی قوم کے پاس آیا.... تو اس نے مجھ پر بڑی سختی کی.... مجھے گالیاں دیں اور مجھے ملامت کی.... انہوں نے اپنے

شاعر کو میری ہجو کرنے کا حکم دیا.... اس نے میری ہجو کی.... میں نے اس شاعر سے کہا:-

اگر تو نے میری ہجو کی ہے.... تو اس کا مجھ پر کوئی اثر نہیں.... کیونکہ میں بذات خود اپنے نفس کی ہجو کرتا ہوں.... میں نے اپنی قوم سے کنارہ کشی اختیار کر لی.... میں نے اپنے لئے ایک مسجد تعمیر کر لی.... جس میں عبادت کیا کرتا تھا.... جو مظلوم بھی اس مسجد میں آتا اور اس میں تین دن نماز ادا کرتا.... پھر اپنے پر ظلم کرنے والے کے لئے دعا کرتا.... تو اس کی دعا ضرور قبول ہوتی.... اگر کوئی مصیبت زدہ اور آفت رسیدہ.... اس میں کھڑے ہو کر دعا مانگتا.... تو اللہ تعالیٰ اسے شفاء عطا فرماتا.... پھر میری قوم میرے پاس آئی.... اور مجھے اپنے قبیلے میں جانے کیلئے کہا.... اس طرح میری تمام قوم دولت اسلام سے مالا مال ہوگئی....

بچھڑے

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک روز ہم قبیلہ قریش کے ایک محلے میں بیٹھے ہوئے تھے.... یہاں رہنے والے خاندان کو آل ذریح کہا جاتا تھا.... ان لوگوں نے ایک بچھڑا ذبح کیا ہوا تھا.... اور قصائی اس کا گوشت بنا رہا تھا کہ اچانک اس بچھڑے کے پیٹ میں سے ہمیں ایک آواز سنائی دی.... حالانکہ بولنے والے کا کہیں پتہ نہ تھا.... وہ آواز یہ کہہ رہی تھی:-

''اے آل ذریح! ایک زبردست واقعہ پیش آرہا ہے.... پکارنے والا پکار رہا ہے.... اور بہت فصیح انداز میں گواہی دے رہا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود اور لائق عبادت نہیں ہے....''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس واقعہ نے میرے دل کی دنیا میں ہلچل مچادی..... پھر میرے دل میں بتوں کے لئے حقارت کسی نہ کسی درجہ میں بیٹھ گئی....

جبرائیل امین علیہ السلام کی عمر مبارک

حضرت ابو ہریرہ ﷺ سے روایت ہے کہ ایک دن بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حضرت جبرائیل امین حاضر ہوئے.... دریائے رحمت موج میں آیا اور زبان اطہر جنبش کرنے لگی اور رحمت کے پھول جھڑنے لگے....

ارشاد فرمایا: اے جبرائیل! آج یہ تو بتاؤ کہ تمہاری عمر کتنی ہے؟

عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! مجھے اپنی عمر کا تو کچھ اندازہ نہیں اتنا ضرور پتہ ہے کہ چوتھے حجاب عظمت میں ہر ستر ہزار سال کے بعد ایک ستارہ طلوع ہوتا تھا جسے میں نے اپنی عمر میں ستر ہزار مرتبہ دیکھا ہے.... اس سے خود ہی میری عمر کا اندازہ فرمالیجئے....

یہ سن کر نبی مکرم ﷺ نے نور بھری گفتگو شروع فرمائی.... جس میں ارشاد فرمایا: اے جبرائیل! کیا آپ وہ ستارہ دیکھ کر پہچان لو گے؟....

عرض کیا: کیوں نہیں یارسول اللہ ﷺ! جو ستارہ میں نے اتنی بار دیکھا ہو.... تو کیوں نہیں پہچانوں گا؟....

جب سرکار دو عالم ﷺ نے نور بھرا عمامہ شریف ہٹایا تو پیشانی مصطفیٰ ﷺ میں وہ ستارہ نظر آیا.... جبرائیل امین نے جب دیکھا تو بے اختیار بول اٹھے: رب کائنات کی عزت وذوالجلال کی قسم! وہ ستارہ یہی ہے جو میں دیکھا کرتا تھا....

(انسان العیون ۱/۲۹ وروح البیان ۳/۵۴۳)

ورقہ بن نوفل اور زید بن عمر کا

طلب دین کیلئے سفر

حضرت ورقہ بن نوفل رضی اللہ عنہ اور زید بن عمر رضی اللہ عنہ نے دین کی طلب کے لئے سفر کیا.... یہاں تک کہ وہ موصل کے ایک راہب کے پاس پہنچے....

راہب: (حضرت زید کو مخاطب کر کے) تم کہاں سے آئے ہو؟

زید: (جواب دیتے ہوئے) بیت ابراہیم یعنی مکہ مکرمہ سے....

راہب: یہاں کیسے آئے ہو؟

زید: دین کی تلاش میں....

راہب:

"اِرْجِعْ فَاِنَّهٗ یُوْشِکُ اَنْ یَظْهَرَ الَّذِیْ تَطْلُبُ فِیْ اَرْضِکَ"

"واپس چلے جاؤ جس کی تم کو تلاش ہے اس کے ظہور کا وقت آ گیا ہے....اور اس کی بعثت تمہاری سرزمین میں ہی ہوگی...."

(کتاب الوفاء لابن جوزی ۱/۶۲ وشواہد النبوۃ ۳۷ وخصائص کبری ۱/۶۰ و۶۱ ودلائل النبوۃ و[illegible])

نبی کریم ﷺ کے روضہ مبارک کا دروازہ

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کیلئے خود بخود کھل گیا

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے وصال کا وقت قریب ہوا.... تو مجھے اپنے سرہانے بٹھا کر فرمایا کہ جن ہاتھوں سے تم تے حضور اقدس ﷺ کو غسل دیا تو انہی ہاتھوں سے مجھے غسل دینا.... اور خوشبو لگانا اور مجھے اس حجرہ کے قریب لے جا کر جہاں حضور ﷺ کی قبر ہے اجازت مانگ لینا.... اگر اجازت مانگنے پر حجرے کا دروازہ کھل جائے تو مجھے وہاں دفن کر دینا ورنہ مسلمانوں کے عام قبرستان (بقیع) میں دفن کر دینا....

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جنازہ کی تیاری کے بعد سب سے پہلے میں آگے بڑھا اور میں نے جا کر عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! ابوبکر یہاں دفن ہونے کی اجازت مانگتے ہیں.... تو میں نے دیکھا ایک دم حجرے کے کواڑ کھل گئے اور ایک آواز آئی:....

"ضموا الحبیب الی الحبیب" "دوست کو دوست کے پاس پہنچا دو...."

علامہ سیوطی نے خصائص کبریٰ میں ان دونوں روایات (ایک حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی اور دوسری حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی) کو ذکر کیا ہے.... محدثانہ حیثیت سے اس روایت کو "منکر" بتایا ہے.... لیکن تاریخی حیثیت تو باقی ہے ہی.... (فضائل ج ص ۹۶)

شاہ ہرقل کے پاس حضور ﷺ کی تصویر

حضرت ہشام بن العاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ امیر المومنین سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت میں مجھے ایک شخص کے ہمراہ شاہ روم ہرقل کے پاس اس غرض سے بھیجا کہ ہم اسے اسلام پیش کریں.... جب ہم غوطہ میں پہنچے تو جبلہ غسانی جو ہرقل کے امراء میں سے تھا وہاں موجود تھا.... ہم نے اسے دیکھنا چاہا.... ہرقل نے ہمارے پاس ایک پیغام رساں بھیجا.... اور کہا کہ جو گفتگو چاہو اس سے کرلو....

ہم نے کہا: بخدا! ہم گفتگو نہیں کرتے.... مگر وہ ہمیں جبلہ کے روبرو لے آئے....

وہ بولا: جو کہنا چاہتے ہو کہو....

حضرت ہشام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس سے باتیں کیں اور اسے اسلام پیش کیا.... میں نے دیکھا وہ سیاہ لباس زیب تن کئے ہوئے تھا....

میں نے پوچھا: سیاہ لباس کیوں پہنے ہوئے ہو؟

اس نے کہا: اس لئے کہ میں نے قسم کھا رکھی ہے جب تک تمہیں ملک شام سے نہ نکال دوں اسے جسم سے نہ اتاروں گا....

میں نے کہا: بخدا! جس سرزمین پر ہم بیٹھے ہیں اس پر تو ہم قبضہ کرلیں گے.... بلکہ تمہارے ملک کا بہت سا حصہ بھی انشاء اللہ تعالیٰ فتح کرلیں گے.... کیونکہ ہمارے پیغمبر ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے اس کی فتح کی خوشخبری دے دی ہے....

اس نے کہا: تم وہ قوم نہیں ہو جو اس ملک پر قبضہ کرلے.... بلکہ وہ ایسی قوم ہے صبح کو روزے رکھتے ہیں اور شام کو افطار کرتے ہیں.... اس کے بعد اس نے ہمارے روزوں کے متعلق پوچھا: ہم نے اسے بتایا تو اس کا رنگ سیاہ ہوگیا.... پھر کہا: اٹھو....

ہم اٹھے تو ہمارے ساتھ ایک سفیر روانہ کیا جو ہمیں ہرقل کے پاس لے جائے....

جب ہم اس کے شہر کے نزدیک پہنچے تو اس سفیر نے ہم سے کہا کہ تمہاری سواریوں جیسی سواریاں لوگ اس شہر میں نہیں لاتے.... اگر چاہو تو تمہیں دوسری سواریوں پر سوار کردیں.... ہم نے کہا: نہیں خدا کی قسم! انہی سواریوں پر شہر میں داخل ہوں گے.... ان کی یہ بات بادشاہ تک پہنچی تو ہمیں انہی سواریوں پر تلواریں حمائل کئے ہوئے شہر میں لے آئے....

جب وہاں پہنچے تو ہم نے اپنی سواریاں محل کے نیچے ٹھہرا دیں.... بادشاہ ہمیں دیکھ رہا تھا.... ہم نے لا الہ الا اللہ واللہ اکبر کا ورد کیا تو خدا جانتا ہے دریچہ ہوا سے ملنے والے کھجور کے درخت کی طرح ملنے لگا.... بادشاہ نے ایک گماشتے کے ہاتھوں پیغام بھیجا کہ تمہیں ہمارے سامنے اپنے دین کا اظہار نہ کرنا چاہئے.... اس کے بعد اندر آنے کی اجازت دی.... ہم اندر گئے تو وہ سرخ کپڑوں میں ملبوس فرش پر بیٹھا تھا.... وہاں کا ہر دریچہ سرخ رنگ کا تھا.... اور اس کے پاس امرا و اعیان سلطنت کی ایک جماعت بھی تھی....

جب ہم اس کے نزدیک پہنچے تو وہ ہنس دیئے اور کہنے لگے کہ: تمہارا کیا جاتا ہے اگر تم ہمیں رواج کے مطابق دعاء وسلام کہتے....

ہم نے کہا: جو سلام ودعا ہم ایک دوسرے پر بھیجتے ہیں تم پر بھیجنا جائز نہیں سمجھتے.... جس قسم کی دعا تم ایک دوسرے کو دیتے ہو ہم اسے بھی اچھا نہیں سمجھتے....

بادشاہ کہنے لگا: تمہاری دعا سلام کس طرح کی ہوتی ہے؟

ہم نے کہا: السلام علیکم....

کہنے لگا: اپنے بادشاہ کو کس طرح سلام ودعا کہتے ہو؟

ہم نے کہا: اسی طرح....

کہنے لگا: وہ تمہیں جواب کس طرح دیتا ہے؟

ہم نے کہا: اسی کلمہ سے....

پھر کہا: تمہارا سب سے بڑا کلام کون سا ہے؟

ہم نے لا الہ الا اللہ واللہ اکبر کہا تو دریچہ جنبش میں آ گیا.... جب اس نے اپنا سر اٹھایا تو وہ بھی ہلنے لگا.... اس نے پوچھا: جب تم اس کلمہ کو اپنے گھروں میں پڑھتے ہو تو کیا تمہارے گھروں کے دریچے بھی اسی طرح جنبش کرتے ہیں؟

ہم نے کہا: بخدا ہم نے تو اس جگہ کے سوا ایسا کبھی نہیں دیکھا....

اس نے کہا: مجھے یہ بات پسند ہے.... کہ تم جس جگہ اس کلمہ کو پڑھتے ہو وہی جنبش میں آ جاتی اور میرے ملک کا کچھ حصہ میرے ہاتھ سے نکل جاتا....

ہم نے کہا: کیوں؟

کہنے لگا: اگر ایسا ہوتا تو یہ نبوت کا تقاضا نہ ہوتا.... بلکہ محض کسی شخص کا حیلہ ومکرو فریب ہوتا اس کے بعد اس نے مختلف سوالات کئے اور ہم جواب دیتے رہے.... بعد میں اس نے ہم سے نماز روزہ کے متعلق بھی پوچھا... تو ہم نے جواب دیا....

پھر کہا: اٹھو.... تمہارے لئے ایک اچھا سا مکان تعمیر کر دیا گیا ہے.... جہاں جملہ اسباب مہمانی مہیا ہیں.... چونکہ ہم وہاں تین دن تک قیام پذیر رہے.... اس لئے وہ ہمیں رات طلب کرتا اور جن چیزوں کے متعلق ہم سے پوچھ چکا تھا دوبارہ پوچھتا اور ہم بھی اعادہ جواب کرتے جاتے....

پھر اس نے کوئی چیز طلب کی تو ایک چار گوشہ صندوق لایا گیا.... جو زر و جواہرات سے بھرا ہوا تھا اور اس میں چھوٹے چھوٹے بہت سے خانے تھے.... ہر خانے کا ایک دروازہ تھا اور ہر دروازے پر ایک ایک تالا تھا.... اس نے ایک تالا کھولا.... اور ایک سیاہ ریشمی کپڑے کا ٹکڑا باہر نکالا اس کو کھولا تو اس پر ایک شخص کی تصویر تھی جس کا رنگ سرخ

آنکھیں کشادہ اور گردن دراز تھی....اور ایسی دراز کہ ایسی گردن پہلے نہیں دیکھی تھی....
لیکن بے ریش تھا....اور اس کے گیسو ایسے عمدہ تھے گویا دست قدرت نے خود بنایا
ہے....

کہنے لگا: اسے پہچانتے ہو؟

ہم نے کہا: نہیں....

کہنے لگا: یہ آدم علیہ السلام ہیں....

اس کے بعد دوسرا دروازہ کھولا اور سیاہ پارچہ کا ٹکڑا نکالا تو اس پر ایک سفید رنگ سرخ چشم اور ایک بڑے سر والے آدمی کی تصویر تھی.... یہ شخص اپنے محامد اور محاسن میں یکتا نظر آتا تھا....

کہنے لگا: اسے پہچانتے ہو؟

ہم نے کہا: نہیں....

اس نے کہا: یہ نوح علیہ السلام ہیں....

پھر ایک دروازہ کھولا اور دوسرا قطعہ حریر سیاہ نکالا تو اس پر ایک شخص کی تصویر تھی جس کا رنگ نہایت سفید.... نہایت عمدہ جسم پیشانی روشن.... کشیدہ رخسار.... سفید ڈاڑھی....گویا وہ زندہ ہیں....اور ہنس رہا تھا....

کہنے لگا: اسے پہچانتے ہو؟

ہم نے کہا: نہیں....

کہا: یہ ابراہیم علیہ السلام ہیں....

پھر ایک دروازہ کھولا.... ایک سیاہ ریشمی کپڑے کا ٹکڑا نکالا....تو اس پر ایک سفید رنگ کی تصویر تھی.... جب ہم نے دیکھا کہ یہ ہمارے، پیغمبر ﷺ کی تصویر تھی.... ہم پر گریہ طاری ہو گیا....اور ہم تعظیماً اٹھ کھڑے ہوئے....اور پھر بیٹھ گئے....

اس نے کہا: تمہیں تمہارے پروردگار کی قسم! سچ بتاؤ کہ یہ تمہارے پیغمبر ہیں؟

ہم نے کہا: ہاں.... یہ ہمارے پیغمبر ہیں جنہیں ہم اب بھی دیکھتے ہیں.... وہ کچھ دیر ہمارے طرف بھی دیکھتا رہا....

پھر کہا: اس صندوق کا آخری خانہ بھی ہے.... لیکن میں نے تمہیں دکھانے میں عجلت کی ہے.... کہ تم کیا کہتے ہو....

بعد ازاں ایک اور دروازہ کھولا جس میں پہلے کی طرح پیغمبروں میں سے ایک پیغمبر کی تصویر تھی.... آخر میں ایک ایسے نوجوان شخص کی تصویر تھی جس کے محاسن نیک تھے جسم پر بہت سے سیاہ بال تھے.... خوبصورت چہرہ تھا....

بادشاہ نے کہا: اسے پہچانتے ہو؟

ہم نے کہا: نہیں....

کہا: یہ عیسیٰ بن مریم علیہ السلام ہیں....

پھر ہم نے پوچھا: یہ تصویریں کہاں سے آئی ہیں؟ جو انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے حلیوں کے موافق ہیں.... اور ہمارے رسول کریم ﷺ کی تصویر بالکل ان کے حلیہ کے موافق تھی....

اس نے کہا: آدم علیہ السلام نے خدا سے درخواست کی تھی کہ ان کی اولاد سے جتنے نبی ہوں گے ان کی شکلیں انہیں دکھائے تو خدا نے ان کی تصویریں ان کے پاس بھیج دیں.... اور خزانہ آدم علیہ السلام میں مغرب شمس کے نزدیک تھیں.... ذوالقرنین علیہ السلام ان تصویروں کو مغرب شمس سے لے آئے اور حضرت دانیال علیہ السلام کو دے دیں....

پھر کہا: میں یہ چاہتا ہوں کہ اپنے ملک سے نکل جاؤں اور تمہارا ادنیٰ غلام بن کر رہوں.... جب مروں تو نیک سلوک کیا جائے اور مجھے واپس لوٹا دیا جائے....

واپسی پر جب ہم امیر المومنین حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر

ہوئے تو ہم نے تمام گفتگو کا اعادہ کیا.... حضرت ابوبکر ﷛ سن کر رو پڑے اور فرمایا: خداوند تعالیٰ نے اس کے لئے کسی چیز کا ارادہ فرمایا ہے... تو جو وہ چاہتا ہے کردے گا.... پھر فرمایا: ہمارے رسول پاک ﷺ نے ہمیں خبر دی تھی کہ تورات وانجیل میں یہود اور نصاریٰ آپ کی مدح ونعت پڑھتے ہیں.... جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ اپنے ہاں تورات وانجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں.... (دلائل النبوۃ وشواہد النبوت وحجۃ اللہ وخصائل کبریٰ)

وائل بن حجر کے آنے سے پہلے حضور ﷺ کی اطلاع

حضرت وائل بن حجر ﷛ روایت فرماتے ہیں کہ میں نبی پاک ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا.... اور میری آمد کی اطلاع نبی غیب داں ﷺ نے اپنے اصحاب کو میرے آنے سے پہلے ہی دے دی تھی کہ آپ ﷺ نے فرمایا: آپ کے پاس حضرت وائل بن حجر ﷛ دور دراز علاقہ حضر موت سے آرہا ہے.... جس کو اللہ تعالیٰ کی ذات اور میری ذات کی طرف رغبت ہے.... اور وہ شاہی خاندان میں سے ہے....

حضرت وائل بن حجر ﷛ کہتے ہیں کہ جب میں حاضر ہوا تو ہر ایک صحابی مجھے یہی کہہ رہا تھا.... کہ آپ کی آمد کی تین مرتبہ نبی پاک ﷺ نے ہم کو اطلاع دی ہے.... جب نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا.... تو آپ ﷺ نے مجھے مرحبا فرمایا.... اور اپنی چادر مبارک بچھا کر مجھے اپنے قریب اس کے اوپر بٹھایا.... اور بارگاہ خداوندی میں میرے لئے یہ دعا کی:

"اَللّٰھُمَّ بَارِکْ فِیْ وَائِلِ بْنِ حَجَرٍ وَوَلَدِہٖ وَوَلَدِ وَلَدِہٖ"

"اے اللہ! وائل بن حجر کو برکت دے اور اس کی اولاد اور اولاد میں برکت فرما...."

پھر آپ ﷺ منبر پر جلوہ افروز ہوئے...اور مجھے اپنے سامنے کھڑا کر کے فرمایا: یہ وائل بن حجر ہے جو تمہارے پاس دور دراز علاقہ حضر موت سے آیا ہے....اس کے دل میں اسلام کی رغبت اور محبت ہے....

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: میں نے سرور کائنات ﷺ کی بارگاہ میں عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! مجھے آپ کی بعثت کی خبر پہنچی تھی....اور میں اپنے ملک میں باوقار شخص تھا....اللہ تعالیٰ نے مجھ پر احسان کیا ہے کہ میں نے وہ سب کچھ چھوڑ کر دین الٰہی کو اختیار کر لیا ہے....تو سرور کائنات ﷺ نے فرمایا: تو نے سچ کہا ہے:

"اَللّٰهُمَّ بَارِكْ فِيْ وَائِلِ بْنِ حَجَرٍ وَوَلَدِهٖ وَوَلَدِ وَلَدِهٖ"

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ نے اپنی حاضری کا سبب بیان کرتے ہوئے عرض کیا: کہ ہمارا عقیق بت تھا.... میں دوپہر کو سویا ہوا تھا کہ میں نے اس دیوار کے جس کے ساتھ وہ بت تھا ایک آواز سنی....میں بت کے پاس آیا اور بت کو سجدہ کیا....تو اچانک کسی کہنے والے نے یہ کہا: وائل بن حجر کے لئے تعجب ہے کہ اس کو یہ خیال ہے کہ میں مذہب کو جانتا ہوں.. حالانکہ وہ نہیں جانتا...اس تراشے اور اپنے ہاتھ سے بنائے ہوئے بت سے کیا امید ہے....جو نہ نفع دے سکتا ہے...اور نہ نقصان...کاش یہ پتھر کو پوجنے والا میرے حکم کی اطاعت کرے....

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے کہا: آواز دینے والے کیا تو میری آواز کو سنتا ہے؟ تو اس نے جواباً کہا:

اِرْحَلْ اِلٰى يَثْرَبَ ذَاتِ النَّخَلِ

تَدِيْنُ دِيْنَ الصَّائِمِ الْمُصَلِّ

مُحَمَّدِ النَّبِيِّ خَيْرِ الرُّسُلِ

"کھجوروں والی جگہ یثرب کی طرف جاؤ....اور اس ہستی کا دین اپناؤ جو

نماز پڑھنے والے اور روزہ رکھنے والے ہیں.... جو کہ محمد مصطفیٰ ﷺ نبی ہیں....اور سب رسولوں سے بہتر ہیں....''

پھر وہ بت منہ کے بل گر گیا اور اس کی گردن ٹوٹ گئی تو میں نے اس بت کے پاس کھڑے ہو کر اس کو سیدھا کیا....اور فوراً میں مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوا....اور مسجد نبوی شریف میں حاضر ہو گیا.... (حجۃ اللہ علی العالمین ص ۱۹۷)

ایک بدو سے آپ ﷺ کا مکالمہ

ایک بدو آیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں .....اور اس نے تین باتیں سامنے رکھیں تو کہتا ہے کہ:.....ہم باپ دادا کے دین کو چھوڑ کر تیرے دین پر آ جائیں ..... باپ دادوں کو چھوڑ کر تیری مان لیں.....یہ ہوسکتا ہے؟

دوسری کہتا ہے کہ:...قیصر و کسریٰ ہمارے غلام ہو جائیں گے....ہمیں روٹی نہیں ملتی ہے اور روم اور فارس کی حکومتیں ہماری غلام ہو جائیں گی...یہ ہوسکتا ہے؟...

تیسری کہتا ہے کہ:....مر جائیں گے مٹی ہو جائیں گے پھر اٹھا کر ہم کو زندہ کر دیا جائے گا.....یہ بھی ہوسکتا ہے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:.....اللہ تجھے زندگی دے گا تو دیکھے گا کہ سارا عرب میرا کلمہ پڑھے گا...تو دیکھے گا قیصر و کسریٰ فتح ہوں گے...رہی تیسری بات قیامت کے دن:..

''ولا خذ تک بیدک ھذہ ولا ذکرتک بمقالتک ھذہ''

''میں قیامت کے دن تیرا ہاتھ پکڑوں گا...اور تیری یہ بات تجھے یاد

دلاؤں گا....“

کہنے لگا:... میں نہیں مانتا ایسی فضول باتیں.... واپس چلا گیا... اس کی زندگی میں مکہ فتح ہوا..... اس کی زندگی ہی میں تبوک تک اسلام پھیل گیا..... مسلمان نہیں ہوا..... اور اس کی زندگی میں قادسیہ کی لڑائی ہوئی ایران فتح ہوا..... اور یرموک کی لڑائی ہوئی تو روم فتح ہوا..... تو اب وہ ڈر گیا کہ دو تو فتح ہوئے اب تیسرا بھی ہوگا تو وہ مسلمان ہو کر مدینہ میں ہجرت کر کے آ گیا.....

جب مسجد میں آیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اٹھ کر اس کا استقبال کیا اور اکرام کیا..... پھر دوسرے صحابہ سے فرمایا:... جانتے ہو یہ کون ہے؟ یہ وہ ہے جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:..... قیامت کے دن تمہارا ہاتھ پکڑ کر یاد دلاؤں گا..... اور قیامت کے دن جس کا ہاتھ حضور ﷺ پکڑیں تو جنت میں پہنچانے سے پہلے کبھی نہیں چھوڑیں گے..... یہ تو پکا جنتی ہے....

ایک بے ہودہ سوال؟

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ یہودیوں کی ایک جماعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئی..... انہوں نے آپ ﷺ سے عرض کیا:....

”اے محمد ﷺ! یہ جنات اور انسان جس نے پیدا کئے ہیں..... اور ایک روایت کے لفظ اس طرح ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو نور کے پروں سے پیدا فرمایا... آدم علیہ السلام کو مٹی اور پانی سے پیدا کیا.... ابلیس کو آگ کے شعلے سے پیدا کیا..... آسمان کو دھوئیں سے پیدا کیا.... اور زمین کو پانی

کے جھاگ سے پیدا کیا.... اب ہمیں آپ ﷺ اپنے پرودگار کے بارے

میں بتلایئے کہ اس کو کس چیز سے پیدا کیا گیا؟....''

اس بے ہودہ بات پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس قدر غصہ آیا کہ آپ ﷺ کے چہرے کا رنگ بدل گیا.... اسی وقت آپ ﷺ کے پاس جبرائیلؑ آئے اور انہوں نے آپ ﷺ سے کہا:... اپنے آپ کو قابو میں رکھئے..... پھر انہوں نے آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ وحی پہنچائی:....

" قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۝ لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ وَلَمْ یَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۝" (سورۂ اخلاص پ ۳۰)

''آپ ﷺ ان لوگوں سے کہہ دیجئے کہ وہ یعنی اللہ اپنے کمال ذات وصفات میں ایک ہے.... اللہ ایسا بے نیاز ہے کہ وہ کسی کا محتاج نہیں اور اس کے سب محتاج ہیں.... اس کی اولاد نہیں اور نہ وہ کسی کی اولاد ہے اور نہ کوئی اس کے برابر کا ہے....''

یعنی حق تعالیٰ اپنے جلال اور کمال کی صفات میں یکتا ہے اور جسم وغیرہ پاک ہے اپنی ذات بابرکات کے لئے واجب الوجود ہے یعنی اس کی ذات ہی اس کے وجود کا تقاضہ کرتی ہے.... وہ ہر ماسوا یعنی اپنے علاوہ ہر ایک سے مستغنی اور بے نیاز ہے..... اور یہ کہ اس کے سوا جو چیز بھی ہے وہ اس کی محتاج ہے.... (حوالہ سیرت حلبیہ علامہ حلبی)
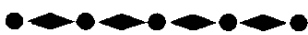
بادلوں کی کڑک چمک

اسی طرح ایک دفعہ یہودیوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بادلوں کی گرج اور کڑک چمک کے بارے میں پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا:...

''یہ اس فرشتے کی آواز ہے جو بادلوں کا نگراں ہے....اس کے ہاتھ میں آگ کا ایک کوڑا ہے...جس سے وہ بادلوں کو ہانکتا ہوا اس طرف لے جاتا ہے.... جہاں پہنچنے کے لئے حق تعالیٰ کا حکم ہوتا ہے...''

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے.....کہ چمکنے والی بجلی آگ کے کوڑے ہوتے ہیں جو فرشتوں کے ہاتھوں میں ہوتے ہیں.....وہ ان سے بادلوں کو ہنکاتے اور دھمکاتے ہیں.... (ام سیر علامہ حلبی)

جو تمہارا نہیں وہ ہمارا نہیں

زہرۃ الریاض میں ہے کہ ایک دن جبرائیل علیہ السلام دربار رسالت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا:... یا رسول اللہ ﷺ! میں نے آج ایک عجیب وغریب واقعہ دیکھا ہے....

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا:...وہ کیا واقعہ ہے؟..

جبرائیلؑ نے عرض کیا:... یا رسول اللہ ﷺ! مجھے کوہ قاف جانے کا اتفاق ہوا ....وہاں میں نے آہ وفغاں رونے چلانے کی آوازیں سنیں..... جدھر سے آوزیں

آرہی تھیں میں ادھر کو گیا تو مجھے ایک فرشتہ دکھائی دیا..... جس کو میں نے قبل اس کے آسمان پر دیکھا تھا..... جو اس وقت بڑے اعزاز و اکرام میں رہتا تھا..... وہ ایک نورانی تخت پر بیٹھا رہتا..... ستر ہزار فرشتے اس کے گرد صف بستہ کھڑے رہتے تھے..... وہ جب سانس لیتا تھا تو اللہ تعالیٰ اس سانس کے بدلے ایک فرشتہ پیدا کر دیتا تھا.....

لیکن آج میں نے اسی فرشتہ کو کوہ قاف کی وادی میں سرگرداں و پریشاں... آہ و زاری کنندہ دیکھا ہے..... میں نے اس سے پوچھا کیا حال ہے؟... کیا ہوا؟....

اس نے بتایا:..... معراج کی رات جب میں اپنے نورانی تخت پر بیٹھا تھا میرے قریب سے اللہ تعالیٰ کے حبیب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم گزرے تو میں نے حضور ﷺ کی تعظیم و تکریم کی پرواہ نہ کی..... اللہ تعالیٰ کو میری یہ ادا..... یہ بڑائی ناپسند آئی اور اللہ تعالیٰ نے مجھے ذلیل کر کے نکال دیا..... اور اس بلندی سے اس پستی میں پھینک دیا..... پھر اس نے کہا:..... اے جبرائیل! اللہ کے دربار میں میری سفارش کر دو کہ اللہ تعالیٰ میری اس غلطی کو معاف فرمائے اور مجھے دوبارہ بحال کر دے.....

یا رسول اللہ ﷺ! میں نے اللہ تعالیٰ کے دربار بے نیاز میں نہایت عاجزی کے ساتھ معافی کی درخواست کی..... دربار الٰہی سے ارشاد ہوا:..... اے جبرائیل! اس فرشتہ کو بتا دو اگر وہ معافی چاہتا ہے تو میرے نبی ﷺ پر درود پاک پڑھے.....

یا رسول اللہ ﷺ! جب میں نے اس فرشتہ کو فرمان الٰہی سنایا تو وہ سنتے ہی حضور ﷺ کی ذات گرامی پر درود پاک پڑھنے میں مشغول ہو گیا..... اور پھر میرے دیکھتے ہی دیکھتے اس کے بال و پر نکلنا شروع ہو گئے.... اور پھر وہ اس ذلت و پستی سے اڑ کر آسمان کی بلندیوں پر جا پہنچا.... اور اپنی مسند اکرام پر براجمان ہو گیا.....

(معارج النبوۃ ص ۳۱۷ ج ۱)

کتیا کی حفاظت کیلئے صحابی کو مقرر کر دیا

عبداللہ بن ابوبکر بن حزم رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے موقعہ پر جب عرج کے مقام سے روانہ ہوئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کتیا دیکھی..... جس کے چھوٹے چھوٹے بچے اس کا دودھ پی رہے تھے اور وہ غرا رہی تھی... سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی کو بلایا اور حکم فرمایا:... آپ ادھر اس کتیا اور اس کے بچوں کی حفاظت کے لئے یہاں کھڑے رہیں تا کہ کوئی لشکری انہیں اذیت نہ پہنچائے... (سبل الھدیٰ ۷/۵۱)

جبرائیل علیہ السلام کا مشاہدہ

ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرائیلؑ سے پوچھا:... تم نے مشرق و مغرب کو دیکھا ہے..... کہیں میرے جیسا بھی دیکھا ہے؟ جبرائیلؑ نے عرض کیا:... حضور ﷺ! میں نے مشارق و مغارب کو دیکھ ڈالا..... کہیں بھی کسی کو آپ سے افضل نہ پایا....

یا رسول اللہ ﷺ! آپ کا رب آپ کے لئے فرماتا ہے کہ میں نے اگر ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل بنایا ہے تو آپ کو اپنا حبیب بنایا ہے..... اور میں نے کوئی بھی ایسا نہیں بنایا جو آپ سے زیادہ مجھے محبوب ہو..... اور میں نے ساری دنیا اور دنیا والوں کو صرف اس لئے بنایا ہے کہ تمہاری شان اور میرے نزدیک جو عزت ہے وہ میں انہیں بتاؤں اور دکھاؤں..... اے میرے محبوب! میں نے اگر تمہیں نہ بنایا ہوتا تو ساری دنیا کو پیدا نہ فرماتا..... (حجۃ اللہ علی العالمین ص ۲۹)

بلا اجازت کھانے کی ممانعت

ایک صحابی فرماتے ہیں کہ ایک شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کھانا لایا....
جب ہم نے کھانا شروع کیا تو حضور ﷺ بھی کھانے لگے.... مگر لقمہ گلے میں نہ اترا....
اسے باہر پھینک کر کھانے سے ہاتھ روک لیا..... جب ہم نے حضور ﷺ کو دیکھا تو ہاتھ
روک لئے... حضور ﷺ نے پوچھا کہ یہ گوشت کہاں سے لائے ہو؟....

صاحب طعام نے بتایا: یا رسول اللہ ﷺ! صاحب خانہ موجود نہیں تھے میں نے
جلدی سے ایک بکری ذبح کی اور میری خواہش تھی کہ جب وہ آئے گا تو قیمت ادا
کردوں گا.... حضور ﷺ نے فرمایا: اسے اٹھالو اور قیدیوں میں تقسیم کردو....

صحاح ستہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے بارگاہ اقدس
میں حاضر ہو کر عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! میں ہلاک ہو گیا....

فرمایا: کیا ہوا ہے؟.....

عرض کیا: میں نے رمضان میں اپنی عورت سے نزدیکی کی ہے....

فرمایا: غلام آزاد کر سکتا ہے؟....

عرض کیا: نہیں....

فرمایا: لگاتار دو مہینے روزے رکھ سکتا ہے؟....

عرض کیا: نہیں....

فرمایا: ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا سکتا ہے؟....

عرض کیا: نہیں...

اتنے میں بارگاہ اقدس میں خرمے لائے گئے.... حضور ﷺ نے فرمایا: انہیں

خیرات کردے.... عرض کیا: کیا اپنے سے زیادہ کسی محتاج پر؟ مدینے بھر میں کوئی گھر ہمارے برابر محتاج نہیں ہے....

" فضحک النبی ﷺ حتی بدت نواجده وقال اذهب فاطعمه لک "

" نبی مکرم ﷺ یہ سن کر ہنسے.... یہاں تک کہ دندان مبارک ظاہر ہوئے اور فرمایا جا اپنے گھر والوں کو کھلا دے...."

مسلمانو! گناہ کا ایسا کفارہ کسی نے بھی نہ سنا ہوگا.... سوا دو من خرمے سرکار دو عالم ﷺ سے عطا ہوتے ہیں کہ آپ کھالو.... کفارہ ہوگیا.... واللہ! یہ محمد رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ رحمت ہے کہ سزا کو انعام سے بدل دے.... ہاں ہاں یہ بارگاہ بے کس پناہ "اُولٰئِکَ الَّذِیْنَ یُبَدِّلُ اللهُ سَیِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ" کی خلافت کبریٰ ہے.... ان کی نگاہ کرم کبائر کو حسنات کر دیتی ہے....

سنن ابوداؤد میں امام ابن شہاب زہری تابعی سے مروی ہے:

" انما كان هذا رخصة له خاصة فلو أن رجلا فعل ذلک الیوم لم یکن له بد من التکفیر"

" یہ خاص اس شخص کے لئے (اجازت) تھی اور اگر آج کوئی شخص ایسا کرے تو اسے کفارہ سے چارہ نہیں...."

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے مستجاب الدعوات ہونے کی دعا

جنگ احد میں حضرت سعد بن ابی وقاص ﷺ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے بیٹھے تیر چلا رہے تھے اور یوں دعا کر رہے تھے:

''اے اللہ! یہ تیرا تیر ہے اس سے تو اپنے دشمن کو ہلاک کر.....''

اس پر تاجدار مدینہ ﷺ نے دعا فرمائی:

''اللهم استجب لسعد اذا دعاک''

''یا اللہ! اس کا نشانہ درست کردے.....اس کی دعا قبول کرلے.....''

آپ ﷺ کی دعا کی برکت سے ایسے ماہر تیرانداز بن گئے کہ جو تیر بھی پھینکتے کبھی خطا نہ جاتا تھا.....احد کے روز یہ دعا بھی فرمائی:

''اے اللہ! سعد کی تیراندازی کو قوی و مضبوط کر..... جب یہ تجھ سے دعا مانگے اس کی دعا کو قبول فرما.....''

حضرت علی ﷺ فرماتے ہیں کہ.....سید عالم ﷺ نے اپنے ماں باپ کو کسی کے لئے جمع نہیں کیا.....مگر سعد بن ابی وقاص ﷺ کے لئے..... چنانچہ احد کے دن ان سے فرمایا:.....

''سعد! تیر چلا... تجھ پر میرے ماں باپ قربان ہوں.... اور سعد کے لئے یہ بھی فرمایا کہ تیر پھینکے جا اے قوی جوان...''

(ترمذی ۲/۲۳۹ و مشکوٰۃ شریف ۲/۴۳۳ و مستدرک ۳/۴۹۹ و بخاری)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے حق میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی تھی کہ:... خداوندان کو مستجاب الدعوات بنائے... اس کرشمہ دعا پر چار واقعات لکھے گئے ہیں.... چنانچہ اس کا یہ اثر تھا کہ وہ جس کو دعا دیتے تھے وہ ضرور قبول ہو جاتی تھی....

(1) کوفہ کی امارت کے زمانہ میں بعض شریروں نے بارگاہ فاروقی میں ان کی غلط شکایت کی.... حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تحقیق حال کے لئے آدمی بھیجا..... وہ ایک ایک مسجد میں جا جا کر لوگوں سے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے متعلق حالات دریافت کرتا پھرتا تھا....

ایک محلہ کی مسجد میں ایک شخص نے جھوٹی گواہی دی کہ وہ نماز بھی ٹھیک نہیں پڑھاتے..... یہ سن کر حضرت سعد رضی اللہ عنہ بے اختیار ہو گئے..... فرمایا:..... ''خداوند! اگر یہ جھوٹا ہو تو اس کو آزمائش میں ڈال.....'' اس شخص کا یہ حال ہو گیا تھا کہ بوڑھا ہوا تو اس کی پلکیں لٹک آئی تھیں..... تاہم بازاروں میں عورتوں کو چھیڑتا پھرتا تھا اور کہتا تھا کہ سعد کی بددعا مجھے لگ گئی..... احادیث و سیر میں ان کی قبولیت دعا کے اور بھی واقعات مذکور ہیں..... (صحیح بخاری)

(2) سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کوفہ کے گورنر مقرر ہوئے.... تو کچھ عرصہ لوگوں نے امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں شکایت کی کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ انصاف نہیں کرتے..... یہ سن کر سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے خفیہ طور پر کچھ آدمی بھیجے تا کہ احوال کی تفتیش کریں..... وہ خفیہ لوگ گئے اور کوفہ کی مسجدوں میں پھرتے.... نمازیوں سے

پوچھتے تو وہ کہتے حضرت سعد بہت اچھے ہیں....

لیکن ایک مسجد میں گئے تو ایک شخص ابوسعدۃ نامی سے ملاقات ہوئی....اس سے پوچھا تو اس نے کہا اگر تم ہم سے قسم دے کر پوچھتے ہو تو حضرت سعد ﷺ انصاف نہیں کرتے....یہ مال کی صحیح تقسیم نہیں کرتے....خود جنگوں میں شریک نہیں ہوتے اور جب یہ بات سیدنا سعد ﷺ تک پہنچی تو آپ نے یوں دعا کی:

"یا اللہ! اگر یہ ابوسعدۃ جھوٹا ہے تو اس کی عمر لمبی کر دے....اور اس کی تنگدستی بڑھا دے....اور اس کو فتنوں میں مبتلا کر دے...."

تو وہ ابوسعدہ بہت بوڑھا ہو گیا....اس کی بھنویں آنکھوں پر ڈھلک پڑیں اور وہ نہایت تنگدست اور کنگال ہو گیا....گلیوں میں مانگتا پھرتا....اور اس بڑھاپے میں وہ نوجوان لڑکیوں کو آنکھیں مارتا....اور ان سے چھیڑ چھاڑ کرتا....اور جب اس سے کوئی پوچھتا تجھے کیا ہوا...تو وہ جواب میں کہتا مجھے حضرت سعد ﷺ کی دعا لگی ہے... بوڑھا اور کنگال ہو گیا ہوں اور فتنوں میں پھنس چکا ہوں..(جامع کرامات اولیاء ۱/۱۳۷ و جمال الاولیاء ۴۰)

(3) ایک عورت حضرت سعد بن ابی وقاص ﷺ کو جھانکا کرتی تھی....آپ اس کو منع فرماتے....مگر وہ باز نہ آتی....ایک دن اس نے جھانکا تو آپ کی زبان سے دعا نکلی:....

"شاہ وجھک" تیرا چہرہ بگڑ جائے...

تو اسی وقت اس کا چہرہ گدی کی طرف پھر گیا....

(جامع کرامات اولیاء ۱/۱۳۸ و جمال الاولیاء ص ۴۱)

(4) حضرت سیدنا سعد بن ابی وقاص ﷺ لشکر کو لے کر دریائے دجلہ عبور کرنا چاہتے تھے....اور کشتیاں ساری کی ساری دشمن نے قبضہ میں کر رکھی تھیں.....اور پھر دریا میں طغیانی بھی آ گئی....حتیٰ کہ سیاہ جھاگ چڑھ آئی....تو آپ نے لشکر سے

فرمایا:...میں نے دریا عبور کرنے کا عزم کرلیا ہے.....لہٰذا آؤ میرے پیچھے....گھوڑے دریا میں ڈال دو اور پڑھتے چلو:...

"نستعین باللہ و نتوکل علیه حسبنا اللہ و نعم الوکیل

ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم"

یہ پڑھتے ہوئے سارا لشکر پانی کے اوپر خراماں خراماں آپس میں گفتگو کرتے جارہے ہیں.....اور جب فارسیوں نے یہ منظر دیکھا.....تو وہ یہ کہتے ہوئے بھاگ کھڑے ہوئے کہ یہ جن ہیں انسان نہیں.....اور ان ایرانیوں کا بہت سا مال ہاتھ لگا.....نیز جب دریا کے دوسرے کنارے پہنچے.....تو آپ نے پوچھا کہ کسی کا کوئی نقصان تو نہیں ہوا.....ایک لشکری نے عرض کیا کہ میرا پیالہ کاٹھی کے ساتھ بندھا ہوا تھا.....رسی بوسیدہ تھی موجوں کے تھپیڑے لگ کر رسی ٹوٹ گئی.....اور پیالہ دریا میں غرق ہوگیا ہے.....تو آپ کی دعا سے وہ پیالہ بھی دریا نے کنارے پر ڈال دیا....

(جامع کرامات الاولیاء ا/۱۳۹ حوالہ برہان)

غلہ چرانے والا جن

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ فطر کی نگرانی پر مجھے مقرر فرمایا تھا.....ایک شخص آیا اور دونوں ہاتھ بھر کر غلہ لینے لگا..... میں نے اسے پکڑ لیا اور کہا:.....میں تجھے ضرور رسول اللہ ﷺ کے پاس لے چلوں گا.....اس نے کہا:.....میں ایک محتاج ہوں میرے اوپر میرے اہل وعیال کا بوجھ ہے اور میں سخت ضرورت مند ہوں.....حضرت ابوہریرہ ؓ فرماتے ہیں میں نے اسے چھوڑ دیا.....

جب صبح ہوئی تو نبی کریم ﷺ نے مجھ سے فرمایا:.....ابوہریرہ! تمہارے قیدی نے کل رات کیا کیا؟ (اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس واقعہ کی خبر دے دی تھی) میں نے عرض کیا:..... یا رسول اللہ ﷺ! اس نے اپنی شدید ضرورت اور اہل وعیال کے بوجھ کی شکایت کی اس لئے مجھے اس پر رحم آیا اور میں نے اسے چھوڑ دیا..... آپ ﷺ نے فرمایا:.....خبردار رہنا اس نے تم سے جھوٹ بولا ہے وہ دوبارہ آئے گا..... مجھے رسول اللہ ﷺ کے فرمان کی وجہ سے یقین ہوگیا کہ وہ دوبارہ آئے گا..... چنانچہ میں اس کی تاک میں لگا رہا.....

وہ آیا اور اپنے دونوں ہاتھوں سے غلہ بھرنا شروع کر دیا..... میں نے اسے پکڑ کر کہا کہ:.....میں تجھے رسول اللہ ﷺ کے پاس ضرور لے جاؤں گا.....اس نے کہا:.....مجھے چھوڑ دو میں ضرورت مند ہوں میرے اوپر بال بچوں کا بوجھ ہے.....اب آئندہ میں نہیں آؤں گا..... مجھے اس پر رحم آیا اور میں نے اسے چھوڑ دیا.....

جب صبح ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے پھر فرمایا:.....ابوہریرہ! تمہارے قیدی کا کیا ہوا؟ میں نے عرض کیا:..... یا رسول اللہ ﷺ! اس نے اپنی شدید ضرورت اور اہل وعیال کے بوجھ کی شکایت کی اس لئے مجھے اس پر رحم آگیا اور میں نے اس کو چھوڑ دیا.....آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:.....ہوشیار رہنا! اس نے جھوٹ بولا ہے وہ پھر آئے گا.....

چنانچہ میں پھر اس کی تاک میں رہا.....وہ آیا اور دونوں ہاتھوں سے غلہ بھرنے لگا..... میں نے اسے پکڑ کر کہا کہ میں تجھے ضرور رسول اللہ ﷺ کے پاس لے جاؤں گا..... یہ تیسرا اور آخری موقع ہے.....تو نے کہا تھا کہ آئندہ نہیں آؤں گا.....مگر تو پھر آگیا.....اس نے کہا:..... مجھے چھوڑ دو میں تمہیں ایسے کلمات سکھاؤں گا کہ اللہ تعالیٰ ان کی وجہ سے تمہیں نفع پہنچائیں گے.....میں نے کہا:.....وہ کلمات کیا ہیں؟ اس نے

کہا:.....جب تم اپنے بستر پر لیٹنے لگو تو آیت الکرسی پڑھ لیا کرو.....تمہارے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک حفاظت کرنے والا مقرر رہے گا اور صبح تک کوئی شیطان تمہارے قریب نہیں آئے گا.....

صبح کو رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا:.....تمہارے قیدی کا کیا ہوا؟ میں نے عرض کیا:.....اس نے کہا تھا کہ وہ مجھے چند ایسے کلمات سکھائے گا جن سے اللہ تعالیٰ مجھے نفع پہنچائیں گے تو میں نے اس مرتبہ بھی چھوڑ دیا.....رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:..... وہ کلمات کیا تھے؟ میں نے کہا:.....وہ یہ کہہ گیا کہ جب تم اپنے بستر پر لیٹنے لگو تو آیت الکرسی پڑھ لیا کرو.....تمہارے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک حفاظت کرنے والا مقرر رہے گا اور صبح تک کوئی شیطان تمہارے قریب نہیں آئے گا.....

راوی کہتے ہیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خیر کے کاموں پر بہت زیادہ حریص تھے (اس لئے آخری مرتبہ خیر کی بات سن کر اسے چھوڑ دیا) آپ ﷺ نے فرمایا:.....غور سے سنو! اگرچہ وہ جھوٹا ہے لیکن تم سے سچ بول گیا.....ابو ہریرہ! تم جانتے ہو کہ تم تین راتوں سے کس سے باتیں کر رہے تھے؟ میں نے کہا:.....نہیں.....آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:.....وہ شیطان تھا (جو اس طرح مکر و فریب سے صدقات کے مال میں کمی کرنے آیا تھا).....

(بخاری)

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ شیطان نے یوں کہا:.....تم اپنے گھر میں آیت الکرسی پڑھا کرو.....تمہارے پاس کوئی شیطان جن وغیرہ نہ آئے گا.....

(ترمذی)

بچہ کھونے والے یہودن کا قبول اسلام

روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن صحابہ کرام کے ساتھ تشریف رکھتے تھے کہ ایک یہودی عورت آپ ﷺ کے پاس روتی ہوئی آئی اور آپ کے سامنے کھڑی ہوئی.....اور روتے ہوئے یہ بیت کہنے شروع کر دیئے:.....

بـأبـی افـدیک یـا نـور الـفـلک

لیـت شـعـری ای شـیء قتلک

"(اپنے بیٹے سے مخاطب ہو کر کہا) اے چاند کے ٹکڑے! اپنا باپ تم پر قربان کروں...کاش مجھے علم ہو تجھے کس نے قتل کر دیا ہے..."

غبـت عـنـی غیبة موحشة

أتری ذئب یهودی اکلک

"تو مجھ سے ویران کن پردہ میں چھپ گیا ہے کیا تجھے یہودی بھیڑیا کھا گیا ہے..."

ان تـکـن میتـا فـمـا اسرع ما

کـان فی امر اللیالی اجلک

"اگر تو فوت ہو چکا ہے تو تیری خاطر میری راتیں کس بھیانک طریقہ سے کٹیں گی..."

او تـکـن حیـا فـلا بـد لـمـ

عاش ان یرجع من حیث سلک

''اگر تو زندہ ہے تو کس کے لئے جی رہا ہے تجھے لازم ہے جہاں بھی چلا گیا ہے واپس لوٹ آ.....''

تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا:.....اے عورت! تجھے کیا صدمہ ہے؟ کہنے لگی:.....اے محمد ﷺ! میرا بچہ میرے سامنے کھیل رہا تھا کہ اچانک غائب ہو گیا اور گھر ویران ہو گیا.....

تو آپ ﷺ نے اس سے فرمایا:.....اے عورت! اللہ تعالیٰ اگر میرے ہاتھوں تیرا بچہ واپس کرا دے تو کیا مجھ پر ایمان لے آؤ گی؟

کہنے لگی:..... مجھے انبیاء کرام حضرت ابراہیم..... حضرت اسحاق..... حضرت یعقوب علیہم السلام کے حق کی قسم میں ایمان لے آؤں گی.....

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھے اور دو رکعتیں ادا کیں.....پھر بہت سی دعائیں مانگیں..... جب ان کو مکمل کیا تو حضرت محمد ﷺ کے سامنے اس بچہ کو ظاہر کر دیا گیا.....حضور انور ﷺ نے اس سے فرمایا:.....اے بچے! تو کہاں تھا؟ وہ بولا:.....میں اپنی ماں کے سامنے کھیل رہا تھا کہ اچانک عفریت کافر (جن) میرے سامنے آ گیا اور مجھے اچک کر لے گیا اور سمندر کے ایک طرف چلا گیا.....

جب آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے اس جن پر ایک مومن جن مسلط کیا جو گرفت میں اس سے مضبوط تھا اور وجود میں اس سے بہت بڑا تھا اس نے مجھے اس سے چھین لیا اور آپ کی طرف لے آیا اور اب میں آپ کے سامنے ہوں اللہ آپ پر رحمت نازل فرمائے.....

تو یہودی عورت نے کہا:.....

"اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمدا رسول اللہ ﷺ "

(حوالہ بحرالدموع از مولانا امداداللہ)

خوشبودار کنواں

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:.....

"اتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم بدلو من ماء فشرب من الدلو ثم مج فی البئر ففاح منہ مثل رائحۃ المسک..."

کہ حضور ﷺ کے پاس ایک ڈول میں پانی لایا گیا...آپ ﷺ نے اس میں سے پیا اور کلی کر کے ایک کنوئیں میں ڈال دیا تو اس میں سے کستوری کی سی خوشبو آنے لگی...(ابن ماجہ وابونعیم وخصائص ۱/۱۲ اور زرقانی ۴/۹۶)

حضور ﷺ کی انگلیوں سے چشمے جاری ہو گئے

امام احمد نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پیاس کی شکایت کی..... حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک برتن منگوایا اور اس میں تھوڑا سا پانی ڈالا اور اپنا دست اقدس اس میں رکھا اور لوگوں سے فرمایا پانی پی لو.....تمام لوگوں نے پانی پیا.....میں دیکھ رہا تھا کہ سرور کائنات ﷺ کی مبارک انگلیوں سے پانی کے چشمے رواں دواں تھے.....

دوسری روایت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا مبارک ہاتھ برتن میں ڈالا اور

اللہ کا نام لیا اور فرمایا لوگو وضو کر لو..... حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے اس ذات کی قسم! جس نے مجھے بصارت دی ہے..... مجھے ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ حضور ﷺ کی مبارک انگلیوں سے پانی کے چشمے رواں دواں ہیں..... نبی محترم ﷺ نے اپنا ہاتھ اسی برتن میں رکھا حتیٰ کہ تمام لوگوں نے وضو کر لیا.....

خوشہ خرما کی اطاعت

امام ترمذیؒ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ ایک اعرابی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کیا:..... میں کیسے جانوں کہ آپ نبی ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا:..... میں اس کھجور کے خوشہ کو بلاتا ہوں..... وہ میری رسالت کی گواہی دے گا..... پھر آپ ﷺ نے اسے بلایا:.....

"فجعل ینزل من النخلته حتی سقط الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ثم قال ارجع فعاد فاسلم الاعرابی..."

"وہ درخت سے اترنے لگا..... یہاں تک کہ حضور ﷺ کی طرف مائل ہوا..... پھر حضور ﷺ نے اسے واپسی کا حکم دیا..... وہ واپس ہوا..... اور اعرابی اسلام لے آیا..." (خصائص ج ۲ ص ۴۷)

مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ مکہ کے حسین ترین جوان

چونکہ آپ کی والدہ بہت مالدار عورت تھی..... اس لئے آپ کی پرورش بہت نازو نعم سے ہوئی..... اعلیٰ ترین لباس پہنتے..... بیش قیمت جوتے استعمال کرتے اور ہر وقت خوشبو میں بسے رہتے..... جان دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:..... میں نے مکہ میں کوئی ایسا شخص نہیں دیکھا جس کی زلفیں مصعب کی طرح حسین ہوں..... جس کا لباس مصعب جیسا نفیس ہو اور جس کو مصعب کی مانند زندگی کی ہر آسائش مہیا ہو...

(طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۸۲)

دارارقم میں ایمان لائے..... پہلے تو اپنے ایمان کو چھپاتے رہے..... مگر ایک دن عثمان ابن طلحہ نے آپ کو نماز پڑھتے دیکھ لیا اور آپ کے والدین کو اطلاع دے دی..... والدین اتنے ناراض ہوئے کہ انہوں نے اپنے نازوں پلے بیٹے سے سب کچھ چھین لیا اور اسے قید کر دیا..... ہجرت حبشہ کے وقت کسی نہ کسی طرح آپ نے قید سے جان چھڑائی اور مہاجرین کے ہم سفر ہو گئے..... پھر جب مہاجرین کی واپسی شروع ہوئی تو مصعب بھی واپس آئے.....

اس وقت سفر اور غربت کی وجہ سے آپ کا رنگ پھیکا پڑ چکا تھا..... اور تن ڈھانپنے کو معقول لباس بھی میسر نہ تھا..... ایک دن پھٹی پرانی پیوند لگی چادر اوڑھے ہوئے جان دو عالم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے..... تو جان دو عالم ﷺ نے ان کے استقلال و استقامت کی بے حد تعریف کی اور فرمایا:..... زمانے کے انقلابات ہیں..... ایک وقت تھا کہ مصعب سے زیادہ خوش لباس اور ذی نعمت شخص پورے مکہ میں کوئی نہیں تھا..... مگر اس نے اللہ رسول کی محبت میں وہ ساری نعمتیں ٹھکرا دیں..... (طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۸۵)

مدینہ کی طرف ہجرت سے پہلے جو اہل مدینہ اسلام لا چکے تھے..... انہوں نے جان دو عالم ﷺ سے درخواست کی کہ کوئی ایسا شخص یہاں بھیجئے جو ہمیں دین سکھائے اور قرآن پڑھائے..... جان دو عالم ﷺ کی نگاہ انتخاب حضرت مصعب رضی اللہ عنہ پر پڑی اور ان کو یہ اعزاز ملا کہ وہ اسلام کے پہلے مبلغ بن کر مدینہ منورہ تشریف لے گئے..... ان کی دعوت و تبلیغ سے انصار کے بیشتر گھرانے مسلمان ہو گئے.....

جب مسلمانوں کی تعداد خاصی ہو گئی تو حضرت مصعب رضی اللہ عنہ نے جان دو عالم ﷺ کو لکھا کہ اگر اجازت ہو تو میں یہاں جمعہ پڑھانا شروع کر دوں؟ جان دو عالم ﷺ کی طرف سے اجازت نامہ آیا تو سعد بن خیثمہ رضی اللہ عنہ کے گھر میں حضرت مصعب رضی اللہ عنہ کی امامت میں نماز جمعہ ادا کی گئی اور نمازیوں کو بکری ذبح کر کے کھلائی گئی..... یہ پہلی نماز جمعہ تھی جو اسلام میں ادا کی گئی.... (طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۸۳)

غزوۂ بدر میں مہاجرین کا جھنڈا حضرت مصعب رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھا..... اسی زمانہ میں غزوۂ احد میں بھی آپ کے ہاتھ میں علم تھا..... جسے مرتے دم تک آپ نے اونچا کئے رکھا..... دایاں ہاتھ کٹ گیا تو بائیں ہاتھ میں لے لیا..... بایاں بھی کٹ گیا تو علم کو کٹے ہوئے بازوؤں کے حصار میں لے کر سینے کے ساتھ چمٹا لیا..... پھر جب زخموں سے چُور ہو کر زمین پر گر گئے تو ایک اور صحابی نے بڑھ کر جھنڈا اٹھا لیا..... اور حضرت مصعب رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے.....

لڑائی ختم ہوئی تو جان دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ان کی لاش کے پاس آئے جو اوندھے منہ پڑی تھی اور یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی:.....

"من المومنین رجال صدقوا ما عاهدوا الله علیه"

"مومنوں میں کچھ ایسے جواں مرد ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ سے

کیے گئے وعدے کو سچ کر دکھایا.....

پھر فرمایا:..... ''اے احد کے جانثارو! اللہ کا رسول گواہی دیتا ہے کہ تم قیامت کے دن بالیقین شہداء کے مقام پر فائز ہو گئے.....''

پھر صحابہ کرام ﷺ سے مخاطب ہو کر فرمایا:..... ''لوگو! ان کی زیارت کے لئے آیا کرو.....اور ان کو سلام کیا کرو.....خدا کی قسم! قیامت تک ان کو جو شخص بھی سلام کرے گا یہ اس کے سلام کا جواب دیں گے...'' (طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۸۵)

پھر جب ان کو کفن دیا جا رہا تھا تو سوائے ایک چادر کے کوئی کپڑا نہ تھا اور وہ بھی اتنی چھوٹی تھی کہ سر پہ ڈالی جاتی تو پاؤں ننگے ہو جاتے اور پاؤں ڈھانپے جاتے تو سر برہنہ ہو جاتا.....جان دو عالم ﷺ نے فرمایا:.....سر کو چادر سے ڈھک دو اور پاؤں پر اذخر (گھاس کی ایک قسم) ڈال دو.....

یہ کفن تھا اس شخص کا جس سے زیادہ خوش پوشاک پورے مکہ میں کوئی نہ تھا..... شہادت کے وقت آپ کی عمر چالیس سال تھی.....

نبی اکرم ﷺ کا سجدہ شکر

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بیت المال کے صدقات کی طرف تشریف لے گئے.....وہاں قبلہ رخ ہو کر سجدے میں گر گئے اور بہت لمبا سجدہ کیا.....میرا خیال ہوا کہ کہیں آپ ﷺ کی روح قبض نہ ہو گئی ہو.....میں آپ کے قریب ہو کر بیٹھ گیا.....

تو آپ ﷺ نے سر اٹھایا اور فرمایا:.....کون ہو؟

میں نے عرض کیا کہ:.....عبدالرحمٰن ہوں.....

فرمایا:.....کیا بات ہے؟

میں نے عرض کیا:..... یارسول اللہ ﷺ! آپ نے ایسا سجدہ کیا کہ میں ڈر گیا کہیں اللہ تعالیٰ نے آپ کی جان نہ قبض کرلی ہو.....

فرمایا:.....جبرائیل نے آ کر مجھے خوشخبری دی کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جو آپ پر درود پڑھے گا میں اس پر رحمت نازل کروں گا اور جو آپ ﷺ پر سلام کہے گا میں اسے سلامتی دوں گا.....تو میں نے بارگاہ الٰہی میں سجدہ شکر پیش کیا..... (مسند احمد)

انوکھا مجرم

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں:.....ہم مسجد نبوی میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ بیٹھے ہوئے تھے.....اتنے میں ایک شخص اندر داخل ہوا..... چہرے سے پریشانی اور پشیمانی کے آثار نمایاں تھے.....انتہائی مضطرب اور بے قرار دکھائی دے رہا تھا..... جونہی اس کی نظر.....اپنے مہربان اور کریم آقا ﷺ کے شفقی چہرے پر پڑی.....وہ یوں چلا اٹھا جیسے مظلوم و ستم رسیدہ بچہ اپنی مہربان ماں یا باپ کو سامنے پاکر بلک بلک کر رونے لگ جاتا ہے اور اپنی داستان غم سناتا ہے کہ آپ کی عدم موجودگی میں فلاں نے مجھ پر اس طرح ستم ڈھایا ہے اور بے آسرا یا کمزور سمجھ کر مارا ہے.....

''یارسول اللہ ﷺ! میں ہلاک ہوگیا.....حضور میں جل گیا.....''

وہ بے اختیار چلایا.....

''اے مسافر اعرابی! کیا بات ہے؟''

''رمضان کے مہینے میں.....دن کے وقت روزے کی حالت میں اہلیہ کے قریب چلا گیا ہوں.....اب مجھے دوزخ بھاڑ کی طرح منہ کھولے نظر آ رہی ہے.....میں اس گھناؤنے جرم کی پاداش میں.....بھڑکتی آگ میں جھونک دیا جاؤں گا.....مجھے ڈر لگ رہا ہے.....حضور ﷺ! مجھے اس آگ اور ہلاکت سے بچایئے!''

فرمایا:.....''جس شخص سے یہ گناہ سرزد ہو جائے.....قرآن پاک نے اس کی یہ سزا تجویز فرمائی ہے کہ وہ ایک غلام آزاد کرے.....لہٰذا تم ایک غلام آزاد کر دو.....''

اس نے دست بستہ عرض کیا: میرے آقا! میرے پاس تو کوئی غلام نہیں ہے..

فرمایا:.....''اچھا تو پھر دو مہینے کے روزے رکھو!''

اس نے عرض کیا:.....''حضور ﷺ! اس کی بھی طاقت نہیں ہے.....''

فرمایا:.....''اچھا! تو پھر ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلاؤ.....''

اس نے اسی عاجزی اور مسکینی کے عالم میں عرض کیا:.....

''میرے حضور ﷺ! اس کی بھی سکت نہیں ہے.....''

معدنِ عفو و حلم.....بحر جود و سخا.....شفیع عاصیاں.....دستگیر بے کساں.....رحمت مجسم.....نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر بات کے جواب میں عجیب و غریب مجرم کا ایک ہی جواب سن کر چپ ہو گئے.....تھوڑی دیر بعد ایک شخص آیا.....اس نے گدھے پر کھجوریں لادی ہوئی تھیں.....وہ اس نے بطورِ ہدیہ حضور کریم ﷺ کی بارگاہ میں پیش کیں.....

کریم آقا ﷺ نے اپنے انوکھے مجرم کو یاد کیا:.....''وہ جلنے سے ڈرنے والا اور آگ سے بچنے کی کوشش کرنے والا کہاں ہے؟ جس کی خواہش ہے کہ گناہ کی پلیدی سے پاک ہو جائے اور پلے سے کچھ بھی خرچ نہ کرنا پڑے.....''

عرض کیا:.....''حضور ﷺ! میں حاضر ہوں.....''

ارشاد فرمایا:..... "اے عزیز! یہ کھجوریں اٹھا، اور غرباء میں بانٹ دو..... تمہارا کفارہ ادا اور جرم معاف ہو جائے گا....."

جب اس نے دیکھا کہ دریائے کرم جوش پر ہے اور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خصوصی اختیارات استعمال فرماتے ہوئے غلام آزاد کرنے..... ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانے اور دو ماہ کے روزے رکھنے کی جگہ کھجوروں کے ساتھ کفارہ ادا کرنے کی ہدایت فرمارہے ہیں..... تو وہ دامن کرم پر مچل گیا..... اور جودو عطا کے بہتے ہوئے دھارے سے پورا پورا فائدہ اٹھانے کے لئے تیار ہو گیا.....

نبوت کے اختیارات کی نوعیت سمجھ گیا تھا..... اس لئے ناز کرنے والے ایک معصوم بچے کی طرح عرض کیا:..... "مدینہ طیبہ کے گردونواح میں جتنے محلے اور میدان ہیں ان میں سب سے زیادہ غریب میرا ہی گھرانہ ہے....."

حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کا مطلب سمجھ گئے اور جس فخر و ناز اور مان کے ساتھ اس نے عرض کیا تھا اسے قائم رکھا..... اور جھڑکنے یا لالچی ہونے کا طعنہ دینے کے بجائے آپ اس کی اس ادا اور بات پر ہنس دیئے اور فرمایا:.....

"یہ کھجوریں اپنے گھر لے جا اور اپنے اہل و عیال کو کھلا دے تیرا کفارہ ادا ہو جائے گا....."

اس نے ڈھیر ساری کھجوریں اپنی سواری پر لادیں اور گھر چلا گیا..... جرم کر کے آیا تھا..... جرم معاف کرا کے اور انعام لے کر واپس گیا..... (حوالہ مشکوۃ شریف)

حضور ﷺ کی شان بتوں کے منہ سے

بزار.....ابونعیم اور ابن سعد رضی اللہ عنہ نے جبیر بن مطعم سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے ہم موضع بوانہ میں ایک بت کے پاس بیٹھے تھے.....ہم نے بت پر ایک اونٹ ذبح کر کے چڑھایا.....اچانک بت کے شکم سے اس طرح کی آواز آئی کہ:.....خبردار! ہوشیار ہو جاؤ.....بڑی تعجب خیز اور حیرت ناک بات ہے.....اب ہمارا زمانہ ختم ہو گیا.....محمد ﷺ کا زمانہ آ گیا.....

پہلے آسمانی خبروں کو جن چُرا لایا کرتے لیکن اب ان کی یہ چوری ختم ہو گئی کیونکہ خدا کی وحی اترنے لگی.....اب چرانے والے جنوں پر انگاروں کی مار پڑتی ہے.....کیونکہ مکہ میں احمد نام کے ایک نبی برحق پیدا ہوئے ہیں وہ مدینہ (یثرب) کی طرف ہجرت کریں گے.....

جبیر کہتے ہیں کہ ہم سخت تعجب کرتے ہوئے وہاں سے اٹھے اور اس واقعہ کے چند ہی روز بعد محمد ﷺ کی نبوت کا چرچا ہو گیا..... (حوالہ خصائص کبریٰ)

آگ حضور ﷺ کے بال کو جلا نہیں سکتی

اسی طرح ''نسیم الریاض'' میں لکھا ہے کہ ''عدیم بن طاہر علوی'' کے پاس چودہ موئے مبارک تھے.....انہوں نے ان کو امیر حلب کے دربار میں پیش کیا.....امیر حلب نے خوش ہو کر اس مقدس تحفہ کو قبول کیا اور علوی صاحب کی انتہائی تعظیم و تکریم کرتے ہوئے ان کو انعام و اکرام سے مالا مال کر دیا.....لیکن اس کے بعد جب دوبارہ علوی

صاحب امیر حلب کے دربار میں گئے تو امیر تیوری چڑھا کر بہت ہی ترشروئی کے ساتھ بات کی اوران کی طرف سے نہایت ہی بے التفاتی کے ساتھ منہ پھیرلیا.....

علوی صاحب نے اس بے توجہی اور ترشروئی کا سبب پوچھا تو امیر حلب نے کہا:.....میں نے لوگوں کی زبانی یہ سنا ہے کہ تم جوموئے مبارک لائے تھےان کی اصل اورکوئی سند نہیں ہے.....علوی صاحب نے کہا:.....آپ ان مقدس بالوں کو میرے سامنے لائیے.....جب وہ آگئے تو انہوں نے آگ منگوائی اور موئے مبارک کو دہکتی ہوئی آگ میں ڈال دیا..... پوری آگ جل جل کر راکھ ہوگئی مگر موئے مبارک پر کوئی آنچ نہیں آئی..... بلکہ آگ کے شعلوں میں موئے مبارک کی چمک دمک اور زیادہ نکھر گئی.....

یہ منظر دیکھ کر امیر حلب نے علوی صاحب کے قدموں کا بوسہ لیا.....اور پھر اس قدر انعام واکرام سے علوی صاحب کونوازا.....کہ اہل دربار ان کے اعزاز ووقار کودیکھ کر حیران رہ گئے.....

(حوالہ نسیم الریاض والکلام المبین ۱۰۸)

اسی طرح حضرت انس رضی اللہ عنہ کے دسترخوان کی روایت مشہور ہے کہ چونکہ اس دسترخوان سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک اور روئے اقدس کوصاف کرلیا تھا اس لئے یہ دسترخوان آگ کے جلتے ہوئے تنور میں ڈال دیا جاتا تھا مگر آگ اس کونہیں جلاتی تھی بلکہ اس کوصاف ستھرا کردیتی تھی.....

(مثنوی شریف مولانا رومی)

آپ ﷺ کی برکت سے قرض کی ادائیگی میں آسانی

کرخ کا ایک عطار بغداد میں اقامت گزیں تھا..... وہ امانت داری اور پردہ پوشی میں مشہور تھا..... وہ مقروض تھا اور اسی پریشانی کی وجہ سے ہمہ وقت گھر میں ہی رہتا ..... ہر وقت نماز اور دعا میں مشغول رہتا..... جب جمعہ کی رات آئی تو وہ حسب عادت نماز اور دعا میں مشغول ہو گیا..... وہ کہتا ہے کہ اس رات مجھے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی..... آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا:.....

''علی بن عیسیٰ کے پاس جاؤ اور اسے میرا حکم دو کہ وہ تمہیں چار سو دینار دے..... تم ان سے اپنی ضروریات پوری کرلو.....''

اس وقت مجھ پر چھ سو دینار قرض تھے..... جب میں علی بن عیسیٰ کے مکان کے پاس پہنچا تو چوکیدار نے دروازے پر ہی روک دیا..... کچھ دیر بعد اس کا سیکریٹری باہر آیا وہ مجھے جانتا تھا..... میں نے اسے اپنی ساری داستان بیان کی تو وہ کہنے لگا علی بن عیسیٰ صبح سے تمہیں تلاش کر رہے ہیں..... انہوں نے مجھ سے بھی تمہارے متعلق پوچھا لیکن میں تمہیں بھول گیا تھا..... پھر وہ شخص اندر چلا گیا اور علی بن عیسیٰ کو میرے متعلق بتایا..... اس نے جلد ہی مجھے اندر بلا لیا.....

اس نے پوچھا:..... تمہارا نام کیا ہے؟

میں نے کہا:..... میں عطار ہوں.....

علی نے پوچھا:.....تمہارا تعلق کس علاقے سے ہے؟

میں نے کہا:.....میں کرخ کا رہائشی ہوں.....

اس نے کہا:.....اے اللہ کے بندے! خدا کی قسم! میں تمہاری وجہ سے شب بھر نہیں سوسکا.....رات کو میرا بخت جاگا.....رسول عربی ﷺ میرے پاس تشریف لائے آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا فلاں عطار کو چار سو دینار دے دینا.....تاکہ وہ اپنے قرض سے سبکدوش ہوسکے.....

میں نے کہا:.....رسول محترم ﷺ میرے پاس بھی تشریف لائے تھے اور آپ ﷺ نے مجھے تمہارے پاس آنے کا حکم دیا.....حضور ﷺ کی خاص نظر عنایت ہے.....

پھر انہوں نے اپنے خزانچی کو ایک ہزار دینار لانے کا حکم دیا.....جب دینار آ گئے تو انہوں نے مجھ سے کہا:.....چار سو دینار تو اس لئے ہیں کیونکہ حضور ﷺ نے ان کا حکم دیا ہے اور باقی چھ سو دینار میرے طرف سے بطور تحفہ قبول کرلیں.....

میں نے کہا:...اے وزیر محترم! میں حضور نبی اکرم ﷺ کے حکم سے زیادہ لینے کا خواہاں نہیں ہوں...مجھے امید واثق ہے کہ اللہ تعالیٰ انہی میں برکت دے گا...

میرے اس سلوک کو دیکھ کر علی بن عیسیٰ رونے لگے....انہوں نے کہا:..تمہارا حسن اعتقاد کتنا عمدہ ہے.....جو تمہاری منشاء ہے وہ لے لو.....

میں نے چار سو دینار لے لئے ان میں سے کچھ کے ساتھ اپنا قرض ادا کیا اور باقی رقم سے دکان کھول لی.....ابھی ایک سال بھی نہ گزرا تھا کہ میرے پاس ایک ہزار درہم جمع ہوگئے.....میں نے ان سے اپنا سارا قرض اتار دیا.....اب آئے روز میرے مال میں اضافہ ہوتا گیا اور میرے حالات سدھرتے گئے.....یہ سب فیضان نظر مصطفیٰ ﷺ تھا...

(حجۃ اللہ)

کافر کی پکار:...

اے محمد ﷺ! اب تجھے کون بچائے گا؟

واقدی نے حضرت خدیج رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہم غزوۂ انمار کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں روانہ ہوئے..... جب لوگوں نے حضور ﷺ کے متعلق سنا تو وہ دوڑتے ہوئے پہاڑوں کی چوٹیوں سے اترتے ہوئے دیدار مصطفیٰ ﷺ کے لئے حاضر ہوئے..... حضور ﷺ ''ذوامر'' کے مقام پر خیمہ زن ہوئے..... حضور ﷺ رفع حاجت کے لئے تشریف لے گئے..... راستہ میں بارش شروع ہوگئی جس سے آپ ﷺ کے مبارک کپڑے گیلے ہوگئے اور آپ ﷺ نے وہ کپڑے ایک درخت پر لٹکا دیئے تاکہ وہ خشک ہو جائیں.....

قبیلہ غطفان کے لوگوں نے دعثور بن حارث سے کہا:..... محمد ﷺ اس وقت بالکل اکیلے ہیں..... ان کے ساتھ ان کا کوئی بھی ساتھی نہیں ہے..... اس سے بہتر لمحہ پھر تجھے نہیں مل سکے گا..... دعثور نے شمشیر بے نیام لی پھر گھاٹی سے نیچے اتر گیا..... اس وقت سرور کائنات ﷺ لیٹے ہوئے تھے..... آپ ﷺ اپنے کپڑوں کے خشک ہونے کا انتظار فرما رہے تھے..... آپ ﷺ نے دیکھا کہ دعثور آپ ﷺ کے سر پر کھڑا تھا وہ اپنی تلوار لہرا رہا تھا.....

اس نے کہا:..... ''اے محمد ﷺ! آج آپ کو مجھ سے کون بچائے گا؟''

حضور ﷺ نے فرمایا:..... ''اللہ.....''

حضرت جبرائیل امین نے دعثور کے سینے پر مکا مارا جس کی وجہ سے اس کی تلوار اس کے ہاتھ سے گر پڑی..... حضور ﷺ نے اس کی تلوار تھامی اور اس کے سر پر کھڑے ہو کر کہا:.....

''اب تجھے مجھ سے کون بچائے گا؟''

دعثور نے کہا:..... ''کوئی نہیں.....''

حضور ﷺ نے فرمایا:..... ''اٹھو اور اپنا کام کرو.....''

دوسری روایت میں ہے کہ وہ چاہتا تھا کہ وار کرے مگر اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہو گئے..... جب اس نے آپ ﷺ کو بیدار دیکھا تو کہنے لگا:.....

''من یمنعک منی یا محمد؟''

''اے محمد ﷺ! آپ کو اب کون میرے ہاتھوں سے بچائے گا؟''

نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:..... ''اللہ''

اس لفظ میں ایسی تاثیر تھی کہ اس پر ایسا خوف طاری ہوا کہ اس نے کانپنا شروع کر دیا..... حتیٰ کہ اس کے ہاتھ سے تلوار نیچے گر گئی..... پھر نبی علیہ السلام نے تلوار اٹھائی اور فرمایا:.....

''من یمنعک منی''

اب تجھے میرے ہاتھوں سے کون بچائے گا؟

یہ سن کر وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشامد کرنے لگا کہ آپ تو قریشی خاندان میں سے ہیں..... بڑے اچھے اخلاق والے ہیں..... دشمنوں کو معاف کر دینے والے ہیں اور بلند ہمت ہیں..... نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:..... جا میں نے تجھے معاف کر دیا.....

جب نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے معاف فرمادیا تو وہ پھر بھی کھڑا رہا..... آپ ﷺ نے پوچھا:..... ثمامہ! میں نے تجھے معاف کردیا ہے..... اب تم جاتے کیوں نہیں؟ اس نے عرض کیا:..... اے اللہ کے محبوب ﷺ! آپ نے تو معاف کردیا..... اب کھڑا اس لئے ہوں کہ آپ مجھے کلمہ بھی پڑھا دیجئے تا کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی معاف فرمادیں..... اللہ اکبر!

اسد الغابہ کی روایت میں یہ بھی ہے کہ اس وقت اس نے کلمہ نہیں پڑھا..... جب دعثور اپنی قوم کے پاس واپس آیا تو اس کی قوم نے کہا:..... اللہ کی قسم! آج تو نے بڑا عجیب کام کیا ہے..... تو تلوار لے کر ان کے سر پر کھڑا رہا..... لیکن تو نے ان کا کام تمام نہ کیا..... دعثور نے کہا:..... میں ان کے خلاف کبھی بھی لشکر کشی نہیں کروں گا..... اس واقعہ کے بعد دعثور نے اسلام قبول کرلیا... (حوالہ سیرت ابن کثیر)

سانپ اور بچھو سے حفاظت والے کلماتِ نبویؐ

امام بیہقی نے سہیل بن ابی صالح کی سند سے بنو اسلم کے ایک شخص سے روایت کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ ایک شخص کو بچھو نے کاٹ لیا..... جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کے بارے میں علم ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا:..... اگر وہ شام کے وقت یہ کلمات کہہ لیتا تو بچھو کا زہر اسے نقصان نہ دیتا:.....

"اعوذ بکلمات اللہ التامة من شر ما خلق"

"میں اللہ تعالیٰ کے مکمل کلمات سے ہر اس چیز کے شر سے پناہ مانگتا ہوں جسے اس نے تخلیق فرمایا....."

راوی کہتے ہیں کہ میرے گھر کی ایک خاتون کو سانپ نے ڈس لیا.....اس نے یہ کلمات پڑھے تو سانپ کے زہر نے اس پر اثر نہ کیا..... (حوالہ حجۃ اللہ از علامہ نبہانی)

نیند کی کمی اور علاج نبوی ﷺ

ابن سعد نے عبدالرحمٰن بن سابط سے روایت کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو نیند نہ آنے کی بیماری لاحق ہوگئی.....حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا:.....کیا میں تمہیں ایسے کلمات نہ سکھادوں جب تم انہیں پڑھو تو تمہیں فوراً نیند آجائے.....تم یہ دعا مانگا کرو:.....

"اللھم رب السموات السبع وما اظلت ورب الارضین وما اقلت ورب الشیاطین وما اظلت کن جاری من شر خلقک کلھم جمیعاً ان یفرط علی احد منھم او ان یطغیٰ عز جارک ولا الٰہ غیرک..." (از حجۃ اللہ علی العالمین)

اے میرے مالک! جو ساتوں آسمانوں اور ہر اس چیز کا رب ہے جس پر وہ سایہ فگن ہے.....اے زمینوں اور ہر اس چیز کے رب جس کو انہوں نے اٹھا رکھا ہے...اے شیطانوں کے رب اور اس چیز کے رب جس سے وہ گمراہ کرتے ہی...تمام مخلوق کے شر سے میری پناہ گاہ بن جا تا کہ ان میں سے کوئی مجھ پر زیادتی نہ کرے یا میرے ساتھ سرکشی نہ کرے..تیری پناہ بڑی محفوظ اور تیرے علاوہ کوئی معبود نہیں.."

حضور ﷺ فرشتوں کی حفاظت میں

مکہ مکرمہ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت زیادہ دشمنی کرنے والے چند قریشی تھے ..... مثلاً ابو جہل ... ابو لہب ... ولید بن مغیرہ ... شیبہ... نظر بن حارث وغیرہ.... نظر بن حارث کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتا تھا..... ہر موقع پر ایذا رسانی کرتا.....ایک دن جبکہ گرمی کا موسم تھا دوپہر کے وقت سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم رفع حاجت کے لئے باہر تشریف لے گئے.....اور شاہ کونین ﷺ رفع حاجت کے لئے کافی دور نکل جایا کرتے تھے.....

اس دن بھی سرکار ﷺ وادی حجون میں پردے کی جگہ تشریف لے گئے تو نظر بن حارث نے دیکھ لیا.....اس نے موقع غنیمت جانا اور دل میں یہ بٹھایا کہ آج ان کا کام تمام کر کے ہمیشہ کے لئے چھٹکارا حاصل کر لوں اور وہ بد بخت چھپ کر سرکار ﷺ کے قریب پہنچ گیا.....لیکن یکدم مبہوت ہو کر پیچھے کو بھاگا اور گھبرایا ہوا شہر میں داخل ہوا اور اچانک ابو جہل نے دیکھ کر پوچھا:.....اے نظر کیا ہوا؟..... کیوں گھبرایا ہوا بھاگا آرہا ہے؟.....

یہ سن کر نظر نے ابو جہل سے کہا:.....میں تو چھپ کر محمد ﷺ کے پیچھے گیا تھا تا کہ ان کو ختم کر دوں.....لیکن جب میں قریب پہنچا ہوں تو اچانک دیکھا لمبے لمبے دانتوں والے شیر ہیں وہ منہ کھولے میری طرف آرہے ہیں.....ان کو دیکھ کر ڈرتا ہوا بھاگا آرہا ہوں..... یہ سن کر بد نصیب بد بخت ابو جہل بولا:..... یہ بھی محمد ﷺ کے جادو کا کرشمہ ہے.....

(خصائص کبریٰ ۱/۱۲۸)

حضور ﷺ کے دشمنوں کے ہاتھ گردن سے چمٹ گئے

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد حرام میں باآواز بلند قرآن پڑھا کرتے اور قریش کے کچھ لوگ سن کر جلا کرتے تھے..... چنانچہ ایک دن وہ آپ ﷺ کو پکڑنے کے لئے دوڑے..... یک دم ان کے ہاتھ ان کی گردنوں سے چمٹ گئے.....اور آنکھوں سے دکھائی دینا بند ہوگیا.....وہ نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور کہنے لگا:.....اے محمد ﷺ! ہم آپ کو اللہ کا اور رشتہ داری کا واسطہ دیتے ہیں کہ ہماری یہ مصیبت ختم کروائیں..... نبی کریم ﷺ کا قریش کے تقریباً ہر قبیلہ سے کچھ رشتہ تھا.....

آپ ﷺ نے ان کے لئے دعا کی تو ان کی یہ مشکل حل ہوگئی..... چنانچہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں:.....

"یٰسٓ والقرآن الحکیم انک لمن المرسلین علیٰ صراط مستقیم"

"مجھے قسم ہے حکمت والے قرآن کی..... بے شک آپ رسولوں میں سے ہیں سیدھے راستے پر....."

اور اس کے بعد والی آیات بھی اسی موقع پر نازل ہوئیں.....راوی کہتا ہے:...مگر ان میں سے ایک شخص بھی ایمان نہ لایا.... (حوالہ دلائل النبوۃ و حجۃ اللہ و مدارج النبوۃ)

ایک مجلس میں ۹۰ ہزار درہم تقسیم

ترمذی میں ہے کہ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نوے ہزار درہم کہیں سے آئے..... حضور ﷺ نے ایک بورے پر ڈلوادیئے اور وہیں بیٹھے بیٹھے تقسیم کرادیئے..... ختم ہو جانے کے بعد ایک سائل آیا..... آپ ﷺ نے فرمایا:..... میرے پاس تو کچھ نہیں تم کسی سے میرے نام پر قرضہ لے لو..... جب میرے پاس ہوگا ادا کردوں گا... (حوالہ ترمذی)

رَے کے ایک آدمی کا واقعہ

امام ثعلبی کہتے ہیں کہ حضرت کعب سے جو روایت نقل کی گئی ہے میں نے رَے کے رہنے والے ایک شخص کو بتلائی..... اتفاق سے دیلم کے کفار نے اس کو گرفتار کرلیا..... کچھ عرصہ ان کی قید میں رہا پھر ایک روز موقع پا کر بھاگ کھڑا ہوا..... یہ لوگ اس کے تعاقب میں نکلے مگر اس شخص نے بھی یہ آیتیں پڑھ لیں..... اس کا یہ اثر ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی آنکھوں پر ایسا پردہ ڈال دیا کہ وہ اس کو نہ دیکھ سکے..... حالانکہ ساتھ ساتھ چل رہے تھے..... اور ان کے کپڑے ان کے کپڑوں سے چھو جاتے تھے....

(حوالہ تفسیر قرطبی)

سورۂ یٰسین کی آیات

امام قرطبی کہتے ہیں کہ ان تینوں کے ساتھ وہ آیات سورۂ یٰسین کی بھی ملائی جائیں جن کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے وقت پڑھا تھا..... جبکہ مشرکین مکہ نے آپ کا محاصرہ کر رکھا تھا..... آپ نے یہ آیات پڑھیں اور ان کے درمیان سے نکلتے ہوئے چلے گئے..... بلکہ ان کے سروں پر مٹی ڈالتے ہوئے گئے..... ان میں سے کسی کو خبر نہیں ہوئی..... وہ آیات سورۂ یٰسین کی یہ ہیں:.....

"یٰسٓ والقرآن الحکیم انک لمن المرسلین علیٰ صراط مستقیم تنزیلا العزیز الرحیم لتنذر قوما ما انذر اٰباؤھم فھم غافلون لقد حق القول علیٰ اکثرھم فھم لا یومنون انا جعلنا فی اعناقھم اغللا فھی الی الاذقان فھم مقمحون وجعلنا من بین ایدیھم سدا ومن خلفھم سدا فاغشینھم فھم لا یبصرون o" (حوالہ تفسیر قرطبی)

امام قرطبی کا واقعہ

امام قرطبی فرماتے ہیں کہ مجھے خود اپنے ملک اندلس میں قرطبہ کے قریب قلعہ منثور میں یہ واقعہ پیش آیا کہ میں دشمن کے سامنے بھاگا اور ایک گوشہ میں بیٹھ گیا..... دشمن نے دو گھوڑے سوار میرے تعاقب میں بھیجے اور میں بالکل کھلے میدان میں تھا..... کوئی

چیز پردہ کرنے والی نہ تھی مگر میں سورہ یٰسین کی یہ آیتیں پڑھ رہا تھا..... یہ دونوں سوار میرے برابر سے گزرے پھر جہاں سے آئے تھے یہ کہتے ہوئے لوٹ گئے کہ یہ شخص کوئی شیطان ہے کیونکہ وہ مجھے دیکھ نہ سکے... اللہ تعالیٰ نے ان کو مجھ سے اندھا کر دیا تھا... (تفسیر قرطبی)

حضور ﷺ کی پسندیدہ چیزیں

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ایک شخص ابودجانہ نامی تھے..... جب صبح کی نماز پڑھ لیتے تو جلدی سے نکل چل دیئے اور دعا میں بھی موجود نہ رہتے..... حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے اس کا سبب دریافت کیا..... انہوں نے کہا:..... میرے پڑوسی کے یہاں ایک کھجور کا درخت ہے..... ہوا سے رات کو اس کی کھجوریں..... میرے گھر میں گر پڑتی ہیں..... میں اپنے بچوں کے جاگنے سے پہلے ہی انہیں اٹھا کر اسی پڑوسی کے گھر میں پھینک دیتا ہوں.....

حضرت نبی کریم ﷺ نے اس کھجور کے درخت کے مالک سے کہا:..... کہ اپنا کھجور کا درخت..... میرے ہاتھ دس کھجور کے درختوں کے عوض میں جس کی رگیں طلاء سرخ اور زبرجد سبز ہوں گی اور شاخیں مروارید سفید کی ہوں گی جو تجھے جنت میں ملیں گی بیچ ڈال..... اس نے کہا:..... میں حاضر کو غائب کے عوض میں نہیں بیچتا.....

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا:..... میں نے فلاں مقام پر جو دس کھجور کے درخت ہیں ان کے عوض میں تجھ سے وہ درخت خرید لیا..... وہ منافق خوش ہو گیا اور جو کھجور کا درخت اس کے گھر میں تھا اس نے ابودجانہ کو دے دیا اور اپنی بیوی سے کہنے لگا کہ میں نے یہ درخت ابوبکر کے ہاتھ دس کھجور کے درختوں کے عوض میں جو

فلاں مقام پر ہیں بیچ ڈالا اور یہ درخت تو میرے ہی گھر میں ہے.....اس کے مالک کو تھوڑی سی کھجوروں کے سوا نہ دیا کرنا.....اس شب کو جو وہ سو کر اٹھا تو دیکھتا کیا ہے کہ وہ درخت ابودجانہ کے مکان میں پہنچ گیا ہے.....

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:...

''تمہاری دنیا میں سے تین چیزیں مجھے محبوب ہیں: ''عورتیں..... خوشبو اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے...''

اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:...

''مجھے تین چیزیں محبوب ہیں:...''حضور ﷺ کی طرف دیکھنا اور حضور ﷺ کے سامنے بیٹھنا اور اپنا مال آپ پر خرچ کرنا...''

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:...

''مجھے بھی تین چیزیں محبوب ہیں:...''اچھے کاموں کا حکم کرنا اور برے کاموں سے منع کرنا اور حق بات کہنا اگرچہ وہ کڑوی ہو...''

اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا:...

''مجھے بھی تین چیزیں پسند ہیں:...''کھانا کھلانا اور اسلام کا پھیلانا اور ظاہر کرنا اور رات میں نماز پڑھنا حالانکہ لوگ سوتے ہوں...''

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:...

''مجھے بھی تین چیزیں محبوب ہیں:...''تلوار سے مارنا اور مہمان نوازی کرنا.....گرمیوں میں روزہ رکھنا.....''

اس کے بعد حضرت جبرائیلؑ نازل ہوئے اور کہا کہ:...

"مجھے بھی تین چیزیں مرغوب ہیں:....." امانت کا ادا کرنا اور رسالت کا پہنچانا اور مسکینوں کو محبوب رکھنا....."

پھر جبرائیل نے کہا کہ بے شک اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:..... کہ مجھے بھی تین چیزیں محبوب ہیں:....."ذکر کرنے والا دل اور مصیبت پر صبر کرنے والا بدن..... شکر کرنے والی زبان....."

پس جب امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو یہ خبر پہنچی تو انہوں نے فرمایا:... بلاشک مجھے بھی تین چیزیں محبوب ہیں:....."لمبی راتوں میں علم حاصل کرنا.....اور بڑائی اور تعلّی کا ترک کرنا اور دنیا کے کاموں سے دل کا خالی ہونا....."

پس جب یہ خبر امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کو پہنچی تو انہوں نے فرمایا:..... کہ مجھے بھی تین چیزیں محبوب ہیں:....."رسول اللہ ﷺ کے روضہ میں آپ کی ہمسائیگی اور آپ کی تربت اور حجرہ کی ملازمت اور اہل بیت اور آپ کے خاندان کی تعظیم....."

پس جب یہ خبر امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو پہنچی تو انہوں نے فرمایا:..... مجھے بھی تین چیزیں پسندیدہ ہیں:..."لوگوں کے ساتھ نرمی اور مہربانی سے معاشرت کرنا اور جو کام تکلف تک پہنچائے اس کو ترک کرنا اور تصوف کے طریقہ کی پیروی کرنا....."

پس جب امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کو یہ خبر پہنچی تو انہوں نے فرمایا:..... مجھے بھی تین باتیں مرغوب ہیں:....."رسول اکرم ﷺ کی ان کے اخبار میں اشاعت اور آپ کے انوار عظیمہ سے برکت حاصل کرنا اور آپ کے آثار میں ادب کے ساتھ چلنا..." واللہ اعلم

تین انوکھے معجزے

حضرت عقیل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں مجھے آپ کی ہمراہی کا شرف حاصل ہوا..... اس سفر کے درمیان میں نے آپ کے تین معجزے دیکھے.....

(1) ان میں سے پہلا معجزہ یہ کہ راستے میں جاتے ہوئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قضائے حاجت کی ضرورت محسوس ہوئی..... اس وقت ہم جس جگہ سے گزر رہے تھے وہاں کوئی ایسی جگہ نہ تھی جہاں پردے میں ہو کر آپ ﷺ قضائے حاجت فرماتے..... لہٰذا آپ ﷺ نے کچھ دور ایک پہاڑ کی طرف دیکھا تو اس پر دو درخت نظر آئے..... آپ ﷺ نے مجھے حکم فرمایا:..... کہ جاؤ جا کر ان درختوں سے کہو کہ تم دونوں کو نبی ﷺ بلا رہے ہیں.....

میں پہاڑ کی طرف گیا اور جا کر ان درختوں سے کہا کہ چلو تم دونوں کو آقائے دو عالم ﷺ بلا رہے ہیں..... ان دونوں نے پہاڑ میں سے اپنی جڑیں سمیٹیں اور نبی کریم ﷺ کی طرف چل پڑے اور وہاں جا کر انہوں نے آپ ﷺ کو چاروں طرف سے چھپا لیا..... آپ ﷺ نے قضائے حاجت فرمائی اور پھر مجھ سے ارشاد فرمایا:..... ان سے کہو کہ واپس اپنی جگہ پر چلے جائیں..... لہٰذا جونہی میں نے ان سے واپس جانے کا کہا وہ واپس چلے گئے.....

(2) دوسرا معجزہ یہ ہے کہ میں نبی کریم ﷺ کے ہمراہی میں چلتا ہوا ایک جگہ پر پہنچا تو وہاں کچھ لوگ جمع دیکھے جو اونٹ کے ارد گرد اکٹھے ہوئے کھڑے تھے..... وہ شاید اونٹ کو مار دینا چاہتے تھے..... اونٹ نے جب نبی کریم ﷺ کو دیکھا تو فوراً آپ کی

بارگاہ میں عرض کرنے لگا:..... یارسول اللہ ﷺ! مجھے ان لوگوں سے بچایئے..... آپ ﷺ نے ان لوگوں سے پوچھا کہ تم سب اس اونٹ کو کیوں مارنا چاہتے ہو؟ انہوں نے عرض کیا:..... یارسول اللہ ﷺ! یہ اونٹ پاگل ہوگیا ہے..... ہمیں ٹانگیں بھی مارتا ہے اور دانتوں سے کاٹتا ہے اس نے ہمیں بڑا تنگ کر رکھا ہے.....

آپ ﷺ نے اونٹ سے پوچھا کہ تو اس طرح کیوں کرتا ہے؟ اونٹ نے جواب دیا:..... یارسول اللہ ﷺ! میں پاگل نہیں ہوں بلکہ اصل مسئلہ یہ ہے کہ یہ لوگ سوئے رہتے ہیں اور عشاء کی نماز ادا نہیں کرتے..... مجھے ڈر ہے کہ ان پر کہیں اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل نہ ہوجائے اور میں بھی ان کے ساتھ ہی مارا نہ جاؤں..... لہٰذا میں انہیں نیند سے بیدار کرتا ہوں تو یہ سمجھتے ہیں کہ میں انہیں کاٹ کھاؤں گا..... یہ سن کر نبی کریم ﷺ نے فرمایا:..... لوگو! اس اونٹ کو چھوڑ دو اور سونے سے پہلے عشاء کی نماز ادا کیا کرو یہ تمہیں کچھ نہیں کہے گا.....

(3) اور تیسرا معجزہ یہ کہ سفر کے دوران ہی میں نے آپ ﷺ کی بارگاہ میں عرض کیا: ..... یارسول اللہ ﷺ! مجھے بڑی سخت پیاس محسوس ہورہی ہے..... آپ ﷺ نے فرمایا:..... جاؤ اس پہاڑ کے پاس جاکر اس سے کہو کہ تجھے نبی ﷺ حکم فرماتے ہیں کہ مجھے پانی پلاؤ..... میں پہاڑ کے پاس گیا اور جو کچھ حضور ﷺ نے فرمایا تھا میں نے اسے جاکر کہہ دیا.....

پہاڑ نے میری بات سن کر مجھ سے کہا کہ حضور نبی رحمت ﷺ کی بارگاہ میں میرا سلام عرض کرنا اور کہنا کہ جب سے اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی ہے کہ ''اس (جہنم) کا ایندھن لوگ اور پتھر ہوں گے'' اس دن سے رو رو کر میں نے اپنا پانی ختم کرلیا ہے اب مجھ میں ایک قطرہ پانی بھی نہیں بچا..... اسی وجہ سے میری پشت پر کوئی جڑی بوٹی بھی نہیں اُگ سکی..... (حوالہ حجۃ اللہ و مدارج النبوۃ)

بابرکت بھول

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں.....ایک دفعہ دن کی نماز میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے چار کی بجائے دو رکعتیں پڑھ کر ہی سلام پھیر دیا.....اس وقت چہرۂ انور پر کچھ جلال کے آثار نمایاں تھے اس لئے کسی کو آگے بڑھنے یا کچھ پوچھنے کی جرأت نہ ہوئی....صدیق و فاروق موجود تھے لیکن آج وہ بھی دم بخود تھے...

آخر ایک شخص نے ہمت کی...جسے سرکار پیار سے ذوالیدین کہا کرتے تھے:...

"اقصرت الصلوٰۃ ام نسیت یا رسول اللہ"

حضور ﷺ! نماز کم کر دی گئی ہے یا آپ بھول گئے.....

سرکار ﷺ نے فرمایا:.....دونوں میں سے کوئی بات بھی نہیں ہوئی.....

اس نے عرض کیا:.....آقا! آپ نے دو رکعتیں ادا فرمائی ہیں.....

حالانکہ چار ادا فرمانا تھیں.....

اب حاضرین نے بھی جرأت کی اور کہا:.....ذوالیدین ٹھیک کہہ رہا ہے.....حضور کریم ﷺ نے دو رکعتیں اور ادا فرمائیں اور آخر میں سجدہ سہو ادا کیا...

(حوالہ بخاری شریف)

اس طرح آپ ﷺ کی بھول سے امت کے لئے اللہ نے آپ کے ذریعہ امت کو مسئلہ یعنی قانون بتایا کہ جو شخص نماز میں بھول جائے وہ اس طرح سجدہ سہو ادا کر کے اپنی نماز کی تکمیل کرے.....

تبلیغ کرنے والا جن

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اپنے دور خلافت میں ایک دن احباب کے ساتھ بیٹھے تھے کہ سامنے سے ایک صحابی گزرے.....

کسی نے کہا:

''امیر المومنین! یہ جو شخص گزر رہے ہیں کیا آپ انہیں جانتے ہیں؟''

فاروق اعظم نے پوچھا:..... ''کون ہے یہ؟''

لوگوں نے بتایا:..... ''یہ سواد بن قارب ہیں..... وہی سواد جن کے تابع ایک جن نے انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی اطلاع دی تھی.....''

فاروق اعظم ﷜ نے ان کو بلا بھیجا..... وہ آئے تو آپ نے ابتدائی گفتگو کے بعد ان سے پوچھا کہ تمہارے تابع جن نے رسول اللہ ﷺ کی بعثت کی اطلاع تمہیں کس طرح پہنچائی تھی؟ انہوں نے بتایا کہ:..... ایک دن میں نیم بیدار کے عالم میں تھا کہ میرا جن آیا اور مجھے ہلا جلا کر کہنے لگا:.....

''سواد بن قارب اٹھیئے اور میری بات سنئے اور سمجھیے! لوی بن غالب سے ایک رسول مبعوث ہو گئے ہیں..... جو اللہ تعالیٰ اور اس کی عبادت کی طرف دعوت دیتے ہیں..... ان کی دعوت پر لبیک کہتے ہوئے ہر سمت سے جنات کے قافلے مکہ مکرمہ کی طرف رواں دواں ہیں.....''

''فارحل الی الصفوۃ من ھاشم.....''

''بنی ہاشم کی اس منتخب روزگار ہستی کی خدمت میں حاضری کے لئے آپ بھی چل پڑیں.....''

میں نے اس کی باتوں پر کان نہ دھرا اور کہا:.....

"دعني انام"... چھوڑ! مجھے سونے دے... بڑے زور کی نیند آ رہی ہے...

اس وقت تو وہ چلا گیا لیکن دوسری رات پھر آ موجود ہوا.....اور گزشتہ شب کی طرح نصیحت کرنے لگا.....میں نے پھر بھی توجہ نہ دی.....تو تیسری رات وہ پھر آیا.....اور رسول ہاشمی کی خدمت میں حاضری کی تلقین کی.....

آخر اس کی بات ماننا پڑی اور میں علی الصبح اپنی اونٹنی پر سوار ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو گیا.....آپ ﷺ اس وقت اپنے اصحاب کے ساتھ محفل سجائے بیٹھے تھے.....میں نے حاضر ہوتے ہیں عرض کیا:.....

''یا رسول اللہ ﷺ! میرا کلام سنئے''

آپ ﷺ نے خندہ پیشانی سے فرمایا:.....''سناؤ''

چنانچہ میں نے نعت کا نذرانہ پیش کیا.....

(نعت طویل ہے.....صرف دو شعر پیش خدمت ہیں)

وانک ادنی المرسلین وسیلة

الی اللہ یا ابن الاکرمین الاطائب

''بلاشبہ اللہ تک پہنچنے کے لئے آپ تمام رسولوں کی بہ نسبت زیادہ قریبی وسیلہ ہیں .....اے معزز اور پاک ہستیوں کے فرزند گرامی!''

وکن لی شفیعا یوم لا ذوشفاعة

سواک بمغن عن سواد ابن قارب

''آپ اس روز میری شفاعت کیجئے جس دن آپ کے سوا کوئی
بھی شفاعت کرنے والا سواد بن اقارب کے کام نہ آ سکے گا.....''

یہ نذرانہ عقیدت مقبول بارگاہ ہوا:.....

''ففرح رسول اللہ ﷺ و اصحابه فرحا شدیدا حتیٰ
روی الفرح فی وجوھھم''

''رسول اللہ ﷺ اور ان کے اصحاب اتنے خوش ہوئے کہ مسرت کی
فراوانی سے ان کے چہرے دمک اٹھے.....''

نعت ختم ہونے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:.....

''افلحت یا سواد'' سواد! تم کامیاب ہوگئے.....

سواد بن قارب نے واقعہ ختم کیا تو فاروق اعظم ؓ بے تابانہ اٹھے اور سواد کو گلے لگا لیا.....اور فرمایا:.....کتنا اشتیاق تھا مجھے تمہاری زبان سے یہ واقعہ سننے کا.....

پھر سواد نے پوچھا:.....

''ھل یاتیک رءیک الیوم'' کیا وہ جن اب بھی تمہارے پاس آتا ہے...

سواد نے کہا:.....جب سے میں نے قرآن پڑھنا شروع کیا ہے.....یہ کام چھوڑ دیا ہے:.....

''ونعم العوض کتاب اللہ من الجنتی''

''اور جنوں کی باتوں سے اللہ کی کتاب بدرجہا بہتر ہے.....''

فاروق اعظم ؓ نے فرمایا:.....ایک دفعہ میرے ساتھ بھی اس طرح کا واقعہ پیش

آیا تھا..... میں قریش کے ایک گھرانے آل ذریح کے پاس گیا ہوا تھا..... انہوں نے ایک بچھڑا ذبح کر رکھا تھا اور قصاب اسے کاٹنے کی تیاری کر رہا تھا..... ناگاہ بچھڑے سے آواز آنے لگی:.....

”یا ال ذریح... امر نجیح... صائح یصیح... بلسان فصیح... یشهد ان لا اله الا الله...“

”اے آل ذریح! کامیاب بات ظاہر ہوگئی ..... ایک اعلان کرنیوالا بزبان فصیح اعلان کر رہا ہے..... گواہی دے رہا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں.....“

یہ سن کر میں وہاں سے چلا آیا..... انہی ایام میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نبوت کا اعلان کر دیا..... (حوالہ حجۃ اللہ علی العالمین ودلائل النبوۃ وخصائل کبریٰ)

تورات میں شان محبوب خدا ﷺ

حضرت نعمان سبائی یمن کے یہودی عالموں میں سے تھے... وہ کہتے ہیں:..... جب میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور کا چرچا سنا..... تو میں آپ کے پاس حاضر ہوا.... اور آپ سے بہت سی باتوں کے بارے میں سوالات کئے (جن کے جوابات سن کر مجھے آپ کی سچائی کا یقین ہوگیا)

آخر اس کے بعد میں نے عرض کیا:..... میرے باپ جب تورات کا ایک سفر یعنی باب ختم کیا کرتے تھے تو یہ کہا کرتے تھے کہ تم اس باب کو یہودیوں کے سامنے اس وقت تک مت پڑھنا جب تک کہ تم یہ نہ سن لو کہ ایک نبی یثرب میں ظاہر ہوگیا ہے.....

جب تم یہ خبر سن لو تو پھر اس کو کھول سکتے ہیں.....

چنانچہ حضرت نعمان کہتے ہیں.....

"میں نے آپ کے متعلق سنا تو میں نے وہ سفر کھولا..... میں نے دیکھا کہ اس میں آپ کی وہ تمام صفتیں لکھی ہوئی تھیں جو اس وقت آپ میں دیکھ رہا ہوں..... پھر اس میں یہ سب تفصیلات تھیں کہ آپ کن چیزوں کو حلال قرار دیں گے اور کن چیزوں کو حرام قرار دیں گے.....

اس کے بعد اس میں یہ لکھا تھا کہ آپ سب سے بہترین نبی ہیں اور آپ کی امت سب امتوں سے بہترین امت ہے..... یہ کہ آپ کا نام نامی احمد ﷺ ہے اور آپ کی امت حماد ہوگی..... یعنی تنہائیوں میں اور کھلے عام ہر طرح اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کرنے والی ہوگی..... ان کی نذر و نیاز خود ان کی جانیں ہوں گی..... یعنی اللہ تعالیٰ کا قرب اور نزدیکی حاصل کرنے کے لئے وہ لوگ جہاد میں اپنی جانوں کی سوغات پیش کریں گے.....

یہ کہ ان کی کتاب یعنی قرآن پاک ان کے سینوں میں محفوظ ہوگا..... یعنی اپنی کتاب کی پوری طرح حفاظت کریں گے..... وہ جب بھی کسی لڑائی میں شریک ہوں گے تو جبرائیلؑ ان کے ساتھ ہوں گے جو اس طرح اللہ تعالیٰ کی رحمت کا ان پر سایہ کیے رکھیں

گے جیسے پرندہ اپنے بچوں پر چھایا رہتا ہے...."

پھر حضرت نعمان کہتے ہیں:....

"مجھ سے میرے باپ نے کہا تھا کہ.... جب بھی تم اس نبی کے متعلق خبر سنو تو فوراً ان کے پاس حاضر ہونا.... ان پر ایمان لانا.... اور ان کی تصدیق کرنا...."

یہ واقعہ سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چاہا کہ آپ کے صحابہ ؓ بھی اس واقعہ کو سنیں..... چنانچہ ایک روز آپ نے حضرت نعمان کو بلایا اور ان سے فرمایا:..... اے نعمان! ہمیں وہ واقعہ پھر سناؤ.....

چنانچہ حضرت نعمان نے اپنا پورا واقعہ شروع سے آخر تک سنایا..... جب نعمان یہ واقعہ سنا رہے تھے تو اس وقت آنحضرت ﷺ کے چہرۂ مبارک پر مسکراہٹ تھی..... (واقعہ سن لینے کے بعد) آپ ﷺ نے فرمایا:..... "میں گواہی دیتا ہوں کہ میں خدا کا رسول ہوں...." (حوالہ ام سیر علامہ حلبی)

درود شریف کی برکت! چہرہ روشن ہو گیا

حضرت شیخ عبدالواحدؒ نے فرمایا:..... میں حج کے لئے روانہ ہوا تو میرے ساتھ ایک اور آدمی ہو لیا..... میں نے اس کو دیکھا کہ وہ کھڑا ہو تو درود پاک..... بیٹھا ہو تو درود پاک..... جائے تو درود پاک..... آئے تو درود پاک پڑھتا رہے.....

میں نے اس سے اس کا سبب دریافت کیا..... تو اس نے بتایا:..... کچھ سال ہوئے میں اپنے باپ کے ساتھ مکہ مکرمہ روانہ ہوا..... جب ہم حاضری دے کر واپس ہوئے تو

ایک منزل پر ہم اترے اور آرام کیا..... میں سو گیا تو خواب میں کسی نے آ کر کہا:..... اے اللہ کے بندے! اٹھ تیرا باپ فوت ہو گیا ہے اور اس کا حال دیکھ..... اس کا چہرہ سیاہ ہو گیا ہے..... میں گھبرا کر اٹھا..... باپ کے منہ سے کپڑا اٹھایا تو دیکھا وہ فوت ہو چکا تھا اور اس کا چہرہ سیاہ ہو چکا تھا.....

میں غمزدہ اور پریشانی کی حالت میں بیٹھا تھا کہ مجھے پھر نیند آ گئی..... میں نے عالم رویا میں دیکھا کہ میرے ماں باپ کے پاس چار سوڈانی کھڑے ہیں..... ان کے ہاتھوں میں لوہے کی گرزیں ہیں..... ایک سر کے پاس تھا..... ایک پاؤں کے پاس..... ایک دائیں جانب اور چوتھا بائیں جانب تھا..... ابھی وہ مارنے نہ پائے تھے کہ اچانک ایک بزرگ حسین وجمیل چہرہ..... سبز پیراہن زیب تن ہے تشریف لائے.....

آتے ہی فرمایا:..... ہٹ جاؤ..... یہ سن کر وہ چاروں پیچھے ہٹ گئے اور اس مرد بزرگ نے میرے باپ کے چہرہ سے کپڑا ہٹایا اور منہ پر ہاتھ مبارک پھیر دیا..... میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا:..... اٹھ! اللہ تعالیٰ نے تیرے باپ کا چہرہ منور اور روشن کر دیا ہے.....

میں نے عرض کیا:..... آپ کون ہیں؟

تو فرمایا:..... میں محمد بن عبداللہ ہوں.....

میں اٹھا اور میں نے کپڑا اٹھایا تو میرے باپ کا چہرہ روشن تھا..... جگمگا رہا تھا..... پھر میں نے اچھے طریقے سے کفن دفن کر دیا اور بتایا کہ میرا باپ کثرت سے درود پاک پڑھا کرتا تھا..... (سعادۃ الدارین ص ۱۲۶)

نوٹ: جو حضرات درود شریف کی برکتوں اور انوارات کو لینا چاہیں وہ احقر کی کتاب ''درود شریف کی برکات'' کا مطالعہ فرمائیں.....

آپ ﷺ اور امت کی شفاعت

روز قیامت رحمت کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اپنے امتیوں کی شفاعت فرمائیں گے جس کا نام مقام محمود ہے....

مقام محمود کی وضاحت فرماتے ہوئے خود نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:....

"ھو المقام الذی اشفع فیہ لامتی"

"یہ وہ مقام ہے جہاں میں اپنی امت کی شفاعت کروں گا....."

امام مسلم نے حضرت ابن عمر سے نقل کیا ہے کہ ایک روز غم کی حالت میں تھے..... اس وقت آپ ﷺ نے حضرت خلیل کے اس قول کو پڑھا:.....

"رب انھن اضللن کثیرا من الناس فمن تبعنی فانہ منی ومن عصانی فانک غفور رحیمo"

"اے میرے رب! ان بتوں نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کردیا ہے.....جنہوں نے میری پیروی کی وہ میرے گروہ سے ہوں گے اور جنہوں نے میری نافرمانی کی تو تو غفور ورحیم ہے....."

پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اس جملہ کو بار بار دہرایا:.....

"ان تعذبھم فانھم عبادک وان تغفرلھم فانک انت العزیز الحکیمo"

"اگر تو ان کو عذاب دے تو وہ تیرے بندے ہیں اور اگر انہیں بخش دے تو تو ہی عزیز و حکیم ہے....."

کافی دیر تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان آیات کی تلاوت فرماتے رہے اور حضور ﷺ نے اپنے مبارک ہاتھ اٹھائے اور عرض کیا:......

"امتی امتی ثم بکیٰ"

"اے میرے رب میری امت کو بخش دے... میری امت کو بخش دے..."

پھر حضور ﷺ زار و قطار رونے لگے.....

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:......

"یا جبریل اذھب الیٰ محمد وقل لہ انا سنرضیک فی امتک ولا نسوءک"

"اے جبرائیل! میرے محبوب کے پاس جا اور جا کر میرا یہ پیغام دے کہ اے حبیب! ہم تجھے تیری امت کے بارے میں راضی کریں گے اور آپ کو تکلیف نہیں پہنچائیں گے....."

روز حشر جب ہر دل پر خوف و ہراس طاری ہوگا..... جلال خداوندی کے سامنے کسی کو دم مارنے کی مجال نہ ہوگی..... بڑے بڑے شجاع اور زور آور اور سرکش مارے خوف کے پانی پانی ہو رہے ہوں گے..... ساری مخلوق خدا آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت کلیم تک کا دروازہ کھٹکھٹائے گی..... لیکن کہیں شنوائی نہ ہوگی.....
آخر کار حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس پہنچے گی اور ان سے شفاعت کی ملتجی ہوگی

آپ جواب دیں گے کہ میں خود تو آج لب کشائی کی جسارت نہیں کرسکتا..... ہاں! تمہیں ایک کریم کا آستان بتاتا ہوں جس پر حاضر ہونے والا کبھی نامراد واپس نہیں لوٹا..... جاؤ! اللہ تعالیٰ کے محبوب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اور وہاں جا کر عرض حال کرو..... چنانچہ سب بارگاہ محبوب کبریاء ﷺ میں حاضر ہوں گے اور اپنی داستان غم پیش کریں گے..... حضور ﷺ سن کر فرمائیں گے:.....

"انا لها انا لها"

"ہاں تمہاری دستگیری کے لئے تیار ہوں... میں تمہاری دستگیری کے لئے تیار ہوں..."

حضور ﷺ عرش عظیم کے قریب پہنچ کر سربسجود ہو جائیں گے.....اپنی پاک اور اطہر زبان سے سبوح وقدوس رب کی حمد وثنا کریں گے.....ادھر سے آواز آئے گی:.....

"یا محمد! ارفع راسک قال تسمع اسئل تعط اشفع تشفع"

"اے سراپا خوبی وزیبائی! اپنے سر مبارک کو اٹھاؤ.....کہو تمہاری بات سنی جائے گی.....تم مانگتے جاؤ ہم دیتے جائیں گے.....تم شفاعت کرتے جاؤ ہم شفاعت قبول فرماتے جائیں گے....."

اس طرح شفاعت حبیب کبریا ﷺ سے اللہ تعالیٰ کی رحمت بے پایاں کا دروازہ کھلے گا..... (حوالہ مسلم شریف)

شفاعت نبوی ﷺ کے ۵ درجے

علامہ قرطبی اور دیگر مفسرین نے قاضی ابوالفضل عیاض سے نقل کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تین یا پانچ شفاعتیں فرمائیں ئے.....

(1) شفاعت عامہ: جس سے مومن و کافر... اپنے اور بیگانے سب مستفیض ہوں گے...

(2) بعض خوش نصیبوں کے لئے بغیر حساب جنت میں داخل کرنے کی شفاعت فرمائیں گے.....

(3) وہ موحد جو اپنے گناہوں کے باعث عذاب دوزخ کے مستحق قرار پائیں گے...... حضور ﷺ کی شفاعت سے بخش دیئے جائیں گے.....

(4) وہ گنہگار جنہیں دوزخ میں پھینک دیا جائے گا..... حضور ﷺ شفاعت فرما کر ان کو وہاں سے نکالیں گے اور جنت میں پہنچائیں گے.....

(5) اہل جنت کے مدارج کی ترقی کے لئے سفارش فرمائیں گے.....

خود سوچئے! جس کا دامن کرم سب کو ڈھانپے ہوگا..... جس کی محبوبیت کا ڈنکا ہر جگہ بج رہا ہوگا..... جس کی جلالت شان اپنے بھی دیکھیں گے اور بیگانے بھی..... ایسے میں کون دل ہوگا جو اس محبوب کی عظمت کا اعتراف نہیں کرے گا؟ کون سی زبان ہوگی جو اس کی تعریف وتوصیف میں زمزمہ سنج نہ ہوگی؟

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:.....

"انا سید ولد ادم یوم القیامۃ ولا فخر وبیدی لوآء

الحمد ولا فخر وما من نبی یومئذ ادم من سواہ الا
تحت لوائی...“

”قیامت کے دن ساری اولاد آدم کا سردار میں ہوں گا.....حمد کا
پرچم میرے ہاتھ میں ہوگا.....سارے نبی میرے پرچم کے نیچے
ہوں گے.... یہ ساری باتیں اظہار حقیقت کے طور کہہ رہا ہوں فخر و
مباہات مقصود نہیں....“ (حوالہ حجۃ اللہ علی العالمین)

مولانا ارسلان بن اختر کی دیگر تالیفات